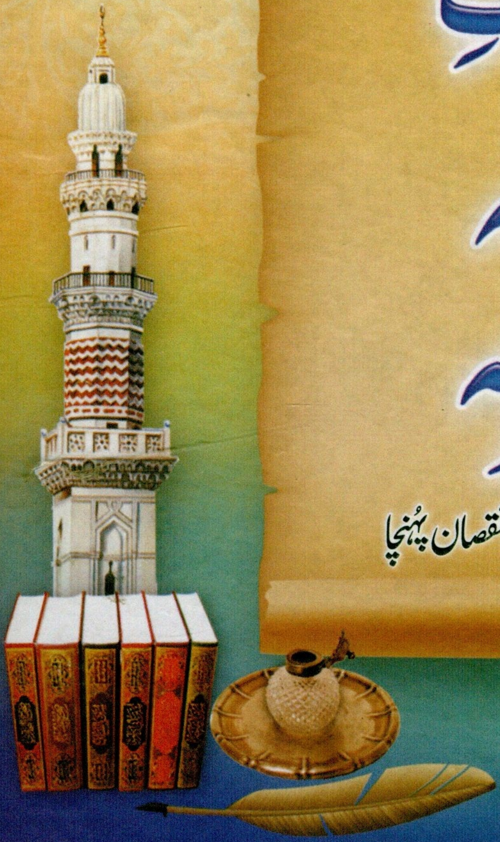
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ
تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا



تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

جلد اوّل

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق ونظر ثانی
عبد الحفیظ مدنی

ناشر
مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
MOb:0300- 4826023,042-37114650

نام کتاب		احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ
باہتمام	----------------	عبدالرحمان عابد
طبع سوم	----------------	جنوری 2012ء
تعداد	----------------	1100
قیمت	----------------	200/-

اسٹاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,2624007

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال
0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد
Mob.: 0322- 6054145

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com
Ph,:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

فہرست عنوانات

صفحہ

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

یہ کتاب دراصل علامہ محمد ناصرالدین البانی کی عربی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ و اثرھا السیّئ فی الامۃ" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ علامہ موصوف کے علمی کاموں میں ایک قابلِ قدر اور عظیم اضافہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے اور انہیں دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے (آمین)

اس کتاب میں ضعیف روایات اور من گھڑت احادیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان روایات اور احادیث کو اسلام دشمن عناصر اور بعض غیر محتاط علماء نے عوام الناس میں اس طرح پھیلا دیا ہے کہ عام لوگ ان کو بھی معتبر سمجھنے لگے ہیں۔ ایسی روایات کا بیشتر حصہ یا تو اسرائیلی روایات پر مشتمل ہے یا پھر قصہ گو واعظین' بعض صوفیاء اور غالی شیعوں کی کرشمہ سازی ہے۔

علامہ ناصرالدین البانی نے ایسی تمام روایات اور احادیث کو ایک مجموعے کی شکل دی ہے اور انہیں فن جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ان پر ضعیف اور موضوع کا حکم لگایا ہے نیز نہایت عمدہ علمی محاکمہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب اہلِ علم' خطباء اور ائمہ حضرات کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی اہمیت و افادیت کی حامل ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں ہماری گزارش ہے کہ اس کتاب میں مذکورہ احادیث کا بغور جائزہ لیں اور اِن ضعیف اور من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی پوری پوری کوشش کریں تاکہ ہمیں دین حق کی صحیح راہنمائی حاصل ہو۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ناصر محمود انور

7 فروری 1994ء

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(اقبال)

مقدّمہ

اللہ پاک نے اُمّتِ مسلمہ کو جہاں دیگر خصوصیات سے نوازا وہاں خاص طور پر اس اعزاز سے بھی ہم کنار کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عالیشان کتاب کو نازل فرمایا جس کی تشریح و توضیح کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ؐ سے سن کر اور آپ ؐ کی عملی زندگی کو ملاحظہ کر کے امت مسلمہ تک کماحقہ پہنچایا اور اس میں ہرگز کمی بیشی کا شائبہ تک نہیں ہے یہ دونوں سرچشمے محفوظ ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گے ان میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اگر کسی دور میں اسلام دشمن عناصر یا بظاہر اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے دین اسلام کی شکل کو بدلنا چاہا' اس میں من گھڑت احادیث کو داخل کرنا چاہا تو وہ اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اللہ پاک نے ہر دور میں ایسے مخلص اور ثقہ اہل علم کا انتظام فرمایا ہے اور قیامت تک فرماتا رہے گا جو ایسے بدطینت لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے امت مسلمہ کو آگاہ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے' صحیح اور موضوع احادیث کے درمیان امتیاز کرتے رہیں گے ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

البتہ قرآن پاک وحی جلی ہے اور احادیث صحیحہ وحی خفی ہیں دونوں "الذکر" میں داخل ہیں جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے تم نے اپنی زندگی بعینہٖ اسی طرز پر گزارنی ہے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی گزری ہے۔

مذکورہ آیت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ آپ ؐ کی زندگی کی جملہ کیفیات

اور تمام شعبہ ہائے زندگی محفوظ ہیں اور آپؐ کی زندگی کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس کو صحابہ کرامؓ نے بیان نہ کیا ہو یا وہ محفوظ نہ ہو ورنہ اگر (معاذ اللہ) آپؐ کی زندگی کے تمام امور خواہ ان کا تعلق عبادات یا معاملات سے ہے محفوظ نہیں ہیں تو کیسے اللہ پاک قرآن پاک میں امت مسلمہ کو اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لئے بہترین نمونہ سمجھو اور اس کے مطابق تمہیں چلنا چاہئے اس سے سرمو انحراف نہیں ہونا چاہیے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّتِ مسلمہ نے جہاں قرآن پاک کو اصل اول قرار دیا ہے وہاں احادیثِ نبویہؐ کو اصل ثانی قرار دیا ہے اور ان دونوں میٹھے چشموں سے اپنی علمی پیاس کو بجھایا ہے اور مسائل کا حل نکالا ہے اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس اہتمام کے ساتھ صحابہ کرامؓ' تابعین عظام' فقہاء اور محدثین نے آپ کے فرمودات اور آپؐ کے افعال کو اپنے اذہان میں محفوظ کر کے آگے اپنے تلامذہ تک پہنچایا ہے اس قسم کا اہتمام کسی بھی پیغمبر کے اقوال اور فرمودات کے بارے میں ان کے پیروکاروں نے نہیں کیا ہے۔

؎ یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے بلکہ اس کا چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ دین اسلام میں ہرگز تحریف نہیں ہوئی ہے۔ عہد صحابہ کرام میں ایسے قوانین وضع کیئے گئے جن کی روشنی میں احادیث کو تحفظ حاصل ہوا ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ احادیث کے بیان کرنے میں کتنے محتاط واقع ہوئے ہیں ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے صحابہ کرامؓ سے بہت کم احادیث مروی ہیں انہیں یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ کہیں ہماری زبان سے خطا یا نسیان کے سبب ایسی باتیں نہ نکل جائیں جو آپؐ کی زبان مبارک سے نہیں نکلی ہیں اور ہم ان لوگوں کی فہرست میں داخل نہ ہو جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرتے ہیں جو آپؐ نے نہیں فرمائی ہیں وہ خوب سمجھتے تھے کہ جس شخص نے اللہ کے رسولؐ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کی جو آپؐ کی زبان مبارک سے نہیں نکلیں تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے جس قدر احادیث مروی ہیں اس قدر کسی دوسرے صحابی سے مروی نہیں ہیں اس کے باوجود حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ عہدِ فاروقی میں بھی اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرتے تھے انہوں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اگر ان کے دور خلافت میں اتنی کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرتا تو وہ مجھ کو بھی درے لگاتے (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۷)

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں احادیث بیان کرنے میں انتہائی محتاط انداز اختیار کیا جاتا تھا اسی طرح احادیث کو تسلیم کرنے میں بھی احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جاتا تھا چنانچہ امام ذہبیؒ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور التجا کی کہ مجھے دادی کی حیثیت میں ورثہ ملنا چاہیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں ورثہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی کتاب میں تمہارے ورثہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی وضاحت ملتی ہے کہ آپؐ نے دادی کو ورثہ دیا ہو یہ کہہ کر آپؓ نے صحابہ کرامؓ سے استفسار کیا تو حاضرین میں سے مغیرہؓ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا آپؐ نے ایک دادی کو ورثے سے چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے کہا کہ کیا کوئی گواہی بھی ہے؟ یہ سن کر محمدؓ بن مسلمہ صحابی کھڑے ہوئے اور گواہی دی۔ چنانچہ ان کی گواہی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دادی کو وراثت میں حق دار بنایا (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲)

دراصل عمرؓ بن خطاب نے احادیث کے نقل میں راویان حدیث کے لئے ایسا راستہ متعین فرما دیا ہے کہ وہ اس وقت تک کسی حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہرگز نہ کریں جب تک انہیں پختہ ثبوت نہ مل جائے کہ واقعی یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ چنانچہ امام ذہبیؒ نے حضرت عمرؓ کے حالات کے ضمن میں ان کے ثبت اور احتیاط کے بارہ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ نے کسی کام کی غرض سے حضرت عمرؓ کے دروازے پر تین بار السلام علیکم کہا وہ اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے لیکن انہیں کچھ جواب نہ ملا اس کے بعد وہ واپس لوٹے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا کہ ان سے دریافت کرے کہ وہ تین بار سلام کہنے کے بعد واپس کیوں چلے گئے؟ انہوں نے جواب میں کہا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین بار سلام کہے اور اس کے سلام کا کچھ جواب نہ دیا جائے تو اسے واپس لوٹ جانا چاہئے اس پر عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے ہم کلام ہوتے ہوئے کہا کہ اس پر آپ کو دلیل پیش کرنا پڑے گی ورنہ آپ کو سزا ملے گی۔ حضرت عمرؓ کا یہ انداز دیکھ کر ابو موسیٰ اشعریؓ کا رنگ متغیر ہوگیا وہ اپنے ساتھی صحابہؓ کی مجلس میں آئے' ان میں ابوسعید خدریؓ بھی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہمیں تمام واقعہ کہہ سنایا کہ حضرت عمرؓ میری اس بات پر گواہ کا مطالبہ کررہے ہیں' اس وجہ سے میں پریشان ہوں۔ میری آپ سب سے التماس ہے کہ کیا آپ میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر کسی کو تین بار سلام کہنے پر اجازت نہ ملے تو اسے واپس چلے جانا چاہئے؟ اس پر وہاں جس قدر صحابہ کرامؓ موجود تھے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم سب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو ابو موسیٰ اشعریؓ کی معیت میں بھیجا اس نے حضرت عمرؓ کے ہاں جا کر اعتراف کیا کہ واقعتاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ اس شہادت کے ملنے پر حضرت عمرؓ نے اطمینان کا اظہار کیا اور اس حدیث کے بیان کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

کتبِ حدیث میں اس نوعیت کے متعدد واقعات مرقوم ہیں جن سے صحابہ کرامؓ کا احتیاط مترشح ہوتا ہے کبھی وہ بیان کردہ حدیث کو کتاب اللہ کے نصوص کی روشنی میں معلوم کرتے اگر حدیث نص صریح کے موافق ہوتی تو اس کو قبول کرتے ورنہ حدیث کو رد کرتے اور اس پر عمل نہ کرتے لیکن اس سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ حدیث نبویؐ کو تشریعِ اسلامی میں مستقل حیثیت حاصل نہیں ہے' ہم جب احادیث صحیحہ کا جائزہ لیتے ہیں تو جہاں ایسی احادیث موجود ہیں جو قرآن پاک کے نصوص کے

موافق ہیں اور اس کے احکام کی تائید کرتی ہیں وہاں ایسی احادیث صحیحہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ پانچوں نمازوں کی رکعات کتنی ہیں؟ اور نمازیں کس کیفیت کے ساتھ ادا کی جائیں؟ بلکہ ایسی احادیث بھی ہیں جو قرآن پاک کی مطلق آیات کو مقید اور عام آیات کی تخصیص کرتی ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ چور کے ہاتھ کو ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹا جائے جب کہ قرآن پاک میں مطلق ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے نیز ایسی احادیث بھی ہیں جن میں ایسے احکام مذکور ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے جیسا کہ اگر مقتول کے ورثاء قصاص معاف کر دیں تو قاتل اور اس کے عصبہ رشتہ داروں پر ضروری ہے کہ وہ دیت ادا کریں۔ ایسے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مجھے قرآن پاک عطا ہوا اور اس کی مثل عطا ہوئی ہے۔"

جس طرح قرآن پاک پر عمل ضروری ہے اسی طرح سنت پر بھی عمل ضروری ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے اصل ماخذ یہ دونوں ہی ہیں ارشاد نبویؐ ہے:

تَرَكْتُ لَكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کے ساتھ وابستگی رکھو گے تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی اگرچہ احادیث کے بیان کرنے میں زبردست احتیاط برتی گئی تاہم جرح و تعدیل کے علم کی ضرورت اس لئے محسوس نہ کی گئی کہ صحابہ کرامؓ کی عدالت پر نہ صرف یہ کہ اجماع ہے بلکہ کتاب اللہ اور احادیثِ صحیحہ کی صریح نصوص ان کی عدالت پر دال ہیں چنانچہ حافظ ابنِ صلاحؒ نے "علوم الحدیث" میں صحابہ کرامؓ کے عادل ہونے پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (علوم الحدیث صفحہ ۲۶۴)

البتہ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب اُمّتِ مسلمہ میں اختلاف رونما ہوا اور فتنوں نے امت مسلمہ کو پریشان کیا اور ایسے گروہ دیکھنے میں آئے جنہوں نے اسلام کے روشن چہرے کو مسخ کرنا چاہا اور اسلام کی تعلیمات میں اپنی آراء کو داخل کرنا چاہا اور اپنے مطلب کی احادیث وضع کرکے احادیثِ صحیحہ کے

مجموعہ میں ان کو مدغم کرکے اپنی خواہشات کو تسکین دینے کے لئے میدان میں اتر آئے اور متعدد قسم کی بدعات کو فروغ دینے کے لئے موضوع احادیث کا سہارا لیا تو صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو اہلِ بدعت فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا اور احادیث کے نقل کرنے میں زبردست احتیاط کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور برملا کہا کہ صرف ایسے لوگوں سے مروی احادیث کو قبول کیا جائے جن کے تدیّن اور حافظہ پر اعتماد ہے چنانچہ اس دور میں اس قول کو قانون کی حیثیت حاصل ہو گئی:

"اِنَّمَا ھٰذَا الْاَحَادِیْثُ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَھَا"

چونکہ احادیث نبویہؐ دین اسلام ہیں اس لئے تم احتیاط کرو کہ کن لوگوں سے احادیث نقل کر رہے ہو۔ (الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم جلد ا صفحہ ۱۵)

ان حالات میں جرح و تعدیل کے قواعد کا منضبط ہونا ضروری تھا تاکہ احادیث صحیحہ کو ضعیف اور موضوع احادیث سے الگ کیا جاسکے اور امت مسلمہ کو اس سے آگاہ کرکے دین اسلام کا تحفظ کرکے اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کی جائے اس سلسلہ میں بطور شہادت کے ہم ابن عباسؓ کا قول ذکر کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ جب ہم کسی شخص کی زبان سے یہ کلمات سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا... تو خوشی سے ہماری نظریں نہایت تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کرتیں اور ہم اپنے کانوں کو اس کا کلام سننے کے لئے جھکاتے اور پوری توجہ سے اس کی بات سنتے تھے لیکن جب لوگوں نے احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ ضعیف اور من گھڑت احادیث بیان کرنا شروع کر دیں اور انہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع کر دیا تو پھر ہم نے صرف ان لوگوں کی بیان کردہ احادیث کو سنا اور اس کو قابلِ عمل سمجھا جن کو ہم اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے اور جن کی عدالت و دیانت سے ہم باخبر تھے۔
(مقدمہ مسلم شریف صفحہ ۱۰)

معلوم ہوا کہ پہلی صدی ہجری میں دو قسم کی احادیث پائی جاتی تھیں۔

پہلی قسم میں وہ احادیث تھیں جنہیں قبول کیا جاتا تھا ان کا نام مقبول رکھا گیا جن کو بعد ازاں صحیح اور حسن کہا جانے لگا۔

دوسری قسم میں وہ احادیث تھیں جنہیں رد کیا جاتا تھا ان کا نام مردود رکھا گیا جن کو بعد ازاں ضعیف اور موضوع کا نام دیا گیا۔ مصطلحات الحدیث کی کتابوں میں ان کی متعدد اقسام ہیں۔

اصولِ حدیث کی غرض وغایت

صحیح اور حسن احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنے کے لئے اصول حدیث کے قواعد و قوانین مرتب کئے گئے تاکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں دین اسلام کے احکام کا استدلال کیا جائے اگر یہ علم وضع نہ ہوتا تو احادیثِ صحیحہ کا احادیثِ ضعیفہ سے امتیاز کرنا ممکن نہ تھا اور یہ معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کونسی ہے؟ اور دیگر لوگوں کے اقوال کون سے ہیں، جو شریعت اسلامی میں داخل ہو گئے ہیں؟ چونکہ اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو محفوظ فرمانے کی ذمہ داری لی تھی تو اس امت میں ایسے فقہاء اور محدثین کا انتظام فرمایا جنہوں نے اصولِ حدیث کے قوائد وضع فرما کر اس اختلاف کو یکسر ختم کر دیا چنانچہ فقہاء اور محدثین نے احادیث کی اسانید کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کی۔

عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَآءَ مَا شَآءَ

اسناد معلوم کرنا اور اس کے رواۃ کو زیر بحث لانا دین اسلام کی خدمت ہے اگر اسانید نہ ہوتیں تو ہر شخص جو چاہتا اسے آپؐ کی طرف منسوب کر دیتا اور اپنے اقوال کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی شکل میں پیش کر دیتا۔ اس طرح آپؐ پر افتراء باندھنے کے سبب دین اسلام کی حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔

خیال رہے کہ ہر شخص کے لئے کذب بیانی کبیرہ گناہ ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا اکبر الکبائر سے ہے بلکہ بعض علماء سے صراحتاً منقول ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب کہ شیخ ابو محمد جوینیؒ نے ایسے شخص کو

کافر قرار دیا ہے جیسا کہ "المقاصد الحسنہ" صفحہ ۳۶ میں امام ابن جوزیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

امام ترمذیؒ نے "کتاب العلل" میں ابن سیرینؒ کا قول پیش کیا ہے کہ اسلام کے دور اول میں (تقریباً سن چالیس ہجری سے قبل) احادیث کی اسناد کے بارہ میں دریافت نہیں کیا جاتا تھا' جب فتنوں نے اُمّتِ مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو اسناد معلوم کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ دی گئی تاکہ اہل سنت راویوں کی بیان کردہ احادیث کو قبول کیا جائے اور انہیں قابلِ عمل سمجھا جائے اور اہلِ بدعت کی بیان کردہ احادیث کو ترک کیا جائے اور انہیں کچھ حیثیت نہ دی جائے (العلل صفحہ ۲۳۶)

دراصل حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جب اختلاف رونما ہوا بلکہ اختلاف لڑائی کی شکل اختیار کر گیا اور اہلِ اسلام مختلف گروہوں میں بٹ گئے' سیاسی اختلاف کو دینی رنگ دیا گیا' ہر گروہ نے اپنے موقف کو سچا ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کے الفاظ کے غلط معانی کئے اور اپنے قائدین کے فضائل و مناقب میں احادیث وضع کیں چنانچہ شیعانِ علیؓ نے اہل بیت کے فضائل میں احادیث وضع کیں اور شیعان معاویہؓ نے بھی ان کا مقابلہ کرتے ہوئے احادیث گھڑیں۔ مشہور شیعہ عالم ابن ابی الحدید کہتے ہیں "فضائل پر مشتمل احادیث میں دراصل کذب بیانی شیعہ کی جانب سے ہے" (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

اہلِ علم ہی کا فرض نہیں بلکہ اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس وقت تک کسی حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کرے جب تک کہ اس حدیث کی سند کے رواۃ کے بارہ میں محدثین کے ذکر کردہ قواعد و اصول کی روشنی میں یقین نہ ہو جائے کہ وہ ثقہ ہیں اور حدیث صحت کے اصولوں پر پوری اترتی ہے۔ کسی ضعیف حدیث کو ضعیف سمجھتے ہوئے اس حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرکے بیان کرنا درحقیقت آپؐ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے اور یہ سمجھنا کہ ترغیب و ترہیب اور فضائل و اعمال کے مسائل میں ضعیف احادیث سے استدلال کرنا درست ہے انتہائی احمقانہ بات ہے۔ غور کیجئے کہ ترغیب و ترہیب اور فضائل و اعمال بھی تو شریعتِ اسلامیہ کا ایک

حصہ ہیں اس لئے ہرگز جائز نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ کے احکام میں کسی ضعیف حدیث سے استدلال کیا جائے۔

میں ان اہلِ علم اور خطیب حضرات سے استفسار کرتا ہوں جو ضعیف اور موضوع احادیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہوئے اپنی مقبولیت میں اضافہ کرتے ہیں اور غلط احادیث بیان کرکے عوام الناس کو خوش کرتے ہیں اور اپنی خطابت کا سکہ ان کے دلوں میں بٹھاتے ہیں۔ کیا ان سے میدان حشر میں یہ سوال نہیں ہو گا کہ آپ نے فلاں حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہوئے کیوں بیان کی؟ حالانکہ آپؐ نے یہ حدیث بیان نہیں کی تھی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں کہہ دیا کہ میں نے تو یہ حدیث بیان نہیں کی' مجھ پر افتراء باندھا گیا ہے تو بتایا جائے کہ اس روز ایسے لوگوں کا کیا حال ہو گا اور وہ کیا جواب دیں گے؟ جب کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھ کر حدیث بیان کرتا ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے" اور ایک دوسری حدیث میں اس کو کاذب قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ محدّثین نے اصول حدیث کے قواعد وضع فرما کر احادیثِ صحیحہ کو احادیثِ ضعیفہ اور موضوعہ سے الگ کیا ہے اور محدّثین کی مساعی اس سلسلہ میں قابلِ ستائش ہیں اور جن محدّثین نے قواعد کے مطابق صحیح احادیث کے مجموعے مرتب فرمائے انہوں نے بھی امت اسلامیہ پر ایسا عظیم احسان فرمایا ہے جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اللہ پاک ان کی مساعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

علامہ ناصر الدّین البانی کی علمی شخصیت

موجودہ دور میں علامہ ناصر الدّین البانی کا شمار ان ثقہ اہلِ علم میں نمایاں ہے جنھوں نے علم حدیث کی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے ان کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو بنظرِ استحسان دیکھا جاتا ہے اور ان کی تالیفات' حواشی اور تخریج سے پوری دنیا کے اہلِ علم استفادہ کر رہے ہیں بالخصوص فن رجال' جرح و تعدیل اور تخریج احادیث کے موضوعات پر ان کی تحقیق کو حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔ راقم

الحروف ان کی علمی خدمات کے پیش نظر ان کا مداح اور ثنا خواں ہے اور ان کی بعض کتب تحذیر السّاجد عن اتخاذ القبور المساجد، صلوٰۃ التراویح، حجۃ النبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلم اور صفۃ صلوٰۃ النبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلم کا اُردو زبان میں ترجمہ اور ان کی طباعت سے فارغ ہو چکا ہے بلکہ الحمدللہ ان کتابوں کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور قارئین سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی کی علمی اور تحقیقی تالیفات میں "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرھا السیّئ فی الاُمّۃ" ایک گرانقدر اور نہایت مفید اضافہ ہے جو کہ بلا مبالغہ امتِ مسلمہ پر ایک عظیم احسان ہے۔

(اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو قبولیت عطا فرمائے)

اس کتاب کی عظمت اور علمی ریسرچ نے مجھ جیسے خادم العلم والعلماء کو اس کے اُردو ترجمہ کی طرف راغب کیا اس کتاب میں جن زاویوں سے احادیثِ ضعیفہ اور موضوعہ پر تنقید کی گی ہے اور اہل علم کو ان کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے وہ انتہائی قابلِ ستائش ہے۔ اس سے قبل اگرچہ اس موضوع پر متعدد کتابیں موجود ہیں اور ہر صدی میں بعض ثقہ اہلِ علم نے ملحد، زندیق، متصوفین اور شعبدہ باز لوگوں کی وسیہ کاریوں کو نہایت شگفتہ انداز میں پیش فرما کر اُمّتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور اسلامی شریعت کی خدمت کے میدان میں ان کی مساعی یقیناً ان کے اعمال میں مندرج ہو کر ان کے لئے توشہ آخرت بن چکی ہیں لیکن علامہ ناصر الدّین البانی نہ صرف یہ کہ ان کی تحقیق کو اس مجموعہ میں شامل فرمایا ہے بلکہ علماء اور محققین کی مختلف آراء پر مشتمل ایسا علمی محاکمہ پیش فرمایا ہے کہ جس کے مطالعہ سے قارئین یقیناً اطمینان کا اظہار کریں گے اور ان کی بیان کردہ معلوماتِ انیقہ پر صدائے تحسین بلند کریں گے اور بلاشبہ قارئین حیران ہوں گے کہ ان کا دائرہ تحقیق کس قدر وسیع ہے اور انہوں نے کتنی محنت اور جانفشانی سے اس بحرِ بے کنار میں غواصی کرکے بیش قیمت جواہرات سے کتاب کے صفحات کو مزین کیا ہے نیز تحقیق و تنقید کا اتنا اونچا معیار مقرر فرمایا ہے کہ دشمنانِ اسلام، مستشرقین، منکرینِ حدیث اور یہودی علماء کے افکارِ خبیثہ کا استیصال کرکے اسلام کے روشن اور تابناک چہرے کو کسی قسم کی آلودگی

میں ملوث نہیں ہونے دیا اور مناظرانہ انداز سے میدان میں اتر کر مخالفین اسلام کے تمام باطل اعتراضات کے ایسے مسکت جواب دیئے۔ جن سے ان کے حوصلے پست ہوگئے اور ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان کے اس علمی کام سے آئندہ آنے والی نسلیں بھی شاد کام ہوتی رہیں گی اور ان کے علمی تفوق کو بنظر استحسان دیکھتی رہیں گی۔

اس مختصر کتاب میں صرف ایک سو ضعیف اور موضوع احادیث کی تحقیق کو سلیس اُردو میں پیش کیا گیا ہے' علامہ ناصر الدّین البانی کی تحقیق کا دائرہ اگرچہ بعض احادیث میں خاصا طویل ہے پھر بھی ان کو اسی طرح پیش کیا جا رہا ہے' اس میں اختصار کی خاطر بعض اقوال کو حذف نہیں کیا گیا ہے اگرچہ بعض اہلِ علم نے یہ مشورہ بھی دیا کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد مختصر الفاظ میں اس کی تحقیق ذکر کر دی جائے اور ائمہ کے اقوال اور علامہ البانی کا محاکمہ قلم زد کر دیا جائے لیکن میں نے اس مسئلہ پر طویل غور و فکر کیا اور یہی مناسب سمجھا کہ چونکہ یہ کام تحقیقی انداز میں کیا گیا ہے اس لئے جوں کا توں اسے اُردو دان اہلِ علم اور عوام کے سامنے پیش کیا جائے اور پھر علمی دیانت بھی اسی بات کی متقاضی تھی۔

میں قارئین کرام سے پر امید ہوں کہ وہ گہرے غور و فکر کے ساتھ اس کتاب کو زیر مطالعہ لا کر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں گے اور تنقیدانہ نظر سے جائزہ لے کر اس کے حسن و قبح اور اغلاط سے راقم الحروف کو مطلع فرمائیں گے۔

کتاب میں مذکور اصولِ حدیث کی اصطلاحات کا اردو ترجمہ اور وضاحت ذکر کرنے سے قارئین کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے اصطلاحات کی تشریح کتاب کے آخر میں الگ سے دے دی گئی ہے اور ترجمہ میں اصطلاحات کو عربی ناموں سے ہی ذکر کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس انداز سے قارئین کرام کو سہولت رہے گی اور وہ اس پر مسرت کا اظہار کریں گے اور راقم الحروف اور دیگر معاونین کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

قارئین کرام کی خدمت میں اس کتاب کی تمام مجلدات کو اردو کا لباس پہنا کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی لیکن لمحہ فکریہ ہے کہ نہ صرف عوام الناس

بلکہ علماء کرام میں بھی دینی کتب کے خریدنے کا ذوق نہ ہونے کے برابر ہے اور اشاعت کا سلسلہ اس وقت تک جاری نہیں رہ سکتا جب تک کہ شائع شدہ کتب کی فروخت کا معقول انتظام نہ ہو اور خصوصیت کے ساتھ مخیر احباب اس طرف خاص توجہ نہ فرمائیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس طرح دینی مدارس کی بقا کے لئے فنڈز کی ضرورت ہے اس کے بغیر ان کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا اسی طرح اشاعتِ کتبِ اسلامیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ مخیّر احباب تعاون فرما کر کتاب کے کچھ نسخے خرید کر مستحق اہلِ علم اور عوام میں تقسیم کریں۔

علماءِ کرام جو خطابت کے میدان میں مصروف عمل ہیں جن کا عوام النّاس کے ساتھ گہرا رابطہ رہتا ہے ان کی خدمت میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اشاعتی اداروں کے ساتھ تعاون کرنے میں فراخ دلی کا مظاہرہ کیا کریں تاکہ اشاعتِ اسلام کا یہ شعبہ بھی زندہ و تابندہ رہے اور لوگ اس چشمہ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہیں۔

محمد صادق خلیل

ضیاء السنۃ
ادارۃ الترجمہ و التألیف
فیصل آباد

مقدمہ پہلا ایڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [1]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا [2]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا [3]

ذکر کردہ خطبہ ہی وہ خطبہ ہے جو خطبۃ الحاجۃ کے نام سے معروف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو اس کی تعلیم فرماتے اور انہیں ہدایت کرتے کہ وہ دینِ اسلام کے جملہ معاملات میں خواہ خطبہ نکاح ہو یا خطبہ عام ہو ان میں یہی خطبہ

پڑھیں۔ اس مسئلہ میں میرا ایک مختصر سا رسالہ ہے جو اولاً مجلّہ "التمدّن الاسلامی" میں اشاعت پذیر ہوا ۵۔ لیکن یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ میرے علم کے مطابق تمام علماء نے مسنون خطبہ چھوڑ رکھا ہے۔ میں پر امید ہوں کہ وہ خطبہ مسنونہ کے احیاء کی طرف توجہ فرمائیں گے اور اس کو عام کرنے کی کوشش کریں گے۔

اما بعد! بلاشبہ سب سے سچی کتاب اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ ہے اور (دین اسلام میں) سب سے برے کام نئے جاری کردہ کام ہیں اور ہر نیا جاری کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔۶۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ میں نے مجلّہ "التمدن الاسلامی" میں "الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السیّیٔ فی الامّہ" کے عنوان کے تحت مسلسل چند مقالات شائع کرنے کا آغاز کیا اور پھر میں نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سلسلہ کی احادیث کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو کر ہزاروں تک پہنچ چکی ہے اس میں حیرانی کی کچھ بات نہیں جب کہ صرف ایک ملحد زندیق نے تقریباً چار ہزار احادیث وضع کیں اور تین شخص جو احادیث کے وضع کرنے کے میدان میں معروف ہیں انہوں نے دس ہزار سے زائد احادیث وضع کیں۔

لیکن ان احادیث کے بارہ میں قارئین کرام کیا رائے رکھتے ہیں جن کو دیگر وضاعین نے مختلف اغراض و مقاصد کے پیش نظر وضع کیا' کسی نے سیاسی اغراض کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور کسی نے قومی عصبیّت یا مذہبی حمیّت کو فروغ دینے کے لئے احادیث کو وضع کیا۔ بعض نے اپنے خیال میں تقرب الی اللہ کے جذبے کے ساتھ جھوٹ کا پلندا تیار کیا اور بعض نادان صوفیاء نے جان بوجھ کر نہیں بلکہ غلطی سے ایسی احادیث سے عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنایا جن کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔ اسی طرح کچھ ایسے فقہاء کا بھی نشان ملتا ہے جن کا حافظہ کمزور تھا اور جنہیں علم حدیث کے ساتھ کچھ زیادہ تعلق نہ تھا۔ ان کی جانب سے بھی موضوع احادیث کے بیان کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کثرت کے ساتھ فقہ' تفسیر' ترغیب و ترہیب' فضائل و

اعمال اور وعظ وغیرہ کی کتب میں موضوع احادیث کا سراغ ملتا ہے لیکن اللہ پاک نے ایسے علماء کو تیار کیا جنہوں نے موضوع اور ضعیف احادیث کے اسباب ضعف اور وضع کو بیان فرمایا راویوں کے عیوب کو واضح کیا اور ان کی کذب بیانیوں سے پردہ اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام عبداللہ بن مبارک سے احادیث موضوعہ کے بارہ میں دریافت کیا گیا کہ ان کا موضوع ہونا کیسے معلوم ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا:

امام عبداللہ بن مبارکؒ کا قول : احادیثِ موضوعہ کو معلوم کرنے اور عام مسلمانوں کو ان سے آگاہ کرنے کے لئے ایسے علماء ہر دور میں موجود ہوں گے جن کی زندگی کا مشن ہی یہی ہوگا۔

علامہ ابن جوزیؒ کا قول : جب کسی شخص کے لئے ممکن نہ رہا کہ وہ قرآن پاک میں ایسی آیات کا اضافہ کرے جو فی الحقیقت قرآن میں داخل نہیں ہیں تو کچھ لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ایسی باتوں کو شامل کرنے کی کوشش کی جو باتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہ تھیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے ہر دور میں ایسے علماء کو پیدا فرمایا جنہوں نے احادیث کا دفاع کیا۔ صحیح کو غیر صحیح سے الگ کیا۔ البتہ اس دور میں ایسے علماء بہت کم ہیں بلکہ عنقا ہیں۔

وَقَدْ كَانُوْا اِذَا عُدُّوْا قَلِيْلاً ،
فَقَدْ صَارُوْا اَعَزَّ مِنَ الْقَلِيْلِ

(جب ان کو شمار کیا جاتا ہے تو ان کی تعداد کم ہے لیکن (اب تو) اور زیادہ کم ہیں۔)

خیال کیجئے کہ جب علامہ ابن جوزیؒ کے دور میں ضعیف اور موضوع احادیث سے پردہ کشائی کرنے والے علماء کم تعداد میں تھے تو اس دور میں ان کی تعداد کتنی ہو گی؟ کچھ شبہ نہیں کہ وہ نہایت قلیل تعداد میں ہیں۔ اس وجہ سے ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم امتِ مسلمہ کو ضعیف اور موضوع احادیث سے روشناس کرائیں اور مسلسل ان کی اشاعت میں سرگرم عمل رہیں تاکہ لوگ ایسی احادیث سے کنارہ کش

رہیں۔ نیز اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعتِ اسلامی سے لوگوں کو خبردار رکھیں، کہیں وہ علم کے چھپانے کے گناہ میں ملوث نہ ہو جائیں۔ اور مجھے اس بات کے اظہار میں کچھ حجاب نہیں کہ وہ اہلِ علم جن کی بصیرت کو خواہشات کے ارتکاب نے اندھا نہیں کیا ہے وہ اس کی حقیقت سے کماحقہٗ واقف ہیں، انہوں نے علم کی شمع کو روشن رکھا ہے۔ ایسے لوگ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کے ذخیرہ کو جھوٹ گھڑنے والوں اور دیگر لوگوں کے اقوال وغیرہ سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خاموش تماشائی بنے رہیں اور صحیح کو غیر صحیح سے متمیز نہ کریں چنانچہ امام عبدالرحمان بن مہدیؒ فرماتے ہیں:

امام عبدالرحمان بن مہدیؒ کا قول: مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس حدیث کی علت سے واقفیت حاصل کرو جو حدیث میرے علم میں ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسی حدیث کو احاطہ تحریر میں لاؤں جس کا مجھے علم نہیں تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسی مناسبت سے میں یہ بات قارئین کے علم میں لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب میں احادیث پر کوئی حکم لگاؤں تو میں محدثین کے وضع کردہ قواعد کے مطابق ایسا کروں گا۔ نیز محدثین نے جس طرح احادیث پر صحت یا ضعف کے احکام صادر کئے ہیں، میں بھی ان کی روش پر چلوں گا البتہ کسی حدیث پر حکم لگانے پر ہرگز کسی کی تقلید نہیں کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے سامنے اسلام کا وہ درخشاں دور ہے جس میں علم حدیث کا آفتاب نصف النہار پر تھا، جس میں قواعد وضع کئے گئے اور میں اللہ پاک سے پرامید ہوں کہ وہ مجھے محدثین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور اہل اسلام کو تمام ذخیرہ احادیث یا بعض سے روشناس کرانے کی صلاحیتوں سے نوازے میرا وجدان مجھے خبردار کر رہا ہے کہ اس دور میں بھی یقیناً ایسے اہل علم سے اللہ کی زمین خالی نہیں ہے جو احادیث کے سلسلہ میں محدثین کے وضع کردہ قواعد کے مطابق احادیث پر احکام لگائیں گے۔ اور ہمیشہ محدثین کی محنت اور جدوجہد کو احترام کی نگاہ سے دیکھیں گے کہ انہوں نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے مختلف ادوار میں گہرے غوروفکر کے بعد جو علمی منہج پیش کیا ہے وہ

اس لائق ہے کہ اس کی روشنی میں احادیث پر صحت یا ضعف کا حکم لگایا جائے۔ جب کہ مستشرقین اور دیگر اہل اسلام کے مخالف سکالرز بھی محدثین کے وضع کردہ قوانین کے بارہ میں اچھی رائے رکھتے ہیں اور ان کی جامعیت کے معترف ہیں۔ سچ ہے کہ

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

وہ کام یقیناً اچھا ہے جس کے اچھا ہونے کی شہادت دشمن بھی دیں۔

مختلف شہروں اور قصبوں میں رہنے والے علماء اور فضلاء کی اکثریت کے سامنے ان مقالات کی اہمیت و افادیت واضح ہو چکی ہے جب کہ ان مقالات نے انہیں بہت سی ایسی احادیث کے ضعف اور وضع کے بارہ میں معلومات بہم پہنچائی ہیں جن کو وہ صرف اس لئے صحیح سمجھتے تھے کہ وہ حدیث کی کتب میں پائی جاتی تھیں اور عوام النّاس کے تمام طبقات کی زبانوں پر بھی رائج تھیں۔

اس دور میں جدید قسم کے ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو' کثیرالاشاعت روزناموں اور ماہناموں وغیرہ نے مقالات کے پھیلانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پس غیرت مند علماء کا فرض ہے کہ وہ سنّت محمّدیہ کے تحفظ کے لئے احادیث بیان کرتے وقت یا کتابوں میں ان کا حوالہ دیتے وقت احادیث کی تحقیق میں پوری کوشش کیا کریں۔

میں نے محسوس کیا کہ علماء اور طلباء کی کثیر تعداد ان مقالات کا بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کرتی ہے جو احادیث ضعیفہ کے سلسلہ میں مجلّہ "التمدّن الاسلامی" میں شائع ہوتے ہیں بلکہ اس کے مستقل خریدار بن چکے ہیں تاکہ انہیں احادیث ضعیفہ کا علم ہو سکے۔ اس سے میرا حوصلہ جواں ہوا چنانچہ مقالات قسط وار شائع ہوتے رہے اور قارئینِ کرام کے خطوط میرا حوصلہ بڑھاتے رہے کہ ہمیں آپ کے مقالات کے مطالعہ سے احادیثِ ضعیفہ کا علم ہو رہا ہے۔ اب اس کے بعد ہم کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی سے کام لیا جائے یا کم از کم آپؐ کی طرف ایسی حدیث کی نسبت کی جائے جس کی نسبت آپؐ کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

مقالات کی افادیت کے پیش نظر کثیر تعداد میں فاضل احباب نے مجھ پر زور دیا

کہ میں ان مقالات کی اشاعت کا الگ مستقل کتاب میں اہتمام کروں تاکہ وہ اہل علم جو اس مجلّہ کا مطالعہ نہیں کر سکتے ہیں انہیں بھی اس سے واقفیت حاصل ہو اور ضرورت کے وقت آسانی کے ساتھ کتاب سے استفادہ ہو سکے۔ میں یقیناً ان کے مطالبے کو شرف قبولیت سے نوازتا اور ان کی خواہش کی تکمیل کرتا اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں۔ جب رکاوٹیں ختم ہو گئیں اور میرے لئے ان کے مطالبہ کو پورا کرنا آسان ہو گیا تو میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے بارہ میں ان کے حسنِ ظن کی قدر کرتے ہوئے اس کام کو سرانجام دینے کا عزم کر لیا۔

جب مجلّہ "التمدن الاسلامی" میں چار سو سے زائد احادیث کی تحقیق اشاعت پذیر ہو گئی تو میں نے محسوس کیا کہ مسلسل اجزاء کی صورت میں ان کی طباعت کا اہتمام کیا جائے۔ ہر جزء میں ایک سو احادیث ہوں اگر مصلحت زیادہ کی متقاضی ہو تو زیادہ بھی درج کر دی جائیں۔ ایک جزء کی اشاعت کے بعد دوسرے جزء کی اشاعت کی جائے۔ علی ھذا القیاس پانچ اجزاء کو ایک جلد میں شائع کیا جائے۔

البتہ کچھ ایسی احادیث بھی تھیں جو مجلّہ "التمدن الاسلامی" میں شائع ہو چکی تھیں ان کی تحقیق میں کچھ نئی وضاحتوں کا اضافہ مقصود تھا۔ کہیں کلام کے اسلوب میں تبدیلی ناگزیر تھی اور کہیں کسی حدیث پر پہلے حکم کو تبدیل کرنا ضروری تھا اس لئے کہ پہلا حکم درست نہ تھا یا مرجوح تھا۔ مثال کے طور پر پہلے میں نے ایک حدیث پر ضعیف کا حکم لگایا اب مزید تحقیق کے بعد اس پر ضعیف جدًّا یا اس کے برعکس حکم لگایا ہے اور کہیں موضوع کی جگہ ضعیف یا اس کے برعکس کا حکم لگایا ہے اگرچہ یہ تبدیلی کچھ زیادہ نہیں تاہم دو وجوہ کی بنا پر ضروری ہو گیا کہ میں قارئین کو اس سے آگاہ کروں۔

پہلی وجہ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تبدیلی مطبع کی غلطی ہے۔

دوسری وجہ: اہل علم کو یہ بتانا مقصود ہے کہ علم جمود کا متقاضی نہیں ہے علم میں مسلسل ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔ بعض باتیں غلط ثابت ہوتی ہیں پھر راہ صواب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور جب ہمیں کسی غلطی پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے تو ہم

غلطی پر اصرار نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ احادیثِ ضعیفہ کے عنوان کے تحت جو مقالات نشر ہوئے اور اسلامی ممالک کے علماء کی نظروں سے گزرے ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ ان پر کسی عالم نے تنقید کی ہو۔ میں محسوس کرتا ہے کہ ہمیں راہِ صواب کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا موقف صحیح ثابت ہوا اور اس کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس لئے ہم تنقید سے محفوظ رہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس دور میں اس علم کی واقفیت کم لوگوں کو حاصل ہے خصوصیت کے ساتھ اسانید پر نقد کرنا آسان کام نہیں اس میں بحث و تمحیص کا میدان خاصا وسیع ہے یا ان کے علاوہ کوئی اور سبب بھی ہو سکتا ہے۔

البتہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ الحبشی الہروی جو دمشق میں سکونت پذیر ہیں انہوں نے ہمارے ان مقالات کو ہدف تنقید بنایا ہے چنانچہ ان کی جانب سے ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام "التعقب الحثیث علی من طعن فیما صح من الحدیث" ہے اس رسالہ میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ "الاحادیث الضعیفہ" میں ذکر کردہ حدیث "نِعمَ الذِّکر السُّبحہ" ۸۔ کہ تسبیح کے ساتھ ذکر کرنا بہت بہتر ہے' کو موضوع بحث بنایا ہے جس پر میں نے وضع کا حکم لگایا ہے اس حدیث کو زیر بحث لاتے ہوئے میں نے اس ضمن میں مروی دو احادیث پر جو صفیہؓ اور سعدؓ سے مروی ہیں ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔ لیکن شیخ نے کہا ہے کہ پہلی حدیث موضوع نہیں' ضعیف ہے اور دوسری دو احادیث صحیح ہیں۔ ضعیف نہیں ہیں۔ میں نے مجلہ "التمدن الاسلامی" میں اس کا رد کیا اور نہایت علمی انداز میں ان کی غلطیوں کو بیان کیا۔ بعد ازاں میں نے اس پر ایک مستقل رسالہ تالیف کیا جس کا نام "الرد علی التعقب الحثیث" رکھا۔ جو شخص حقائق سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

شیخ حبشی نے تالیف کردہ رسالہ "التعقّب الحثیث" میں تحقیقی انداز میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایمان دار لوگ تسبیح کے دانوں پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں ہم پر تنقید کرتے جن کا ذکر

اشارتاً" پہلے گزر چکا ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ شیخ حبشی اگرچہ قواعدِ علمیہ کا خیال رکھنا بھی چاہیں تب بھی ہمیشہ قواعدِ علمیہ کی روشنی میں فیصلے ثبت فرمانا ان کے لئے مشکل ہے۔ اس لئے کہ وہ ان علماء کی تقلید میں پیش پیش رہتے ہیں جن کے اقوال ان کی رائے کے مطابق ہیں اور ہمارے بارہ میں ان کا ہمیشہ سے یہی رویہ رہا ہے کہ ہم پر ان کی مخالفت کا الزام لگا کر ہمیں بدنام کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم ان کے کلام کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ ہم پر الزامات کی بارش کرتے ہیں۔

نیز شیخ حبشی نے اپنے اس رسالے میں غیر متعلقہ امور پر کثیر صفحات سیاہ کیے ہیں۔ جن کا ہمارے مابین ہونے والے نزاع سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے باوجود اس کے کہ رسالہ کا حجم چھوٹا ہے انہوں نے اس میں کثرت کے ساتھ ضعیف احادیث اور آثار مدرج کر دیئے ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ حلال کو حرام قرار دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو حرام کو حلال قرار دینے والا ہے۔ اس حدیث کا بھی مرفوع ہونا صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث موقوف ہے۔

شیخ حبشی کے رسالہ کا رد ہماری طرف سے مجلّہ "التمدّن الاسلامی" میں شائع ہوتا رہا۔ ابھی ہمارا رد تکمیل پذیر نہیں ہوا تھا کہ شیخ حبشی کی جانب سے "نصرۃ التعقّب" کے عنوان سے ہمارے خلاف ایک اور مراسلہ شائع ہوا اور جو درحقیقت مغالطات' گالی گلوچ اور جھوٹ کا پلندا ہے نیز ہمارا رد کرنے سے گریز کیا گیا ہے بس الٹی سیدھی باتوں سے رسالہ بھر دیا گیا ہے۔ بلکہ آخر میں مجھے خوفزدہ کیا گیا کہ اگر میں ان کی مخالفت سے باز نہ آیا اور جس علمی نہج پر میں رواں دواں ہوں اس پر چلتا رہا تو میرا خاتمہ خراب ہو گا۔

ان کے اس انداز کی وجہ سے میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اب ان کے رد میں قلم نہ اٹھایا جائے اور قیمتی وقت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ اس کا ذکر میں نے رد کے آخر میں کیا ہے اور ہم ان کے بعض شبہات کا ذکر اس مقام میں کریں گے جب ہم اس حدیث پر کلام کریں گے جس کا ہم نے اشارتاً ذکر کیا ہے۔

آخر میں میرے لئے ضروری ہے کہ میں اس انسان کا شکریہ ادا کروں جو اس کتاب میں ان مقالات کے دوسری بار اشاعت پذیر ہونے کا سبب بنا اور خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کا شکریہ ادا کروں جو مجلّہ "التمدّن الاسلامی" کی اشاعت میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ ان میں سب سے مقدم الاستاذ احمد مظہر العظمہ ہیں۔ کہ سب سے پہلے انہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے مجلّہ "التمدّن الاسلامی" میں ان مقالات کی اشاعت کا اہتمام فرمایا تو قارئین کو مقالات کی قدروقیمت کا احساس ہوا اور انہوں نے مستقل کتاب کی صورت میں دوبارہ ان کی اشاعت کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ ان مقالات کی اشاعت کے سلسلہ میں مجلّہ "التمدّن الاسلامی" کے ناشرین اور ذمہ دار افراد کو شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جامد قسم کے شیوخ وغیرہ (جو پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کو اصل حقائق سے آگاہی ہو کہ کہیں شریعتِ اسلامیہ اور سنّتِ محمّدیہ سے ان کی جہالت اور ناواقفیت کا پردہ چاک نہ ہو جائے) کی طرف سے تنقید کی بوچھاڑ ہوئی لیکن بحمدِ اللہ مجلّہ کے ذمہ دار افراد نے ان مخالفتوں کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی اور نہایت خوشی کے ساتھ ان علمی مقالات کو شاملِ اشاعت فرماتے رہے جن کی اشاعت کو وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق سمجھتے تھے۔

مجلّہ "التمدّن الاسلامی" کے کار پردازوں کا ذکر کرتے ہوئے میں ان کی اس عظمت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ انہوں نے قارئین کی آسانی کے لئے ہمارے مقالات احادیثِ صحیحہ کو شائع کرنے کا آغاز ۱۹۷۹ء کے پہلے شمارے سے کیا۔ میں قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا مناسب سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر بدلہ اور اسلام کی خدمت کا صلہ عطا فرمائے نیز میں اللہ پاک سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے تمام عمل کو صالح اور اپنی ذات کے لئے خالص کرے اور اس میں کسی کا کچھ حصہ نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ پاک سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

محمد ناصرالدین الالبانی

دمشق، شام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدّمہ دوسرا ایڈیشن

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولنا محمد واله وصحبه اجمعين ---- اما بعد!

سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ کا یہ پہلا حصہ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے قریب الاختتام ہونے سے قبل اس کا یہ دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

دمشق کے مکتب اسلامی نے اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیق عطا فرمائے اور ایسے اہل علم کو جو اخلاص کے ساتھ اس طرح کے علمی کام میں منہمک رہتے ہیں' اللہ پاک انہیں خیر و برکت سے نوازے۔ خصوصیت کے ساتھ فاضل دوست برادر مکرم استاذ زھیر شاویش کو اللہ پاک بہتر بدلہ عطا فرمائے جو مسلسل ایسی نفع بخش اسلامی کتابوں اور اسلاف کے علمی ورثہ کی نشرواشاعت اور احیاء میں گامزن رہتے ہیں جن سے عقائد کی اصلاح ہوتی ہے نیز خرافات' بدعات جمود اور عقائد کی کمزوری سے دل و دماغ کے زنگ آلود ہونے کو صاف کرتی ہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ پاک استاذ شیخ زہیر شاویش کو مزید قوت اور نشاط عطا فرمائے اور ہماری جانب سے انہیں بہتر اجر و ثواب سے نوازے۔

محمد ناصر الدین البانی

جمعرات ۲۸/۱۲/۸۳ھ

دمشق

احادیثِ ضعیفہ اور موضوعہ کے سلسلہ میں

چند تمہیدی گذارشات

اسلام کے ابتدائی دور سے ہی مسلمانوں کو جن کٹھن مصائب سے دوچار ہونا پڑا' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ضعیف اور موضوع احادیث عام پھیل گئیں۔ امت کے علماء بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے البتہ اللہ پاک نے بعض علماء کو اس سے محفوظ فرمایا۔ جن میں امام بخاریؒ' امام احمد بن حنبلؒ' امام یحییٰ بن معینؒ' امام ابوحاتم رازیؒ وغیرہ ائمہ حدیث اور ناقدین فن حدیث ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ضعیف اور موضوع احادیث کے عام پھیلنے سے بہت سے مفاسد نے جنم لیا چنانچہ اعتقادی اور غیبی امور اور تشریعی امور میں ضعیف اور موضوع احادیث عام ہو گئیں۔ آئندہ اوراق میں قارئین کے مطالعہ میں کثرت کے ساتھ ایسی احادیث آئیں گی جو ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کریں گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جو علیم اور حکیم ہے' اس نے چاہا کہ وہ ایسے انسانوں کو مقرر فرمائے جو عوام الناس کے سامنے ایسے لوگوں کے حقائق کی پردہ کشائی کریں اور ان کے معاملہ کو واضح کریں جنہوں نے بعض احادیث کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے وضع کیا ہے اور ایسی احادیث مسلمانوں کے درمیان رواج پذیر ہو رہی ہیں۔ یہی وہ انسان ہیں جو ائمہ حدیث کے لقب سے متعارف ہیں اور سنتِ نبویہؐ کے علم بردار ہیں۔ جن کے حق میں دعا فرماتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ اس انسان کو تروتازگی عطا فرمائے جو میرے قول کو سنتا ہے اور اس کو محفوظ کر کے آگے پہنچاتا ہے' ایسے لوگ کثرت کے ساتھ موجود ہیں جو علم حدیث کو ایسے لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فہم اور سمجھ رکھتے ہیں"۔[۹]

چنانچہ مذکورہ ائمہ کرامؒ نے اکثر احادیث کے احوال بیان کرنے کا اہتمام کیا اور ان کی صحت' ضعف اور وضع سے خبردار کیا اور فن حدیث کے لئے جامع اصول اور قواعد بنائے جو شخص ان اصولوں کو حفظ کرے گا اور معرفتِ تامہ حاصل کرے گا

تو اس کو تمام احادیث کے مراتب کا علم حاصل ہو جائے گا اگرچہ محدثین نے ان پر صراحتًا کوئی حکم بھی نہ لگایا ہو۔ اس علم کا نام اصولِ حدیث یا مصطلح الحدیث ہے۔

متاخرین محدثین نے احادیث کے احوال سے واقفیت حاصل کرانے کے لئے خاص کتابیں تالیف کیں۔ ان میں سے زیادہ شہرت کی حامل اور وسیع معلومات پر مشتمل حافظ سخاویؒ کی کتاب "المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ" ہے اور اس کی مثل تخریج کی دوسری کتابیں ہیں جو ان احادیث کے احوال کی خبر دیتی ہیں جو ایسے مولفین کی کتابوں میں مندرج ہیں جو محدثین کی فہرست میں شامل نہیں ہیں نیز جن احادیث کا اصل نہیں ہے جیسے حافظ زیلعیؒ کی "نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" اور حافظ عراقی کی "المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار" اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی "التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر" اور "تخریج احادیث الکشاف" اور شیخ امام سیوطیؒ کی "تخریج احادیث الشفاء" ہیں۔ یہ تمام کتابیں مطبوع ہیں۔

مزید برآں ان ائمہ کرامؒ نے (اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے) بعد میں آنے والے علماء اور طلبہ کے لئے راستہ کھول دیا کہ وہ ان کتابوں کی راہنمائی میں ہر حدیث کے مرتبہ کو معلوم کریں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ ہم اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ کتب کے مطالعہ سے روگردانی کی اور وہ ان احادیث کی کیفیت کو معلوم نہ کر سکے جن کو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنا تھا یا ایسی کتابوں میں دیکھا تھا جو صحیح اور ثابت شدہ احادیث کے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ تقریبًا جب بھی آپ کسی واعظ کی وعظ یا کسی استاذ کے خطاب یا کسی خطیب کی تقریر سنیں گے تو اس میں کچھ نہ کچھ ضعیف اور موضوع احادیث پائیں گے اور یہ مرحلہ نہایت خطرناک ہے۔ خطرہ ہے کہ کہیں وہ اس وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ اس وعید میں نہ آ جائیں کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے ؎۔ اس حدیث کے صحیح اور متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

یہ لوگ جو ضعیف اور موضوع احادیث لوگوں کے سامنے ذکر کر رہے ہیں

اگرچہ وہ اصالتاً تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھ رہے لیکن تبعاً تو اس کے مرتکب ہو رہے ہیں اس لئے کہ وہ ایسی احادیث کو نقل کر رہے ہیں جن کے بارے میں وہ علم رکھتے ہیں کہ ان میں ایسی احادیث بھی ہیں جو ضعیف ہیں اور وہ بھی ہیں جو بالکل جھوٹ ہیں۔ اسی مقصود کی طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اشارہ کر رہا ہے کہ کسی انسان کے لئے اسی قدر جھوٹ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرے۔[۱۱]

اس کے ساتھ ساتھ امام مالکؒ اور ابن حبانؒ کا قول بھی قابل ذکر ہے۔

امام مالکؒ کا قول: حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان محفوظ نہیں رہتا جو ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا ہے اور وہ شخص کبھی امام نہیں رہتا جو ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا ہے۔

امام ابن حبانؒ کا قول: صحیح ابن حبان میں ہے کہ وہ شخص یقیناً جہنم رسید ہو گا جو کسی بات کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی صحت سے بے خبر ہے[۱۲]۔

اس کے بعد انہوں نے سند ذکر کرکے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی جس کو میں نے نہیں کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔"

اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کا اصل بخاری و مسلم میں ہے بعد ازاں وہ بیان کرتے ہیں کہ اب ہم وہ حدیث بیان کرتے ہیں جو اس حدیث کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ جس کو ہم نے پہلے باب میں اشارتاً ذکر کیا ہے۔ پھر سند ذکر کرکے سمرۃؓ بن جندب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ حدیث جھوٹ ہے تو وہ جھوٹے لوگوں میں شمار ہوگا" یہ حدیث صحیح ہے[۱۳]۔

اس کے بعد ابن حبانؒ نے کہا: دوسری حدیث کا بیان ہمارے نظریہ کی صحت پر دلالت کناں ہے۔ اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی پہلی حدیث کو بیان

کیا۔

جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی نشرواشاعت اور ان کو بیان کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ ان کی صحت کا یقین نہ ہو جائے اور جس شخص نے اس کے برعکس کیا اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کہا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مجھ پر جھوٹ کہنا کسی عام آدمی پر جھوٹ کہنے کے برابر نہیں ہے جس شخص نے مجھ پر جھوٹ کہا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے"۔[۱۴]

اس کام کی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے ضروری سمجھا کہ میں خود کو اس کام میں لگاؤں اور میں ایسی احادیث کے بارہ میں (عوام النّاس کو) مطلع کروں جن کو ہم اس دور میں سن رہے ہیں یا کسی متداول کتاب میں پڑھ رہے ہیں جن کا محدّثین کرامؒ کے ہاں کچھ اصل نہیں یا اصل میں ہی وہ من گھڑت ہیں شاید اس طرح وہ لوگ خیر خواہی قبول کریں یا اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں۔

میں نے احادیثِ ضعیفہ کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ جمع نہیں کیا بلکہ جیسے اتفاق ہوا انہیں ذکر کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس مجموعہ کے آغاز میں دو احادیث ذکر کی ہیں جو ایک مقالہ کے مطالعہ میں مجھے معلوم ہوئیں وہ مقالہ روزنامہ "العلم" اشاعت نمبر ۲۴۰۴ میں بعض اہل علم و فضل کی طرف سے ایسی بحث کے ضمن میں اشاعت پذیر ہوا تھا جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا تذکرہ تھا۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْق

محمد ناصر الدین البانی
رمضان ۷۴ھ
دمشق

۱- اَلدِّيْنُ هُوَ الْعَقْلُ، وَمَنْ لاَ دِيْنَ لَهُ، لاَ عَقْلَ لَهُ.

دین اسلام عقل کے مطابق ہے اور جو شخص اسلام میں داخل نہیں اس میں عقل نہیں۔

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے' امام نسائیؒ نے اس حدیث کو "الکنی" میں ذکر کیا ہے اور امام نسائیؒ سے دولابی نے الکنی والا سماء ۲/۱۰۴" میں ابی مالک بشر بن غالب سے' اس نے زہری سے' اس نے مجمع بن جاریہ سے' اس نے اپنے چچا سے پہلے جملے "الدِّيْنُ هُوَ الْعَقْلُ" کے علاوہ مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل اور منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں اصل آفت بشر راوی ہے جو مجہول ہے جیسا کہ ازدی نے کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "لسان المیزان" میں اس کا اقرار کیا ہے۔

اور حارثؒ بن اسامہ نے اپنی "مسند" میں داؤد بن معبر سے عقل کی فضیلت میں تیس سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں ان تمام احادیث کو حافظ ابن حجرؒ نے موضوع قرار دیا ہے اور یہ حدیث بھی ان سے ہے جیسا کہ امام سیوطیؒ نے "ذیل اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" ۵ اب میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام سیوطیؒ سے علامہ محمد طاہر ہندی نے "تذکرۃ الموضوعات" میں ذکر کیا ہے ۱۶ا۔

اور داؤد بن معبر "العقل" کے مؤلف کے بارہ میں امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ کاش! وہ اس کتاب کو تالیف نہ کرتا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں داؤد بن معبر کو علم حدیث کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ ابوحاتمؒ نے کہا کہ وہ "ذاہب الحدیث" ہے ثقہ نہیں ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے متروک کہا ہے اور عبدالغنی بن سعید نے امام دارقطنیؒ سے بیان کیا اس نے کہا "کتاب العقل" کو میسرہ بن عبد ربہ نے وضع کیا۔ اس سے داؤد بن معبر نے اس کو چوری کیا۔ میسرہ کی اسانید کو ختم کرکے اپنی اسانید اس کے ساتھ ملا دیں اس سے عبدالعزیز بن ابی رجاء نے چوری کیا اس سے سلیمان بن عیسیٰ

سجزی نے چرایا۔

اور اس بات سے آگاہ کرنا نہایت مناسب ہے کہ عقل کی فضیلت میں جس قدر احادیث وارد ہوئیں ہیں ان میں سے کوئی بھی، صحیح نہیں بلکہ یہ احادیث ضعف اور وضع کے درمیان دائر ہیں۔ ان میں سے جن احادیث کو ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی تالیف "العقل و فضلہ" میں ذکر کیا، میں نے ان کی تحقیق کی تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں جیسا کہ میں نے اس کا پہلے ذکر کیا ہے لیکن اس کتاب کی تصحیح کرنے والے شیخ محمد زاہد الکوثری سے تعجب ہے کہ وہ ان احادیث کے بارے میں کیسے خاموش رہے ہیں جب کہ انہوں نے مؤلف کے حالات ذکر کرتے وقت ۱۷۔ اس اختلاف کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جس کا علمی تحقیق تقاضا کرتی ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے "المنار" ۱۸۔ میں کہا ہے کہ عقل کی تمام احادیث جھوٹی ہیں۔

۲ - مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ؛ لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلاَّ بُعْدًا.

جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکتی وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دور ہو جاتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، باوجود اس بات کے کہ حدیث کی شہرت زبان زد عام ہے، سند و متن کے لحاظ سے بھی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ سند کے لحاظ سے اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "المعجم الکبیر" ۱۹۔ میں اور امام قضاعیؒ نے "مسند الشہاب" ۲۰۔ میں اور ابن ابی حاتمؒ نے (الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے) جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ۲۱۔ میں ہے اور "الکواکب الدراری" ۲۲۔ میں لیث سے اس نے طاؤس سے اس نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ لیکن بوجہ لیث بن ابی سلیم کے سند ضعیف ہے اس لئے حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب التہذیب" میں لیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ صدوق ہے لیکن عمر کے آخری حصے میں اس کے ذہن میں

اختلاط ہو گیا۔ اور اس سے روایت کردہ احادیث میں امتیاز نہیں ہو سکتا (کہ کونسی احادیث ذہن کی خرابی سے پہلے کی ہیں اور کون سی بعد کی ہیں) اس لئے وہ متروک راوی ہے۔ اسی وجہ سے امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۲۳ے میں اس کو معلول قرار دیا ہے اور اس کے شیخ حافظ عراقیؒ نے "تخریج الاحیاء" ۲۴ے میں اس کی سند کو لین قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو حافظ ابن جریرؒ ۲۵ے نے دوسرے طریق سے ابن عباسؓ سے موقوفاً اس کا قول ذکر کیا ہے۔ یہ روایت ممکن ہے صحیح ہو اگرچہ اس کی سند میں ایسا راوی ہے جس کا نام معلوم نہیں نیز اس حدیث کو امام احمدؒ نے "کتاب الزہد" ۲۶ے میں اور امام طبرانیؒ نے "معجم الکبیر" میں ابن مسعودؓ سے موقوفاً ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مَنْ لَمْ تَاْمُرْهُ الصَّلاَةُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ بِهَا اِلاَّ بُعْدًا

جس شخص کو اس کی نماز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم نہیں دیتی وہ اس نماز کی وجہ سے اللہ سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ حافظ عراقیؒ نے کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث موقوف ہے پھر میں نے "معجم ابن الاعرابی" ۲۷ے میں دیکھا۔ اس نے کہا، ہمیں عبداللہ بن ایوب مخرمی نے بتایا اس نے کہا، ہمیں یحییٰ بن بکیر نے اسرائیل سے اس نے اسماعیل سے اس نے حسن سے اس نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۲۸ے

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ (اور سابقہ حدیث ذکر کی)

یہ حدیث مرسل ہے اور اسماعیل سے مراد اسماعیل بن مسلم ہے اگر یہ راوی ابومحمد بصری ہے تو پھر ثقہ ہے اور اگر ابواسحاق مکی ہے تو ضعیف ہے لیکن حافظ عراقیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو علی بن معبد نے "کتاب الطاعۃ والمعصیۃ" میں حسن سے مرسل، صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند حسن بصریؒ راوی تک صحیح ہے لیکن اس سے

حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ مصطلح الحدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ جمہور علمائے حدیث کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف حدیث کی قسم سے ہے۔ خاص طور پر جب کہ حسن بصریؒ کی مرسل حدیث ہو۔ ابن سعدؒ نے ان کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حسن بصریؒ عالم' فاضل اور جامعیت کا مالک تھا' عظمت والا' شان والا اور ثقہ تھا لیکن اس کی بیان کردہ مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔

یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ حسن بصریؒ نے حدیث کو موصول اور مسند بیان کیا ہے اور صراحتاً لفظ "حدثنا" بیان نہیں کیا یا اس شخص سے جس سے مسند بیان کیا ہے اس سے صراحتاً سننے کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ جب اس نے "عن سمرۃ" یا "عن ابی ہریرۃؓ" کہا ہے تو اس کی حدیث حجت نہیں ہو گی تو اس وقت حدیث کیسے حجت ہو سکتی ہے جب وہ اس کو مرسل بیان کرے؟ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں ذکر کیا ہے کہ حسن بصریؒ کثرت کے ساتھ تدلیس کرتے ہیں۔ جب وہ کسی حدیث میں کہیں "عن فلان" تو اس سے استدلال ضعیف ہو گا خاص طور اس شخص سے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس سے نہیں سنا۔ جیسے ابو ہریرۃؓ اور اس کی مثل صحابہ ہیں پس ان کی وہ روایات جو ابو ہریرۃؓ سے مروی ہیں ان کو محدثین نے منقطع کی قبیل میں شمار کیا ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث حسن درجہ کی سے ہے اس کا قول بھی منقول ہے کہ اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے۔ اسی طرح اس کو امام احمدؒ "الزہد" ۲۹ھ میں لائے ہیں اور اس کی سند صحیح ہے اسی طرح ابن جریرؒ ۳۰ھ نے متعدد طرق کے ساتھ حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے اور وہ صحیح ہے۔

بعد ازاں اس حدیث کو میں نے "مسند الشہاب" ۳۱ھ میں مقدام بن داؤد کے طریق سے دیکھا اس نے کہا کہ ہمیں علی بن محمد بن معبد نے (اس سند کے ساتھ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے) حسن بصریؒ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مقدام کے بارہ میں امام نسائیؒ نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے پس اگر اس روایت کو مقدام کے علاوہ کسی اور نے علی بن معبد سے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے تو سند مرسلاً صحیح ہے جیسا کہ عراقیؒ سے اس طرح کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ورنہ صحیح نہیں ہے۔ خلاصہ یہ

ہے کہ اس حدیث کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست نہیں البتہ ابن مسعودؓ اور حسن بصریؒ کا قول کہنا صحیح ہے نیز یہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کا ذکر "کتاب الایمان" ۳۲۔ میں ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے موقوفاً کیا ہے نیز ابن عروہ نے "الکواکب" میں اس کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو عمرانؓ بن حصین، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور حسنؒ سے مرفوعا بیان کیا۔ ان تمام میں سے زیادہ صحیح ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، حسنؒ، قتادہؒ اور اعمشؒ وغیرہ سے موقوف روایات ہیں۔

میں کہتا ہوں: حدیث نمبر (۱۰۰۰) میں انشاء اللہ عمرانؓ بن حصین سے حدیث ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہوگی۔ البتہ اس میں "لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا" کی بجائے "فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ" کے الفاظ ہیں جب کہ حدیث منکر ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل حال رہی تو وہاں اس کا ذکر ہوگا۔

متن حدیث کی تحقیق: حدیث کا متن صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث کا ظاہر ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو نماز کی ادائیگی اس کی شرائط اور ارکان کے ساتھ کرتے ہیں اس لئے کہ شریعت ایسی نماز کو صحیح کہتی ہے اگرچہ اس طرح نماز ادا کرنے والا ہمیشہ بعض گناہوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے پس کیسے ان کے سبب اس نما کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مزید دور ہوتا ہے؟ یہ ایسی بات ہے جو عقل کے خلاف ہے اور شریعتِ اسلامی بھی اس کی شہادت نہیں دیتی۔ اسی لئے شیخ الاسلام امام ابن تیم نے اس کی تاویل کی ہے کہ یہ جملہ "کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دور ہو جاتا ہے" ا وقت ہے جب اس نے نماز سے جس واجب کو چھوڑا ہے وہ اس سے زیادہ عظم والا ہے جس کو اس نے ادا کیا ہے۔ اس کو اکثر واجب کے چھوڑنے نے اللہ تعا سے زیادہ دور کر دیا ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو واجب اقل کے عمل نے قریب کیا ہے۔

مؤلف کا موقف: لیکن میرے نزدیک یہ بعید از فہم ہے اس لئے کہ زیاد

عظمت والے واجب کو چھوڑنے سے مقصود یہ ہے کہ اس نے ایسی چیز کو چھوڑا جس کے چھوڑنے سے نماز صحیح نہیں ہوتی جیسے شروط اور ارکان نماز۔ اس وقت شرعًا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور یہ ظاہر نہیں ہے کہ مرفوع اور موقوف حدیث میں یہ نماز مقصود ہے بلکہ صحیح نماز مقصود ہے جس سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس قول میں کیا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۳۳۔

اور اس کی تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ فلاں شخص تمام رات نوافل پڑھتا رہتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے آپؐ نے فرمایا' عنقریب وہ اس سے رک جائے گا جو تم کہہ رہے ہو یا آپؐ نے فرمایا' عنقریب اس کی نماز اس کو روک دے گی ۳۴۔ اس حدیث کو امام احمدؒ امام بزارؒ نے اور امام طحاویؒ نے "مشکل الآثار" ۳۵۔ میں اور امام بغویؒ نے علی بن جعد کی حدیث ۳۶۔ اور ابوبکر کلاباذی نے "مفتاح معانی الآثار" ۳۷۔ میں صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

غور کیجئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بوجہ نماز کے چوری سے باز آ جائے گا بشرطیکہ وہ اکمل طریقہ سے نماز ادا کرے گا۔ نماز میں خشوع اور قرأت میں غوروفکر کرے گا۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ وہ مزید اللہ سے دور ہو جائے گا حالانکہ ابھی وہ چوری کرنے سے باز نہیں آیا۔ اس بحث سے حدیث کا سند اور متن کے لحاظ سے ضعیف ہونا ثابت ہو گیا (واللہ اعلم)

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ احمد بن محمد عزالدین بن عبدالسلام نے ابن عباسؓ سے منقول اس اثر کو اپنی کتاب "النصیحہ بما ابدتہ القریحہ" ۳۸۔ میں امام جاربردیؒ کی تفسیر سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ان جیسی بات کو تہدید پر محمول کرنا مناسب ہے اس لئے کہ یہ بات ارکان اور شرائط سے نہیں ہے پھر اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ "کہ عنقریب اس کی نماز اس کو روک دے گی" نیز شیخ احمد نے امام جاربردیؒ کے اس کلام کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ظاہر پر محمول کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا ظاہر اس مفہوم کے مخالف

ہے جو احادیث صحیحہ بیان شدہ میں ثابت ہے کہ نماز گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ پس کیسے کفارہ ہوگی؟ جب کہ وہ نماز کی وجہ سے مزید اللہ سے دور ہو رہا ہے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ بعد ازاں اس نے بیان کیا کہ میں کہتا ہوں کہ حدیث کو مبالغہ اور تہدید پر محمول کرنا ممکن ہے' اس لحاظ سے کہ وہ ابن عباسؓ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے سے موقوف ہے لیکن یہ سمجھنا کہ یہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے میرے نزدیک بعید ہے (واللہ اعلم)

شیخ احمد نے بیان کیا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا' اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا پس اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ"

بلاشبہ نیک کام برے کاموں کو ختم کر دیتے ہیں۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ

"یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے البتہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے جیسا کہ اللہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ بہرحال نماز اس کے ادا کرنے والے کو اللہ سے دور نہیں کرتی بلکہ وہ شخص جو نماز ادا کرتا ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو نماز ادا نہیں کرتا اور اس سے زیادہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔"

گویا کہ یہ ایک اشارہ ہے کہ حدیث معنی کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اس کا یہ کلام جس کا ذکر ہوا ہے ظاہریہ کتب خانہ میں ایک مخطوط میں محفوظ ہے۔ اور امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں ابن جنید سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ اس حدیث میں کذب بیانی اور ملمع سازی سے کام لیا گیا ہے۔

۳- هِمَّةُ الرِّجَالِ تُزِيْلُ الْجِبَالَ.

لوگوں کی ہمت پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے' چنانچہ اسماعیل عجلونی "کشف الخفاء" میں فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ حدیث ہے لیکن بعض لوگوں نے شیخ احمد غزالیؒ سے نقل کیا ہے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگوں کی ہمت پہاڑوں کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ البتہ اس کی تحقیق کے لئے کتبِ حدیث کی طرف مراجعت کی جائے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے کتب السنۃ میں اس حدیث کے ان ماخذ کو تلاش کیا جہاں سے اس کے ملنے کا امکان تھا لیکن ہم اس کا اصل نہ حاصل کر پائے البتہ شیخ احمد غزالیؒ کا شمار محدثین میں نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بھائی محمد غزالیؒ کی طرح فقہاءِ صوفیاء سے ہیں۔ ان کے بھائی کی کتاب "الاحیاء" میں ایسی احادیث کثرت کے ساتھ ہیں کہ جن کی نسبت انہوں نے یقین کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی ہیں۔ جب کہ وہ احادیث حافظ عراقیؒ وغیرہ کے قول کے مطابق ان احادیث میں سے ہیں جو بے اصل ہیں۔

۴- اَلْحَدِيْثُ فِی الْمَسْجِدِ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ الْبَهَائِمُ الْحَشِيْشَ.

مسجد میں باتیں کرنا نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ چارپائے گھاس کو کھا جاتے ہیں۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' امام غزالیؒ نے اس کا ذکر "الاحیاء" میں کیا ہے ۱/۱۳۶۔ "الاحیاء" کی تخریج کرنے والے حافظ عراقیؒ نے کہا ہے کہ مجھے اس کا اصل نہیں مل سکا۔ اور عبدالوہاب بن تقی الدین سبکیؒ نے "طبقات الشافعیہ" ۴/۱۴۵ میں لکھا ہے کہ مجھے اس کی سند نہیں مل سکی نیز عام طور پر زبانوں پر یہ بھی مشہور

ہے کہ مسجد میں جائز کلام کرنا بھی نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے اس حدیث کے باطل ہونے میں کسی عقل مند کو کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسی بات ہے کہ جائز باتیں بھی مسجد میں نہیں ہو سکتیں؟

۵ - مَا تَرَكَ عَبْدٌ شَيْئًا لِلّٰهِ، لَا يَتْرُكُهُ اِلَّا لِلّٰهِ؛ اِلَّا عَوَّضَهُ مِنْهُ مَا هُوَ خَيْرٌ لَهُ فِيْ دِيْنِهِ وَدُنْيَاهُ.

جو شخص صرف اللہ کی رضا کے لئے کسی کام کو چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے بدلے اس کو دنیا اور آخرت میں بہتر چیز سے نوازے گا۔

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے' میں نے اس حدیث کو دمشق کے ریڈیو سے رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی بعض فضلاء سے سنا۔ اس حدیث کو ابو نعیمؒ نے "حلیۃ الاولیاء" ۲/۱۹۶ میں اور السلفیؒ نے "الطیوریات" ۲/۲۴۴ میں اور ابن عساکرؒ ۵/۲۴۳ نے عبداللہ بن سعد رقی کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ مجھے میری والدہ مروہ بنت مروان نے بتایا اس نے کہا کہ مجھے میری والدہ عاتکہ بنت بکار نے اپنے باپ سے بیان کیا اس نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا' وہ سالم بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں وہ ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیث کا ذکر کیا) ابو نعیمؒ نے حدیث کے آخر میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند موضوع ہے اس لئے کہ امام زہریؒ سے نیچے راویوں کا حدیث کی کسی کتاب میں ذکر نہیں ہے البتہ عبداللہ بن سعد رقی کذب بیانی میں مشہور ہے ایسا حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کی متابعت کرتے ہوئے "لسان المیزان" میں کہا کہ زہریؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا نیز احمد بن عبدان نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں ایک اور علت ہے اور وہ بکار بن محمد کا مجہول ہونا ہے۔ ابن عساکرؒ نے اس کے احوال میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ اس کے بارہ میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا جب کہ آخری حصہ "فِیْ دِیْنِهٖ وَ دُنْیَاهُ" کے علاوہ حدیث

صحیح ہے اس حدیث کو وکیع نے "الزھد" ۴۶ھ اور احمدؒ ۴۷ھ نے اور القضاعیؒ نے "مسند الشہاب" ۴۸ھ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اِنَّکَ مَنْ تَدَعْ شَیْئًا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا بَدَّلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَا ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ مِنْہُ

بلاشبہ اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے جب تو کسی چیز کو چھوڑ دے گا تو اللہ تعالٰی اس کے بدلے تجھے بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔

۶ ۔ تَنَکَّبُوا الْغُبَارَ: فَاِنَّہٗ مِنْہُ تَکُوْنُ النَّسَمَۃُ.

غبار سے کنارہ کش رہو کیونکہ غبار سے سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

تحقیق: مجھے اس حدیث کے اصل کا علم نہیں ہے، ابن الاثیرؒ نے "النھایہ" میں نسم کی تحتی میں اس کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ یہ حدیث ہے مجھے اس کا اصل مرفوع نہیں مل سکا البتہ ابن سعدؒ نے "الطبقات الکبریٰ" ۴۹ھ میں بیان کیا کہ عبداللہ بن صالح مصری نے حرملہ بن عمران سے انہوں نے اس سے جس نے ان کو حدیث سنائی اس نے ابن سندر سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے اس نے بیان کیا کہ عمروؓ بن عاص آئے اور ابن سندر ان کے ساتھ تھا پس ابن سندر اور اس کے ساتھ ایک جماعت عمروؓ بن عاص کے آگے چل رہی تھی انہوں نے گرد و غبار اڑائی عمروؓ نے اپنی پگڑی کا کنارہ اپنے ناک پر رکھا پھر کہا کہ گرد و غبار سے بچو، یہ نہایت تیزی کے ساتھ جسم میں داخل ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ دیر کے بعد جسم سے خارج ہوتی ہے اور جب گرد و غبار پھیپھڑوں پر اثر کر جائے تو اس سے سانس کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ یہ موقوف حدیث بھی سند کے لحاظ سے چند اسباب کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

پہلا سبب: ابن سعدؒ نے اس کو معلق بیان کیا ہے اپنے اور عبداللہ بن صالح کے درمیان واسطہ کا ذکر نہیں کیا۔

دوسرا سبب: ابن صالح راوی میں ضعف ہے اگرچہ وہ بخاری کا راوی ہے چنانچہ ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ ابن صالح فی نفسہ صدوق راوی ہے اس کی احادیث میں منکر روایات اس کے ایک پڑوسی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ میں نے ابن

خزیمہ" سے سنا اس نے بیان کیا کہ ابن صالح اور اس کے پڑوسی کے درمیان دشمنی تھی۔ پڑوسی ابن صالح کی طرف نسبت کرکے احادیث وضع کیا کرتا تھا اور اسے ایسے خط کے ساتھ لکھتا جو ابن صالح کے خط کے مشابہ ہوتا تھا اور لکھنے کے بعد تحریر کو ابن صالح کے گھر اس کی کتابوں میں پھینک دیتا۔ اس سے عبداللہ وہم میں مبتلا ہو جاتا اور اس کی تحریر کو اپنی سمجھ کر اس کی لکھی ہوئی احادیث اپنے نام سے بیان کرتا۔

تیسرا سبب: حرملہ اور ابن سندر کے درمیان راوی کا نام ذکر نہیں کیا گیا وہ مجہول الذات ہے۔

۷- اِثْنَتَانِ لاَ تَقْرَبْهُمَا: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالْاِضْرَارُ بِالنَّاسِ.

دو کاموں کے قریب نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' اور لوگوں کو اذیت پہنچانا۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' البتہ یہ الفاظ مشہور ہیں۔ جب کہ سنت کی کتب میں بھی مجھے یہ الفاظ نہیں مل سکے شاید اس کا اصل وہ ہے جو امام غزالیؒ کی کتاب "الاحیاء" ۵۰۔ میں ہے کہ

> نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے زیادہ بری خصلت کوئی دوسری نہیں ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تکلیف دینا۔ اور دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے زیادہ بہتر کوئی خصلت نہیں ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فائدہ پہنچانا۔

اس حدیث کا اصل معلوم نہیں۔ حافظ عراقیؒ نے اس کی تخریج میں کہا ہے اس حدیث کو "الفردوس" کے مولف نے حضرت علیؓ کی احادیث میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے بیٹے نے اس کو اس کی مسند میں ذکر نہیں کیا۔ اسی لئے سبکیؒ نے اس حدیث کو ان احادیث میں ذکر کیا ہے جو "الاحیاء" میں مذکور ہیں اور ان کی اسانید نہیں

ہیں۔ ۵۱۔

۸۔ اِعْمَلْ لِدُنْيَاكَ كَاَنَّكَ تَعِيْشُ اَبَدًا، وَاعْمَلْ لِاٰخِرَتِكَ كَاَنَّكَ تَمُوْتُ غَدًا.

اپنی دنیا کے حصول کے لئے اس طرح عمل کیجئے کہ جیسے آپ نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اور اپنی آخرت کے حصول کے لئے اس طرح عمل کیجئے کہ جیسے آپ نے کل فوت ہو جانا ہے۔

تحقیق: اس حدیث کا مرفوعاً کچھ اصل نہیں ہے' اگرچہ بعد کے دور میں یہ زبانوں پر مشہور ہوئی۔ یہاں تک کہ شیخ عبدالکریم عامری غزی نے اس کو اپنی تالیف "الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث" میں ذکر نہیں کیا البتہ میں نے اس کا اصل موقوف روایت سے معلوم کیا ہے۔ اس کو ابن قتیبہؒ نے "غریب الحدیث" ۵۲۔ میں ذکر کیا ہے کہ مجھے امام سجستانیؒ نے حدیث بیان کی' اس نے بیان کیا کہ مجھے اصمعی نے بتایا اس نے حماد بن سلمہ سے اس نے عبید اللہ بن عیزار سے' اس نے عبداللہؓ بن عمرؓ سے اس نے موقوفاً ذکر کیا البتہ "اعمل" کی بجاء لفظ "احرث" ذکر کیا ہے جب کہ عبید اللہ بن عیزار کے حالات بھی معلوم نہیں ہو سکے اور اس کو ابن المبارکؒ نے "الزھد" ۵۳۔ میں دوسرے طریق سے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن عجلان نے خبر دی کہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص نے بیان کیا راوی نے اس کو موقوفاً ذکر کیا اور یہ منقطع ہے نیز وہ حدیث مرفوعا بھی ہے۔ بیہقی نے "سنن" ۵۴۔ میں ابوصالح کے طریق سے اس نے کہا کہ ہمیں لیث نے بتایا اس نے ابن عجلان سے اس نے عمرؒ بن عبدالعزیز کے غلام سے اس نے عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا مکمل اول حدیث کی مثل بیان کیا' البتہ اس کے آغاز میں درج ذیل الفاظ ہیں کہ

"یہ دین مضبوط ہے اس میں ترقی اختیار کر' اور اپنے رب کی عبادت کو برا نہ سمجھ' بے شک وہ انسان جو تھک کر سفر کرنے سے انکار کر دیتا ہے' نہ

اس نے غر کو پورا کیا اور نہ ہی اپنی سواری کا خیال کیا۔ پس اس انسان جیسا عمل کر جو خیال کرتا ہے کہ وہ کبھی فوت نہیں ہوگا اور اس انسان کی مانند احتیاط کر جو کل فوت ہو جائے گا۔"

لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں۔ مولیٰ عمر بن عبدالعزیز مجہول راوی ہے اور ابوصالح بھی ضعیف راوی ہے اور یہ عبداللہ بن صالح ہے جو لیث کا کاتب ہے جیسا کہ حدیث نمبر۶ میں اس کا بیان ہوا۔

پھر اس حدیث کا سیاق اس بات میں صریح نہیں ہے کہ عمل مذکور سے مراد دنیا کا عمل ہے بلکہ بظاہر آخرت کا عمل ہے اور مقصود اس سے استمرار اور دوام پر رغبت دلانا ہے کہ عمل صالح کرتے رہو اور اس کو ترک نہ کرو۔ اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر عمل ہمیشگی والا ہے اگرچہ وہ قلیل ہو"۵۵۔ (واللہ اعلم)

اس کے ساتھ ساتھ ابن عمرؓ کی حدیث کا اول نصف جس کو بزارؒ نے "کشف الاستار" میں جابرؓ کی حدیث سے بیان کیا۔ امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" میں کہا کہ اس کی سند میں یحییٰ بن متوکل ابوعقیل ہے اور وہ کذّاب ہے لیکن اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مستغنی کر رہا ہے کہ دینِ اسلام آسان ہے کوئی شخص دینِ اسلام پر تکلف کے ساتھ چلنا چاہے گا تو دینِ اسلام پر غالب آ جائے گا پس صحیح راہ اختیار رکھو' میانہ روی اختیار کرو اور خوش رہو۔ اس کو امام بخاریؒ نے "صحیح" میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً ذکر کیا۔

نیز یہ حدیث اس طرح دوسرے طریق سے بھی مروی ہے اور آئندہ اوراق میں "أَصْلِحُوْا دُنْيَاكُمْ" اپنی دنیا کی اصلاح کرو' کے الفاظ کے ساتھ ذکر ہوگی۵۶۔

۹ - أَنَا جَدُّ كُلِّ تَقِيٍّ.

میں تمام پرہیزگاروں کی خوش بختی کا محور ہوں۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' اس حدیث کے بارہ میں امام سیوطیؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا' میں اس کو نہیں جانتا' اس بات کا ذکر ان کی

کتاب "الحاوی للفتاویٰ" ۵۷ـ میں ہے۔

۱۰- اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَرٰى عَبْدَهٗ تَعِبًا فِىْ طَلَبِ الْحَلَالِ.

بے شک اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو طلب حلال میں تھکا ہوا دیکھے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابومنصور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے۔ حافظ عراقیؒ نے بیان کیا ۵۸ـ کہ اس کی سند میں محمد بن سہل عطار ہے۔ امام دارقطنیؒ نے کہا کہ محمد بن سہل احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ ان موضوع احادیث میں سے ہے جن کو درج کرکے امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" کو محدثین کی نظروں سے گرا دیا ہے۔ ان کا یہ طرز عمل اس شرط کے خلاف ہے جس کا انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے کہا کہ میں نے کتاب کو ان احادیث سے محفوظ رکھا ہے جن میں راوی وضاع' کذّاب یا متفرد ہے بلاشبہ امام سیوطیؒ (اللہ پاک ہم کو اور ان کو معاف فرمائے) نے اپنے اوپر عائد کردہ شرط کا ایفاء نہیں کیا۔ میرا پختہ ارادہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی تو ہم اس کتاب کو ان احادیث سے پاک صاف کر دیں گے اور ان کو ایک کتاب میں جمع کرکے اس کی طباعت کا انتظام کریں گے تاکہ لوگ اس سے کنارہ کش رہیں ۵۹ـ

اس کے ساتھ ساتھ شیخ عبدالرؤف مناویؒ نے "فیض القدیر شرح الجامع الصغیر" میں اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد (جس کو میں نے عراقی سے نقل کیا ہے) کہا ہے' مصنف کے لئے ضروری تھا کہ اس کو حذف کرتے۔

۱۱- اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا.

مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو امام دارمیؒ ۶۰ـ نے عبداللہ بن یزید

کے طریق سے اور وہ ابو عبدالرحمان المقری ہے اور ابن وہبؒ نے "المسند" ۶۱ میں اور عبداللہ بن مبارکؒ نے "الزہد" ۶۲ میں اور ان سے حارثؒ نے اپنی "مسند" ۶۳ میں اس کے زوائد سے اور طیالسیؒ ۶۴ سب نے عبدالرحمان بن زیاد بن انعم سے اس نے عبدالرحمان بن رافع سے اس نے عبداللہؓ بن عمروؓ سے' اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو مسجد نبویؐ میں تھیں آپؐ نے فرمایا' دونوں مجلسیں خیر پر ہیں اور ان دونوں میں سے ایک مجلس دوسری مجلس سے بہتر ہے البتہ ایک مجلس والے اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف میلان رکھتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دیتا ہے اگر چاہے تو روک لیتا ہے اور دوسری مجلس والے علم و فقہ سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو تعلیم دیتے ہیں لہذا یہ افضل ہیں اور مجھے بھی تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ عبدالرحمان بن زیاد اور ابن رافع دونوں راوی ضعیف ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث کو ابن ماجہؒ ۶۵ نے داؤد بن زبرقان کے طریق سے اس نے بکر بن خنیس سے اس نے عبدالرحمان بن زیاد سے اس نے عبداللہؓ بن عمروؓ سے اس کو ذکر کیا۔

لیکن اس کی سند پہلی حدیث کی سند سے بھی زیادہ ضعیف ہے اس لئے کہ عبداللہ بن یزید سے نیچے جتنے رواۃ ہیں وہ سب ضعیف ہیں انہوں نے ثقہ رواۃ کی مخالفت کی ہے۔ ان تمام نے یا ان میں سے ایک نے عبداللہ بن یزید المعافری (ثقہ راوی) کو عبدالرحمان بن رافع ضعیف راوی کی جگہ پر رکھا ہے۔ امام بوصیریؒ نے "الزوائد" ۶۶ میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں داؤد' بکر اور عبدالرحمان ضعیف راوی ہیں۔ عراقیؒ نے "تخریج الاحیاء" میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

موجودہ دور میں بعض صوفیاء حلقے باندھ کر ہائے ہو کرتے ہیں اور دائیں بائیں اور آگے پیچھے جسم اور سر گھماتے ہیں اس پر وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ باتفاق فقہاء متقدمین جائز نہیں نیز حدیث بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں' حدیث میں مخصوص انداز میں حلقہ بندی کا ذکر نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے اجتماعی ذکر کے جواز کا ثبوت ملتا ہے جب کہ اس کے

اثبات میں احادیثِ صحیحہ بھی ملتی ہیں جو مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں وہ ہمیں اس ضعیف حدیث سے مستغنی کر دیتی ہیں ان احادیث سے صرف مطلق اجتماع کا ثبوت ملتا ہے اور حلقہ باندھ کر ذکر کرنا نیز رقص کرنا یہ سب بدعات اور گمراہی کے کام ہیں' اسلامی شریعت ان سے محفوظ ہے۔

۱۲- اَوْحَی اللّٰهُ اِلَی الدُّنْیَا اَنِ اخْدِمِیْ مَنْ خَدَمَنِیْ، وَاتْعِبِیْ مَنْ خَدَمِكِ.

اللہ نے دنیا کو وحی کی کہ تو اس کی خادم بن جو میرا خادم بنا اور اس کو تھکا دے جو تیرا خادم بنے۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اسے خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" ۶۷ـ میں مذکور الفاظ کے ساتھ اور امام حاکمؒ نے "معرفۃ علوم الحدیث" ۶۸ـ میں کئی طرق کے ساتھ حسین بن داوٗد بن معاذ البلخی سے اس نے کہا کہ ہمیں منصور نے بتایا اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے' اس نے عبداللہؓ بن مسعود سے مرفوعا ذکر کیا۔ خطیب بغدادیؒ نے کہا کہ اس روایت میں حسینؒ' فضیل سے روایت بیان کرتا ہے' وہ متفرد ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔ حسین بن داوٗد کے علاوہ سب راوی ثقہ ہیں البتہ حسین بن داوٗد ثقہ نہیں ہے۔ اس نے یزید بن ہارون سے ایک کتابچہ ذکر کیا اس نے حمید سے اس نے انسؓ سے... اس کتابچے کی اکثر احادیث موضوع ہیں۔

۱۳- اَهْلُ الشَّامِ سَوْطُ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ یَنْتَقِمُ بِهِمْ مِمَّنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَحَرَامٌ عَلٰی مُنَافِقِیْهِمْ اَنْ یَّظْهَرُوْا عَلٰی مُؤْمِنِیْهِمْ، وَلَا یَمُوْتُوْا اِلَّا غَمًّا وَهَمًّا.

شام کے باشندے اللہ کی زمین پر اس کا دُرّہ ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس سے چاہتا ہے انتقام لیتا ہے ان کے منافقین ان کے ایمانداروں پر غلبہ نہیں پا سکتے وہ اس سے روکے

گئے ہیں اور وہ فکر و غم ہی کی حالت میں مریں گے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' امام طبرانیؒ نے اسے "معجم الکبیر" میں دو طریق سے روایت کیا ہے۔ ولید بن مسلم سے' اس نے محمد بن ایوب بن میسرہ بن حلبس سے' اس نے اپنے والد سے' اس نے خریمؓ بن فاتک اسدی سے جو صحابی ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے ... (مذکورہ حدیث ذکر کی)

یہ سند ظاہراً صحیح ہے۔ شاید اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کے ساتھ "فضائل الشام" کی فصل ۶۹۔ میں استدلال کیا ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب: ولید راوی مدلس ہے اور وہ لفظ عن سے روایت کرتا ہے۔ امام ذہبیؒ نے "میزان" میں کہا ہے کہ جب ولید' ابن جریج یا اوزاعی سے لفظ عن کے ساتھ روایت بیان کرے تو وہ لائق اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ وہ کذاب راویوں سے بھی تدلیس کے ساتھ روایت بیان کرتا ہے البتہ جب وہ "حدثنا" کہے تو وہ حجت ہے نیز حافظؒ نے "تقریب" میں بیان کیا ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے لیکن کثرت کے ساتھ تدلیس کرتا ہے۔

دوسرا سبب: اس کا موقوف ہونا ہے۔ اس حدیث کو ہیثم بن خارجہ نے موقوفاً بیان کیا ہے اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن ایوب نے خریم سے موقوفاً بیان کیا ہے۔

اس کو احمدؒ ۷۰۔ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے نیز امام ابن تیمیہؒ کو وہم ہوا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے جب کہ یہ مرفوع نہیں ہے نیز اس حدیث کو امام منذریؒ نے "الترغیب و الترھیب" ۷۱۔ میں ذکر کیا اور کہا کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے مرفوعاً اور امام احمدؒ نے موقوفاً ذکر کیا ہے اور اس حدیث کا موقوف ہونا صحیح معلوم ہوتا ہے جب کہ ان دونوں کے رواۃ ثقہ ہیں۔

۱۴ - اِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ، فَقِيْلَ وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟ قَالَ: اَلْمَرْاَةُ الْحَسْنَاءُ فِي الْمَنْبَتِ السُّوْءِ.

تم خود کو بظاہر سبزہ زاروں سے بچاؤ۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ بظاہر سبزہ زاروں سے کیا مقصود ہے؟ آپؐ نے فرمایا' اس سے مقصود حسین عورت ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں۔

تحقیق : یہ نہایت ضعیف روایت ہے' اسے امام قضاعیؒ نے "مسند الشہاب" میں واقدی کے طریق سے بیان کیا ہے' اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید بن دینار نے بیان کیا اس نے ابو وجزہ یزید بن عبید سے اس نے عطاء بن یزید لیثی سے' اس نے ابوسعید خدریؓ سے بیان کیا۔ نیز امام غزالیؒ نے اس کو "الاحیاء" ۲/۷ میں ذکر کیا ہے اور "الاحیاء" کی تخریج کرنے والے عراقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام دار قطنیؒ نے "الافراد" میں اور رامہرمزیؒ نے "الامثال" میں ابوسعید خدریؓ سے بیان کیا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں واقدی راوی متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس کی مثل ابن الملقنؒ نے "خلاصہ البدر المنیر" ۳/۷ میں بیان کیا۔
میں کہتا ہوں : واقدی راوی متروک ہے۔ اس راوی کو امام احمدؒ' امام نسائیؒ اور ابن المدینیؒ وغیرہ نے کذاب کہا ہے لیکن آپ اس دھوکے میں نہ آئیں کہ بعض متعصب قسم کے علماء جنہوں نے ان کی بعض کتب پر پیش لفظ تحریر کئے اور دیگر حنفی علماء جو اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ محدثین کے ہاں مشہور قاعدے کے خلاف ہے کہ "واضح جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جائے۔"

۱۵- اَلشَّامُ كِنَانَتِيْ، فَمَنْ اَرَادَهَا بِسُوْءٍ؛ رَمَيْتُهُ بِسَهْمٍ مِنْهَا.

شام کا ملک میرا ترکش ہے جو شخص اس کے ساتھ برا سلوک کرنے کا ارادہ کرے گا میں اس پر اس ترکش سے ایک تیر پھینکوں گا۔

تحقیق : اس حدیث کا اصل مرفوعًا ثابت نہیں ہے' شاید یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے چنانچہ ابوالحسن ربعیؒ نے "فضائل الشام" ۳۴/۷ میں عون بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کیا اس نے کہا میں نے ان کتابوں میں دیکھا ہے جن کو اللہ

تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہ السلام پر نازل فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا' "شام کا ملک میرا ترکش ہے جب میں کسی قوم پر ناراض ہوتا ہوں تو اس ترکش سے ایک تیر پھینکا دیتا ہوں۔" اس کی سند میں مسعودی ہے اس کا نام عبدالرحمان بن عبداللہ ہے اور وہ ضعیف ہے اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' اسے اختلاط ہو جاتا تھا۔ نیز سند میں دیگر راویوں کے حالات کا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ اسی مفہوم کی ایک ضرب المثل مصر کے بارہ میں بھی مروی ہے مرفوع طور پر اس کا بھی کچھ اصل نہیں جیسا کہ امام سخاویؒ نے "المقاصد الحسنہ" میں اس کا اشارہ کیا ہے۔

۱۶- صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِيْ إِذَا صَلُحَا صَلُحَ النَّاسُ: اَلْأُمَرَاءُ وَالْفُقَهَاءُ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلْعُلَمَاءُ.

میری اُمّت میں دو قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ درست ہوں گے تو لوگ بھی درست رہیں گے' وہ امراء اور فقہاء ہیں۔ ایک روایت میں صرف علماء کا لفظ ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو تمامؒ نے "الفوائد" ۷۵ـ میں' ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۷۶ـ میں اور ابن عبدالبرؒ ۷۷ـ نے "جامع بیان العلم" میں محمد بن زیاد یشکری سے اس نے میمون بن مہران سے' اس نے ابن عباسؓ سے مرفوعًا بیان کیا۔

اس حدیث کی سند من گھڑت ہے' امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن زیاد کذاب' بھینگا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور ابن معینؒ اور امام دارقطنیؒ نے اس کو کذاب کہا ہے نیز ابوزرعہؒ وغیرہ نے بھی اس کو کذّاب کہا ہے۔

اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "الجامع" میں اپنے شرائط کے خلاف ذکر کیا ہے اور امام غزالیؒ نے "الاحیاء" ۷۸ـ میں یقین کے ساتھ اس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور اس کی تخریج کرنے والے حافظ عراقیؒ نے اس حدیث کی نسبت ابن عبدالبرؒ وغیرہ کی طرف کرتے ہوئے اس کی سند کو ضعیف کہا

ہے۔

تنبیہہ: حافظ عراقیؒ کے قول اور ہمارے قول ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے اس لئے کہ موضوع حدیث بھی ضعیف حدیث کی اقسام سے ہے جیسا کہ یہ بات مصطلح الحدیث کی کتابوں میں ثابت شدہ ہے۔

۱۷ - مَنْ أَذْنَبَ وَهُوَ يَضْحَكُ؛ دَخَلَ النَّارَ وَهُوَ يَبْكِي.

جو شخص گناہ کرتا ہوا ہنستا رہا وہ روتا ہوا دوزخ میں داخل ہو گا۔

تحقیق: یہ حدیث محمد بن زیاد کی من گھڑت احادیث میں سے ہے' اس حدیث کو بھی ابو نعیمؒ نے بیان کیا ہے اس نے کہا' ہمیں محمد بن زیادہ یشکری نے بتایا کہ مذکورہ سند کے ساتھ یہ روایت ان احادیث سے ہے جن احادیث کو ذکر کرکے امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" کو عیب ناک بنایا ہے اور اس کے شارح امام مناویؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں میں عمر بن ایوب ہے۔ امام ذہبیؒ نے بیان کیا کہ ابن حبانؒ نے اس کو مجروح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس عمر سے مراد مزنی ہے جس کو امام دارقطنیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ "میزان" اور "لسان المیزان" میں ہے پس اس کو یشکری کہنا زیادہ مناسب ہے۔ پھر میں نے اس کو "الحلیہ" ۲/۹۷ میں دیکھا کہ یہ حدیث بکر بن عبداللہ مزنی کا قول ہے اور یہی بات درست ہے۔

۱۸ - اِتَّخِذُوا الْحَمَامَ الْمَقَاصِيصَ؛ فَإِنَّهَا تُلْهِي الْجِنَّ عَنْ صِبْيَانِكُمْ.

پر کٹے کبوتروں کو پال رکھو اس لئے کہ وہ تمہارے بچوں سے جنوں کو غفلت میں ڈالیں گے۔

تحقیق: یہ حدیث بھی محمد بن زیاد یشکری کی احادیث سے ہے' جو کذاب ہے۔ اس حدیث کو ابن عدیؒ نے "الکامل" میں ۲/۸۰ اور خطیب بغدادیؒ ۸۱/۵ نے محمد بن

زیاد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی "الجامع الصغیر" کی احادیث سے ہے اس نے اس کی نسبت خطیب بغدادیؒ کی طرف کی ہے اور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں ابن عباسؓ سے اور ابن عدیؒ سے بیان کیا ہے۔

"الجامع الصغیر" کے شارح امام مناویؒ اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اس حدیث میں وضاحت یہ ہے کہ اس کی تخریج کرنے والے خطیب بغدادیؒ نے اس کی تخریج کی ہے اور خاموشی اختیار کی ہے جب کہ حقیقت اس کے خلاف ہے" اس نے حدیث کو احمدؒ' ابن معینؒ اور ان کے علاوہ (کئی دوسروں) سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ محمد بن زیاد راوی کذاب ہے' وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا نیز حافظ ابن حجرؒ نے اس کے بارہ میں کہا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن زیاد یشکری راوی کو محدثین نے کذاب کہا ہے اور "میزان" میں کذاب اور وضاع کے الفاظ ہیں بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابن عدیؒ نے اس روایت کو عثمان بن مطر سے اس نے ثابت سے اس نے انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں ابن حبانؒ سے اس کی سند ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے احادیث وضع کرتا تھا اسی لئے ابن جوزیؒ نے اس پر احادیث وضع کرنے کا حکم لگایا ہے اور مؤلف نے "مختصر الموضوعات" میں اس کی پیروی کی ہے اور خاموشی اختیار کی ہے اور اس سے اس حدیث کو "الکبیر" میں بیان کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ کتاب سے اسے حذف کرتا' شرائط کا تقاضا بھی یہی تھا۔ جن محدثین نے اس کے موضوع ہونے کو یقینی کہا ہے ان میں ابن عراقؒ اور ہندیؒ وغیرہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان میں امام ابن قیمؒ بھی شامل ہیں تفصیل کے لئے المنار دیکھیں ۸۱۔

۱۹- زَيِّنُوْا مَجَالِسَ نِسَائِكُمْ بِالْمِغْزَلِ.

تم اپنی عورتوں کی محفلوں کو چرخے سے آراستہ کرو۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابن عدیؒ ۸۲۔ اور خطیب بغدادیؒ ۸۳۔ نے یشکری (کذاب) سے متقدم سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مرفوعا ذکر کیا

ہے۔ ابن عدیؒ کا قول ہے کہ یشکری (کذاب) راوی کا معاملہ ضعیف ہونے کے لحاظ سے ظاہر ہے۔ وہ میمون سے منکر روایات ذکر کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا (اس سے منکر روایات ذکر) نہیں کرتا نیز ثقہ راویوں میں سے کوئی راوی اس کی ان روایات کی متابعت نہیں کرتا۔

اور ابن جوزیؒ نے "موضوعات" میں خطیب بغدادیؒ کے طریق سے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور امام سیوطیؒ ۸۵۔ نے "اللآلی" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۰ - زَيِّنُوْا مَوَائِدَكُمْ بِالْبَقْلِ؛ فَإِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ مَعَ التَّسْمِيَةِ.

دستر خوان کو سبزیوں سے سجایا کرو۔ اس سے اور بسم اللہ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن نصر دمشقی نے "الفوائد" ۸۶۔ میں' ابو نعیمؒ نے "اخبارِ اصبہان" ۸۷۔ میں اور ان کے علاوہ (کئی دوسروں نے) علاء بن مسلم کے واسطہ سے اس نے اسماعیل بن مغراء کرمانی سے اس نے ابن عباسؓ سے اس نے برد سے اس نے مکحول سے اس نے ابو امامہؓ سے مرفوعا بیان کیا۔

میں کہتا ہوں : یہ حدیث موضوع ہے' اس کا اصل سبب علاء راوی ہے۔ امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں ازدی کا قول ذکر کیا ہے کہ علاء راوی سے روایت کرنا درست نہیں اس لئے کہ وہ جو حدیث بھی بیان کرتا اسے کچھ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے۔ ابن طاہر نے کہا کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے وضع کرتا تھا۔ اور ابن حبانؒ کا تمام قول جیسا کہ "تہذیب" میں ہے اس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں۔ اس حدیث کے ساتھ امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "جامع" کو عیب ناک کیا ہے۔ اس نے "ضعفاء" میں ابن حبانؒ کے طریق اور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے اس کے شارح امام مناویؒ کا قول ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن عیاش راوی مختلف فیہ

ہے جو برد بن سنان سے روایت کرتا ہے۔ امام ذہبیؒ نے اس کا ذکر "ضعفاء" میں کیا ہے اور ابو نعیمؒ نے اس سے روایت کیا ہے اور اس نے دیلمیؒ سے بالصراحت لیا۔ اگر وہ اس روایت کو اس کی طرف منسوب کر دیتا تو نہایت مناسب تھا۔

میں کہتا ہوں: شارح امام مناویؒ نے دور کا راستہ اختیار کیا ہے۔ دراصل حدیث کی علت کا سبب وہ راوی ہیں جو ان رواۃ سے نیچے ہیں۔ جن کا اس نے ذکر کیا ہے جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ نیز ابن جوزیؒ نے اس کو "موضوعات" میں ابن حبان کے طریق سے اس نے علاء بن مسلمہ سے بیان کیا ہے۔ پھر ابن جوزیؒ نے کہا کہ اس حدیث کا اصل نہیں ہے' علاء راوی احادیث وضع کرتا ہے..... لیکن امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۸۸۔ میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ تعاقب بے فائدہ ہے جب کہ راوی کا مجروح ہونا ثابت ہے۔ امام ترمذیؒ کا اس سے روایت کرنا اس کی تعدیل نہیں کر سکتا۔ امام ترمذیؒ کے رواۃ میں کتنے راوی ایسے ہیں جو مجروح اور متہم ہیں جیسا کہ حدیث کے راویوں کے حالات کا علم رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

پھر امام سیوطیؒ نے "اللآلی" میں اس کی تقویت کے لئے ایک دوسرا طریق واثلہ بن اسقع سے مرفوعا ذکر کیا۔ اس میں حسن بن شبیب مکتب کے بارہ میں امام ذہبیؒ نے "میزان" میں کہا کہ اس حدیث کی آفت یہی راوی ہے۔ ابن عدیؒ نے اس کے بارہ میں کہا کہ یہ راوی ثقہ راویوں سے باطل باتیں روایت کرتا ہے۔ اور ابن القیمؒ نے "المنار" ۸۹۔ میں یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے انہوں نے اس حدیث کو ایسے امور کلیہ کے ساتھ تنبیہہ کرتے ہوئے کہا ہے' جن کے ساتھ حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے۔ پھر امام ابن القیمؒ نے ۹۰۔ کہا ہے کہ حدیث کے موضوع ہونے سے مراد کسی حدیث کا قبیح ہونا اور باعث استہزاء ہونا ہے چنانچہ یہ حدیث بھی ان سے ہے۔

۲۱ - حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ.

مجھے سوال کرنے سے یہ بات کفایت کرتی ہے کہ وہ میرے حال کو جانتا ہے۔

تحقیق : اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' بعض محدثین نے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے۔ دراصل یہ روایت اسرائیلی روایات سے ہے' مرفوعا اس کا کچھ اصل نہیں۔ چنانچہ امام بغویؒ نے سورت انبیاء کی تفسیر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ کعب احبار سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کی وساطت سے آگ میں پھینک دینا چاہا تو آپ سے جبرئیل علیہ السلام ملے اور دریافت کیا اے ابراہیمؑ! کیا تجھے (مدد کی) ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا' آپ کی ضرورت نہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا' تو پھر اپنے پروردگار سے سوال کیجئے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' مجھے سوال کرنے سے یہ بات کفایت کرتی ہے کہ وہ میرے حال سے باخبر ہے۔

چنانچہ بعض لوگ جنہوں نے حکمت و فلسفہ کے میدان میں صوفیاء کے طریق پر اس معنی کا ذکر کیا تو کہہ دیا کہ اللہ سے سوال کرنا دراصل اللہ پر الزام دینا ہے کہ وہ ہمارے حال سے بے خبر ہے اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ بھلا آپ بتائیں کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہ السلام جنہوں نے اپنے پروردگار سے مختلف قسم کے سوال کئے وہ اپنے پروردگار کے بارہ میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ ہمارے پروردگار کو ہمارے حال کا علم نہیں ہے؟ اس لئے ہم اپنے پروردگار سے سوال کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں' دیکھئے! یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ.... (ابراهیم:٣٧)

یہ سب دعائیں ہیں اور کتاب و سنت میں انبیاء علیہم السلام کی دعائیں بے شمار ہیں۔ غالباً وہ شخص جو اس بات کا قائل ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے (کہ

اللہ سے سوال کرنا دراصل اللہ پر الزام دینا ہے کہ وہ ہمارے حال سے بے خبر ہے۔) درحقیقت وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ اللہ پاک سے تضرع سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا دراصل بہت بڑی عبادت ہے کہ جس حاجت کا سوال کیا ہے اس کی ماہیت سے نظر کو نیچا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دعا دراصل عبادت ہی ہے" ۹۱۔ پھر آپؐ نے اس ارشادِ الٰہی کی تلاوت فرمائی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. (غافر: ٦٠)

اور تمہارے پروردگار کا اعلان ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں وہ شتابِ جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

یہ اس لئے کہ اللہ سے دعا کرنے سے بندے کی عبودیت' اس کی ضرورت ۹۲۔ اور اس کی مسکنت کا اظہار ہوتا ہے پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے اعراض کیا گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کیا۔

بلاشبہ ایسی احادیث کثرت کے ساتھ مروی ہیں جن میں تاکید کرتے ہوئے دعا کی جانب رغبت دلائی گئی ہے اور دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ ارشاد نبویؐ ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتے ہیں" ۹۳۔

امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے نیز حافظ ذہبیؒ نے امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے اور حدیث بھی حسن ہے نیز ارشاد نبویؐ ہے "اللہ سے ہر چیز کا سوال کرو یہاں تک کہ جوتے کے تسمہ کا بھی اسی سے سوال کرو اس لئے کہ اگر اللہ اس کو اس کے لئے مہیا نہیں فرمائے گا تو وہ میسر نہیں آ سکے گا" ۹۴۔ اس حدیث کا شاہد انسؓ کی حدیث ہے جو کہ ترمذی میں ہے ۹۵۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ کلام جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس قسم کے کلمات تو ایک ایسے عام مسلمان کی زبان سے صادر نہیں ہو سکتے جو اسلام میں دعا کے مقام سے آشنا ہے۔ تو (سوال یہ ہے کہ) اس قسم کے کلمات اس انسان کی زبان پر کیسے آ سکتے ہیں جو اسلام کی نعمت کا اظہار کرتے

ہوئے فرماتا ہے کہ "اللہ پاک نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔"

نیز اس حدیث کو ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ" میں ذکر کیا ہے اور نقل کیا ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ ۹۶۔

۲۲ - تَوَسَّلُوْا بِجَاهِيْ، فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ.

تم میرے مقام کا وسیلہ اختیار کرو یقیناً میرا مقام اللہ کے نزدیک عظیم ہے۔

تحقیق: یہ حدیث بے اصل ہے' شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "القاعدۃ الجلیہ" میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے چنانچہ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۹۷۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔

اور ظاہر ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں تو بلاشبہ آپؐ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ معزز ہوں گے جب کہ یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا بالکل دوسرا مسئلہ ہے ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملانا مناسب نہیں جیسا کہ بعض نے ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ایسا عمل ہے کہ جو شخص اس کا قصد کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح وسیلہ پکڑنے سے اس کی دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے لیکن یہ ایسا سبب ہے جس کو عقل کے ذریعہ معلوم کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ یہ ان پوشیدہ امور سے ہے جن کے ادراک سے عقل قاصر ہے تو پھر صحیح نقل کا علم ضروری ہے تاکہ دلیل ہو سکے لیکن صحیح نقل موجود نہیں ہے۔

اس لئے کہ وہ احادیث جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کا ذکر ہے وہ دو قسم کی ہیں، کچھ صحیح اور کچھ ضعیف ہیں۔ صحیح سے مدّعا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے بارش طلب کرنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کیا اور ایک اندھے انسان نے آپؐ کی ذات کو وسیلہ لیا۔ بہرحال یہ تو آپؐ کی دعا کے ساتھ وسیلہ اختیار کیا گیا ہے آپؐ کی شخصیت اور مقام کا وسیلہ نہیں لیا گیا لیکن آپؐ کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد آپؐ کی دعا کے ساتھ بھی وسیلہ پکڑنا ممکن نہ رہا۔ اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے مقام کے ساتھ وسیلہ پکڑنا بھی ممکن نہ رہا اور نہ اس کا کچھ جواز رہا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بارش کی دعا کرانے میں آپؐ کے چچا عباسؓ کا وسیلہ پکڑا تھا اور آپؐ کا وسیلہ نہیں لیا تھا۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ مشروع وسیلہ کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے اور مشروع وسیلہ آپؐ سے آپؐ کی زندگی میں دعا کرانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا ہے اس لئے کہ یہ وسیلہ جائز اور ممکن تھا۔ اسی طرح یہ بھی منقول نہیں کہ کسی اندھے نے اس "اندھے انسان" کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا ہو۔ اس لئے کہ اصل راز اس اندھے کے اس قول میں نہیں ہے (جس میں اندھے نے کہا) "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبیؐ کو متوجہ کرتا ہوں" بلکہ اصل راز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دعا کرنے کا وعدہ فرمایا اور آپؐ نے اس کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ! میرے حق میں اس کی سفارش قبول فرما اور اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما" یعنی میرے بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرماتے ہوئے میری دعا قبول فرما۔ پس اس حدیث کا مضمون دعا کے گرد گھوم رہا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ مختصر سی وضاحت کی روشنی میں قارئین کرام کے سامنے اصل حقیقت واضح ہو رہی ہے اس لحاظ سے اس حدیث کا ہرگز اس وسیلہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے جو اپنی طرف سے بنا لیا گیا ہے اسی لئے امام ابو حنیفہؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا قول: "میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ اللہ سے اللہ کے علاوہ کسی اور کا وسیلہ لا کر سوال کیا جائے۔" درمختار اور دیگر کتب حنفیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔

وسیلہ کے بارہ میں ایک شبہ اور اس کا رد

کوثری کا قول: امام شافعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا "تاریخ بغداد" کے شروع میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے ۹۸۔ یہ قول نہ صرف مبالغہ آمیز ہے بلکہ کوثری کے مغالطات میں سے ایک مغالطہ ہے۔ اشارتاً اس کا علم اس حکایت سے ہو رہا ہے جس کو خطیب بغدادیؒ ۹۹ نے عمر بن اسحاق کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا، ہمیں علی بن میمون نے بتایا اس نے کہا کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا۔

امام شافعیؒ کا قول: کہ "میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں جب مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں اور امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر جاتا ہوں۔ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میں اللہ تعالٰی سے اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہوں کچھ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے" لیکن یہ حکایت نہ صرف بلحاظ سند ضعیف ہے بلکہ باطل ہے اس لئے کہ عمر بن اسحاق بن ابراہیم مشہور راوی نہیں ہے اور رجال کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔

اور ممکن ہے کہ اس عمر سے مراد عمرو بن اسحاق بن ابراہیم بن حمید بن سکن ابو محمد تیونسی ہو، جن کے خطیب بغدادیؒ نے حالات بیان کئے ہیں ۱۰۰۔ اس نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد بخاری ہے۔ جو ۳۴۱ھ میں جب حج کرنے آیا تو بغداد میں بھی آیا اور اس کے بارہ میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا پس وہ مجہول الحال ہے لیکن یہ محال ہے کہ اس سے مراد وہ ہو اس لئے کہ اس کے شیخ علی بن میمون کی وفات اکثر اقوال کے لحاظ سے ۲۴۷ھ ہے اس لحاظ سے ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً سو سال کا فاصلہ ہے پس ممکن نہیں کہ اس نے اس کو پایا ہو۔

بہرحال یہ روایت ضعیف ہے اس کی صحت پر دلیل موجود نہیں اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے "اقتضاء الصراط المستقیم" میں اس روایت کا مفہوم ذکر کرکے اس

کو باطل ثابت کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ۱۰۱۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول: یہ روایت جھوٹی ہے جو شخص روایت الحدیث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس پر اس کا کذب ظاہر ہے۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ جب بغداد میں آئے تو بغداد میں ایسی کوئی قبر نہ تھی جس کے ہاں دعا کے لئے آنے جانے والے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہو بلکہ امام شافعیؒ کے زمانہ میں یہ بات معلوم نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے حجاز' یمن' شام' عراق اور مصر میں انبیاء علیہم السلام' صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی قبروں کو دیکھا کہ ان کے اور دوسرے لوگوں کے نزدیک ان قبروں میں مدفون لوگوں میں سے کئی ایسے بھی تھے جو امام ابوحنیفہؒ اور ان جیسے علماء سے کہیں افضل تھے تو کیا وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے ان قبروں کا قصد نہیں کیا صرف امام ابوحنیفہؒ کی قبر کا رخ کیا ہے؟ نیز امام ابوحنیفہؒ کے شاگردان عظام ابویوسفؒ' محمدؒ' زفرؒ' حسن بن زیادؒ اور ان کے دور کے لوگ نہ امام ابوحنیفہؒ اور نہ ہی کسی دوسرے کی قبر کی زیارت کا قصد کرتے تھے۔ نیز امام شافعیؒ کی کتب سے ثابت ہے جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ قبروں کی تعظیم کرنا مکروہ ہے کہ کہیں فتنے میں نہ مبتلا ہو جائیں اور اس قسم کی حکایات وہ لوگ وضع کرتے ہیں جن کا دینی علوم سے ہرگز کچھ واسطہ نہیں ہے اور پھر اس قسم کی کہانیاں ایسے مجہول الحال لوگوں سے نقل کی جاتی ہیں جن کا کچھ اتا پتہ نہیں ہوتا۔

۲۳ - اَللّٰهُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ، وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ، اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَد، وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا، وَوَسِّعْ عَلَیْهَا مَدْخَلَهَا، بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ؛ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ...

اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے نیز مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوگی (اے اللہ!) میری والدہ فاطمہؓ بنت اسد کو معاف فرما۔ اور اس کو دلیل کی تلقین فرما' اس کے داخل ہونے کی جگہ یعنی قبر کو اس پر فراخ فرما' اپنے نبیؐ اور ان انبیاء

کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ یقیناً آپ تمام رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اسے امام طبرانیؒ نے "الکبیر" اور "الاوسط" میں بیان کیا اور اس کے طریق سے ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۱۲۱/۳ میں بیان کیا۔ امام طبرانیؒ نے کہا کہ ہمیں احمد بن حماد زغبہ نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں روح بن صلاح نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں سفیان ثوریؒ نے حدیث بیان کی' اس نے عاصم احول سے' اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ جب فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم' حضرت علیؓ کی والدہ فوت ہوئیں تو آپؐ نے اسامہؓ بن زید' ابو ایوب انصاریؓ' عمرؓ بن خطاب اور سیاہ رنگ کے ایک نوجوان کو بلایا کہ وہ قبر کی کھدائی کریں جب قبر کھودی جا چکی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوئے اور لیٹ گئے تو آپؐ نے فرمایا۔۔۔۔ مکمل حدیث بیان کی۔

امام طبرانیؒ نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں روح بن صلاح راوی متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۲۵۷/۹ میں بیان کیا کہ اس حدیث کی سند میں روح بن صلاح راوی ہے جس کو ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے ثقہ قرار دیا ہے حالانکہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے اور اس کے باقی رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں۔ امام ہیثمیؒ کا یہ قول کہ "اس کے باقی رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں" غایت درجہ محلِّ نظر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زغبہ صحیح (کتب) کے رواۃ سے نہیں ہے۔ صرف امام نسائیؒ نے اس سے روایت بیان کی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے معلوم ہوا کہ وہ فی نفسہٖ ثقہ ہے اب روح بن صلاح کے حال پر غور کرنا باقی ہے اور وہ اس روایت کے بیان کرنے میں اکیلا ہے جیسا کہ طبرانیؒ نے بیان کیا اور اس کو ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے ثقہ قرار دیا جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کا ضعف طبرانیؒ کے قول سے ان دونوں کے قول کی نسبت دو سبب کی وجہ سے وزنی ہے۔

پہلا سبب: یہ ہے کہ انہوں نے جرح کی ہے اور جرح کو تعدیل سے بلحاظ شرط کے مقدم رکھا جاتا ہے۔

دوسرا سبب: یہ ہے کہ ابن حبانؒ اس کی توثیق میں تساہل ہیں اس لئے کہ وہ کثرت کے ساتھ مجہول راویوں کو ثقہ قرار دے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ایسے رواۃ جن کے بارہ میں وہ خود صراحت کرتے ہیں کہ ان رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اور نہ ان کے والد کا علم ہے کہ کون ہے؟ ان کی بھی توثیق کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن عبدالہادیؒ نے "الصارم المنکی" میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی بعض مثالیں "الرد علی التعقب الحثیث" میں بھی مذکور ہیں۔ ۱۰۴

نیز ابن حبانؒ کی طرح امام حاکمؒ بھی تساہل ہیں یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو رجال اور تراجم کے فن سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں لہٰذا مقام تعارض میں ان کے قول کا کچھ وزن نہیں یہاں تک کہ اگر کسی راوی کے بارہ میں جرح مبہم بھی ہو اور اس کے کسی سبب کا ذکر نہ بھی ہو تو تب بھی ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ کی تعدیل پر اس کو غلبہ ہوگا۔ لیکن اگر جرح واضح ہو جیسا کہ ابن صلاح راوی کے بارہ میں جرح واضح ہے۔ (تو پھر صورت مختلف ہوگی) چنانچہ ابن عدیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن یوسف نے کہا ہے کہ اس سے منکر روایات مروی ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے اس کو فن حدیث میں ضعیف قرار دیا۔ ابن ماکولاؒ کا قول ہے کہ محدّثین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن عدیؒ نے اس سے دو احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس راوی سے کثرت کے ساتھ روایات مروی ہیں بعض میں نکارت ہے۔

قارئین کو علم ہو رہا ہے کہ ائمہ جرح کی عبارتیں اس راوی کو ضعیف قرار دینے میں متفق ہیں اور اس کا سبب انہوں نے یہ بتایا ہے کہ اس کی بیان کردہ روایات منکر ہیں۔ پس اس وصف کا راوی جب منکر حدیث کے بیان کرنے میں متفرّد ہو تو اس کی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی۔ پس اس وضاحت کے بعد ان ائمہ کی توثیق سے (جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) صرف وہی شخص دھوکہ کھا سکتا ہے جو اس علم سے ناواقف ہے یا پھر اسے کوئی ذاتی فائدہ ہے۔

بیان کردہ وضاحت سے منصف مزاج انسان کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ

شیخ زاہد کوثری نے جب اس حدیث پر گفتگو کی ہے تو اس فن کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ کوثری نے اس حدیث کو قوی ثابت کرنا چاہا ہے جب کہ اس نے روح بن صلاح راوی کے بارہ میں صرف اس کی توثیق پر اکتفاء کیا ہے اور بحث کرتے ہوئے معمولی سا اشارہ بھی نہیں کیا کہ اس کو ضعیف کہنے والے کثرت سے ہیں اور بنسبت ان کے زیادہ ثقہ ہیں جنھوں نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ۱۰۵ـ

کوثری کا حال عجیب ہے کہ باوجودیکہ یہ شخص علم میں فراوانی رکھتا ہے لیکن اس پر خواہشِ نفس، انصار السنۃ اور اہلحدیث کے خلاف عصبیت غالب ہے۔ چنانچہ وہ اہلِ حدیث پر زیادتی کرتے ہوئے انہیں حشویہ قرار دیتا ہے۔ ۱۰۶ـ چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ ابن حبانؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کی تقویت کی طرف رجحان رکھتا ہے لیکن اس وقت جب کہ حدیث انصار السنۃ کے خلاف ہو۔ اور جب حدیث خود اس کے خلاف ہو اس کے حق میں نہ ہو تو اس حدیث کو رد کر دیتا ہے اگرچہ ابن حبانؒ نے اس کو صحیح کہا ہو یا اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہو۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، وہ حدیث جس میں ناپاک جوتوں کے اتارنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر نماز ادا فرماتے رہے اور جس کو ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے اپنی صحیحین میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بارہ میں کوثری نے کہا ہے کہ امام حاکمؒ اور ابن حبانؒ کا حدیث کو صحیح قرار دینے میں تساہل مشہور ہے۔ ۱۰۷ـ اس کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے اوعال کی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ بلاشبہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ان کی رائے صائب ہے۔ ۱۰۸ـ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں کوثری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی عبداللہ بن عمیرہ راوی مجہول ہے۔ مزید "تعلیق" میں کوثری کہتا ہے ۱۰۹ـ البتہ ابن حبانؒ نے اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے لیکن اس بارہ میں ابن حبانؒ کا طریق یہ ہے کہ وہ ایسے راویوں کو جن کی جرح پر اطلاع نہیں ہے ثقہ راویوں میں ذکر کر دیتا ہے لیکن ابن حبانؒ کا اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کرنا دیگر محدثین کے نزدیک اس کو مجہول راویوں کی فہرست سے نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" میں ابن حبانؒ کے شذوذ کا رد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کوثری کی ان باتوں سے معلوم ہوا، اس کا مذہب یہ ہے کہ وہ

ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ کی توثیق پر اعتماد نہیں کرتا اس لئے کہ دونوں توثیق میں متساہل ہیں تو پھر اس کے لئے کیسے درست ہے کہ وہ اس حدیث کو درست قرار دے جو ہمارے زیر بحث ہے؟ صرف اس بناء پر امام حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے اس کے راوی روح بن صلاح کی توثیق کر دی ہے خاص طور پر جب کہ ان کے علاوہ دیگر محدثین نے جو رجال کے علم میں ان سے زیادہ ماہر ہیں اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ تعجب ہے' اللہ! اگر مذہبی عصبیت نہ ہوتی تو کوثری کبھی بھی ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کرتا۔ اے اللہ! ہمیں صرف حق کی عصبیت عطا فرما خواہ حق جہاں بھی ہو۔

۲۴ - مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ، وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَلَا بَطَرًا. أَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُ أَلْفُ مَلَكٍ.

جو شخص گھر سے نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اور اس نے کہا' اے اللہ! میں تجھ سے ان سائلین کے طفیل سوال کرتا ہوں جو تجھ سے مانگتے ہیں اور میں تجھ سے اپنے اس چلنے کے طفیل سوال کرتا ہوں بے شک میں فخر اور تکبر سے نہیں نکلا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے حق میں ایک ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

تحقیق : یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابن ماجہؒ [۱] ' امام احمدؒ [۲] اور امام بغویؒ [۳] نے علی بن جعد سے روایت کیا ہے اور ابن السنی [۴] نے فضیل بن مرزوق کے طریق سے اس نے عطیہ عوفی سے اس نے ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً بیان کیا لیکن اس کی سند دو سبب سے ضعیف ہے۔

پہلا سبب : یہ ہے کہ فضیل بن مرزوق کو ایک جماعت نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے اور کوثری نے اپنے مقالات [۵] میں کہا ہے کہ ابو حاتمؒ

نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور نے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا اور ان کی جرح مفسّر نہیں ہے بلکہ بستیؒ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن کوثری کے قول میں چند واضح اغلاط ہیں:

پہلی غلطی: اس کا یہ کہنا کہ اس کو ابوحاتمؒ کے علاوہ کسی دوسرے نے ضعیف نہیں کہا' باطل ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بات کوثری جیسے شخص پر مخفی رہے؟ اس لئے کہ "تہذیب" میں اس کے مؤلف نے (فیصل بن مرزوق کے حالات میں ان محدّثین کے اقوال بیان کرنے کے بعد جنہوں نے اس کو ثقہ قرار دیا) کہا ہے کہ ابن ابی حاتمؒ نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ یہ راوی صالح الحدیث ہے' صدوق ہے اور کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہے اس کی حدیث نقل کی جائے۔ ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں' میں نے کہا' اس کے ساتھ حجت پکڑی جائے۔ انہوں نے کہا' نہیں۔

امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا اور مسعود نے امام حاکمؒ سے روایت کیا کہ وہ صحیح کی شرط پر نہیں ہے اور مسلم پر عیب لگایا گیا ہے جب کہ اس نے اس سے روایت کی ہے اور ابن حبانؒ نے "الثقات" میں کہا کہ وہ خطا کرتا ہے اور "ضعفاء" میں کہا کہ وہ ثقہ راویوں پر خطا کرتا ہے اور عطیہ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

پس آپ معلوم کر رہے ہیں کہ اس کو ابوحاتم کے ساتھ ساتھ امام نسائیؒ' امام حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے بھی ضعیف کہا ہے حالانکہ وہ دونوں ثقہ قرار دینے میں تساہل اختیار کرنے والوں میں سے ہیں پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے۔

دوسری غلطی: اس کا قول کہ اس پر جرح مفسّر نہیں ہے یہ بھی ناقابل تسلیم ہے بلکہ ابوحاتمؒ کے کلام میں (جس کو میں نے نقل کیا ہے) جرح مفسّر ہے اور اس کا یہ کہنا کہ وہ کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس قول پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے حالات میں کہا ہے کہ وہ صدوق ہے اور وہم کرتا ہے۔ پس جو شخص حدیث میں کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہو تو بلاشبہ اس کی حدیث قابلِ حجت نہیں ہے۔ یہ بات اصول حدیث میں ثابت شدہ ہے۔

غلطی: اس کا یہ کہنا کہ بستیؒ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: بستی سے مراد ابن حبانؒ ہے اور آپ قبل ازیں معلوم کر چکے ہیں کہ ابن حبانؒ کے اس میں دو قول ہیں کبھی اس کا ذکر ثقہ راویوں میں اور کبھی ضعیف راویوں میں کیا ہے اور ضعیف کہنے پر اعتماد کرنا مناسب ہے اس لئے کہ ابن حبانؒ نے اس میں اس کے ضعیف ہونے کا سبب بیان کیا ہے اور جرح مفسّر کو تعدیل پر مقدم رکھا جاتا ہے جیسا کہ علمِ اصولِ حدیث میں یہ قاعدہ مسلم ہے۔

دوسرا سبب: حدیث کو ضعیف قرار دینے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حدیث عطیہ عوفی سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے حافظ ابن حجرؒ کا "تقریب" میں قول ہے کہ عطیہ عوفی صدوق ہے کثرت کے ساتھ خطا کرتا ہے اور وہ شیعی مدلّس راوی ہے پس اس جرح مفسّر کو ان محدثین کے قول پر مقدم کیا جائے گا جو اس کو ثقہ کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ قلیل تعداد میں ہیں اور پھر انہوں نے جمہور ائمہ کی مخالفت کی ہے جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے ان کے اقوال "تہذیب التہذیب" میں موجود ہیں اور حافظ ابن حجرؒ کی جس عبارت کو میں نے "تقریب" کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ دراصل ان اقوال کا خلاصہ ہے۔ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں ہے جو اس علم کی بصیرت رکھتے ہیں اس لئے ہم طویل کلام کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اسی لئے امام ذہبیؒ نے "میزان" میں یقین کے ساتھ اس کو ضعیف قرار دیا ہے البتہ اس کا مدلس ہونا' اس مقام پر اس کا بیان ضروری ہے تاکہ اس شبہ کا ازالہ ہو سکے جس کا ذکر آ رہا ہے چنانچہ ابن حبانؒ نے "الضعفاء" میں کہا ہے کہ اس نے ابوسعید سے بہت سی احادیث سنی ہیں جب ابوسعید فوت ہو گیا تو پھر اس کی صحبت کلبی کے ساتھ رہی۔ وہ اس کے حجرۂ تدریس میں آ جاتا۔ جب کلبی کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کہی ہے تو وہ اس کو محفوظ کر لیتا۔ اور کلبی نے اپنی کنیت ابوسعید رکھ لی تھی' یہ اس سے روایت کرتا۔ جب اس سے دریافت کیا جاتا کہ کس نے تیرے پاس یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو وہ کہتا' مجھے ابوسعید نے حدیث بتائی ہے۔ سامعین وہم میں مبتلا ہو جاتے کہ ابوسعید سے مراد شاید ابوسعید خدریؓ ہیں جب کہ اس کا ارادہ کلبی کا ہوتا تھا۔ ابن حبانؒ نے بیان کیا کہ اس کی احادیث کو بطور تعجب کے بیان کرنا درست ہے۔

میں قارئین کرام سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان اقوال کے مقابلہ میں جن میں اس راوی کو ضعیف کہا گیا ہے شیخ کوثری کے موقف کی تائید نہیں کریں گے۔ اور تعجب ہے کہ کوثری نے ان اقوال کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں کیا ہے البتہ ان کے مقابلہ میں ان گنے چنے افراد کا ہی ذکر کیا ہے جو اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ کوثری نے مقالات میں اس عنوان "مخالف کے جن امور کا وہ انکار کرتا ہے" کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔ ۱۱۵ کاش! اسی پر اکتفا کرتا لیکن اس نے وہم دلایا کہ عطیہ عوفی راوی کو ضعیف قرار دینے کا سبب اس پر جرح نہیں ہے چنانچہ اس نے واضح کیا ۱۱۶ کہ عطیہ شیعیت کی وجہ سے مجروح ہے جب کہ امام ترمذیؒ نے اس کی متعدد احادیث کو حسن کہا ہے اس سے اس کا مقصد اس میدان میں ان محدثین کے اقوال کو کھلے لفظوں میں ترجیح دینا ہے جو اس کو ثقہ کہہ رہے ہیں اور اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ اس کو ضعیف کہنے والوں نے صرف اس کے تشیع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور کسی راوی کا شیعہ ہونا محققین فن کے نزدیک ایسا سبب نہیں ہے جس سے راوی مجروح ہوتا ہے حالانکہ اصل سبب اس کا کثرت کے ساتھ خطا کرنا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ غور کیجئے کہ تعصب انسان کو انصاف اور حق پسندی سے کتنا دور کر دیتا ہے۔

اور اگر امام ترمذیؒ نے اس کی احادیث کو حسن کہا ہے تو امام ترمذیؒ کا کسی حدیث کو حسن کہنا حجت نہیں جب کہ ایسے اسباب جرح موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان کو حسن نہیں کہا جا سکتا۔

اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ امام ترمذیؒ احادیث کو صحیح اور حسن قرار دینے میں متساہل ہیں۔ شیخ کوثری سے بھی یہ بات مخفی نہیں۔ اللہ پاک ہمیں اور اس کا معاف فرمائے چنانچہ شیخ کوثری نے اوعال کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے جس کا اشارتا پہلے ابن دحیہ سے ذکر ہو چکا ہے کہا ہے کہ امام ترمذیؒ نے بہت سی موضوع اور ضعیف سند والی احادیث کو حسن کہہ دیا ہے۔ نیز امام ذہبیؒ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ علماء امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ ۱۱۷

ذرا غور فرمائیں کہ شیخ کوثری ایک امام کے قول کو ایک مقام پر حجت قرار

دیتے ہیں جب کہ دوسرے مقام پر حجت قرار نہیں دیتے۔ کوثری نے تدلیس کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب ابوسعید کے ساتھ خدری کی وضاحت موجود ہے تو پھر تدلیس کا احتمال باقی نہیں رہتا خصوصا جب کہ متابعت بھی موجود ہے یعنی عطیہ راوی نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث میں ابوسعید سے مراد وہی خدری ہے تو اس سے کلبی کذاب ہونے کا شبہ ختم ہو گیا۔

میں کہتا ہوں: یہ جواب نہایت کمزور ہے' شبہ اپنی جگہ پر موجود ہے جب کہ ابن حبانؒ نے وضاحت کی ہے (جیسا کہ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے) کہ عطیہ راوی جب کلبی سے بیان کرتا ہے اور اس کی کنیت ابوسعید بتاتا ہے تو اس سے حدیث کو سننے والے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اس سے مراد خدری ہے پس شیخ کوثری کو کہاں سے علم ہو گیا کہ ابوسعید سے خدری ہونا یہ عطیہ راوی کی طرف سے ہے اور جو اس سے روایت کرتا ہے اس کا وہم نہیں ہے۔ جب کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ عطیہ راوی کا حافظہ خراب تھا۔

یہ دونوں ایسے احتمال ہیں جن کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح تدلیس کا شبہ بدستور قائم رہتا ہے اور جس متابعت کی جانب شیخ کوثری نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد وہی متابعت ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

عطیہ راوی خدری سے متفرد نہیں ہے بلکہ اس کی متابعت کرنے والا اس سے روایت کرنے میں عبدالحکم بن ذکوان کی روایت میں ابوالصدیق راوی ہے اور وہ ابن حبانؒ کے نزدیک ثقہ ہے اگرچہ ابوالفرج نے اس کو اپنی "علل" میں معلول قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: شیخ کوثری پھر ابن حبانؒ کی توثیق کا اعتبار کرنے لگ گئے ہیں حالانکہ وہ اس میں ان کے شذوذ کے معترف ہیں جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ابن معینؒ کا قول ابن ذکوان کے بارے میں یہ ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ جب اس کو جرح و تعدیل کے امام ابن معینؒ نہیں جانتے تو ابن حبانؒ کو اس کی کیسے معرفت حاصل ہو گئی؟

معلوم ہوا کہ اس متابعت کی کچھ وقعت نہیں اس لئے کہ اس سے روایت

کرنے والا مجہول ہے پس انصاف پسند لوگوں کے نزدیک ابوالفرج کا اس کو معلول قرار دینا بالکل درست ہے اس میں ہرگز شک نہیں۔

حدیث کو ضعیف قرار دینے کا مجھے ایک تیسرا سبب بھی معلوم ہوا ہے وہ عطیہ یا ابن مرزوق کا اس کی روایت میں اضطراب ہے کہ کبھی اس نے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور کبھی ابوسعید پر موقوفاً بیان کیا۔ جیسا کہ اس کو ابن ابی شیبہؒ نے "المصنف" ۱۱۸ میں ابن مرزوق سے موقوفاً روایت کیا اور امام بغویؒ کی روایت میں فضیل بن مرزوق کے طریق سے ہے اس نے بیان کیا میرا خیال ہے کہ اس نے مرفوع بیان کیا اور ابن ابی حاتمؒ نے "العلل" ۱۱۹ میں کہا کہ اس کا موقوف ہونا مناسب ہے۔

پھر شیخ کوثری نے چاہا کہ حدیث کی تقویت ثابت کی جائے تو اس روایت کا ایک دوسرا طریق نکالا اور بیان کیا کہ اس روایت کو ابن السنیؒ نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں وازع راوی بلال سے روایت کرتا ہے اس میں عطیہ اور ابن مرزوق کا ذکر تک نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ کوثری نے اس سے زیادہ کچھ ذکر نہیں کیا اس نے نہیں بتایا کہ وازع راوی کا کیا حال ہے؟ اس کی روایت استشہاد کے لائق ہے؟ یا کیا اس کے نزدیک وازع سے اس کو کذب بیانی سے روکنا مراد ہے؟ اگر وہ اس کو بیان کرتا تو ہر صاحبِ بصیرت کے سامنے یہ بات عیاں ہو جاتی کہ اس کا اس حدیث کو بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ وہ "مرۃ" کی وجہ سے ائمہ حدیث کے نزدیک بلااختلاف ضعیف ہے۔

یہاں تک کہ ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ وازع بہت زیادہ ضعیف حدیث بیان کرنا والا ہے' وہ لاشئی ہے اور ابوحاتمؒ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس کی احادیث کو پھینک دو' وہ منکر ہیں' بلکہ امام حاکمؒ نے باوجود تساہل ہونے کے کہا کہ اس نے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح کا تبصرہ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی کیا ہے۔ پس روایت کرنے میں جس راوی کا یہ حال ہے اس کی حدیث کے ساتھ تقویت حاصل نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی وہ لائقِ احترام ہے یہاں تک کہ شیخ کوثری کا بھی یہی خیال ہے۔

قارئین اگر مناسب خیال کریں تو اس سلسلہ میں ان کا قول ملاحظہ فرمائیں۔ ٭٭
"بلاشبہ کسی حدیث کے طرق کا متعدد ہونا اس کو اس وقت حسن لغیرہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے کہ جب راویوں میں ضعف صرف حفظ اور ضبط کے لحاظ سے ہو، متہم با لکذب کے لحاظ سے نہ ہو۔ اس لئے کہ جب جھوٹ کا شائبہ ہے تو اس میں کثرت طرق سے بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا۔

ہوشمند، سمجھدار قارئین محسوس کر رہے ہوں گے کہ شیخ کوثری اس دازع نامی راوی کے حال سے کیوں خاموش رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے ضعیف ہے جب کہ ایک کا ضعف دوسرے سے شدید ہے۔ اس حدیث کو بوصیری" منذری" اور دیگر ائمہ نے ضعیف کہا ہے جس امام نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، وہ اس کا وہم یا تساہل ہے۔

۲۵- لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ؛ قَالَ : يَارَبِّ! اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِيْ. فَقَالَ اللّٰهُ: يَا آدَمُ! وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا، وَلَمْ اَخْلُقْهُ؟ قَالَ : يَارَبِّ! لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ، وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِكَ؛ رَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَرَاَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا : لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلاَّ اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ. فَقَالَ اللّٰهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ! اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ، اُدْعُنِيْ بِحَقِّهٖ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ.

جب آدم علیہ السلام غلطی کے مرتکب ہوئے تو انہوں نے دعا کی، اے میرے پروردگار! میں تجھ سے محمدؐ کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تو نے محمدؐ کو کیسے معلوم کیا جب کہ میں نے اس کو پیدا ہی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا، اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ بنایا اور مجھ میں اپنی روح کو پھونکا تو میں نے اپنا سر اٹھایا (اور) عرش

کے پایوں پر میں نے دیکھا، لکھا ہوا تھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، میں نے سمجھا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس نام کو ملایا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تو نے سچ کہا یقیناً وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے تو اس کے طفیل مجھ سے دعا کر بلاشبہ میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو امام حاکمؒ نے "مستدرک" ۱۲۱ـ میں اور اس سے ابن عساکرؒ ۱۲۲ـ نے اور اسی طرح امام بیہقیؒ نے "دلائل النبوۃ" میں اس باب کے تحت کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے کن احسانات کا ذکر فرمایا" ابوالحارث عبداللہ بن مسلم فہری کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل بن مسلم نے حدیث بیان کی اس کو عبدالرحمان بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے بیان کیا اس نے اپنے دادا سے اس نے عمرؓ بن خطاب سے مرفوعاً بیان کیا۔
اور امام حاکمؒ نے ذکر کیا کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کتاب میں عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے پہلی حدیث ہے جس کو نقل کیا گیا ہے۔
امام ذہبیؒ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا، بلکہ یہ حدیث تو من گھڑت ہے عبدالرحمان بن زید ضعیف راوی ہے اور عبداللہ بن مسلم فہری کا کچھ علم نہیں کہ کون ہے۔
میں کہتا ہوں: اس فہری راوی کا ذکر اسی حدیث کے ساتھ "میزان الاعتدال" میں ہے۔ نیز امام ذہبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے امام بیہقیؒ نے اس کا ذکر "دلائل النبوۃ" میں کیا اور امام بیہقیؒ نے کہا کہ اس میں عبدالرحمان بن زید بن اسلم راوی منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ابن کثیرؒ نے "تاریخ البدایہ والنہایہ" ۱۲۳ـ میں اس کا اقرار کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" میں "میزان الاعتدال" کی موافقت کی ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور فہری راوی کے بارہ میں اضافہ کیا ہے کہ میں بعید نہیں گردانتا کہ فہری سے مراد وہی راوی ہے جس کا اس سے قبل ذکر ہوا

ہے۔ یہ اسی راوی کے طبقہ سے ہے۔

میں کہتا ہوں: فہری سے پہلے راوی کا نام عبداللہ بن مسلم بن رشید ہے ابن حبانؒ نے اس کو ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث وضع کرنے میں تہمت لگایا گیا ہے۔ وہ لیث، مالک اور ابن لہیعہ پر احادیث وضع کرتا ہے۔ اس کی احادیث کو تحریر میں لانا درست نہیں ہے اور یہ وہی ہے جس نے ابن ہدبہ سے ایک کتابچہ روایت کیا گویا کہ وہ قابل عمل ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "معجم الصغیر" ۴۴ سے میں دوسرے طریق سے عبدالرحمان بن زید سے روایت کیا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ روایت عمرؓ سے صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔ امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۴۵ سے میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "اوسط" اور "صغیر" میں بیان کیا اور اس میں وہ راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا ہوں۔

میں کہتا ہوں: اس لحاظ سے حدیث کا معلول ہونا قاصر ہے جب کہ اس میں عبدالرحمان بن زید ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ "القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلہ" میں فرماتے ہیں ۴۶ سے کہ امام حاکمؒ کا اس حدیث کو روایت کرنا ایسا کام ہے جس کا اس پر انکار کیا گیا ہے۔ امام حاکمؒ نے "المدخل إلی معرفۃ الصحیح من السقیم" میں کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ صاحب فن لوگ غور فرمائیں تو ان پر مخفی نہیں رہے گا کہ ان احادیث کو اس کی وجہ سے موضوع کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم محدثین کے ہاں اتفاق کے ساتھ ضعیف ہے۔ وہ بہت غلطیاں کرتا ہے اور شیخ الاسلامؒ نے اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا جو اتفاق نقل کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ ان سے قبل ابن جوزیؒ نے بھی یہی بات کہی ہے بلکہ جب آپ رجال کی کتابوں کی ورق گردانی کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام ائمہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اور علی بن مدینیؒ اور ابن سعدؒ نے اس کو نہایت ضعیف کہا ہے۔ امام طحاویؒ کا قول ہے کہ محدثین کے نزدیک اس کی احادیث حد درجہ ضعیف ہیں۔

ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ احادیث میں تبدیلی کرتا تھا جب کہ اس کو احادیث کا زیادہ علم بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کی مروی احادیث میں کثرت کے ساتھ مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دیا گیا ہے اس لحاظ سے اسے اس لائق سمجھا گیا ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور ابو نعیمؒ نے بھی امام حاکمؒ جیسی بات کہی ہے کہ اس نے اپنے والد سے موضوع روایات بیان کی ہیں۔

میں کہتا ہوں: شاید یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے جو اصل میں موقوف ہیں اور اسرائیلی روایات سے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید نے غلطی سے اس حدیث کو مرفوع کہہ دیا ہے۔ اس کی تائید اس بات سے ہو رہی ہے کہ ابوبکر آجریؒ نے اس کو "الشریعہ" ۲۷ا۔ میں فہری کے طریق سے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ایک دوسری سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن زید سے اس نے اپنے والد سے' اس نے اپنے دادا سے' اس نے عمرؓ بن خطاب سے موقوف ذکر کیا ہے نیز اس حدیث کو ابو مروان عثمان کے طریق سے ذکر کیا۔ ۲۸ا۔ اس نے کہا کہ مجھے میرے والد عثمان بن خالد نے حدیث بیان کی (اصل میں بیٹے کے لفظ ہیں جو غلط ہیں) اس نے عبدالرحمٰن بن ابی الزّناد سے اس نے اپنے والد سے اس نے کہا کہ وہ کلمات جن کے کہنے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی وہ یہ تھے۔ آدمؑ نے کہا' "اے اللہ! میں تجھ سے محمدؐ کے اس حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو اس کا تجھ پر ہے" پہلے کی مثل ہے البتہ یہ الفاظ نہیں ہیں کہ "تو مجھ سے اس کے حق کے ساتھ دعا کر" یہ حدیث موقوف ہے عثمان اور اس کا بیٹا ابو مروان دونوں ضعیف راوی ہیں ان کی روایت قابلِ حجت نہیں ہے اگرچہ وہ مرفوع ہی کیوں نہ بیان کریں' چنانچہ ان کی روایت اس صورت میں کیسے حجت ہو سکتی ہے جب وہ بعض تبع تابعین سے موقوف بیان کریں؟ (اللہ جانتا ہے کہ) اس روایت کو مسلمان اہل کتاب' غیر مسلم یا ان کی کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتابوں میں کیا ہے اسی طرح اس کو ابن عساکرؒ ۱۲۹ا۔ نے اہل مدینہ کے ایک شیخ سے اس نے ابن مسعودؓ کے شاگردوں سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے اس کا قول موقوفاً ذکر کیا' لیکن اس کی سند میں بعض مجہول راوی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ملتا۔ اسی وجہ سے حتمی طور پر اس حدیث پر امام ذہبیؒ اور امام عسقلانیؒ جیسے جلیل القدر حفاظ فن نے باطل ہونے کا حکم لگایا ہے جیسا کہ ان دونوں کا قول سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ اس حدیث کے باطل ہونے پر یہ بات بھی دلالت کر رہی ہے کہ اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی تخلیق کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور یہ واقعہ جنت میں ہوا اس سے پہلے کہ حضرت آدم کو زمین پر اتارا جائے۔

لیکن ایک دوسری حدیث میں جس کی سند مذکورہ حدیث کی سند سے بہتر ہے اس میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب وہ ہندوستان گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اذان میں سنا۔ ۱۳۰۔

ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے بھی شیخ کوثری نے راہ حق سے گریز کرتے ہوئے اس حدیث کو صحیح کہہ دیا ہے جب کہ شیخ کوثری نے عبدالرحمٰن بن زید کے ضعیف ہونے کا بھی اعتراف کیا ہے لیکن بعد ازاں استدراک کرتے ہوئے اس حدیث کو صحیح کہہ رہا ہے ۱۳۱۔ البتہ راوی جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں ہے وہم کے ساتھ متہم ہے اور اس قسم کے راوی کی بعض روایات کو لیا جا سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں: راوی کے وہم نے اس کو ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ امام حاکمؒ اور ابو نعیمؒ سے اس کی صراحت گزر چکی ہے۔ پس انؒ جیسے راوی سے اس کی حدیث نہیں لی جا سکتی۔ بلکہ کوثری کا بھی یہی مسلک ہے لیکن اگر عصبیت اور خواہشِ نفسانی کا غلبہ نہ ہو تو قارئینِ کرام ملاحظہ فرمائیں کہ کوثری نے درج ذیل حدیث پر بحث کرتے ہوئے کیسے وضع کا حکم لگایا ہے ۱۳۲۔

"اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ"

خود کو بظاہر سبزہ زاروں سے محفوظ رکھو۔

جب کہ پہلے گزر چکا ہے کہ کسی حدیث پر وضع یا شدید ضعف کا فنی لحاظ سے حکم لگانا اس وقت ہوتا ہے جب اس میں راوی کذّاب ہو یا متہم بالکذب ہو اور اس کی خطائیں زیادہ ہوں۔ گزشتہ وضاحت سے قارئینِ کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ

حدیث کی صحت یا عدم صحت کا دارومدار عبدالرحمٰن بن زید پر ہے جو زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ پس اگر شیخ کوثری انصاف کا پہلو اختیار کرتے تو یقیناً اس راوی کی ذکر کردہ روایت ان کے نزدیک بھی کم از کم شدید قسم کی ضعیف ہوتی لیکن ان کا عجیب انداز ملاحظہ فرمائیں جب کہ وہ سابقہ عبارت کے بعد کہتے ہیں ۱۳۳ے کہ یہ وہ رائے ہے جو امام حاکمؒ نے اختیار کی ہے جب کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو امام مالکؒ نے مقبول سمجھتے ہوئے (جیسا کہ ابن حمید ہے اس سے روایت کیا) ابو جعفر منصور سے کہا کہ یہی تو آپ کا اور آپ کے باپ حضرت آدمؑ کا وسیلہ ہے۔

ہم شیخ کوثری سے سوال کرتے ہیں یہ بات کیسے صحیح قرار دی جا سکتی ہے کہ امام حاکمؒ نے یہ سمجھا کہ اس حدیث کو امام مالکؒ نے قبول کیا ہے کیا کسی انسان کے حافظ ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی ہر بات محفوظ ہے خواہ وہ کسی امام کی کیوں نہ ہو؟ یہ رائے تو کسی انسان کی نہیں ہے تو پھر اس قسم کے دعویٰ کے لئے نقل صریح ضروری ہے کہ امام حاکمؒ کی یہ رائے ہے ورنہ جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے تو اس نے ایسی بات کہہ دی جس کا اس کو علم نہ تھا۔ پھر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے تو کیا ضروری ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے آئمہ بھی اس کو قبول کریں جب کہ اس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہونے کا ذکر نہیں ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ روایت اسرائیلی روایات سے ہو؟ جن کو بعض مسلمان اہل کتاب جیسے کعب احبار سے روایت کرنے میں علماء نے سہل نگاری دکھائی ہے چنانچہ کعب احبار سے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ بعض روایات بیان کرتے ہیں اس کا اعتراف کوثری نے بھی کیا ہے۔ ۱۳۴ے جب ان کے لئے اس کا جواز ہے تو امام مالکؒ کے لئے اس کا جواز کیوں نہیں ہے؟ ضرور ہونا چاہئے، یقیناً ہونا چاہئے۔
اس سے ثابت ہوا کہ امام مالکؒ کا ذکر کردہ قول اس حدیث کا قوی شاہد نہیں ہو سکتا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ یہ تمام باتیں اس وقت کہی جائیں گی جب یہ بات امام مالکؒ سے ثابت ہو حالانکہ اس کا امام مالکؒ سے ثابت کرنا ممکن ہی نہیں سخت مشکل ہے۔ اس لئے کہ اس روایت کو ان سے روایت کرنے والا ابن

حمید ہے اور وہ راجح قول کے لحاظ سے کوثری کے نزدیک محمد بن حمید رازی ہے پھر اس نے ابن معینؒ کی توثیق پر اعتماد کیا ہے اور احمدؒ اور ذہلیؒ نے اس کی ستائش کی ہے اور جمہور ائمہ نے اس کو ضعیف قرار دینے میں تغافل برتا ہے بلکہ کثیر ائمہ نے اس کی تکذیب کی ہے جیسے ابوحاتمؒ' امام نسائیؒ اور ابوزرعہ ہیں اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ وہ قصدًا جھوٹ بولتا تھا اور ابن خراشؒ جیسے فاضل امام تو اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ وہ کذب بیانی کرتا تھا۔ اور صالح بن محمد ازدی کہتے ہیں کہ ابن حمید ہمیں جو احادیث بیان کرتا ہے ہم ان احادیث کے بارہ میں اس کو متہم قرار دیتے ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرتا لیکن میں نے اس سے زیادہ کوئی شخص نہیں دیکھا جو اللہ پر جھوٹ کہنے میں اتنا دلیر ہو۔ نیز انھوں نے ذکر کیا کہ میں نے سلیمان شاذکونی اور محمد بن حمید سے زیادہ ہوشیاری کے ساتھ جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا۔ اس کو اس کی تمام احادیث یاد تھیں۔ ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ میں نے ابن خزیمہؒ سے کہا کاش! استاذ صاحب آپ محمد بن حمید سے احادیث روایت کریں اس لئے کہ امام احمدؒ بن حنبل نے اس کی خوب تعریف کی ہے۔ ابن خزیمہؒ نے کہا کہ وہ اسے پہچانتے نہیں' اگر وہ اس کو جانتے ہوتے جیسا کہ ہم جانتے ہیں تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔ پس یہ تمام نصوص دلالت کر رہی ہیں کہ یہ راوی باوجود اس کے کہ اس کا حافظہ قوی تھا' کذّاب ہے اور جرح کے تمام اسباب سے زیادہ قوی اور زیادہ واضح سبب کذب بیانی ہے اس بناء پر شیخ کوثری کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ تعدیل کو جرح مفسّر پر مقدم کرے حالانکہ یہ بات اس کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اس سے وہ شخص آگاہ ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ اہل سنت اور اہل حدیث کے ساتھ کتنا شدید تعصب رکھتا ہے اور ان سے دشمنی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا (اللہ پاک اس کو معاف فرمائے)

مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جو قصہ امام مالکؒ کی طرف منسوب کرکے پیش کیا گیا وہ بالکل باطل اور من گھڑت ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کے بارہ میں ایک دوسرے انداز سے "القاعدۃ الجلیلۃ" میں تحقیق فرما کر پیش کیا ہے عنقریب اس کا ذکر ہو گا۔ نیز ابن عبدالہادیؒ نے "الصارم المنکی"

میں اس قصہ کی تحقیق کی ہے۔ جو شخص اس واقعہ کے بطلان پر مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرے۔ ان کے مطالعہ سے اطمینان حاصل ہو گا نیز اس سے اس حدیث کا موضوع ہونا بھی ثابت ہو گیا جس میں حضرت آدم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کا ذکر ہے نیز مخالفین کے مسلک کا غلط ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

میں نے اس حدیث کی تحقیق اور ان احادیث میں تفصیل سے کام لیا ہے جن کا ذکر اس سے پہلے کیا گیا ہے میں اتنی تفصیل میں نہ جاتا اگر میرا ضمیر مجھے مجبور نہ کرتا خصوصا جب مجھے کوثری کے مغالطات کا علم ہوا تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس کے مغالطات کا پردہ چاک کروں تاکہ وہ لوگ جن کو اس کا علم نہیں کہیں وہ دھوکے میں واقع نہ ہو جائیں۔ تاہم اس قدر تفصیل پر معذرت خواہ ہوں۔

پھر میں نے مذکورہ احادیث اور ان کی ہم معانی احادیث کو ایک خاص رسالے میں اکٹھا کر دیا جن سے ناجائز وسیلہ پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ رسالہ ہمارے ان رسائل کے مجموعہ ۳۵ میں چھٹا رسالہ ہے۔ رسائل کے مجموعے کا نام "تسدید الاصابہ الیٰ من زعم نصرۃ الخلفاء الراشدین والصحابہ" ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک بدعت کے رسالہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ہمیں ان کی اشاعت کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

بایں ہمہ ان احادیثِ ضعیفہ نے وسیلہ کے مسئلہ میں جن تباہ کن نتائج کو جنم دیا ہے کہ امتِ مسلمہ کی بیشتر آبادی کو شرعی وسیلہ سے ہٹا کر غیر شرعی وسیلہ کی بھٹی میں جھونک دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے (جتنا مجھے علم ہے) کہ علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ کی جانب اللہ کے کسی نام یا اس کے کسی اوصاف میں سے کسی وصف کے ساتھ وسیلہ اختیار کیا جائے اسی طرح عمل صالح سے وسیلہ پکڑنا مستحب ہے لیکن غیر شرعی وسیلہ پکڑنا اولاً درست نہیں تاہم مختلف فیہ ضرور ہے پس انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ احتیاط کی راہ اختیار کرکے اس سے دور رہا جائے اور اس حدیث پر عمل کیا جائے کہ "شک کو چھوڑ کر غیر شک کو اختیار کیا جائے" اور مشروع وسیلہ اختیار کیا جائے لیکن سخت افسوس کا مقام ہے کہ لوگ شرعی وسیلہ سے اعراض کرتے ہیں اور اس وسیلہ کی

جانب لپکتے ہیں جس میں اختلاف ہے گویا کہ "وہ ضروری ہے" اس کی سوا کوئی چارہ کار نہیں بلکہ اس کو فرائض کا مقام دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جمعہ کے روز کوئی عالم ایسا نہیں (اِلَّا مَا شَاءَ اللہ) جو دعا کرتے ہوئے غیر شرعی وسیلہ اختیار نہ کرتا ہو۔ بخلاف اس کے کہ مستحب وسیلہ پر عمل کرنے کے لئے کوئی شخص آمادہ نہیں اور یہ الفاظ سننے میں نہیں آتے' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ کے ساتھ کہ "صرف تیرے ہی لئے حمد و ثناء ہے تیرے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں بس تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو احسان فرمانے والا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے' اے وہ ذات جو جلال اور عزت والی ہے' اے وہ ذات جو زندہ ہے اور ہمیشہ قائم دائم ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔" ان کلمات میں اسم اعظم بھی ہے کہ جب اسمِ اعظم کے ساتھ پکارا جاتا ہے تو دعا قبول ہوتی ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے تو سوال پورا ہوتا ہے جیسا کہ ان کلمات کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب درست ہے۔ ۱۳٦ا

میں قارئین کرام سے دریافت کرتا ہوں' کیا آپ نے کبھی کسی شخص کی زبان سے سنا ہے کہ وہ ان کلمات یا ان کے ہم معنی کلمات کے ساتھ دعا کرتا ہو؟ البتہ میں تو سخت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے تو کبھی یہ کلمات کسی کی زبان سے نہیں سنے اور میرا ظنِ غالب یہی ہے کہ آپ کا جواب بھی میرے موافق ہو گا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ احادیثِ ضعیفہ کا لوگوں میں پھیل جانا ہے اور سنتِ صحیحہ سے ناواقف ہونا ہے۔ اے مسلمانو! تم پر فرض ہے کہ تم سنتِ صحیحہ کو علم اور عمل کے ساتھ روشن کرو تمہیں ہدایت حاصل ہو گی اور تمہیں غلبہ نصیب ہو گا۔ وسیلہ کے بارہ میں جن احادیثِ ضعیفہ کا ذکر ہو چکا ہے ان کو میں نے ایک رسالہ میں جمع کیا' اس کی طباعت کے بعد مجھے وسیلہ کے جواز پر ایک رسالہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو شمال کے زبان دراز مشائخ میں سے کسی شیخ کا تحریر کردہ تھا' یہ تناقض کے ساتھ بھرا ہوا تھا۔ جس سے اس کی انتہا درجہ کی حماقت مترشح تھی۔ جو گمراہ کن باطل باتوں' ناروا تاویلات' علماء پر بیہودہ الزامات اور اجماع سے انکار پر مشتمل تھا۔

مثال کے طور پر اس میں فوت شدہ لوگوں سے مدد مانگنے اور ان کے لئے نذر

ماننے کا جواز مہیا کیا گیا تھا۔ جو بزعم خود توحید فی الربوبیت اور توحید فی الالوہیت کے تلازم کا نظریہ رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں اس میں ایسی ایسی باتیں دیکھنے میں آئیں جن کا کوئی مسلمان عالم قائل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس شیخ نے اس میں احادیثِ ضعیفہ وغیرہ کو اپنی عادت کے مطابق جمع کر دیا جیسا کہ اس کے دیگر تمام رسائل احادیثِ ضعیفہ اور ناقابلِ اعتبار باتوں کا مجموعہ ہیں۔

کتنا اچھا ہوتا اگر وہ احادیثِ ضعیفہ کے بارہ میں خاموشی اختیار کرتا لیکن اس نے تو بعض ایسی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کا ضعیف ہونا مشہور ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے ۱۳۷ "بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے بندوں کو زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔" اس مضمون کی حدیث اور دیگر احادیث کو اس نے احادیثِ صحیحہ میں شمار کیا ہے۔ فی الوقت ان کے بارہ میں بحث کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کرام کو خبردار کیا جائے کہ اس نے وسیلہ کے مسئلہ میں احادیثِ ضعیفہ کو کتنی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ صحیح قرار دینے کی کوشش کی ہے اس کے صریح جھوٹ اور بددیانتی سے قارئین کو مطلع کرنا ضروری ہے تاکہ قارئینِ کرام ایسے لوگوں سے پرہیز کریں جو کتابیں تالیف کرتے وقت اللہ کا خوف نہیں رکھتے ان کا اصل مقصد اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل اور اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کو مزید پختہ کرنا ہوتا ہے۔

چنانچہ انسؓ کی حدیث نمبر ۲۳ جس کی سند کے ضعف کو ہم نے بیان کیا ہے اس حدیث کو اس نے صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جو وہم سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس نے کہا کہ ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے روح بن صلاح راوی کی توثیق کی ہے جب کہ ہم نے اس کے ضعف کو ثابت کیا ہے نیز ہم نے ثابت کیا ہے کہ فن جرح و تعدیل کے ماہر علماء ان دونوں کی توثیق کا اعتبار نہیں کرتے۔ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہم نے نقل میں کوثری کی خیانت کو بھی ثابت کیا ہے کہ وہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے کس قدر سرگرداں ہے؟ چنانچہ اس رسالہ کا مؤلف بھی کوثری کی اقتداء کر رہا ہے بلکہ اس سے دو قدم آگے ہے۔

چنانچہ اس نے اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد قارئین کو اس وہم میں مبتلا کیا ہے کہ حدیث صحیح ہے اس کے بعد اس نے کہا ۱۳۸ اس حدیث کے متعدد طرق ہیں ابو نعیمؒ نے "المعرفہ" میں ابن عباسؓ سے اور دیلمیؒ نے "الفردوس" میں حسن سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ حافظ سیوطیؒ نے کہا ہے جب کہ ابن عباسؓ پر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ بلکہ حافظ سیوطیؒ پر بھی اتہام کیا ہے۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں انسؓ کی حدیث کا کوئی لفظ شاہد نہیں ہے یعنی انسؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ قَبْلِيْ فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۱۳۹۔

جب کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ اس سے ذکر کردہ زیادتی کا ضعف واضح ہے گُویا کہ اس کی تقویت ہو لیکن اس سے مؤلف کی بزدلانہ خواہش کی تکمیل نہیں ہو پاتی ہے۔

اور عمرؓ کی حدیث نمبر ۲۵ کی تخریج کے بارہ میں اس نے کہا ۱۴۰ کہ اس کو امام بیہقیؒ نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا۔ جب کہ امام بیہقیؒ نے التزام کیا ہے کہ وہ اس کتاب میں کسی موضوع حدیث کو ذکر نہیں کریں گے۔

میں کہتا ہوں: اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب: امام بیہقیؒ کے اس التزام کو ہم تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ امام بیہقیؒ نے اس کتاب میں متعدد موضوع احادیث ذکر کی ہیں اور بعض ناقدین فن نے اس کی وضاحت بھی کی ہے اور جو اہل علم "احادیث الضعیفہ والموضوعہ" کے مقالات کا تتبع کرے گا وہ ان امثلہ پہ اطلاع پا سکے گا۔ سردست اس کی دلیل یہی حدیث کافی ہے کہ حافظ ذہبیؒ اور امام عسقلانیؒ نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ اس کے باوجود تعجب ہے کہ مؤلف ان دونوں کے فیصلے سے چشم پوشی کر رہا ہے حالانکہ فنِ رجال میں یہ دونوں امام سند کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مؤلف متشابہ کلام کے ساتھ تمسک اختیار کرتا ہے۔

دوسرا جواب: امام بیہقیؒ نے اس کا ذکر "دلائل النبوۃ" میں کیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام بیہقیؒ کا قول پہلے نقل ہو چکا ہے پس اگر

حدیث اس کے نزدیک موضوع نہیں ہے تو ضعیف تو ضرور ہے۔ پس شیخ پر حجت قائم ہو گئی جو کلام کے ہیر پھیر سے اس کو صحیح بنانا چاہتا تھا۔ پھر مؤلف نے ذکر کیا کہ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کو صحیح کہا ہے لیکن حدیث پر امام ذہبیؒ کے تعاقب سے چشم پوشی اختیار کی جس میں وہ صراحتاً حدیث کو موضوع کہتے ہیں جیسا کہ حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حالت سے چشم پوشی کی ہے۔ جس کا حال معلوم نہیں یا وہ متہم ہے نیز امام ہیثمیؒ کے قول سے بھی اغماض کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حدیث میں ایسے راوی بھی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

اس مولف اور اس جیسے دوسرے مؤلفین کی عجیب بات یہ ہے کہ ان کا خیال ہے کہ اجتہاد کا دروازہ لوگوں پر بند ہو چکا ہے پس اب نہ کسی حدیث کی تصحیح میں، نہ تضعیف میں، نہ فقہی مسائل کی ترجیح اور تفریع میں ہرگز اجتہاد جائز نہیں ہے۔ باوجود اس کے پھر وہ ایسے مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن کے بارہ میں انہیں علم نہیں ہوتا بالخصوص حدیث کے مسائل متخصص فی الحدیث اہل علم کی قیمتی باتوں کو دیواروں پر پھینک دیتے ہیں مزید برآں وہ تقلید کرنے میں بلا دلیل تقلید کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔ وگرنہ آپ ہمیں بتائیں، ہم ان کو حلف دے کر سوال کرتے ہیں کہ جب امام حاکمؒ کسی حدیث کو صحیح کہہ دیں جب کہ امام حاکمؒ کا تساہل معروف ہے اور امام ذہبیؒ، امام ہیثمیؒ اور امام عسقلانیؒ جیسے صاحب فن اس کی تردید کریں تو کیا ایسی حالت میں امام حاکمؒ کے صحیح قرار دینے کو تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ البتہ جہالت کے دلدادہ یا مطلب پرست لوگ امام حاکمؒ کی صحت کو قبول کر سکتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں خواہش نفس کی پیروی سے محفوظ فرما کہ کہیں یہ ہمیں تیری راہ سے گمراہ نہ کر دے۔

نیز مؤلف کا خیال ۱۳۱ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک اس حدیث کے شاہد کا مقام صحیح ہے جب کہ امام مالکؒ نے خلیفہ عباسی سے کہا کہ آپ اپنی ذات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتے ہیں جب کہ وہ آپ اور آپ کے باپ کا وسیلہ ہیں؟

ہم نے اس واقعہ کے باطل ہونے کے بارے میں وضاحت کر دی ہے کہ اس واقعہ کی نسبت امام مالکؒ کی جانب کرنا صحیح نہیں ہے اور رسالے کے مولف کو

مسائل کی تحقیق کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اس کے نزدیک کسی واقعہ کا ثابت ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں جب کہ واقعہ سے اس کی بدعت کو تقویت اور خواہشِ نفسانی کو تسکین ہوتی ہے تو وہ اس کا ذکر کر دیتا ہے۔ زیر بحث مسئلہ وسیلہ کا ہے اس سے اس کا مقصود غیر شرعی وسیلہ کو ثابت کرنا ہے۔

اس رسالہ کے مؤلف کی بے باکی اور دیدہ دلیری جہالت کی کرشمہ سازی سے ہے کہ وہ وضاحت کرتا ہے ۱۴۲ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء، اولیاء اور نیک لوگوں سے مدد لینا درست ہے۔ اور (معاذ اللہ) اس بدعتی ابن تیمیہؒ کے وجود سے قبل اُمتِ مسلمہ کا اس مسئلہ پر اجماع تھا۔ یہ شخص آٹھویں صدی ہجری میں نمودار ہوا اور اس نے بدعات کا جال پھیلا دیا۔

اولاً: ہم کہتے ہیں کہ مؤلف کی جہالت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے معلوم تک نہیں کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ کا کب ظہور ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ شیخ الاسلامؒ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور آٹھویں صدی کے آغاز ۷۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

ثانیاً: ہم کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کے انکار کی ایسے بعض ائمہ متقدمین نے صراحت کی ہے جن کا علم و فضل مسلم ہے اور اسی کتاب کی حدیث نمبر ۲۲ کی تحقیق میں امام ابوحنیفہؒ کا قول علماءِ احناف کی کتابوں سے نقل کیا ہے جن پر انہیں اعتماد حاصل ہے نیز ان کتابوں میں صاحبین امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ سے بھی اس مضمون کا قول مذکور ہے جس سے ان بدعتیوں کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں۔ ہم اس شخص سے دریافت کرتے ہیں (جو اس مسئلہ میں نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتا ہے اور اجماع کا مدعی ہے) کہ وہ آپ کا خیالی اجماع کہاں ہے؟ اور اجماع پر عظیم افتراء یہ ہے کہ اس رسالے کا مؤلف اجماع خیالی کا سہارا لے کر فوت شدہ نیک لوگوں سے مدد مانگنے کو جائز قرار دیتا ہے جب کہ یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ بحمد اللہ اُمت کے اسلاف علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ ہم مؤلف اور اس جیسے دوسرے بزعم خویش علماء کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ وسیلہ غیر شرعی کے جواز پر کسی نص کے ساتھ ملتی جلتی دلیل ہی پیش کریں، جب کہ ان کے متاخرین علماء کی

کتابوں میں اس کے خلاف حکم موجود ہے۔ اگر مقام کی تنگ دامانی شامل حال نہ ہوتی تو ہم ان سے بعض نصوص ذکر کرتے۔

اور ابوسعید خدریؓ کی حدیث نمبر ۲۴ ذکر کرنے کے بعد مؤلف رسالہ نے صرف اس پر اکتفا کیا ہے ۱۴۳ کہ بعض علماء سے اس کے "حسن" ہونے کو نقل کیا ہے۔ ہم نے چند وجوہ سے اس کی غلطیوں کو بیان کیا ہے جن کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اب دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیال رہے کہ مؤلف رسالہ کو علمی تحقیق سے ہرگز دلچسپی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا شمار ہی محققین علماء سے نہیں ہوتا نہ ہی وہ اسکا استحقاق رکھتا ہے۔ اس کا مشغلہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفسانی کی تائید میں وہم و گمان والی باتوں کو پیش کرتا ہے اگرچہ وہ ضعیف کے لحاظ سے چاند کی کرنوں یا مردوں کی مدد کی طرح لاشئی ہی کیوں نہ ہو۔ اس مناسبت سے میں چاہتا ہوں کہ مختصر الفاظ میں مؤلف رسالہ کے اس حدیث سے غیر شرعی وسیلہ کے اثبات پر تبصرہ کروں غور فرمائیں۔

"اللہ پاک سے سوال کرنے والوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے"

اگر یہ حدیث اور اس کے ہم معنی مترادف احادیث صحیح ہیں تو ان میں ہرگز اللہ کی طرف مخلوق کے توسّل کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ پاک کی طرف اس کی صفات میں سے کسی صفت کا وسیلہ اختیار کرنا ہے اور وہ صفت اللہ پاک کا دعاؤں کو قبول کرنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ شرعی وسیلہ ہے اور اس میں کچھ نزاع نہیں ہے انصاف کے دامن کو تھام کر غور فرمائیں تو آپ محسوس کریں گے کہ اس مؤلف کا حدیث کے بعد یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ اور مردہ لوگوں کا وسیلہ پکڑا ہے جو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والے تھے۔

اس کے بارہ میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اس کے کلمات میں تحریف ہے تو ہم کہتے ہیں اگر "حق السائلین" والی حدیث صحیح ہے تو آپؐ نے اس کے ساتھ وسیلہ اختیار کیا ہے اسی طرح اللہ کی طرف جانے کے حق کا وسیلہ اختیار کرکے دعا کرنا کہ اللہ پاک اپنے بندے کو بدلہ عطا فرمائے۔ یہ بھی اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ یہ وسیلہ درست ہے لیکن غیر شرعی وسیلہ تو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ نہیں

ہوتا غیر کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس خاموش کرا دینے والے جواب کے آخر میں قارئین کرام کو دو باتوں کی جانب متنبہ کرنا مقصود ہے جو مذکورہ رسالہ میں درج ہیں۔

پہلی بات: نابینا انسان کی حدیث ہے ۱۳۴ جس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ اس کے بعد عثمان بن حنیف کے واقعہ کا ایک ضرورت مند انسان کے ساتھ ذکر ہے اور اس نے کس انداز سے شکوہ کیا کہ وہ عثمانؓ بن عفان کی خدمت میں جاتا ہے لیکن وہ اس کی جانب دھیان نہیں دیتے تو اس (ضرورت مند شخص) کو عثمان بن حنیف نے حکم دیا کہ وہ نابینا انسان والی دعا کرے۔ چنانچہ وہ عثمانؓ بن عفان کے پاس پہنچا انہوں نے اس کا کام کر دیا۔ اس طرح رسالہ کے مؤلف نے اس واقعہ کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا جائز ہے ہم اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

پہلا جواب: یہ واقعہ موقوف روایت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی ذات کے ساتھ ہرگز وسیلہ اختیار نہیں کیا اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کو اس بات کا علم تھا کہ آپؐ کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنے کا مطلب آپؐ کی دعا کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا ہے اور یہ ممکن نہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

دوسرا جواب: یہ واقعہ ابن حنیف سے ثابت نہیں ہے اس کی وضاحت ہمارے رسالہ "التوسّل" میں مذکور ہے اور اشارتاً" اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

دوسری بات: رسالہ کے مؤلف نے بلالؓ بن حارث مزنی صحابی کا ذکر کیا ہے ۱۳۵ کہ جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں قحط رونما ہوا تو وہ صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور آپؐ کو آواز دیتے ہوئے کہا' اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی اُمّت پر بارش نازل فرمائیں' وہ تو قحط سالی کی وجہ سے مر رہے ہیں۔

لیکن یہ واقعہ ثابت نہیں ہے رسالہ کے مؤلف نے ائمہ کرام کے کلام میں تبدیلی کرتے ہوئے اور اپنے سے ماقبل بعض خواہش پرست لوگوں کی تقلید کرتے

ہوئے اس کے صحیح ہونے کا وہم دلایا ہے۔
تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ "التوسّل" ملاحظہ فرمائیں۔

۲۶ - اَلحِدَّةُ تَعْتَرِی بِخِیَارِ اُمَّتِی.

تیزئ طبع میری اُمت کے بہترین لوگوں کا وصف ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کو امام طبرانیؒ ۳۹؍۱' ابن عدیؒ ۲۷؍۱' اور المخلصؒ ۳۸؍۱ نے "الفوائد المنتقاۃ" میں سلام طویل سے اس نے فضل بن عطیہ سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً ذکر کیا:

مخلصؒ کا قول ہے کہ امام بغویؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور "سلام طویل" راوی کی حدیث شدید ضعف والی ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصل خرابی یہ "سلام طویل" راوی ہے اور یہی بات درست ہے۔ لیکن ابن جوزیؒ نے "الواھیات" میں اس کے خلاف رائے دی ہے۔ امام مناویؒ نے اس سے "المفیض" میں نقل کیا ہے اس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث میں متعدد خرابیاں ہیں "سلام طویل" راوی متروک ہے اسی طرح فضل بن عطیہ راوی بھی متروک ہے اور اس حدیث میں اصل مصیبت یہی راوی ہے۔

میں کہتا ہوں: فضل بن عطیہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن متہم نہیں ہے لیکن "سلام طویل" راوی کو متعدد محدّثین نے کذب اور وضع کے ساتھ متہم کیا ہے لہٰذا اس کو اس وصف پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے البتہ وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کا متابع محمد بن فضل ہے جو اس حدیث کو اپنے والد سے بیان کرتا ہے اس کو ابونعیم نے "اخبار اصبہان" میں ۱۴۹؍۱ اور خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" ۱۵۰؍۱ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ محمد بن فضل راوی کذاب ہے اس کی متابعت پر خوش نہ ہوا جائے۔ ابن معینؒ ' فلاسؒ اور ان کے علاوہ دیگر آئمہ فن نے اس کو کذاب کہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو متابعت کا علم نہیں ہو سکا۔ اسی لئے انہوں نے "المقاصد الحسنہ" میں حدیث کو "سلام طویل" کی وجہ سے معلول ۱۸۱؍۱ قرار دیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ یہ راوی متروک ہے اور اس کی نسبت "ابویعلیٰ" اور "طبرانی" کی طرف کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث اس لحاظ سے شدید ضعیف ہے لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہے جس کی سند اس سے بہتر ہے اس کو حسن بن سفیان نے اپنی کتاب "المسند" اور بشر بن مطر نے اپنی کتاب "حدیث" ۱۵۲ھ میں اور ابن مندہؒ نے "معرفہ الصحابہ" ۱۵۳ھ اور ابو نعیمؒ نے "اخبار اصبہان" ۱۵۴ھ اور خطیب بغدادیؒ نے "الموضح" ۱۵۵ھ میں درید بن نافع سے اس نے ابو منصور فارسی سے اس حدیث کو مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ اس کی سند ضعیف ہے اس کے لئے ابو منصور کے صحابی ہونے کے بارہ میں اختلاف کیا گیا ہے امام بخاریؒ کا قول ہے کہ اس کی حدیث مرسل ہے اور اس سے روایت کرنے والے درید راوی کے بارہ میں ابوحاتم کا قول ہے کہ وہ شیخ ہے جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ کی "الجرح و التعدیل" میں ہے اور "ثقات" میں ابن حبانؒ کا قول ہے ۱۵۷ھ کہ وہ مستقیم الحدیث ہے نیز اس حدیث میں اس راوی کے لحاظ سے اضطراب ہے جن رواۃ کا ہم نے ذکر کیا ہے انہوں نے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس سے خطیب بغدادیؒ نے دوسرے طریق سے اس نے منصور بن عباس کے غلام سے مرفوعا ذکر کیا ہے (واللہ اعلم)

نیز یہ حدیث دیگر الفاظ اور دیگر طرق کے ساتھ مروی ہے وہ بھی کذاب رواۃ سے خالی نہیں، ان میں سے تین احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷ - اَلْحِدَّةُ تَعْتَرِيْ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ؛ لِعِزَّةِ الْقُرْآنِ فِيْ اَجْوَافِهِمْ.

تیزیِ طبع قرآن پاک کے حاملین میں اس لئے ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں قرآن پاک کی عظمت جاگزیں ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام سیوطیؒ نے اس کو "الجامع الصغیر" میں ابن عدیؒ کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے، ابن عدیؒ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ "الجامع الصغیر" کے شارح امام مناویؒ کا قول ہے کہ اس روایت میں وہب بن وہب بن کثیر راوی کے بارہ میں صاحب "میزان" نے ابن معینؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ امام احمدؒ کا قول کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں اس سے

مروی چند احادیث کا ذکر کیا آخر میں اس حدیث کو پیش کیا اور فیصلہ کیا کہ یہ سب احادیث منکر ہیں۔

۲۸ - اَلْحِدَّةُ لَا تَكُوْنُ اِلَّا فِیْ صَالِحِیْ اُمَّتِیْ وَاَبْرَارِهَا، ثُمَّ تَفِیْءُ.

تیزیِ طبع صرف میری اُمت کے صالحین اور نیک لوگوں میں ہوگی پھر تیزی ختم بھی ہو جاتی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے' اس حدیث کو ابن بشران نے "الامالی" ۱۵۸ھ میں بشر بن حسین سے اس نے زبیر بن عدی سے اس نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مرفوعا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: بشر راوی کذاب ہے اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے دیلمیؒ کی روایت کے ساتھ "مسند الفردوس" میں انسؓ سے بیان کیا اور اس کے شارح امام مناویؒ نے کہا ہے کہ اس کو دیلمیؒ نے بشر بن حسین سے' اس نے زبیر بن عدی سے اس نے انسؓ سے بیان کیا۔ بشر کے بارے میں امام ذہبیؒ نے امام دارقطنیؒ کا قول ذکر کیا کہ وہ متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں اس کے حالات کے ضمن میں مزید ابوحاتم کا قول ذکر کیا کہ یہ راوی زبیر پر کذب بیانی کرتا ہے ابن حبانؒ کا قول ہے کہ بشر بن حسین اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک مجموعہ سے احادیث بیان کرتا اس میں تقریباً ڈیڑھ سو احادیث ہوں گی۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث بھی اسی مجموعہ سے ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے لیکن الفاظ یہ ہیں۔ "قرآن پاک کے حاملین سے زیادہ کوئی شخص تیزیِ طبع نہیں رکھتا' اس کا سبب اس کے دل میں قرآن کی عظمت کا ہونا ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ اس کو عقیلیؒ نے "ضعفاء" ۱۵۹ھ میں بشر کے طریق سے بیان کیا۔ نیز کچھ اور احادیث ذکر کیں اور بیان کیا کہ اس سے اس حدیث کی مانند مروی تمام احادیث منکر ہیں۔

نیز اس حدیث کو امام سیوطیؒ "الابانہ" میں ابونصر سجزی کی روایت کے ساتھ اور دیلمیؒ "مسند الفردوس" میں انسؓ سے لائے ہیں اور امام مناویؒ نے اس کا تعاقب اس چیز کے ساتھ کیا ہے جس کو ہم نے امام ذہبیؒ سے نقل کیا کہ ابوحاتم نے بشر راوی کو کذاب کہا ہے۔ نیز مزید بیان کیا کہ "لسان المیزان" میں ابن حبانؒ کا قول ہے کہ اس حدیث کو صرف بطور تعجب کے دیکھا جائے جس کو اس نے زبیر سے روایت کیا ہے اور طیالسیؒ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے۔

نیز عجیب و غریب باتوں میں سے یہ ہے کہ امام سیوطیؒ معاذؓ اور انسؓ کی حدیث کو "ذیل الاحادیث الموضوعہ" میں ابن جوزیؒ پر استدراک کرتے ہوئے دو الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے پھر ان دونوں احادیث کو "الجامع الصغیر" میں ذکر کر دیا ہے حالانکہ اس کے مقدمہ میں اس کی طرف سے صراحت ہے کہ اس نے اس کتاب کو ایسی احادیث سے محفوظ کیا ہے جن میں کوئی راوی کذّاب یا وضّاع ہے اور یہ تمام احادیث کذّاب رواۃ سے مروی ہیں۔

۲۹ - خِيَارُ أُمَّتِيْ أَحِدَّاؤُهُمْ، إِذَا غَضِبُوْا: رَجَعُوْا.

میری اُمّت کے بہترین لوگ تیز طبیعت والے ہیں کہ جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو غصہ بھی جلد ختم کر دیتے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث بالکل باطل ہے، اس حدیث کو عقیلیؒ نے "الضعفاء" ۲۹۰ھ اور تمامؒ نے "الفوائد" ۱۱۱ھ اور ابن شاذان نے "فوائد ابن قانع وغیرہ" ۱۴۴ھ میں اور السلفی نے "الطیوریات" ۱۶۳ھ میں عبداللہ بن قنبر کے طریق سے اس نے اپنے والد سے حدیث بیان کی۔ اس نے علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کی ہے۔ عقیلیؒ نے حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا کہ عبداللہ راوی کی اس حدیث کو مضبوط بنانے کے لحاظ سے کسی نے اس حدیث کی متابعت نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: عبداللہ کے بارہ میں امام ازدیؒ نے بیان کیا کہ محدّثین نے اس سے حدیث لینا چھوڑ دیا تھا۔ اور امام ذہبیؒ نے اس راوی کے حالات بیان کرتے

ہوئے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کو باطل حدیث قرار دیا ہے نیز حافظ عسقلانیؒ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے بھی "اوسط" میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں نعیم بن سالم بن قنبر ہے اور وہ کذاب ہے جیسا کہ امام ہیثمیؒ ۱۶۴ھ اور امام سخاویؒ ۱۶۵ھ نے بھی یہی بات کہی ہے اور امام بیہقیؒ کی "شعب الایمان" کی جانب اس حدیث کو منسوب کیا ہے اور حافظ عراقیؒ "تخریج الاحیاء" ۱۶۶ھ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن حافظ عراقیؒ کا اس حدیث کو ضعیف کہنا کوتاہی ہے ہاں! اگر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ موضوع حدیث بھی تو ضعیف حدیث کی قسم ہے تو پھر کچھ اشکال نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ گرم مزاجی کے بارہ میں مذکورہ تمام احادیث موضوع ہیں البتہ درید راوی کی حدیث جو اس نے ابو منصور فارسی سے روایت کی ہے جس کے الفاظ حدیث نمبر۳۶ میں گزر چکے ہیں وہ بوجہ مرسل ہونے کے ضعیف ہے (واللہ اعلم)

ان باطل اور غلط قسم کی احادیث کے نتائج یہ ہیں کہ یہ انسان کو اس بات کا سبق دیتی ہیں کہ انسان تیزی اور جلد بازی کے مزاج میں تبدیلی نہ کرے اور اس کو تبدیل کرنے کے لئے کسی نسخہ پر عمل نہ کرے اس لئے کہ یہ مومن کا خلق ہے۔ چنانچہ اس طرح کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

ازھر یونیورسٹی سے فارغ التحصیل شیخ کے ساتھ کسی مسئلہ میں میرا مناظرہ ہوا اب مجھے یاد نہیں کہ کس مسئلہ پر مناظرہ ہوا تھا دوران مناظرہ وہ گفتگو میں بہت تیز ہو گئے۔ میں نے کہا کہ برافروختہ نہ ہوں انہوں نے دلیل میں یہی حدیث پیش کی۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے یہ سن کر وہ مزید بگڑ گئے اور ازھر یونیورسٹی کا سرٹیفکیٹ ذکر کرتے ہوئے مجھ پر اترانے لگے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ کے پاس بھی کسی یونیورسٹی کا سرٹیفکیٹ ہے تو لائیں تاکہ پتہ چلے کہ آپ میری بات کا کیسے انکار کر رہے ہیں۔ میں نے جواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنایا کہ "تم میں سے جو شخص بھی کسی غلط کام کو دیکھے تو وہ اس کی اصلاح کرے" (الحدیث)

۳۰ - اَلْخَيْرُ فِیَّ وَفِیْ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

مجھ میں اور میری اُمّت میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت ہے۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، "مقاصد" کے مؤلف نے بیان کیا کہ ہمارے شیخ ابن حجر عسقلانیؒ کا قول ہے کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ اور مشہور فقیہ ابن حجر ہیتمیؒ نے "الفتاوی الحدیثیہ" میں کہا ہے کہ یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں: اسی لئے اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "ذیل الاحادیث الموضوعہ" میں ذکر کیا ہے لیکن اس بے اصل حدیث کے ذکر کرنے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے کہ "میری اُمّت سے ایک گروہ حق پر ثابت قدم رہے گا جو ان کی مدد نہیں کرے گا وہ انہیں کچھ ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

۳۱ - اَلدُّنْيَا خُطْوَةُ رَجُلٍ مُؤْمِنٍ.

دنیا مسلمان کا راستہ ہے۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا "الفتاوی الحدیثیہ" ۱۲۹ھ میں قول ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے آئمہ اسلاف سے معلوم نہیں ہے۔ امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "ذیل الاحادیث الموضوعہ" ۲۰۷ھ میں ذکر کیا ہے۔

۳۲ - اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْاٰخِرَةِ، وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْيَا، وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ اللّٰهِ.

دنیا آخرت والوں پر حرام ہے اور آخرت دنیا والوں پر حرام ہے نیز دنیا اور آخرت دونوں اللہ والوں پر حرام ہے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کا شمار ان احادیث میں ہوتا ہے جن کے ساتھ امام سیوطیؒ نے "الجامع الصغیر" کی زینت اور حسن کو ختم کر دیا ہے۔ اور امام سیوطیؒ نے اس حدیث کی نسبت دیلمیؒ کی طرف کی ہے کہ اس نے اس حدیث کو "مسند الفردوس" میں ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے۔ امام مناویؒ نے اس کی تحقیق میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں جبلہ بن سلیمان راوی ہے جس کو امام ذہبیؒ نے ضعیف راویوں میں داخل کیا ہے۔ نیز ابن معینؒ کا قول پیش کیا ہے کہ راوی ثقہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: مناسب یہی ہے کہ جس راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے وہ ثقہ نہیں ہے بلکہ وہ کذّاب اور کبر و نخوت کا مجسمہ ہے۔ یہ حدیث بالکل باطل لاشئی ہے اس کے باطل ہونے میں کسی عقلمند ایمان دار کو ہرگز شک و شبہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' آخرت کے ساتھ محبت رکھنے والے ایماندار لوگوں کے لئے دنیا اور اس کی پاکیزہ حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانے سے کیسے روک سکتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۱۷۱

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کی تمام اشیاء کو تمہارے فائدہ کے لئے پیدا فرمایا۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۱۷۲

ترجمہ: (اے پیغمبر) ان لوگوں کو کہہ دیجئے کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دیجئے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔

پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت دونوں کو اللہ والوں پر حرام کر دیا ہے؟ اور اللہ والے وہی ہیں جو قرآن پاک پر عمل پیرا ہیں اور اس کی آیات تلاوت کرتے ہوئے قیام کرتے ہیں اور آخرت' جنت اور دوزخ کا نام ہے۔ اللہ والوں پر اللہ پاک نے دوزخ کو حرام کر دیا ہے اور اس کے

بارے خبر دی ہے جیسا کہ مومنوں کے لئے جنت کو واجب کر دیا ہے پس یہ کذاب کیسے کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر آخرت کو حرام کر دیا ہے حالانکہ آخرت میں جنت بھی ہے جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے نیز جنت میں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور وہ اللہ پاک کا دیدار ہے ارشاد ربانی ہے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ ۱۷۳ے

(ترجمہ) اس دن بہت سے چہرے رونق والے ہوں گے اور اپنے پروردگار کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ پاک کا دیدار آخرت میں ہو گا۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے کہ جب جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں تو (ان سے مخاطب ہو کر) اللہ پاک دریافت کریں گے، تمہیں کس چیز کی تمنا ہے کہ میں تمہیں مزید عطا کروں؟ وہ جواب دیں گے (اے اللہ!) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اور ہمیں دوزخ سے نجات نہیں بخشی؟ (راوی بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی ذات سے پردہ کھل جائے گا۔ تو انہیں کوئی نعمت اللہ پاک کے دیدار سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی۔ ۱۷۴ے پھر آپؐ نے ذیل کی آیت تلاوت فرمائی۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۱۷۵ے

جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جنت ہے اور مزید بھی۔

میرا تجزیہ یہ ہے کہ اس حدیث کا واضع ایک جاہل صوفی انسان تھا۔ اس حدیث کے وضع کرنے سے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں صوفیاء کے باطل عقائد کی نشر و اشاعت کی جائے۔ ان میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ پاک نے حلال فرمایا ہے ان کو حرام قرار دیا جائے تاکہ نفس کی اصلاح ہو سکے معلوم ہوا کہ شارع علیہ السلام نے اصلاحِ نفس کے لئے اللہ کی جانب سے جو نسخہ پیش کیا ہے اس میں اصلاحِ نفس کا علاج نہیں ہے گویا کہ صوفیاء اللہ پاک کی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ہم حافظ ابن جوزیؒ کی کتاب "تلبیس ابلیس" ۱۷۶ے کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جس میں صوفیاء کی تلبیسات اور شیطانی ہتھکنڈوں کا

تفصیل کے ساتھ ذکر ہے نیز یہ کتاب عجائبات کا مرقع ہے۔

۳۳ - اَلدُّنْيَا ضَرَّةُ الْآخِرَةِ.

دنیا آخرت کی سوکن ہے۔

تحقیق : یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں جیسا کہ "الکشف" وغیرہ میں ہے البتہ اس کی مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نقل کیا گیا ہے۔

۳۴ - اِحْذَرُوا الدُّنْيَا ، فَإِنَّهَا أَسْحَرُ مِنْ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ.

دنیا سے کنارہ کش رہو اس لئے کہ دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے۔

تحقیق : یہ حدیث منکر ہے' اس کا کوئی اصل نہیں ہے حافظ عراقیؒ نے اس کو "تخریج الاحیاء" ۳/۱۷۷ میں بیان کیا ہے اس کو ابن ابی الدنیاؒ نے اور امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں ابن ابی الدّنیا کے طریق سے ابوالدرداء رھاوی سے مرسل روایت کیا ہے۔ نیز امام بیہقیؒ کا قول ہے کہ بعض نے ابوالدرداء سے اس نے ایک صحابی سے بیان کیا امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ ابوالدرداء کا کچھ علم نہیں کہ یہ کون ہے۔ نیز اس نے کہا کہ یہ حدیث منکر اور بے اصل ہے۔

میں کہتا ہوں : حافظ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" ۸/۱۷ میں اس کا اقرار کیا ہے اور جس شخص کا یہ خیال ہے کہ یہ ابوالدرداء صحابی ہے وہ خطا پر ہے اور بظاہر امام سیوطیؒ کی "الجامع" میں یہی رائے ہے جب کہ انہوں نے ابوالدرداء کو مقید ذکر نہیں کیا۔ عدم تقیید میں امام مناویؒ بھی انہی کی روش پر ہیں جب کہ انہوں نے ابوالدرداء کے ساتھ کسی لفظ کا ذکر نہیں کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث کا کچھ حوالہ نہیں ہے یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں ہشام بن عمار (اصل میں کمال ہے اور یہ تحریف ہے) کے بارہ میں امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ ابوحاتمؒ نے کہا کہ یہ راوی صدوق ہے البتہ اس کے حافظہ میں تغیر رونما ہو گیا تھا۔ اور جب اس کو

تلقین کی جاتی تو وہ تلقین قبول کرتا تھا۔ ابوداؤد کا قول ہے کہ اس نے چار سو سے زائد احادیث بیان کی ہیں جن کا کچھ اصل نہیں۔ لیکن اس علت پر اعتراض ہے اس لئے کہ ابوالدرداء سے یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے جیسا کہ "لسان المیزان" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے پس حقیقی علت تو ابوالدرداء کا مجہول ہونا ہے۔ نیز اس کو ابن عساکر ۱۷۹ نے اِرطاہ بن منذر کا قول بتایا ہے جب کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات سے ہے۔

۳۵ - مَنْ اَذَّنَ؛ فَلْيُقِمْ.

جو شخص اذان کہے اسے چاہئے کہ وہی تکبیر کہے۔

تحقیق: ان الفاظ کی ساتھ حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' البتہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ جو شخص اذان کہے وہی تکبیر کہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ' امام ترمذیؒ اور ابونعیمؒ نے "اخبار اصبہان" ۱۸۰ میں اور ابن عساکر ۱۸۱ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے عبدالرحمان بن زیاد افریقی کے طریق سے اس نے زیاد بن نعیم حضرمی سے اس نے زیاد بن حارث صدائی سے مرفوع بیان کیا لیکن افریقی کی وجہ سے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ "تقریب" میں حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ افریقی حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو ضعیف قرار دینے کے بعد کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو افریقی کے طریق سے پہچانتے ہیں جو کہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ نیز امام بغویؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ کی "المجموع" ۱۸۲ میں ہے اور امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ۱۸۳ البتہ ابن عساکرؒ کا اس حدیث کو حسن قرار دینا شاید اس سے مقصود معنوی حسن ہے اور بعض ہم عصر فضلاء افریقی کو ثقہ قرار دیتے ہیں اس بنیاد پر بعض کا خیال ہے کہ افریقی کی حدیث صحیح ہے لیکن یہ خیال جرح و تعدیل کے مسلّمہ قاعدہ کے خلاف ہے کہ جب جرح کا سبب معلوم ہو جائے تو جرح کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے۔ اور اس مقام پر جرح کا سبب

ظاہر ہے کہ افریقی کا حافظہ خراب تھا۔ اور سفیان ثوریؒ نے افریقی کی اس حدیث اور اس کی دیگر احادیث کا انکار کیا ہے۔ نیز حدیث ابن عمرؓ سے مروی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے اس حدیث کو عبد بن حمید نے "المنتخب من مسندہ" ۱۸۴ھ اور ابو امیہ طرسوی نے "مسند ابن عمر" ۱۸۵ھ اور امام بیہقیؒ اور امام طبرانیؒ ۱۸۶ھ نے اور عقیلیؒ نے "الضعفاء" میں ذکر کیا ہے۔ نیز امام بیہقیؒ نے اس کو ضعیف کہا کہ اس حدیث میں سعید بن راشد راوی متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے "التلخیص" ۱۸۸ھ میں اسی قسم کی بات کی ہے انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو ابوحاتم رازیؒ اور ابن حبانؒ نے "الضعفاء" میں ضعیف کہا ہے اور اس سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "اربعون حدیثا" ۱۸۹ھ میں روایت کیا۔

میں کہتا ہوں : ابوحاتمؒ کے کلام کی صراحت جیسا کہ "علل الحدیث" ۱۹۰ھ میں ہے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا' اس نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور سعید راوی ضعیف الحدیث ہے' کبھی متروک الحدیث بھی کہا ہے۔

میں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر تفصیل کے ساتھ "ضعیف سنن ابی داؤد" میں بحث کی ہے لیکن ابن عمرؓ کی حدیث کے بعد عقیلیؒ کا قول کہ یہ متن اس سند کے علاوہ بھی صالح کے طریق سے مروی ہے۔ اگر افریقی کا طریق مراد ہے تو وہ قابل تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ اب اس کا ضعف معلوم کر چکے ہیں اور خود عقیلیؒ نے اس کو "الضعفاء" میں شامل کیا ہے ۱۹۱ھ اور اگر کوئی تیسرا طریق ہے تو میں اسے نہیں جانتا۔ نیز اس کو ابن عدیؒ نے ۱۹۲ھ ابن عباسؓ سے ذکر کیا۔ اس کی سند میں محمد بن فضل بن عطیہ ہے اور وہ متہم با لکذب ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ابن عدیؒ کا قول ہے کہ اس کی اکثر احادیث ایسی ہیں کہ ثقہ رواۃ اس کی متابعت نہیں کرتے۔

اس حدیث کے قبیح نتائج میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس کی بنیاد پر نمازیوں میں جھگڑا رونما ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے جھگڑے بارہا دیکھنے میں آتے ہیں خاص طور پر اس وقت جب اذان کہنے والا کسی عذر کی وجہ سے بروقت مسجد میں نہیں پہنچتا اور کچھ نمازی چاہتے ہیں کہ جماعت کھڑی ہو جائے۔ اس پر کچھ نمازی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تکبیر کا حق مؤذن کا ہے اس

لئے نماز کھڑی نہ کی جائے ان اعتراض کرنے والوں کو یہ علم نہیں کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا درست نہیں کجا اس کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب جلدی کرنے سے روکا جائے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد نماز قائم کرنا ہے۔

۳۶ - حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ.

وطن کی محبت ایمان سے ہے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے' جیسا کہ امام صنعانیؒ ؁۶۵۰ھ اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے۔ پھر اس کا مفہوم بھی درست نہیں اس لئے کہ وطن کی محبت' نفس اور مال کی محبت کی مانند ہے ان میں ہر ایک کی محبت انسان میں مرکوز ہے لہذا ان کی محبت کی وجہ سے انسان قابلِ ستائش نہیں اور نہ ہی یہ محبت ایمان کے لوازمات میں سے ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ تمام لوگ اس محبت میں شریک ہیں' مومن اور کافر میں اس محبت کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں۔ سبھی وطن سے محبت رکھتے ہیں۔

۳۷ - يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ هُمْ فِيهِ ذِئَابٌ، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذِئْبًا؛ أَكَلَتْهُ الذِّئَابُ.

لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ وہ اس وقت بھیڑیئے ہوں گے اور جو شخص بھیڑیا نہیں ہوگا اس کو بھیڑیئے کھا جائیں گے۔

تحقیق: یہ حدیث انتہائی درجہ ضعیف ہے' امام ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو امام دارقطنیؒ کے طریق سے اسی سند کے ساتھ زیاد بن ابی زیاد جصّاص تک ذکر کیا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حدیث انسؓ بن مالک نے مرفوع بیان کی نیز ابن جوزیؒ نے امام دارقطنیؒ کا قول پیش کیا کہ اس حدیث کی سند میں زیاد راوی منفرد ہے اور وہ متروک ہے اور امام سیوطیؒ نے "اللآلیٔ" ؁۲۹۲ھ میں بھی اسی طرح کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجرؒ نے "میزان الاعتدال" میں ذکر کیا ہے کہ اس

راوی کو ضعیف قرار دینے پر اجماع ہو چکا ہے۔ البتہ ابن حبانؒ نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ کبھی کبھی وہ وہم کرتا ہے نیز حدیث کو امام طبرانیؒ نے "اوسط" میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام طبرانیؒ کی روایت کے مطابق اس حدیث کو امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۱۹۵ھ میں ذکر کیا اور واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایسے رواۃ ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

۳۸ - مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً؛ ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ عَلٰى لِسَانِهٖ.

جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے چالیس روز اخلاص اختیار کیا
اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۱۸۹ھ میں محمد بن اسماعیل کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں ابو خالد یزید واسطی نے بیان کیا اس نے کہا' ہمیں حجاج نے خبر دی اس نے مکحول سے' اس نے ابوایوبؓ انصاری سے مرفوع ذکر کیا اور ابو نعیمؒ کا قول ہے کہ اسی طرح اس حدیث کو یزید واسطی نے متصل سند کے ساتھ اور ابو معاویہ نے حجاج سے مرسل بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس حدیث کو ہناد بن سری کے طریق سے روایت کیا۔ اس نے کہا' ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی اس نے حجاج سے اس نے مکحولؒ سے مرسل بیان کیا اور اسی طرح اس حدیث کو امام حسین مروزیؒ نے "زوائد الزہد" ۱۹۷ھ میں "کواکب" سے اور ابن ابی شیبہؒ نے "المصنف" میں اور ہنادؒ نے "الزہد" میں اس کے طریق سے اس نے حجاج سے روایت کیا اس لحاظ سے حدیث (حجاج سے اس نے مکحول سے) مرسل ہے اور اس کو متصل قرار دینا صحیح نہیں اور اس حدیث کو امام ابن جوزیؒ "الموضوعات" میں ابو نعیمؒ کے موصول طریق سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے یزید بن ابی یزید ابی عبدالرحمٰن

واسطی کثرت سے خطا کرتا ہے اور حجاج راوی مجروح اور محمد بن اسماعیل مجہول ہے اور مکحولؒ کا سماع ابو ایوبؓ سے صحیح نہیں اور امام سیوطیؒ نے اس کا تعاقب "اللآلی المصنوعہ" ۱۹۸ھ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ عراقیؒ نے "تخریج الاحیاء" میں اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اکتفاء کیا ہے اور اس حدیث کے مکحولؒ سے متعدد طرق مرسل ہیں۔ لیکن مرسل طریق میں محمد بن اسماعیل اور یزید راوی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس حدیث کو ابو نعیمؒ اور اس کے علاوہ کسی اور کے طریق سے اس نے مکحولؒ سے مرسل بیان کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ وہ ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں حجاج بن ارطاہ راوی مدلس ہے اور اس نے حدیث کو لفظ "عن" کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مرسل ہے نیز اس حدیث کو امام صغانیؒ "الاحادیث الموضوعہ" ۱۹۹ھ میں لائے ہیں۔

ہاں! مجھے اس کے ایک دوسرے طریق پر بھی آگاہی حاصل ہوئی' اس کو القضاعی ۲۰۰ھ نے عامر بن یسار سے روایت کیا اس نے کہا' ہم سے سوار بن مصعب نے بیان کیا' اس نے ثابت سے اس نے مقسم سے اس نے ابن عباسؓ سے مرفوع بیان کیا مزید اظہار کیا کہ اس سے مقصود وہ شخص ہے جو عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ اور جو شخص چالیس روز باجماعت نماز ادا کرتا ہے' تکبیر اولیٰ پاتا ہے اس کو دو براء تیں حاصل ہوتی ہیں۔ البتہ اس میں سوار راوی متروک ہے اسی طرح امام نسائیؒ اور بعض دوسرے ائمہ کے اقوال ہیں۔

۳۹ - مَنْ نَامَ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَاخْتُلِسَ عَقْلُهُ؛ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.

جس شخص نے عصر کے بعد نیند کی اور اس کی عقل جاتی رہی تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کو ابن حبانؒ نے خالد بن قاسم کے طریق سے اس نے لیث بن سعد سے اس نے عقیل سے اس نے امام زہریؒ سے اس نے عروہؒ

سے اس نے عائشہؓ سے مرفوع بیان کیا۔ اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے "موضوعات" میں داخل کیا ہے نیز بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس میں خالد راوی کذاب ہے (دراصل) یہ حدیث ابن لہیعہ سے ہے خالد نے اس سے حدیث اخذ کرکے لیث کی طرف منسوب کر دی۔ امام سیوطیؒ "اللآلی" ۲۰۱۔ میں رقم طراز ہیں کہ امام حاکمؒ اور دیگر ائمہ کا قول ہے کہ خالد لیث پر ابن لہیعہ کی احادیث داخل کرتا تھا پھر اس کا ذکر امام سیوطیؒ نے ابن لہیعہ کے طریق سے کیا ہے۔ کبھی یوں بیان کیا کہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے مرفوع بیان کرتا ہے اور کبھی یوں بیان کیا کہ ابن شہاب سے اس نے انسؓ سے مرفوع ذکر کیا اور ابن لہیعہ راوی حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس نے اس روایت کو ایک تیسرے طریق کے ساتھ بیان کیا ہے اس کا ذکر ابن عدیؒ نے "الکامل" ۲۰۲۔ میں اور سہمیؒ نے "تاریخ جرجان" ۲۰۳۔ میں اس نے عقیلؒ سے اس نے مکحولؒ سے مرفوع مرسل روایت کیا ان دونوں نے اس روایت کو مروان کے طریق سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ میں نے لیث بن سعد سے دریافت کیا۔ (جب کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ رمضان کے مہینہ میں عصر کی نماز کے بعد سویا) اے ابوالحارث! تو عصر کی نماز کے بعد سویا ہے حالانکہ ہمیں ابن لہیعہ نے حدیث بیان کی (اس کا ذکر کیا) لیث نے کہا، میں ابن لہیعہ عن عقیل کی وہ حدیث نہیں چھوڑوں گا جو میرے لئے مفید ہو گی پھر اس کو ابن عدیؒ نے منصور بن عمار کے طریق سے اس نے کہا کہ ہمیں ابن لہیعہ نے بیان کیا۔ اس نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: مجھے لیث کے جواب سے خوشی ہوئی۔ اس کے جواب سے فراست مترشح ہو رہی ہے اور اس پر تعجب کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ لیثؒ کا شمار ائمہ مسلمین اور مشہور فقہاء میں ہوتا ہے اور میرے علم میں ہے کہ آج کے اس دور میں ایسے مشائخ کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو عصر کی نماز کے بعد نیند کرنے کو معیوب جانتے ہوئے اس سے باز رہتے ہیں اگرچہ وہ نیند کی ضرورت کیوں نہ محسوس کریں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نیند نہ کرنے کا حکم دینے والی

حدیث ضعیف ہے تو وہ فی الفور جواب میں کہتے ہیں کہ فضائل و اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے (اس واقعہ کی روشنی میں) غور و فکر کیجئے کہ متقدمین کے فہم اور متاخرین کے علم میں کتنا نمایاں فرق ہے۔

اس حدیث کو ابویعلیٰؒ نے اور ابونعیمؒ ۲۰۴ نے "طبِ نبویؐ" میں (سفر جلالی نسخہ ہے) عمرو بن حصین سے اس نے ابن علاقہ سے اس نے امام اوزاعیؒ سے اس نے امام زہریؒ سے اس نے عروہؓ سے اس نے عائشہؓ سے مرفوع بیان کیا اور عمرو بن حصین (مذکور) کذاب ہے جیسا کہ خطیب بغدادیؒ اور دیگر ائمہ فن نے کہا ہے اور یہی راوی "عدس" (مسور کی دال) کا راوی ہے۔ اس کا ذکر حدیث نمبر ۴۰ میں ہے۔

۴۰ - عَلَيْكُمْ بِالْقَرْعِ؛ فَإِنَّهُ يَزِيدُ فِي الدِّمَاغِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَدَسِ؛ فَإِنَّهُ قُدِّسَ عَلَى لِسَانِ سَبْعِينَ نَبِيًّا.

کدو استعمال کرو اس کے کھانے سے دماغ کو تقویت حاصل ہوتی ہے نیز مسور کی دال کا استعمال کرو، ستر انبیاء کی زبان سے اس کی عمدگی بیان ہوئی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے عمرو کے طریق سے جس کا ابھی گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔ اس نے ابن علاثہ سے اس نے ثور سے اس نے مکحولؒ سے اس نے واثلہ سے روایت کیا۔ امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۲۰۵ میں اس طریق سے ذکر کرنے کے بعد کہا کہ عمرو اور اس کا استاذ دونوں متروک راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں: بایں ہمہ امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "الجامع الصغیر" میں ذکر کیا ہے۔

امام زرکشیؒ نے "اللآلی المنثورہ فی الاحادیث المشہورہ" ۲۰۶ میں ذکر کیا کہ میں نے ابن صلاح کی تحریر دیکھی ہے جس میں اس نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اس حدیث کے بارہ میں عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مسور کی دال کی عمدگی کے بارہ میں تو کسی ایک پیغمبر کی زبان سے بھی کوئی لفظ

نہیں نکلا۔

ظاہر ہے کہ مسور کی دال کا استعمال ضرر رساں اور تبخیر پیدا کرنے والا ہے نیز ابن جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں متعدد طرق سے ذکر کیا ہے اور اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

امام مناویؒ کا قول ہے کہ امام سیوطیؒ نے مسور کی دال کی عمدگی کا ذکر بڑے زور شور سے کیا ہے لیکن کوئی مفید بات ذکر نہیں کر پائے ہیں اسی طرح مسور کی دال والی اس حدیث کو امام صغانیؒ نے "الاحادیث الموضوعہ" ۲۰۷ء میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح امام ابن القیمؒ نے "المنار" ۲۰۸ء میں ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو اس قسم کے لوگوں نے وضع کیا ہے جنہوں نے مسور کی دال کو "من" اور "سلویٰ" پر ترجیح دی ہے۔ نیز ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کو "موضوعات" ۲۰۹ء میں شامل کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے "مجموع الفتاویٰ" میں ذکر کیا کہ اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ نیز آئندہ آنے والی حدیث بھی عمرو بن حصین کذاب کی مرویات سے ہے۔

۴۱ - مَنْ اَصَابَ مَالاً مِنْ نَهَاوِشٍ؛ اَذْهَبَهُ اللّٰهُ فِيْ نَهَابِرَ.

جس شخص نے حرام مال اکٹھا کیا اللہ تعالیٰ اس کا مال حرام راستہ میں لے جاتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کو القضاعیؒ نے "مسند الشہاب" ۲۱۰ء میں عمرو بن حصین سے ذکر کیا اس نے کہا، ہمیں محمد بن عبداللہ بن علاثہ نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں ابو سلمہ حمصی نے مرفوع بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ساقط ہے عمرو بن حصین راوی کذاب ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے اور امام سخاویؒ نے "المقاصد" ۲۱۱ء میں ذکر کیا کہ عمرو راوی متروک ہے اور ابو سلمہ کا نام سلیمان بن سلم ہے اور وہ "حمص" کے قاضی یحییٰ بن جابر کا محرر ہے وہ صحابی نہیں ہے پس حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ

ساتھ مرسل بھی ہے اور دیلمیؒ نے اس حدیث کو یحییٰ بن جابر کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ وہ بھی صحابی نہیں ہے اور امام تقی سبکیؒ نے کہا کہ حدیث صحیح نہیں ہے اور امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "الجامع" میں ابن النجار کی طرف منسوب کیا ہے اس نے ابوسلمہ حمصی سے بیان کیا لیکن امام مناویؒ نے اس کو غلط قرار دیا کہ ابوسلمہ تو تابعی ہے اور مجہول ہے "تقریب" میں اس کا ذکر ہے۔۔۔۔ اور عمرو راوی متروک ہے۔

لغوی تحقیق: "نھاوش" نون کے ساتھ "نھش الجثۃ" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے اس نے گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا اور اس کی جمع نھاوش ہے یا یہ لفظ "ھواش" ہے اور ھوش سے مشتق ہے جس کا معنی جمع کرنا ہے اور اس کا اطلاق ہر اس مال پر بھی ہوتا ہے جو حلال طریقہ سے حاصل نہ کیا گیا ہو اور "ھواش" کا اطلاق اس مال پر ہوتا ہے جو حرام طریقہ سے جمع کیا گیا ہو۔

"نھابر" نون اول کے ساتھ' یہ ہلاکت کے مقامات اور ان کاموں پر جو ہلاک کرنے والے ہیں پر بولا جاتا ہے۔ اصل میں "نھابر" ریتلے مقامات کو کہتے ہیں جب وہاں کسی اونٹ کا پاؤں دھنس جاتا ہے تو جلدی سے نکلتا نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ جو شخص حرام مال اکٹھا کرتا ہے جیسے لوٹ مار کا مال ہے تو اللہ پاک ایسے مال کو حرام کے راستے میں ہی لے جاتا ہے "فیض القدیر" میں اسی طرح ہے۔

۴۲ - اَلْاَنْبِيَاءُ قَادَةٌ، وَالْفُقَهَاءُ سَادَةٌ، وَمَجَالِسُهُمْ زِيَادَةٌ.

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قائد ہیں اور فقہاء سردار ہیں اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے' اس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے سنن ۲۱۲ میں اور القضاعیؒ نے "مسند الشہاب" ۲۱۳ میں ابواسحاق کے طریق سے اس نے حارث سے اس نے علیؓ بن ابی طالب سے مرفوع بیان کیا اس حدیث کی سند غایت درجہ ضعیف ہے۔ حارث بن عبداللہ الہمدانی الاعور راوی کو جمہور علماء نے ضعیف

کہا ہے۔ ابن المدینیؒ نے کذاب کہا۔ شعبہ نے کہا کہ ابو اسحاق نے اس سے صرف چار احادیث سنی ہیں۔ اور "الکشف" ۲۱۴ میں ہے کہ مُلّا علی قاریؒ نے موضوع کہا ہے اسی طرح "الخلاصہ" میں ہے اور امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "الجامع الصغیر" میں قضاعیؒ کی روایت سے ذکر کیا۔ اور وضع کی علامات اس پر ظاہر ہیں۔

۴۳ - شَهْرُ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَلَا يُرْفَعُ إِلَى اللّٰهِ؛ إِلَّا بِزَكَاةِ الْفِطْرِ.

رمضان کا مہینہ آسمان و زمین کے درمیان معلّق رہتا ہے رمضان میں صدقہ فطر ادا کرنے سے ہی اللہ کی طرف یہ عمل بلند ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، "الجامع الصغیر" کے مولف نے اس حدیث کو ابن شاہین کی طرف منسوب کیا ہے اور اس نے اس حدیث کو اپنی کتاب "ترغیب" میں ذکر کیا اور "الضیاء" میں جریرؒ سے مروی ہے اور اس نے اس حدیث کو ضعف کے ساتھ نشان زد کیا ہے اور امام مناویؒ نے اس کے سبب کو شرح میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے "الواھیات" میں ذکر کیا ہے نیز کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی سند میں محمد بن عبید بصری راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزیؒ سے "العلل المتناھیہ" میں پوری وضاحت موجود ہے کہ محمد بن عبید کی کسی نے متابعت نہیں کی۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی "لسان" اس کو برقرار رکھا ہے اور "الترغیب" ۲۱۵ میں امام منذریؒ کا قول ہے کہ اس حدیث کہ ابو حفص بن شاہین نے "فضائل رمضان" میں ذکر کیا ہے نیز اس حدیث کو غریب اور اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اس قول میں دو وجہ سے ضعف ہے۔

پہلی وجہ: ابنِ شاہین کی مذکورہ کتاب میں اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، میں نے "فضائلِ رمضان" کتاب کے عمدہ خط والے نسخہ کا دمشق ۲۱۶ کے کتب خانہ "ظاہریہ" میں مطالعہ کیا مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں

نے نہیں دیکھا کہ اس کتاب کے مولف نے کسی حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم لگایا ہو۔ پھر یہ حدیث "فضائل جریر" ۲۱۷ے کتاب میں میری نظر سے گزری اس حدیث کو اس میں احمد بن عیسیٰ مقدسی نے اس طریق سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ اس حدیث کو ابو حفص بن شاہین نے ذکر کیا ہے اور حدیث کو غریب اور سند کے لحاظ سے جید کہا اور حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس رمضان میں گناہ سرزد ہوئے وہ رمضان اس وقت تک ان گناہوں کی بخشش کا سبب نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے قبولیت حاصل ہوتی ہے جب تک کہ صدقۂ فطر ادا نہیں کیا جاتا۔

معلوم ہوا' شاید ابنِ شاہین نے اس حدیث کو "فضائلِ رمضان" کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں ذکر کیا ہو یا ممکن ہے کہ اس کے کسی دوسرے نسخے میں ہو جس میں ان سے کچھ زائد عبارتیں ہوں جن پر مجھے اطلاع حاصل نہ ہو سکی ہو۔

دوسری وجہ : ہم فرض کرتے ہیں کہ ابن شاہین سے مذکورہ ثبوت میں تساہل ہوگیا ہو۔ وگرنہ حدیث کو کیسے جید کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کا ایک راوی مجہول ہے اور وہ اس کے ساتھ ساتھ متفرد ہے جیسا کہ ابن جوزیؒ کا قول ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے نیز انسؓ سے حدیث مروی ہے جس کو ابن عساکرؒ ۲۱۸ے لائے ہیں' روایت بقیّۃ بن ولید سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے عبدالرحمان بن عثمان بن عمر نے بیان کیا اس نے انسؓ سے مرفوع ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: عبدالرحمان راوی کا مجھے کچھ علم نہیں بظاہر یہ راوی بقیّۃ بن ولید کے شیوخ سے ہے جو مجہول ہیں۔

پھر اگر یہ روایت صحیح ہے تو حدیث بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رمضان کے روزوں کی قبولیت صدقۂ فطر ادا کرنے پر موقوف ہے۔ جو شخص صدقۂ فطر ادا نہیں کرے گا اس کے روزے قبول نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی اہل علم اس بات کا قائل ہو اور وہ تاویل جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے وہ حدیث کے ظاہری معنی سے بہت دور ہے۔ علاوہ ازیں تاویل تو حدیث کے صحیح ہونے کی فرع ہے لیکن حدیث ہی صحیح نہیں۔

میں کہتا ہوں: جب کہ مجھے علم ہے کہ جب بھی رمضان آتا ہے تو کچھ مفتی حضرات عوام النّاس میں اس حدیث کا چرچا کرتے ہیں اور یہ ایسی غلطی ہے جس کے بارہ میں ہم پرامید ہیں کہ لوگوں کو اس غلطی میں واقعہ ہونے سے بچایا جائے نہ یہ کہ انہیں اس میں جتلا کر دیا جائے۔

۴۴ - مَنْ اَحْدَثَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ؛ فَقَدْ جَفَانِي، وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُصَلِّ؛ فَقَدْ جَفَانِي، وَمَنْ صَلَّى وَلَمْ يَدْعُنِي؛ فَقَدْ جَفَانِي، وَمَنْ دَعَانِي فَلَمْ اُجِبْهُ؛ فَقَدْ جَفَيْتُهُ، وَلَسْتُ بِرَبٍّ جَافٍ.

جو شخص بے وضو ہوا اور اس نے وضو نہ بنایا اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے وضو بنایا اور نماز ادا نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے نماز ادا کی اور مجھ سے دعا نہ مانگی اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے مجھ سے دعا مانگی میں نے اس کی دعا قبول نہ کی تو میں نے ظلم و جفا روا رکھا جب کہ میں ظلم و جفا روا رکھنے والا نہیں ہوں۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' امام صغانیؒ ۲۱۹ھ اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس حدیث کے موضوع ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ بے وضو ہونے کے بعد وضو بنانا اور وضو کے بعد نماز ادا کرنا دونوں مستحبات سے ہیں جب کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں واجبات سے ہیں۔ اس لئے کہ جو ایسا نہیں کرے گا اس نے مجھ پر ظلم کیا اور اس قسم کی پر زور وعید والے الفاظ مستحبات میں استعمال نہیں ہوتے اور اس کے ظاہر ہونے میں ہرگز جفا نہیں ہے اس کی مثل آئندہ ذکر کی جانے والی حدیث بھی موضوع ہے۔

۴۵ - مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ، وَلَمْ يَزُرْنِي؛ فَقَدْ جَفَانِي.

جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی اس

نے مجھ پر ظلم کیا۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" ۲۲۰ میں اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ اور امام صغانیؒ نے اس کو "الاحادیث الموضوعہ" ۲۲۱ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح زرکشیؒ اور ابن جوزیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ امام شوکانیؒ نے بھی "الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" ۲۲۲ میں اس کو موضوع کہا ہے اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر یہ بات کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و جفا روا رکھنا اولاً تو کفر ہے اور اگر کفر نہیں تو کم از کم کبیرہ گناہ تو ضرور ہے۔ کیا وہ شخص جو آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت نہیں کرتا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے؟ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا حج ادا کرنے کی طرح فرض ہے حالانکہ کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا اگرچہ تقربات کی قبیل سے ہے جب کہ علماء کے نزدیک اس کا درجہ مستحبات سے زیادہ نہیں ہے تو آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت نہ کرنے والا کیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و جفا روا رکھنے والا اور آپؐ سے روگردانی کرنے والا ہے۔

۳۶ - مَنْ زَارَنِیْ وَزَارَ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ عَامٍ وَاحِدٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس شخص نے میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی سال میں زیارت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' امام زرکشیؒ نے "اللآلی المنثورہ" ۲۲۳ میں ذکر کیا کہ بعض حفّاظ نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس حدیث کو کسی بھی محدّث نے بیان نہیں کیا یہی بات امام نوویؒ نے کہی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور بے اصل ہے امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "ذیل الاحادیث الموضوعہ" ۲۲۴ میں ذکر کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ اور امام نوویؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور بے اصل ہے نیز امام شوکانیؒ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ ۲۲۵

۴۷- مَنْ حَجَّ، فَزَارَ قَبْرِی بَعْدَ مَوْتِی؛ کَانَ کَمَنْ زَارَنِی فِی حَیَاتِی.

جس شخص نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ اس شخص جیسا ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "المعجم الکبیر" ۲۲۶ھ اور "اوسط" ۲۲۷ھ میں "زوائد المعجمین" صغیر اور اوسط سے اور ابن عدیؒ نے "الکامل" میں اور امام دارقطنیؒ نے "سنن" ۲۲۸ھ میں اور امام بیہقیؒ ۲۲۹ھ نے اور سلفیؒ نے "المشیخہ البغدادیہ" ۲۳۰ھ میں سب نے حفص بن سلمان ابو عمر کے طریق سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوع روایت کیا ہے اور ابن عدیؒ کی روایت میں "صَحِبَنِی" یعنی اس نے میری رفاقت اختیار کی کے الفاظ زیادہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند غایت درجہ ضعیف ہے اور اس میں دو علّتیں ہیں۔

پہلی علّت: لیث بن ابی سلیم کا ضعف ہے اس لئے کہ اس کے حافظہ میں اختلاط رونما ہو گیا تھا۔ اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

دوسری علّت: حفص بن سلیمان قاری (جس کو غاضری بھی کہا جاتا ہے) غایت درجہ ضعیف ہے جیسا کہ اس کی جانب حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں اشارہ کرتے ہوئے اسے متروک الحدیث کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بارہ میں ابن معینؒ نے کہا ہے کہ وہ کذّاب تھا جیسا کہ "کامل" ابن عدیؒ میں ہے اور ابن خراش کا قول ہے کہ وہ کذّاب اور احادیث وضع کرتا تھا نیز وہ اس حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہے اسی طرح امام طبرانیؒ، ابن عدیؒ اور امام بیہقیؒ نے کہا کہ وہ ضعیف ہے ابن عدیؒ نے اس سے مروی دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث کا بھی ذکر کیا ہے اس کے بعد کہا ہے اس کی روایت کردہ اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں اس وضاحت سے

آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ امام ابن حجر ہیتمیؒ کا قول "الجواہر المنظم" ۲۳۱ـ میں ہے (کہ ابن عدیؒ نے اس حدیث کو ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جو قابلِ حجت ہے) اس لائق نہیں کہ اس کی طرف التفات بھی کیا جائے۔ اس لئے اس کے قول سے کوئی شخص دھوکے میں نہ آ جائے جیسا کہ شیخ محمد امین کردی نے اس قول سے متاثر ہو کر "تنویر القلوب فی معاملہ علاّم الغیوب" میں اس کے قول کو بغایت درجہ خوشی کے عالم میں نقل کیا ہے اس لئے اس پر متنبہ کرنا ضروری تھا۔ پھر مجھے حفص بن سلیمان کے ایک متابع کا علم ہوا چنانچہ امام طبرانیؒ نے "الاوسط" ۲۳۲ـ میں "زوائد المعجمین" سے نقل کیا اس نے بیان کیا کہ ہمیں احمد بن رشدین نے بتایا اس نے کہا کہ ہمیں علی بن حسن ہارون انصاری نے بتایا اس نے کہا' مجھے لیث بن بنت لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا اس نے کہا مجھے عائشہ بنت یونس' لیث بن ابی سلیم کی عورت نے لیث بن ابی سلیم سے اس حدیث کا ذکر کیا اور مزید کہا کہ یہ حدیث لیث سے صرف اسی سند سے مروی ہے اور اس میں علی راوی متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس راوی کے حالات نہیں مل سکے۔ اسی طرح لیث بنت ابی لیث اور اس کی بیوی عائشہ کے حالات بھی مجھے نہیں مل سکے ہیں۔ امام ہیثمیؒ ۲۳۳ـ نے عائشہ کی بنیاد پر حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور بیان کیا کہ مجھے اس کے حالات کا علم نہیں ہو سکا ہے اور یہ علّت روکنے والی ہے اس لئے کہ آپ اس سے نیچے کے راویوں کے حالات کا علم رکھتے ہیں پھر امام طبرانیؒ کے شیخ احمد بن رشدین کے بارہ میں ابن عدیؒ کا قول ہے کہ محدّثین نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور اس کی متعدد باتوں کا انکار کیا گیا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کی باطل احادیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے طریق سے امام طبرانیؒ نے بھی "الکبیر" میں روایت ذکر کی ہے۔ جب قارئین کرام کو اس حدیث کی سند کا حال معلوم ہو گیا تو ان کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ مذکورہ متابعت کا کچھ اعتبار نہیں لہٰذا قارئین اس دھوکہ میں نہ آئیں۔

امام سبکیؒ نے اس حدیث کو "شفاء السقام" ۲۳۴ـ میں نقل کیا ہے۔ نہ متابعت پر کلام ہے نہ اس کے طریق پر اعتراض کیا ہے جب کہ علامہ محقق محمد بن عبدالهادی نے امام سبکیؒ کا "الصارم المنکی" ۲۳۵ـ میں رد کیا ہے کہ اس حدیث کی سند پر کچھ

اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ ایسی سند ہے جو تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے اور غایت درجہ ضعیف ہے اس لئے کہ یہ سند ایسے راوی پر مشتمل ہے جو ضعیف ہے اور اس کے ساتھ دلیل پکڑنا درست نہیں۔ اس سے مقصود راوی لیث بن ابی سلیم ہے یہ راویٔ مجہول ہے اس کے حالات سے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اس کی مروی حدیث کو قبول کرنا ضروری ہو اور امام طبرانیؒ کا استاد رشدین بھی متکلم فیہ ہے اور علی بن حسن انصاری وہ بھی ان راویوں سے نہیں ہے جن کی احادیث قابل حجت ہوتی ہیں اور لیث بن بنت لیث بن ابی سلیم اور اس کی نانی عائشہ دونوں مجہول ہیں۔ اہل علم کے نزدیک ان کی کیفیت ایسی مشہور نہیں ہے جس کی بنیاد پر اس کی مروی روایات کو قبول کرنا ضروری ہو نیز اس حدیث کے علاوہ ایسی کسی دوسری حدیث میں ان دونوں کا ذکر نہیں ملتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام سبکیؒ نے امام طبرانیؒ کی روایت سے جس متابع کا ذکر کیا ہے اس سے یہ حدیث، درجہ ضعف سے نہیں نکلتی بلکہ ساقط الاعتبار ہے اور ایسے مقام کو حاصل نہیں کرپاتی ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے اور اس سے استشہاد کیا جائے اس لئے کہ سند میں تاریکی ہے، رواۃ مجہول ہیں۔ بعض رواۃ میں ضعف اور اختلاط ہے اگر اس حدیث کی سند لیث بن ابی سلیم تک بھی صحیح ہوتی تو پھر بھی یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہو سکتی اس کے ساقط الاعتبار ہونے میں کچھ شک نہیں تو کیسے اس حدیث کو حجت قرار دیا جا سکتا۔ ہے جب کہ لیث سے نیچے سند میں مجہول ہی مجہول رواۃ ہیں ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔

ہم قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے بارے میں دیگر احادیث بھی موجود ہیں امام سبکیؒ نے ان سب کا ذکر "الشفاء" میں کیا ہے لیکن وہ سب احادیث ضعیف ہیں بعض کا ضعف دیگر بعض کے ضعف سے زیادہ ہے اور یہ حدیث ان سب سے قدرے بہتر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "القاعدۃ الجلیلہ" میں ذکر کیا ہے اور ان کی نہایت عمدہ تفصیلی اور تحقیقی وضاحت حافظ ابن عبدالہادیؒ نے "الصارم المنکی" ۲۳۶ میں کی ہے کہ ایسی عمدہ وضاحت کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے اس لئے ہم

قارئین کو اس کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ "القاعدۃ الجلیلۃ" ۲۳۷ ۔ میں رقم طراز ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے بارہ میں تمام احادیث ضعیف ہیں۔ دین اسلام میں ایک حدیث بھی اس لائق نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح اور سنن کے مؤلفین نے ان احادیث میں سے ایک حدیث کو بھی اپنی تالیفات میں ذکر نہیں کیا۔ ان احادیث کو ان مؤلفین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جو ضعیف روایات درج کرتے ہیں جیسا کہ امام دارقطنیؒ بزارؒ اور دیگر مؤلفین ہیں۔"

پھر انہوں نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا کذب ظاہر ہے اور یہ حدیث دین اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان کے ساتھ آپؐ کی زیارت کی ہے وہ آپؐ کے صحابہ میں داخل ہے خصوصا جب اس نے ہجرت کی ہے آپؐ کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ نیز آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا' میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم میں کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے گا تو ان کے مد (ماپ کا پیمانہ) اور نصف مد کو پہنچ نہیں پائے گا۔ ۲۳۸ ۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ امتِ مسلمہ کا کوئی شخص صحابہ کرامؓ جیسا نہیں ہو سکتا اگر وہ ان اعمال کو بجا لاتا ہے جن کا اسے حکم دیا گیا ہے حج کرتا ہے' جہاد میں شریک ہوتا ہے' پانچوں فرض نمازیں ادا کرتا ہے' آپؐ پر درود و سلام کا ہدیہ بھیجتا ہے تو وہ کیسے ایسے عمل کرکے (جو مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ فرض نہیں یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرکے جب کہ آپؐ کی قبر مبارک کی طرف سفر کرنا جائز نہیں بلکہ اس سے روکا گیا ہے) صحابہ کا درجہ حاصل کر سکتا ہے؟ البتہ مسجد نبویؐ کی طرف نماز ادا کرنے کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔

کثیر تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے ہم مسلک سلفی لوگوں کے بارے میں یہ ظن رکھتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر

مبارک کی زیارت کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ سلفی مسلک کے لوگوں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر الزام ہے' جھوٹ ہے' افتراء ہے اور ہم آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی پہلا جھوٹ نہیں ہے جو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور سلفی لوگوں پر لگایا گیا ہے جس شخص کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو نہ صرف جائز قرار دیتے ہیں بلکہ مستحب سمجھتے ہیں بشرطیکہ زیارت میں بدعات اور خلاف شریعت کاموں کا ارتکاب نہ ہو مثال کے طور پر قبر مبارک کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا جائے یعنی صرف قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کا اہتمام کیا جائے جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی عام ہے کہ صرف تین مساجد کی طرف سفر کا اہتمام کرنا درست ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ صرف مساجد نہیں ہیں جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے بلکہ ہر وہ جگہ ہے جس کی طرف جانے سے تقرب الی اللہ کا قصد کیا جاتا ہے' خواہ وہ جگہ قبر' مسجد' درخت یا کوئی مکان ہو۔ اس کی دلیل ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ بن ابی بصرہ غفاری کے ہاں پہنچا اس نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا' طور پہاڑ سے آیا ہوں۔ اس نے کہا' اگر میری ملاقات تجھ سے طور پہاڑ کی طرف سفر کرنے سے پہلے ہو جاتی تو تو کبھی نہ جاتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا' سواریوں کو صرف تین مساجد کی جانب لے جایا جائے ۲۳۹۔

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حدیث کو عام سمجھا اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہو رہی ہے کہ کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے کسی قبر کی زیارت کے لئے سفر کیا ہو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے پہلے گزرے ہیں اور ان کا اس مسئلہ میں وہی مسلک تھا جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ہے۔ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے خلاف زبان طعن دراز کرتا ہے وہ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کو بھی مطعون کر رہا ہے۔ اللہ پاک اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے ذیل کا شعر کہا ہے۔

وَكُلُّ خَيْرٍ فِىْ اِتِّبَاعِ مَنْ سَلَفْ
وَكُلُّ شَرٍّ فِىْ اِبْتِدَاعِ مَنْ خَلَفْ

ہر قسم کی بھلائی سلف صالحین کی پیروی کرنے میں ہے اور ہر قسم کا شر ان کے بعد آنے والوں میں ہے جو دین اسلام میں نئے کام نکالتے ہیں۔

۴۸ - اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِيْهِ.

لڑکا اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

تحقیق : یہ حدیث بے اصل ہے' اس حدیث کو امام سخاویؒ نے "المقاصد الحسنہ" میں اور امام سیوطیؒ نے "الدّرر" میں امام زرکشیؒ کی پیروی کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور امام صغانیؒ نے اس حدیث کو "الاحادیث الموضوعہ" ۲۴۰ھ میں ذکر کیا ہے لیکن اس حدیث کا مفہوم درست نہیں ہے اس لئے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایسے انبیاء بھی ہیں جن کے والد مشرک اور نافرمان تھے۔ جیسے "آذر" ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن کے بیٹے مشرک تھے جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔

۴۹ - مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِىْ كُلِّ جُمُعَةٍ؛ غُفِرَلَهٗ، وَكُتِبَ بَرًّا.

جس شخص نے ہر جمعہ کے روز اپنے ماں باپ (دونوں) یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کو نیکو کار لکھ دیا جاتا ہے۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "المعجم الصغیر" ۲۴۱ھ اور "اوسط" ۲۴۲ھ میں "زوائد المعجمین" سے محمد بن نعمان بن عبدالرحمان کے طریق سے اس نے یحییٰ بن علاء البجلی سے اس نے عبدالکریم بن امیہ سے اس نے مجاہدؒ

سے اس نے ابوہریرہؓ سے مرفوع بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ حدیث ابوہریرہؓ سے صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے' محمد بن نعمان راوی کو امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں مجهول کہا ہے۔ انہوں نے ابن حجرؒ کی موافقت کی جو انہوں نے "لسان" میں کہا ہے۔ عقیلی نے کہا کہ یحییٰ راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: یحییٰ کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔ وکیعؒ نے اس کو کذّاب کہا۔ اسی طرح احمدؒ نے اس کو کذّاب اور وضّاع کہا ہے۔ ابن عدیؒ کا قول ہے کہ اس راوی کی روایات میں ضعف ظاہر ہے اور اس کی احادیث موضوع ہیں۔ اور اس کا شیخ عبدالکریم ابوامیہ ابن ابی المخارق بھی ضعیف ہے لیکن متہم بالکذب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ امام ہیثمیؒ کی بات درست نہیں جب انہوں نے حدیث کو عبدالکریم کی بنا پر معلول قرار دیا ہے اس نے کہا ۲۴۳۔ کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "اوسط" اور "صغیر" میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالکریم ابوامیہ راوی ضعیف ہے۔ لیکن اس کے عراقی شیخ نے اس حدیث کو "تخریج الاحیاء" ۲۴۴۔ میں معلول قرار دیا ہے جس کو میں نے ابھی ابھی "میزان" سے نقل کیا ہے پس اس نے راہ صواب اختیار کیا۔ اور اسی طرح امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۲۴۵۔ میں غلطی کی ہے جب اس نے کہا کہ عبدالکریم راوی ضعیف ہے اور یحییٰ بن علاء اور محمد بن نعمان راوی مجہول ہیں پھر اس حدیث میں ایک اور علت ہے اور وہ اضطراب ہے اس حدیث کو ابن ابی الدنیاؒ نے "القبور" میں ذکر کیا ہے اور اس کے طریق سے عبدالغنی مقدسی نے "السنن" ۲۴۶۔ میں محمد بن نعمان سے بیان کیا اس نے حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بیان کیا ہے جب کہ حدیث معضل ہے چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے "العلل" ۲۴۷۔ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارہ میں دریافت کیا جس کو ابوموسیٰ محمد بن مثنی نے محمد بن نعمان ابی النعمان باہلی سے روایت کیا اس نے یحییٰ بن علاء سے اس نے اپنے چچا خالد بن عامر سے اس نے ابوہریرہؓ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارہ میں جو اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرتا ہے وہ دونوں فوت ہو جاتے ہیں تو

وہ ان کی قبر پر ہر رات آتا ہے میرے باپ نے کہا کہ اس حدیث کی سند مضطرب ہے اور حدیث کا متن غایت درجہ منکر ہے گویا کہ موضوع ہے۔

۵۰ - مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ كُلَّ جُمُعَةٍ، فَقَرَأَ عِنْدَهُمَا أَوْ عِنْدَهُ يٰسٓ؛ غُفِرَلَهُ بِعَدَدِ كُلِّ آيَةٍ أَوْ حَرْفٍ.

جس شخص نے اپنے والدین کی قبروں کی ہر جمعہ کے روز زیارت کی اور ان دونوں کی قبروں کے نزدیک یا والد کی قبر کے قریب سورت یٰسین تلاوت کی تو اس کے ہر آیت یا ہر حرف کی گنتی کے برابر گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابن عدیؒ ۳۶۸ھ نے اور ابو نعیمؒ ۴۳۹ھ نے "اخبار اصبہان" میں اور عبدالغنی مقدسی ۶۰۰ھ نے "سنن" میں ابو مسعود یزید بن خالد کے طریق سے ذکر کیا اس نے کہا کہ ہمیں عمرو بن زیاد نے بیان کیا اس نے کہا' ہمیں یحییٰ بن سلیم طائفی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہؓ سے اس نے ابوبکر صدیقؓ سے مرفوع بیان کیا اور بعض محدثین (میرا خیال ابن المحبؒ یا ذہبیؒ ہے) نے "سنن مقدسی" کے حاشیہ پر تحریر کیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس سند کے ساتھ اس کا اصل نہیں ابن عدیؒ نے اس کا ذکر اس سے مروی دیگر احادیث کے ساتھ عمرو بن زیاد کے حالات میں کیا ہے۔ خیال رہے کہ ابوالحسن ثوبانی سے مراد یہی ہے اس نے ان احادیث میں سے ایک کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ موضوع ہے۔ نیز اس نے بیان کیا کہ عمرو بن زیاد سے مروی احادیث اس کے علاوہ بھی ہیں۔ کچھ احادیث وہ ہیں جن کو وہ ثقہ راویوں سے چوری کر کے بیان کرتا ہے اور کچھ موضوع ہیں بہرحال یہ راوی حدیث کے وضع کے فن میں متہم ہے۔ امام دارقطنیؒ کا خیال ہے کہ یہ راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اسی لئے ابن الجوزیؒ نے اس کی احادیث کو

ابن عدیؒ کی روایت سے موضوعات میں داخل کیا ہے لیکن امام سیوطیؒ نے اس کا "اللآلی" ۲۵۱ ؍ ۲ میں اس قول کے ساتھ تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کا شاہد موجود ہے پھر اس حدیث کو سند کے ساتھ بیان کیا جس کا ذکر اس حدیث سے پہلے ہو چکا ہے اور قارئین کو علم حاصل ہو گیا ہے کہ وہ حدیث بھی موضوع ہے لیکن اگر یہ بھی کہا جائے کہ وہ حدیث محض ضعیف ہے پھر بھی اس حدیث کا اس کو شاہد بنانا درست نہیں اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب: یہ ہے کہ وہ حدیث معنی کے لحاظ سے اس حدیث کے خلاف ہے مطلق زیارت کرنے میں دونوں کے درمیان موافقت ہے۔

دوسرا سبب: وہ ہے جس کا ذکر امام مناویؒ نے "الجامع الصغیر" کی شرح میں کیا ہے انہوں نے ابن عدیؒ کا متقدم کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ "اسی لئے اس حدیث پر ابن جوزیؒ کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ وہ موضوع ہے اور مصنف نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس کا شاہد موجود ہے" (اور متقدم حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے) لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ تمام محدّثین وضاحت کرتے ہیں بلکہ مصنف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ موضوع حدیث پر شواہد کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ ضعیف وغیرہ پر بھی نہیں ہوتا۔

یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ قبروں کے قریب قرآن پاک کی تلاوت مستحب ہے جب کہ سنّت صحیحہ میں کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی ہے۔ سنّت صحیحہ سے بس اتنا پتہ چلتا ہے کہ قبروں کی زیارت کرتے ہوئے اہل قبور کو السّلام علیکم کہا جائے اور آخرت کے احوال کو یاد کیا جائے چنانچہ سلف صالحین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ قبروں کے پاس قرآن پاک کی تلاوت ایسی بدعت ہے جو مکروہ ہے جیسا کہ متقدمین علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے ان میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں جیسا کہ زبیدیؒ کی "شرح الاحیاء" ۲۸۳ ؍ ۱۰ میں ہے انہوں نے کہا ہے کہ قبروں کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کا ذکر سنّتِ صحیحہ میں نہیں ملتا لیکن محمدؒ بن حسن اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا قول ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے، انہوں نے وصیت کی تھی

کہ ان کی قبر کے قریب سورت بقرہ کی شروع اور آخر کی آیات تلاوت کی جائیں۔

میں کہتا ہوں: ابن عمرؓ سے مروی اثر کی نسبت ابن عمرؓ کی طرف کرنا صحیح نہیں۔ اگر صحیح بھی ہو تب بھی اس کی دلالت صرف میت کے دفن کے وقت ہے کہ تلاوت کی جائے مطلق تلاوت درست نہیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

مسلمانو! سنت کو اختیار کرو اور بدعت سے خود کو بچاؤ' اگرچہ لوگ بدعات کو حسنہ کا نام ہی کیوں نہ دیتے ہوں اس لئے کہ ارشاد نبویؐ کی روشنی میں ہر بدعت گمراہی ہے۔

۵۱ - اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ.

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس مومن بندے کو محبوب جانتا ہے جو ضرورت مند اہل و عیال والا ہے (لیکن) سوال کرنے سے گریزاں ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابن ماجہؒ ۲۵۳ نے اور عقیلیؒ ۲۵۴ نے "الضعفاء" میں حماد بن موسیٰ کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا' ہمیں موسیٰ بن عبیدہ نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے قاسم بن مہران نے خبر دی کہ اس نے عمران بن حصین سے مرفوع حدیث بیان کی ہے۔

عقیلیؒ نے قاسم راوی کے حالات میں کہا ہے کہ عمرانؓ بن حصین سے اس کا حدیث سننا ثابت نہیں۔ قاسم سے اس حدیث کو موسیٰ بن عبیدہ نے بیان کیا اور وہ متروک ہے۔ امام بوصیریؒ نے "الزوائد" ۲۵۵ میں اس کو ثابت رکھا ہے نیز اس کا قول ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث میں دو علتیں ہیں۔ عقیلیؒ کے کلام میں ان کی وضاحت موجود ہے ایک علت انقطاع ہے' دوسری علت ابن عبیدہ کا ضعف ہے اور (ان کے علاوہ ایک) تیسری علت (بھی ہے جو) ابن مہران راوی کا مجہول ہونا ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں اس کو مجہول کہا ہے۔

اور چوتھی علت (بھی ہے جو) حماد بن عیسیٰ واسطی کا ضعیف ہونا ہے جیسا کہ

حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے۔ اسی لئے حافظ عراقیؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اس کے ضعیف ہونے کو امام مناویؒ نے نقل کیا ہے نیز امام سخاویؒ نے اس کو "المقاصد الحسنہ" ۲۵۶۔ میں ضعیف کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: مجھے اس حدیث کا ایک دوسرا طریق ملا ہے لیکن اس کے ساتھ بھی اس حدیث میں ضعف کا اضافہ ہی ہوتا ہے اس لئے کہ حدیث محمد بن فضل کی روایت سے ہے اس نے زید العمی سے اس نے محمد بن سیرین سے اس نے عمرانؓ بن حصین سے روایت کیا ہے لیکن اس کی روایت میں "اہا العیال" کے الفاظ نہیں ہیں اس روایت کو ابن عدیؒ ۲۵۷۔ اور ابو نعیمؒ ۲۵۸۔ نے بیان کیا ہے اور حدیث کو محمد بن سیرین کی وجہ سے غریب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے اس حدیث کو صرف زید اور محمد بن فضل سے تحریر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سند میں بھی تین علتیں موجود ہیں۔

پہلی علّت: عمران اور ابن سیرین کے درمیان انقطاع ہے۔ عمران کا ابن سیرین سے سننا ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے کہا کہ یہ اس روایت کے خلاف ہے جس کو عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے بیان کیا۔

دوسری علّت: زید العمی ابن الحواری ضعیف ہے۔

تیسری علّت: محمد بن فضل بن عطیہ کذاب ہے جیسا کہ فلاس اور دیگر محدّثین کا قول ہے۔

۵۲ - إِذَا اسْتَصْعَبَتْ عَلَى أَحَدِكُمْ دَابَّتُهُ، أَوْ سَاءَ خُلُقُ زَوْجَتِهِ، أَوْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؛ فَلْيُؤَذِّنْ فِي أُذُنِهِ.

جب تم میں سے کسی کا چارپایہ رام نہ ہو' کسی کی بیوی یا گھر کے کس فرد کے اخلاق برے ہوں تو اس کے کان میں اذان کے کلمات کہو۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو امام غزالیؒ ۲۵۹۔ نے یقین کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے حافظ عراقیؒ

جنہوں نے "الاحیاء" کی تخریج کی ہے ان کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابوالمنصور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے اسی طرح کی ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۳ - عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ.

بوڑھی عورتوں کے طور طریقوں اور دین کو اختیار کرو۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' اسی طرح کا تبصرہ "المقاصد" میں ہے۔ امام صنعانیؒ نے اس حدیث کو "الاحادیث الموضوعہ" میں ذکر کیا ہے اور امام غزالیؒ ۲۶۰ نے اس حدیث کو مرفوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا ہے "الاحیاء" کی تخریج کرنے والے عراقی کا قول ہے کہ ابن طاہرؒ نے "کتاب التذکرہ" میں بیان کیا ہے کہ عوام الناس نے اس حدیث کو ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن مجھے اس حدیث کا اصل صحیح روایت اور نہ ہی ضعیف روایت سے ملا ہے البتہ محمد بن عبدالرحمان بیلمانی کی حدیث میری نظر سے گزری جو اس نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن عمرؓ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کا ذکر کیا۔

۵۴ - اِذَا كَانَ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ، وَاخْتَلَفَتِ الْاَهْوَاءُ؛ فَعَلَيْكُمْ بِدِيْنِ اَهْلِ الْبَادِيَةِ وَالنِّسَآءِ.

جب قیامت قریب ہوگی اور خواہشات میں اختلاف رونما ہوگا تو تمہیں جنگل میں آباد لوگوں اور عورتوں کے طور طریقوں کو اپنانا ہوگا۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' یہ ابن طاہرؒ کا قول ہے۔ ابن بیلمانی جو سند میں راوی ہے وہ اپنے باپ سے وہ ابن عمرؓ سے مختصر مجموعہ روایت کرتا ہے اس کے وضع میں وہ متہم ہے۔ حافظ عراقیؒ نے بیان کیا کہ اس حدیث کے ان الفاظ کو اس طریق سے ابن حبانؒ نے "الضعفاء" اور ابن بیلمانی کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو ابن حبانؒ کے طریق سے "الموضوعات" میں نقل کیا ہے اور اس سے یہ بات واضح ہے کہ اس میں ایک اور علت ہے اس لئے کہ ابن عبدالرحمان بیلمانی سے روایت کرنے والا محمد بن حارث حارثی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ابن عدیؒ ۲۴۱ نے اس کے حالات کے ضمن میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس راوی کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں نیز ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے محمد بن حارث راوی لاشئی ہے اور اس کا استاذ بھی شاگرد جیسا ہے اس نے اپنے باپ سے مختصر مجموعہ من گھڑت روایت کیا ہے البتہ یہ حدیث دراصل عمرؒ بن عبدالعزیز کا معروف قول معلوم ہوتا ہے اور امام سیوطیؒ نے "اللآلئ الموضوعہ" ۲۴۲ میں اس کے وضع کا اقرار کیا ہے اس نے مزید کہا کہ اس کی سند میں محمد بن حارث "ابن ماجہ" کے رجال سے ہے "میزان" میں اس حدیث کو محمد بن حارث کے عجائبات سے شمار کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی وضع کا سرچشمہ ابن بیلمانی کو قرار دینا زیادہ مناسب ہے اس سے کہ محمد بن حارث پر وضع کا بوجھ ڈالا جائے اس لئے کہ محمد بن حارث کی بعض محدثین نے توثیق کی ہے لیکن ابن بیلمانی کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے چنانچہ بعض آئمہ جو محمد بن حارث کو ثقہ قرار دیتے ہیں جن میں آجری بھی ہے اس کا قول ہے کہ میں نے امام ابوداؤدؒ سے محمد بن حارث کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے "بندار" کا ایک قول موصول ہوا ہے جس میں ہے کہ میرے دل میں محمد بن حارث کے متعلق کچھ نفرت نہیں البتہ ابن بیلمانی مصیبت ہے یہ سب اسی کا کرشمہ ہے۔ محمد بن حارث کے بارے میں بزار کا قول ہے کہ یہ راوی مشہور ہے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوا کہ اصل مصیبت اور آفت ابن بیلمانی ہے۔ حافظ ابن طاہرؒ نے اس کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ امام سخاویؒ نے "المقاصد" میں ایسی ہی بات کہی ہے نیز شیخ علی قاریؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔

لیکن کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "الجامع الصغیر" میں ذکر کیا ہے حالانکہ امام سیوطیؒ نے مقدمہ میں زور دے کر کہا ہے کہ اس

کتاب میں ایسی احادیث شامل نہیں کی گئی ہیں جن کے رواۃ میں کوئی کذاب یا وضاع راوی متفرد ہے جب کہ اس حدیث میں ابن بیلمانی جیسا کذاب راوی موجود ہے نیز امام ابن جوزیؒ نے اس راوی پر کذب کا حکم لگایا ہے تو امام سیوطیؒ نے اس کا قول بھی ساتھ ہی ذکر کیا ہے۔ اور "تنزیہ الشریعہ" ۲۶۳ؔ میں ابن عراقؒ نے ان دونوں کی طرف سے ابن بیلمانی پر لگائے گئے کذب کے حکم کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ابن عراقؒ نے کتاب کی پہلی فصل میں ذکر کیا ہے کہ اس میں ان احادیث کا ذکر ہے جن کے بارے میں امام ابن جوزیؒ نے وضع کا حکم لگایا ہے اور ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی مقدمہ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔

۵۵ - سُرْعَةُ الْمَشْيِ تُذْهِبُ بَهَاءَ الْمُؤْمِنِ.

تیز رفتاری مومن کے وقار کو ختم کر دیتی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ منکر ہے نیز یہ حدیث ابو ہریرہؓ' ابن عمرؓ' انسؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث تین طریق سے مروی ہے۔

پہلا طریق: محمد بن یعقوب فرجی سے اس نے کہا' ہمیں محمد بن عبدالملک بن قریب اصمعی نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں ہمارے باپ نے بتایا' اس نے ابو معشر سے اس نے ابو سعید مقبری سے اس نے ابو ہریرہؓ سے بیان کیا نیز اس حدیث کو ابو سعید مالینیؒ نے "الاربعین فی شیوخ الصوفیہ" ۲۶۴ؔ میں' ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۲۶۵ؔ میں اور خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" ۲۶۶ؔ میں ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا کہ میں نے محمد بن الاصمعی کا ذکر صرف اسی حدیث میں دیکھا ہے امام ذہبیؒ نے اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ منکر ہے پھر اس کو اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے بعدازاں اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی "لسان" میں اس کو غیر صحیح کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند میں تین علتیں ہیں۔

پہلی علت: محمد بن الاصمعی مجہول ہے جیسا کہ خطیب بغدادیؒ نے بیان کیا ہے یہ

قول پہلے گزر چکا ہے وہ اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

دوسری علت: ابن الاصمعی سے روایت کرنے والا محمد بن یعقوب فرجی ہے مجھے اس کے حالات نہیں مل سکے ہیں البتہ مالینیؒ نے "شیوخ الصوفیہ" میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے بارے میں جرح' تعدیل کا ذکر نہیں کیا اس حدیث کے منکر ہونے کی اصل آفت شاید یہی شخص ہے۔

تیسری علت: ابو معشر جس کا نام نجیح بن عبدالرحمان سندھی ہے بالاتفاق ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعیدؒ نے اس کو غایت درجہ ضعیف کہا ہے اسی طرح امام بخاریؒ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔

دوسرا طریق: عبداللہ بن سالم نے کہا کہ ہمیں عثمانؒ بن مطرز حادی نے حدیث بیان کی (وہ حدیث کے حافظ تھے) انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے مقبریؒ سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے حدیث بیان کی۔ امام ذہبیؒ نے عثمان کے حالات ذکر کرتے ہوئے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور عثمان کے بارے میں کہا کہ وہ بوجہ کذب بیانی کے تباہی و بربادی سے ہم کنار ہے۔

بعض محدثین نے عثمان کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ بعض نے اس کو حافظ کہا ہے بعد ازاں اس سے مروی منکر احادیث کا ذکر کیا۔ اس کے حالات کے آخر میں ابو حاتم رازیؒ کا قول ذکر کیا کہ وہ اس کو کذب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ابن عدیؒ کا قول ہے کہ اس سے مروی احادیث باطل ہیں۔ امام دارقطنیؒ کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو معشر بن ابی ذئب کے طریق کے لئے یہ متابعت قوی ہے لیکن قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ اگرچہ ابن ابی ذئب راوی قوی ہے لیکن اس کے طریق میں عثمان ہے جو ہلاکت و بربادی سے ہم کنار ہے البتہ یہ روایت ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔

تیسرا طریق: اس حدیث کو ابن عدیؒ نے "الکامل" میں ابو شہاب عبدالقدوس بن عبدالقاہر بن ابی ذئب ابی شہاب سے' اس نے اس حدیث کو صدقہ بن اللیث الحمصی

سے سنا (اور اس کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے) اس نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کا تذکرہ "لسان" میں عبدالقدوس کے حالات ذکر کرتے ہوئے کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ اس نے جھوٹی احادیث کو وضع کر رکھا تھا ان جھوٹی احادیث میں سے اس حدیث کا بھی ذکر کیا بعدازاں حافظ ابن حجرؒ نے ان احادیث موضوعہ سے اس حدیث کا ذکر کیا اور تبصرہ کیا کہ یہ حدیث عمار بن مطر کی روایت کے ساتھ معروف ہے اس نے ابن ابی ذِئب سے روایت کی ہے نیز لوگ "عمار" پر اس حدیث کا انکار کرتے تھے اور عمار کے حال کا ابھی آپ کو علم ہو چکا ہے اور ان تمام طرق سے بہترین طریق پہلا ہے لیکن کثرت علل کی وجہ سے وہ بھی ضعیف ترین ہے نیز حافظؒ نے "کشاف" کی تخریج ۲۶۷ھ میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

اور ابن عمرؓ کی حدیث کو عباس دوری نے "تاریخ ابن معین" ۲۶۸ھ میں اور ابن عدیؒ ۲۴۹ھ نے اور خطیب بغدادیؒ نے "الجامع" ۲۷۰ھ میں (نسخہ اسکندریہ ہے) اور واحدیؒ نے "وسیط" ۲۷۱ھ میں اور ثعلبیؒ نے "التفسیر" ۲۷۲ھ میں ولید بن سلمہ سے (جو اردن کا قاضی ہے) اس نے کہا کہ ہمیں عمر بن صہبان نے، اس نے نافعؒ سے اس نے ابن عمرؓ سے یہ حدیث بیان کی۔

ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن صہبان راوی کی اکثر روایت کردہ احادیث ایسی ہیں کہ ثقہ رواۃ ان کی متابعت نہیں کرتے ہیں بلکہ غالب احادیث منکر ہیں۔

میں کہتا ہوں: عمر بن صہبان ضعیف ترین راوی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کو منکر الحدیث اور امام دارقطنیؒ نے متروک الحدیث کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: عمر بن صہبان سے روایت کرنے والا ولید بن سلمہ راوی اس سے بھی زیادہ شر والا ہے اس کے بارے میں مسہرؒ، وحیمؒ اور دیگر محدثین نے کذاب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ابن حبانؒ کا قول ہے کہ وہ ثقہ راویوں کا نام لے کر احادیث وضع کیا کرتا تھا چنانچہ ابن عدیؒ نے اس کی وضع کردہ جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں یہ حدیث بھی ہے۔ اس حدیث کو انہوں نے اس کے حالات کے ذکر کے ضمن میں ذکر کیا ہے نیز اس کے بارے میں وہی تبصرہ کیا ہے جو کہ "المنتخب عنه"

۲۷۳۔ اور دیگر کتب میں ہے کہ اس کی مروی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں۔

اور انسؓ کی حدیث کو ابن بشرانؒ نے "الامالی" ۲۷۴۔ میں اور خطیب بغدادیؒ نے "الجامع" ۲۷۵۔ میں محمد بن یونس کے طریق سے روایت کیا اس نے کہا کہ ہمیں یوسف نے مکمل حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں عبدالسلام بن سلیمان ازدی نے ابان سے اس نے انسؓ سے مرفوع بیان کیا۔ اس میں لفظ "بہاء الوجہ" (چہرے کی رونق) ہے اس کی سند باطل ہے اس میں ایک بھی راوی ایسا نہیں جو وصف ثقاہت کے ساتھ معروف ہو۔ انسؓ تو طبعاً مستثنٰی ہیں وہ صحابی ہیں اور ان کی طرف نسبت درست نہیں ابان بن ابی عیاش زاہد بصری کے بارہ میں امام احمدؒ کا قول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

اور شعبہ کا قول ہے کہ کوئی شخص زنا کرے اس سے بہتر ہے کہ وہ ابان سے روایت کرے۔

میں کہتا ہوں : اس قسم کے الفاظ اس شخص کے بارہ میں کہے جا سکتے ہیں جو کذاب ہونے میں معروف ہو چنانچہ شعبہ اس کے کذاب ہونے پر حلف اٹھاتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں کہتا تھا اس لئے کہ ابان کے بارہ میں ابن حبانؒ کا قول ہے کہ ابان عابد' زاہد اور شب بیدار تھا دن کو روزہ سے ہوتا تھا' اس نے انسؓ سے متعدد احادیث سنی ہیں ان کی حسنؒ کے ساتھ مجلس رہتی تھی اس سے احادیث سنتا اور انہیں محفوظ رکھتا جب احادیث بیان کرتا تو کبھی یوں بھی ہوتا کہ حسنؒ کی باتوں کو بے خبری کے عالم میں انسؓ کی مرفوع حدیث کہہ دیتا تھا شائد انسؓ سے اس کی مرویات کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے جن میں اکثر احادیث بے اصل ہیں۔

اور عبدالسلام بن سلیمان ازدی' ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ابو ہمام عبدی ہے اس لئے کہ وہ اسی کے طبقہ سے ہے اس نے داؤد بن ابی ھند سے سنا اس سے حرمی بن عمارہ' ابو سلمہ اور یحیٰی نے روایت بیان کی جیسا کہ امام ابو حاتمؒ نے "الجرح والتعدیل" ۲۷۶۔ میں ذکر کیا لیکن اس پر جرح و تعدیل مذکور نہیں اس لئے یہ مجہول الحال ہے۔

اور ابن حبانؒ نے اپنے قاعدہ کے مطابق اس کا ذکر "الثقات" ۲۷۷۔ میں کیا

ہے اور اس سے پہلے ایک اور راوی کا ذکر کیا ہے کہ "عبدالسلام بن سلیمان" یزید بن سمرۃ سے روایت کرتا ہے گویا کہ اس کا شمار شامیوں میں کیا ہے کہ عبدالسلام سے امام اوزاعیؒ نے روایت کی۔

یہ بات واضح ہے کہ یہ اس حدیث کا راوی نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث کی سند شامی نہیں ہے اس سے قبل کی حدیث شامی ہے۔ لیکن یوسف بن کامل، بظاہر اس سے مراد عطار ہے کہ اس نے سوید بن ابی حاتم اور نافع بن عمر جمحی سے روایت کی اس سے عمروؒ بن علی صیرفی نے بیان کیا جیسا کہ "الجرح والتعدیل" ۲۲۸ میں ہے لیکن اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں ہے شائد اس کا ذکر "ثقات ابن حبان" میں ہے اس سلسلہ میں تابعین کے شاگردوں کے شاگردوں کی جانب مراجعت کی جائے اس لئے کہ ہمارے پاس "ثقات" کا جو نسخہ ہے اس میں وہ جلد نہیں ہے جس میں اس کا ذکر ہے۔

اور محمد بن یونس کدیمی کے بارہ میں ابن عدیؒ کا قول ہے کہ وہ وضع کے ساتھ متہم ہے ابن حبانؒ کا قول ہے کہ شاید اس نے ایک ہزار سے زائد احادیث وضع کی ہیں نیز ابوداؤد، موسیٰ بن ہارون، اور قاسم بن مطرز نے اس کو کذاب کہا ہے امام دار قطنیؒ کا قول ہے کہ وہ حدیث کے وضع کرنے میں متہم ہے اس کے بارہ میں صرف اس شخص کا قول قابل تعریف ہے جس کو اس کے حال کا علم نہیں ہے۔

لیکن ابن عباسؓ کی حدیث کو امام سیوطیؒ نے "الجامع" میں ابن النجار کی طرف منسوب کیا ہے مجھے اس کی سند نہیں مل سکی غالب خیال یہی ہے کہ وہ دوسروں کی طرف ضعیف راوی ہے۔ امام مناویؒ نے اس پر کوئی رائے نہیں دی اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق غایت درجہ ضعیف ہیں ان میں سے کوئی بھی پہلے طریق کی تقویت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور پہلا طریق باوجود ضعف کے اس کا حال دیگر طرق سے بہت اچھا ہے پس حافظ سخاویؒ کے قول جو "المقاصد" ۲۷۷ میں ہے، سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے کہ اس حدیث کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ ان میں شواہد کی صلاحیت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

ظاہر اور واضح بات یہ ہے کہ یہ حدیث دراصل موقوف ہے ان ضعیف راویوں

نے جان بوجھ کر یا بھول کر اس کو مرفوع بنا دیا ہے۔ میں نے دینوری ؒ کی "المنتقی من المجالسہ" ۲۸۰ـ کا مطالعہ کیا اس میں صحیح سند کے ساتھ مغیرہ سے روایت ہے اس نے ابراہیم کا قول پیش کیا کہ راستہ چلتے ہوئے ادھر ادھر جھانکنا مروت کے خلاف ہے اور کہا جاتا ہے کہ تیز رفتاری مومن کے وقار کو ختم کر دیتی ہے۔

اس قول کی نسبت شیخ علی قاری ؒ نے "شرح الشمائل" ۲۸۱ـ میں امام زہری ؒ کی طرف کی ہے۔ لیکن اس حدیث کی تردید میں اس حدیث کا مفہوم کفایت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کا جو انداز تھا وہ اس کے مخالف ہے۔ یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز تیز چلتے تھے نیز ابن سعد ؒ نے "الطبقات" ۲۸۲ـ میں شفاء بنت عبداللہ ام سلیمان سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیز تیز چلتے تھے۔

کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بعض افتراء پرداز زاہدوں کی وضع کردہ ہے جو سمجھتے ہیں کہ انسانی وقار کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان آہستہ آہستہ چلے یوں معلوم ہو جیسے اس میں جان ہی نہیں ہے اور بظاہر بیمار نظر آئے لیکن کیا اس طرح چلنا اللہ پاک کے ذیل کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ۲۸۳ـ

(ترجمہ) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ ان سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے سلام کہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر ؒ اس آیت کی تفسیر میں لفظ "هَوْن" کی تشریح سکینت اور وقار سے کرتے ہیں کہ جس میں جباریت اور تکبر کا اظہار نہ ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۲۸۴ـ

(ترجمہ) تو زمین پر اکڑتے ہوئے نہ چل

پس اللہ تعالیٰ کے بندے تکبر سے اور اکڑ کر نہیں چلتے' نہ وہ اتراتے ہیں اور نہ ان میں رعونت ہوتی ہے لیکن اس سے مقصود یہ نہیں کہ وہ تصنع اور ریا کاری کے

ساتھ بیماروں کی طرح چلتے ہیں چنانچہ آدم کی اولاد کے سردار جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے اونچائی سے اتر رہے ہیں اور یوں محسوس ہوتا کہ جیسے زمین آپؐ کے لئے لپیٹ دی گئی ہے (یعنی سفر جلدی طے ہو جاتا تھا) چنانچہ بعض اسلاف نے کمزور انداز میں چلنے کو مکروہ جانا ہے یہاں تک کہ عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے ایک جوان کو آہستہ آہستہ چلتے دیکھا تو اس سے دریافت کیا' کیا تم بیمار ہو کیسے چل رہے ہو؟ اس نے کہا' نہیں اے امیر المؤمنین! چنانچہ حضرت عمرؓ اس کے سر پر درہ لے کر کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ خوب زور سے چلا کرو خیال رہے کہ قرآن پاک کے لفظ "هَوْنًا" سے مقصود وقار اور اطمینان کے ساتھ چلنا ہے۔

امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے ۲۸۵ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو زور سے چلتے تھے آپؐ کی رفتار میں سستی نہیں ہوتی تھی اس حدیث کو بزارؒ نے بھی "مجمع الزوائد" ۲۸۶ کی طرح روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کی شاہد حدیث' سیار ابی الحکم سے مرسل مروی ہے اس کو ابن سعدؒ ۲۸۷ نے بیان کیا ہے۔

۵۶ - لَوْلَا النِّسَآءُ؛ لَعُبِدَ اللّٰهَ حَقًّا حَقًّا.

اگر عورتیں نہ ہوتیں تو اللہ کی صحیح صحیح عبادت ہوتی۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس کے دو طریق ہیں۔

پہلا طریق: محمد بن عمران ہمدانی سے ہے اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن زیاد دورقی (ابن عیینہ کے ساتھی) نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں عبدالرحیم بن زید العمی نے اپنے والد سے اس نے سعیدؒ بن مسیب سے اس نے عمرؓ بن خطاب سے مرفوع روایت بیان کی۔ اس حدیث کو ابن عدیؒ ۲۸۸ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ میں اس حدیث کو صرف اسی طریق سے جانتا ہوں اور عبدالرحیم بن زید العمی سے مروی تمام احادیث ایسی ہیں کہ ان کی ثقہ راویوں سے متابعت موجود نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور امام بخاریؒ کا قول بھی یہی ہے کہ محدثین نے اس کو ترک کیا ہے ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کیا جائے اس لئے کہ یہ منکر الحدیث ہے اس نے تو اپنے والد کو بھی خراب کیا وہ اس کی نسبت سے جھوٹ باندھتا تھا اور ابن معینؒ کا قول ہے کہ وہ کذاب اور خبیث تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کا والد زید بھی ضعیف ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵۱ میں اس کے ضعیف ہونے کا بیان ہو چکا ہے نیز اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے "الموضوعات" میں ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے اور تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے عبدالرحیم اور اس کا والد دونوں متروک ہیں اور محمد بن عمران راوی منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزیؒ کو وہم لاحق ہوا کہ محمد بن عمران سے مراد اخنسی ہے جس کے بارہ میں امام بخاریؒ نے "التاریخ الکبیر" ۲۸۹ے میں کہا ہے کہ وہ بغداد میں رہتا تھا۔ محدثین نے اس پر جرح کی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اس نے ابو بکر بن عیاش سے بیان کیا جب کہ اس حدیث کا راوی محمد بن عمران اخنسی نہیں ہے بلکہ ھذانی ہے جیسا کہ ابن عدیؒ نے اس کی روایت میں وضاحت کی ہے اور یہ راوی ثقہ ہے نیز اس کے بہترین حالات "تاریخ بغداد" ۲۹۰ے میں ہیں لہٰذا حدیث میں ضعف کی علت اس سے اوپر کے رواۃ میں ہے۔

اور امام سیوطیؒ پر یہ حقیقت مخفی رہی ہے چنانچہ انہوں نے ابن جوزیؒ کا تعاقب کیا ہے اور "اللآلی" ۲۹۱ے میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا شاہد موجود ہے بایں ہمہ یہ ایسا تعاقب ہے جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہے اس لئے کہ وہ شاہد جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اس حدیث سے بہتر نہیں جس کا وہ شاہد ہے اور وہ دوسرا طریق ہے۔ دوسرا طریق: بشر بن حسین سے اس نے زبیر بن عدی سے اس نے انسؓ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"لَوْ لَا النِّسَاءُ دَخَلَ الرِّجَالُ الْجَنَّةَ"

اگر عورتیں نہ ہوتیں تو مرد جنت میں جاتے۔

اس روایت کو ابو الفضل عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے زبیر بن عدی کے نسخہ ۲۹۲ے

میں بیان کیا ہے اور ابو نعیمؒ نے "اخبار اصبہان" ۲۹۳ میں اور ثقفیؒ نے "الثقفیات" میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: بشر راوی متروک ہے' جھوٹا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے اور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں اس کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا۔

لَوْ لاَ النِّسَاءُ لَعُبِدَ اللّٰہُ حَقَّ عِبَادَتِہٖ

اگر عورتیں نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت ہوتی

جیسا کہ "فیض القدیر" میں ہے اور امام سیوطیؒ نے حدیث کے خاتمہ پر بشر کے حالات کے ضمن میں اس کو متروک قرار دیا ہے ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" ۲۹۴ میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ وہ کذّاب اور وضّاع تھا اس کی یہ حدیث اس لائق نہیں کہ اس کو شاہد کہا جا سکے اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ امام سیوطیؒ نے ان تین احادیث کو "الجامع الصغیر" میں داخل کر کے مناسب کام نہیں کیا ہے اس لئے کہ یہ تینوں احادیث اس کی بیان کردہ شرائط کے خلاف ہیں۔ ان شرائط کا ذکر میں نے متعدد بار کیا ہے۔

۵۷ - اِخْتِلاَفُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ

میری اُمّت کا اختلاف رحمت ہے۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' محدثین نے اس حدیث کی سند معلوم کرنے کی بسیار کوشش کی لیکن انہیں اس کی سند پر اطلاع نہ ہو سکی یہاں تک کہ امام سیوطیؒ نے مایوسی کے عالم میں "الجامع الصغیر" میں کہہ دیا کہ شائد اس حدیث کی تخریج حفاظ کی بعض ایسی کتب میں ہے جن تک ہماری رسائی نہیں ہو پائی ہے۔

امام سیوطیؒ کی یہ بات عقل و دانش سے بہت بعید ہے اس لئے کہ اگر امام سیوطیؒ کے اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ امّتِ مسلمہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث پر اطلاع نہیں ہو سکی جب کہ کسی مسلمان کے لئے لائق نہیں کہ وہ اس قسم کا عقیدہ اختیار کرے اور امام مناویؒ نے

امام سبکیؒ سے نقل کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں معروف نہیں ہے اور مجھے اس کی صحیح، ضعیف اور موضوع سند پر آگاہی حاصل نہیں ہو سکی ہے چنانچہ شیخ زکریا انصاری نے "تفسیر بیضاوی" ۲۹۵ھ کے حواشی میں اس کا اعتراف کیا ہے نیز یہ حدیث مفہوم کے لحاظ سے بھی محققین علماء کے نزدیک محل انکار میں ہے چنانچہ علامہ ابن حزمؒ نے "الاحکام فی اصول الاحکام" ۲۹۶ھ میں اس حدیث کا انکار کرتے ہوئے اس پر بھرپور تنقید کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ امت کے اختلاف کو رحمت کہنا نہایت ہی فاسد قول ہے ظاہر ہے کہ اگر "اختلافِ امّت" رحمت ہے تو "اتفاق امّت" اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو گا جب کہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں اس لئے کہ اتفاق کے مقابلہ میں اختلاف ہے اور رحمت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور جب اختلافِ امّت رحمت ہے تو اس کی نقیض لامحالہ یہ ہو گی کہ اتفاق امت میں اللہ کی ناراضگی ہے نیز ایک دوسرے مقام پر ابن حزمؒ نے اس حدیث کو باطل اور جھوٹ کہا ہے اس کا ذکر حدیث نمبر ۶۱ کی تحقیق میں آرہا ہے۔

اس حدیث کے بدترین نتائج میں سے یہ بات بھی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اس حدیث کے پیش نظر مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کو برقرار رکھنے کی حامی ہے اور وہ ہرگز مطالبہ نہیں کرتے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور سنّتِ صحیحہ کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ ان کے ائمہ نے انہیں اس کا حکم دیا ہے بلکہ یہ لوگ اس نظریہ کے حامل ہیں کہ ان ائمہ کے مذاہب دراصل متعدد شریعتیں ہیں ۲۹۷ھ۔ جب وہ یہ کہتے ہیں تو انہیں علم ہوتا ہے کہ ان ائمہ کے مذاہب میں جو اختلاف اور تعارض ہے اس کو ختم کرنا ممکن نہیں البتہ جو حکم دلیل کے خلاف ہے اس کو رد کر دیا جائے اور جو حکم دلیل کے موافق ہے اسے قبول کر لیا جائے لیکن اس کو بھی تو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے برملا کہہ دیا ہے کہ شریعت میں تعارض ہے اگر بقول ان کے تعارض ہے تو صرف یہی ایک دلیل بس کرتی ہے کہ کیا شریعت اللہ عزّ و جل کی جانب سے نہیں ہے؟ کاش! وہ اللہ پاک کے اس فرمان پر غور کرتے جو قرآن پاک کے بارہ میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۲۹۸۔

اگر قرآن پاک اللہ کے غیر سے ہوتا تو وہ اس میں کثرت کے ساتھ اختلاف پاتے۔

اس آیت میں صراحت موجود ہے کہ اختلاف اللہ پاک کی طرف سے نہیں ہے اگر (بقول ان کے) شریعت میں اختلاف ہے تو کیسے وہ شریعت اس لائق ہو سکتی ہے کہ اس پر چلا جائے؟ اور کیسے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا نزول قرار دیا جا سکتا ہے؟

اس مفہوم کی احادیث کی وجہ سے ائمہ اربعہ کے بعد آج دن تک مسلمانوں کی اکثریت کا متعدد اعتقادی اور عملی مسائل میں اختلاف رہا ہے اگر وہ اختلاف کو مذموم سمجھتے جیسا کہ ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا قول ہے اور اس کے مذموم ہونے پر قرآنی آیات اور کثرت کے ساتھ احادیث نبویہؐ دلالت کر رہی ہیں تو وہ اتفاق کی جانب نہایت تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے اور ان میں سے اکثر مسائل میں انہیں بصیرت حاصل ہوتی جب کہ ایسے دلائل موجود ہیں جن کے ذریعہ راہ صواب کو راہ خطا سے الگ کیا جا سکتا ہے اور حق کا باطل سے امتیاز ہو سکتا ہے پھر مختلف فیہ مسائل میں بعض لوگ دیگر مخالفین کو معذور سمجھتے ہیں لیکن اس قسم کی کوشش کس لئے کی جائے؟ جب کہ ان کا خیال ہے کہ اختلاف رحمت ہے اور مذاہب' اختلافات کے باوجود متعدد شریعتوں کی طرح ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اختلاف پر مصر رہنے کے اثرات کا معائنہ کریں تو اکثر مساجد کا حال آپ کے سامنے ہے کہ ان میں چار محراب ہیں اور چار امام ہیں اور ہر امام کے مقتدی الگ ہیں۔ وہ نماز ادا کرنے کے لئے اپنے امام کا انتظار کرتے ہیں گویا کہ ان کے ادیان مختلف ہیں (یقیناً مختلف ہیں) جب کہ ان کا عالم پکارتا ہے کہ مذاہب دراصل متعدد شریعتیں ہیں وہ اپنے مقرر شدہ امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں دوسرے امام کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے اور مسجد میں فارغ بیٹھے رہتے ہیں جب کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ جب فرض نماز کی اقامت ہو تو سوائے فرض نماز کے دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ کوئی شخص فارغ بیٹھا رہے اور جماعت کے ساتھ شامل نہ ہو۔ مسلم وغیرہ میں اس مفہوم کی احادیث مذکور ہیں لیکن اپنے

مذہب کی حفاظت کرنا ان کے لئے زیادہ ضروری ہے حدیث نبویؐ کی مخالفت کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اصل احترام ان کے ہاں مذہب کا ہے اور غالباً مذہب ان کے ہاں احادیث نبویہؐ سے زیادہ محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اختلاف مذموم ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچاؤ ضروری ہے اس لئے کہ اختلاف امت سے مسلمانوں میں ضعف و اضمحلال نمودار ہو گا ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۲۹۹۔

تم آپس میں جھگڑا نہ کرو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہارا دبدبہ جاتا رہے گا۔

لیکن اختلاف کو مستحسن گرداننا اور اس کو رحمت قرار دینا ان آیات قرآنیہ کے خلاف ہے جن میں اختلاف کی صراحتاً مذمت کی گئی ہے خیال رہے کہ اختلاف کو باعث رحمت سمجھنے والوں کے ہاں اس حدیث کے علاوہ کوئی دلیل نہیں جس کا اصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

اس مقام پر ایک سوال سامنے آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی اختلاف تھا حالانکہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد دنیائے انسانیت میں سب سے افضل ہیں کیا ان کا اختلاف بھی مذموم ہے اور انہیں اس اختلاف کی وجہ سے ناپسندیدہ سمجھا جائے گا؟ اس کا جواب ابن حزمؒ ۳۰۰۔ کی زبان سے سنیں۔ (فرماتے ہیں کہ) تمام صحابہ کرامؓ حق کی تلاش میں کوشاں رہے اور غیر منصوص یا غیر معلوم مسائل میں اجتہاد کیا ان میں سے جس کا اجتہاد راہِ صواب سے ہٹا ہوا ہے وہ بھی ثواب کا مستحق ہے اس لئے کہ اس کی نیت صاف ہے اور اس کا ارادہ خیر کا ہے ان کی اجتہادی غلطی کو معاف کر دیا گیا اسلیئے کہ ان سے غلط کام قصداً نہیں ہوا پھر انہوں نے حق تلاش کرنے میں سستی بھی نہیں دکھائی اور جس کا اجتہاد صحیح ہے وہ دہرے ثواب کا مستحق ہے۔ اسی طرح قیامت تک جس مسلمان پر دین اسلام کا کوئی مسئلہ پوشیدہ رہا اسے اس کی آگاہی حاصل نہ ہو سکی' اس نے اپنی کوشش سے کوئی صورت پیدا کی اور اس پر عمل پیرا رہا تو وہ عنداللہ گناہگار نہیں ہے۔ ہاں! وہ شخص مذموم ہے اور وعیدِ الٰہی کا مستحق ہے جو قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کے ساتھ وابستگی نہیں رکھتا

جب کہ اسے اس مسئلہ میں نص معلوم ہے اور حجت قائم ہو چکی ہے لیکن وہ شخص نص کو چھوڑ کر کسی اور کے قول پر عمل پیرا ہوتا ہے اس کی تقلید میں اسلام کے مسائل کو سمجھتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہوتا ہے' اختلاف کو پسند کرتا ہے' مذہبی عصبیت کا دلدادہ ہے اور جان بوجھ کر اختلاف کو جنم دیتا ہے۔ حمیت جاہلیہ اس کے دل و دماغ پر مسلط ہے قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کو کچھ اہمیت نہیں دیتا ان کو اصل قرار دینے سے باغی ہے اگر نص اس کے امام کے قول کے مطابق ہے تو اسے تسلیم کرتا ہے اگر نص امام کے قول کے خلاف ہے تو نص کی مخالفت کرتا ہے قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کی مخالفت کرتا ہے اور مذہبی اندھی عصبیت کے پیش نظر جاہلیت کا لبادہ زیب تن کر کے اپنے امام کے قول پر عمل پیرا رہتا ہے پس اس ذہن کے لوگ دراصل وہ ہیں جو قابلِ مذمت ہیں اور ان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

ان کے ساتھ ساتھ کچھ اس نظریہ کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا فقدان ہے دین اسلام کے ساتھ ان کا رابطہ برائے نام ہے۔ جس شخص کا قول ان کی خواہشات کے موافق ہوتا ہے اس پر وہ عمل کرتے ہیں دراصل یہ لوگ رخصت کے متلاشی ہیں جہاں جس کے قول میں رخصت نظر آئی اس کے قول کو حجّت سمجھ لیا اور اس کے مقلد ہو گئے انہیں اس سے کچھ واسطہ نہیں کہ اس بارہ میں اللہ پاک کا قرآن پاک میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیثِ صحیحہ میں کیا فرمان ہے؟

حافظ ابن حزمؒ بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ فقہاء کے ہاں ایک "اصولِ تلفیق" کہلاتا ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی عالم کا قول بلا دلیل حجت ہے۔ اس میں بھی دراصل خواہشاتِ نفسانی کی اتباع ہے یا رخصت کے راستوں کی جستجو ہے تاکہ ہر قسم کا آرام رہے چنانچہ بعض فقہاء اس کو جائز قرار دینے میں اختلاف کرتے ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے حرام اور ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ وضاحت کا یہ مقام نہیں ہے' دراصل حقیقت یہ ہے کہ اس کا جواز بھی اسی حدیث سے لیا جاتا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کسی شخص

نے کہہ دیا کہ جو شخص کسی بھی عالم کا مقلد ہے اس کی ملاقات جب اللہ پاک سے ہو گی تو اس کا کچھ مؤاخذہ نہ ہو گا۔

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ سب کرشمے ضعیف اور موضوع احادیث کے ہیں لہٰذا اگر آپ نجات اخروی کے طلب گار ہیں تو ان احادیث سے دامن کو بچائیں قیامت کے دن مال' اولاد کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے البتہ وہ انسان کامیاب ہے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں قلبِ سلیم لے کر حاضر ہوا۔

۵ - اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ: اِھْتَدَیْتُمْ۔

میرے صحابہ کرامؓ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی آپ پیروی کریں گے ہدایت یافتہ ہوں گے۔

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت اور بے بنیاد ہے' اس کو ابنِ عبدالبرؒ نے "جامع العلم ۲۰۱ء اور ابن حزمؒ ۳۰۲ء نے "الاحکام" ۳۰۲ء میں سلام بن سلیم کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا کہ ہمیں حارث بن غصین نے حدیث بیان کی اس نے اعمش سے اس نے ابو سفیان سے اس نے جابرؓ سے مرفوع بیان کیا۔ ابنِ عبدالبرؒ نے اس حدیث کو سند کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے اس لئے کہ حارث بن غصین راوی مجہول ہے۔

ابنِ حزمؒ نے اس پر نقد کرتے ہوئے فرمایا کہ روایت ساقط الاعتبار ہے ابو سفیان ضعیف ہے اور حارث بن غصین سے مراد ابو وھب ثقفی ہے اور سلام بن سلیمان بلاشبہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے بلاشبہ یہ حدیث بھی ان میں سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو سلام بن سلیم (اس کو ابن سلیمان طویل بھی کہا جاتا ہے) کی وجہ سے موضوع قرار دینا مناسب ہے اس لئے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے بلکہ ابن خراشؒ نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابن حبانؒ کا قول ہے کہ اس سے موضوع احادیث روایت کی ہیں لیکن ابو سفیان ضعیف نہیں ہے جیسا کہ ابن حزمؒ نے کہا ہے بلکہ وہ تو راست باز انسان ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کا قول

"تقریب" میں ہے اور امام مسلمؒ نے بھی صحیح مسلم میں اس سے روایت بیان کی ہیں۔

اور حارث بن غصین راوی مجہول ہے جیسا کہ ابن حزمؒ نے کہا ہے۔ اسی مفہوم کا قول ابن عبدالبرؒ کا بھی ہے اگرچہ ابن حبانؒ نے اس کو "الثقات" میں ذکر کیا ہے اسی لئے امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جیسا کہ ابن قدامہؒ کی تالیف "المنتخب" ۳۰۳۔ میں ہے۔

علامہ شعرانیؒ اپنی تالیف "المیزان" ۳۰۴۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر اگرچہ محدثین نے گفتگو کی ہے لیکن یہ حدیث اربابِ کشف کے نزدیک صحیح ہے جب کہ علامہ شعرانی کا یہ قول باطل ہے' یہ ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اس کی طرف دھیان بھی دیا جائے اس لئے کہ کشف کے ذریعہ احادیث کی صحت معلوم کرنا صوفیاء کی بدعت ہے اگر کشف پر اعتماد کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ متعدد باطل احادیث (جن کا کچھ اصل نہیں ہے) صحیح قرار پائیں گی جیسا کہ یہ حدیث ہے۔ خیال رہے کہ (اگر کشف پر اعتماد کرنا صحیح بھی باور کر لیا جائے) تب بھی اعلیٰ درجہ کا کشف رائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور رائے میں خطا اور درستی دونوں کا احتمال ہے لیکن اس سے مقصود ایسی رائے ہے جس میں خواہش نفس کا کچھ دخل نہ ہو ہم ایسی رائے اور ایسے کام سے جو اللہ کو ناپسند ہیں' سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں۔ نیز یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے "مثل صحابی" کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

اس کا ذکر حدیث نمبر ۴۳۸ میں آئے گا نیز اس کی مثل ابن عباسؓ عمرؓ بن خطاب اور ان کے بیٹے عبداللہؓ سے مروی ہے۔ اب ابن عباسؓ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

۵۹۔ مَهْمَا أُوْتِيْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ؛ فَالْعَمَلُ بِهٖ لَا عُذْرَ لِأَحَدِكُمْ فِيْ تَرْكِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؛ فَسُنَّةٌ مِّنِّيْ مَاضِيَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ سُنَّةٌ مِّنِّيْ مَاضِيَةٌ؛ فَمَا قَالَ أَصْحَابِيْ، إِنَّ أَصْحَابِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ، فَأَيُّهَا أَخَذْتُمْ بِهٖ، اِهْتَدَيْتُمْ، وَاخْتِلَافُ أَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ.

تمہیں جو اللہ کی کتاب عطا کی گئی ہے اس پر عمل پیرا رہو اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہے اگر کوئی حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دستیاب نہ ہو تو میری قائم کردہ سنّت پر عمل کرو اگر کوئی حکم میری قائم کردہ سنّت میں بھی نہ ہو تو معلوم کرو کہ میرے صحابہ نے کیا کہا ہے؟ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کو اختیار کرو گے تمہیں راہنمائی حاصل ہو گی اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعثِ رحمت ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو خطیب بغدادیؒ نے "الکفایہ فی علم الروایہ" ۳۰۵ـ میں اور ابو العباس اصمؒ نے دوسری حدیث (میرے نسخہ کا نمبر ۱۴۲) میں اور ابن عساکرؒ ۳۰۶ـ نے سلیمان بن ابی کریمہ کے طریق سے اس نے "جویبر" سے اس نے "ضحاک" سے اس نے ابن عباسؓ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند غایت درجہ ضعیف ہے ابن ابی حاتم ۳۰۷ـ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ سلیمان بن ابی کریم راوی ضعیف الحدیث ہے اور جویبر بن سعید ازدی راوی متروک ہے اسی طرح کا قول امام دارقطنیؒ، امام نسائیؒ اور دیگر محدثین کا ہے نیز ابن مدینیؒ نے اس کو غایت درجہ ضعیف کہا ہے اور ضحاک بن مزاحم ہلالی کی ملاقات ابن عباسؓ سے ثابت نہیں ہے۔

حافظ عراقیؒ نے حدیث کے آخری جملہ کا ذکر "الاحیاء" ۳۰۸ـ کی تخریج میں کیا ہے اور امام سیوطیؒ نے مکمل حدیث کو "جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب" میں امام بیہقیؒ کی روایت سے کیا ہے (جو المدخل میں ہے) حافظ عراقیؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ سند غایت درجہ ضعیف ہے۔ ہم نے جویبر کا حال ذکر کیا کہ وہ متروک ہے۔ اسی طرح امام سخاویؒ نے "المقاصد" میں ذکر کیا ہے کہ حدیث معنوی لحاظ سے موضوع ہے پہلے بھی اس کا سبب بیان ہو چکا ہے اور آئندہ بھی بیان ہو گا۔

نیز دیلمیؒ نے اس کے طریق سے بیان کیا جیسا کہ ملا علی قاریؒ کی "موضوعات" ۳۰۹ میں ہے۔ اس وضاحت کے بعد امام سیوطیؒ کا قول عجیب دکھائی دیتا ہے جو "جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب" میں مذکور ہے کہ "اس حدیث سے کچھ فوائد مستنبط ہوتے ہیں مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد فروعی مسائل میں مذاہب کے اختلاف کی خبر دی ہے۔ اس خبر کو تو آپؐ کا اعجاز کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ غیب کی خبر ہے پھر آپؐ نے اختلاف پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور اس کو برقرار بھی رکھا جب کہ اختلاف کو رحمت قرار دیا اور مکلفین کو اختیار دے دیا کہ وہ جس مذہب پر عمل کرنا چاہیں انہیں اجازت ہے۔"

ہم امام سیوطیؒ سے گزارش کرتے ہیں کہ حدیث سے فوائد مستنبط کرنے سے پہلے حدیث کو تو ثابت کریں اور امام سیوطیؒ نے مذاہب کے اختیار کرنے میں جو اجازت دی ہے وہ بالکل لغو ہے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں نہ وہ اختلاف مذہب کے جواز کی بات کرے اور عمل کرنے میں اسے اختیار حاصل ہو۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مسلمان شرعی تکالیف سے آزاد ہے مزید تفصیل حدیث نمبر ۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (اور اب عمرؓ بن خطاب کی طرف منسوب کردہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

۶۰ - سَأَلْتُ رَبِّيْ فِيْمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ أَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ، بَعْضُهَا أَضْوَأُ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ؛ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى.

میں نے اپنے پروردگار سے ان باتوں کے بارہ میں استفسار کیا جن میں میرے بعد میرے صحابہ کا اختلاف ہو گا تو اللہ پاک نے میری جانب وحی کی' اے محمدؐ! تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں بعض ستارے دیگر بعض سے زیادہ روشن ہیں جو شخص ان کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک کے قول کو قابل

عمل بیجھے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابن بطہؒ نے "الابانہ" ۲/۱۴۰ میں اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب میں اور نظام الملکؒ نے "الامالی" ۲/۱۱ میں اور الضیاءؒ نے "المنتقی عن مسموعاتہ بمرو" ۲/۱۱۲ میں اور ابن عساکرؒ ۲/۳۱۳ (سبکی) نے نعیم بن حماد کے طریق سے اس نے کہا کہ ہمیں عبدالرحیم بن زید العمی نے حدیث بیان کی اس نے اپنے والد سے اس نے سعیدؒ بن مسیب سے اس نے عمرؓ بن خطاب سے مرفوع بیان کیا۔

اس کی سند بناوٹی ہے' نعیم بن حماد راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ خطا کرتا ہے اور عبدالرحیم بن زید العمی کذاب ہے پہلے بھی حدیث نمبر ۵۳ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اس سند کی اصل خرابی یہی ہے' نیز اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "الجامع الصغیر" میں سجزی کی روایت کے ساتھ "الابانہ" میں اور ابن عساکرؒ نے عمرؓ سے روایت کیا ہے اس کے شارح امام مناویؒ کا قول ہے کہ ابن جوزیؒ نے "العلل" میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے' نعیم راوی مجروح ہے اور ابن معینؒ نے عبدالرحیم کو کذاب کہا ہے اور "میزان" میں اس حدیث کو باطل کہا گیا ہے۔ پھر امام مناویؒ نے کہا ہے کہ مصنف کا انداز بظاہر پتہ دے رہا ہے کہ ابن عساکرؒ نے اس کو بیان کیا ہے اور خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اصل حقیقت اس کے برعکس ہے اس لئے کہ اس نے اس کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابن سعدؒ نے زید العمی ابوالحواری کو حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عدیؒ کا قول ہے کہ اس کی بیشتر مرویات اور جن سے وہ روایت کرتا ہے ضعیف ہیں اور امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو عمرؓ سے ذکر کیا اور اس کی سند کو غایت درجہ ضعیف کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کو بزار سے ذکر کیا' اس نے اس حدیث میں کہا کہ اس قسم کا کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ اس حدیث کو عبدالرحیم بن زید العمی نے اپنے والد سے اس نے سعیدؒ بن مسیب سے اس نے عبداللہؓ بن عمرؓ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور کبھی اس

حدیث کو عبدالرحیم نے اپنے والد سے اس نے عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت کیا (دونوں مقامات میں ابن عمرؓ ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مقام اول میں ابن کا لفظ ناقل کی جانب سے زائد ہے۔) خیال رہے کہ اس حدیث میں اصل ضعف عبدالرحیم بن زید کی وجہ سے ہے اس لئے کہ اہل علم اس کی حدیث کو بیان کر کے خاموش رہے ہیں اور اس قسم کا کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ "تم نے میری اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی سنت پر چلنا ہو گا۔ تم نے سنت کو دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنا ہو گا۔" آپؐ کا یہ کلام عبدالرحیم سے مروی حدیث کے خلاف ہے اگر اس کا ثابت ہونا درست بھی تسلیم کر لیا جائے حالانکہ وہ ثابت نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد اپنے صحابہ میں اختلاف کو کیسے جائز قرار دے سکتے ہیں؟

پھر مزنی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جو باتیں آپؐ سے نقل کی ہیں اور جن کاموں میں وہ موجود رہے ان میں تمام صحابہ کرامؓ امانت دار ہیں، قابلِ اعتماد ہیں کہ انہوں نے اس شریعت کو (امت تک) پہنچایا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا مفہوم نہیں ہے لیکن جو باتیں انہوں نے اپنی رائے سے کہیں اگر حقیقت میں بھی وہ تمام درست ہیں تو کوئی صحابی دوسرے صحابی کو خطا کی طرف منسوب نہ کرتا اور نہ ایک دوسرے کے فعل پر گرفت کرتا اور نہ کوئی صحابی دوسرے صحابی کے قول کو تسلیم کرتا اور اپنی رائے سے دستبردار ہوتا۔

میں کہتا ہوں: حدیث کے الفاظ سے وہ مفہوم معلوم نہیں ہوتا جس کا ذکر مزنیؒ نے کیا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جو باتیں اپنی رائے سے کہی ہیں اس لحاظ سے حدیث کا مفہوم ہی خود ایسی دلیل ہے جو حدیث کو موضوع بنانے کے لئے کافی ہے اور یہ حدیث ہرگز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے لئے کیسے جائز ہے کہ ہم اس بات کا تصور کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت عطا فرمائیں کہ ہم ہر ہر صحابی کی اقتداء کریں؟ جب کہ ان میں صاحب علم بھی ہیں، کچھ متوسط درجہ کے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کا درجہ ان سے کم

ہے لیکن ان میں تو ایسے بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ اولے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کا ذکر حدیث نمبر ۴۳ میں آ رہا ہے۔

اب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

۶۱۔ اِنَّمَآ اَصْحَابِیْ مَثَلُ النُّجُوْمِ، فَاَیُّهُمْ اَخَذْتُمْ بِقَوْلِهٖ! اِهْتَدَیْتُمْ.

بلاشبہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کے قول پر تم عمل کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کو معلق ذکر فرمایا ہے نیز ابن عبدالبرؒ سے ابن حزمؒ نے ابو شہاب حناط کے طریق سے اس نے حمزہ جزری سے اس نے نافعؒ سے اس نے ابن عمرؓ سے اس کو مرفوع ذکر کیا اور عبد بن حمید نے اس کو "المنتخب من المسند" ۳۴۳ء میں موصول بیان کیا ہے مجھے احمد بن یونس نے خبر دی اس نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث ابن شہاب نے بیان کی نیز اس حدیث کو ابن بطہؒ نے "الابانہ" ۳۱۵ء میں ایک دوسرے طریق سے اس نے ابو شہاب سے حدیث بیان کی۔ ابن عبدالبرؒ نے حدیث کی سند کو غیر صحیح کہا ہے نیز اس نے کہا کہ اس حدیث کو نافعؒ سے ایسے راویوں نے بیان نہیں کیا جو قابل حجت ہوں۔

میں کہتا ہوں: اس حمزہ سے مراد ابن ابی حمزہ ہے امام دارقطنیؒ نے اس کو متروک کہا۔ ابن عدیؒ کا قول ہے کہ اس کی اکثر مرویات موضوع ہیں۔ ابن حبانؒ کا قول ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوعات بیان کرنے میں متفرد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصداً ایسا کرتا ہے لہٰذا اس سے روایت کرنا درست نہیں چنانچہ امام ذہبیؒ نے "میزان" میں اس کی موضوعات کو ذکر کیا ہے اور یہ حدیث بھی اسی مجموعہ میں ہے۔

ابن حزمؒ ۳۱۶ء فرماتے ہیں: یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے جھوٹ ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۳۱۷ـ"
وہ خواہش نفس سے نہیں بولتا اس کا بولنا وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کلام شریعت ہے اور وہ حق ہے اور ضروری ہے تو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اس میں اختلاف ممکن نہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا" ۳۱۸ـ
اگر یہ اللہ کے غیر سے ہوتا تو اس میں کثرت کے ساتھ اختلاف پاتے۔

نیز اللہ پاک نے فرقہ بندی اور اختلاف سے روکا ہے ارشادِ ربانی ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوْا ۳۱۹ـ
(ترجمہ) تم جھگڑا نہ کرو۔

تو یہ بات ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر صحابی کے قول کی پیروی کرنے کا حکم صادر فرمائیں جب کہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک چیز کو حلال کہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اسی کو حرام قرار دیتے ہیں اگر تمام صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنا ضروری ہو تو پھر سمرہؓ بن جندب کی پیروی کرتے ہوئے شراب کی فروخت جائز ہو گی اور ابو طلحہؓ کی پیروی کرتے ہوئے روزہ دار کے لئے اولے کھانا جائز ہوں اور دیگر صحابہ کرامؓ کی پیروی کرتے ہوئے اس کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور علی' عثمان' طلحہ' ابو ایوب اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرتے ہوئے عورت کے ساتھ جماع کرنے والا' جس کی منی خارج نہ ہو اس پر غسل واجب نہ ہوگا اور عائشہؓ' ابن عمرؓ کی اقتداء کرتے ہوئے غسل کرنا واجب ہوگا یہ سب اقوال ہم تک صحیح اسانید کے ساتھ پہنچے ہیں۔

بعدازاں حافظ ابن حزمؒ نے ان بعض خیالات کی وضاحت میں طوالت سے کام لیا ہے جو صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب ہیں اور ان سے ان میں خطائیں سرزد ہوئیں خواہ آپؐ کی زندگی میں ایسا ہوا یا آپؐ کی زندگی کے بعد ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں نیز ان کا قول ہے ۳۲۰ـ کہ ایسے لوگوں کو بھلا تقلید کیسے جائز ہو سکتی ہے جن کی آراء صائب بھی تھیں اور بعض اوقات ان کی آراء راہ صواب سے ہٹی ہوئی تھیں؟

اور اس سے قبل "اختلاف کی مذمت" کے باب ۳۲۱ھ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے لئے بس ضروری ہے کہ ہم اس چیز کی پیروی کریں جس کو قرآن پاک نے اللہ کی جانب سے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین اسلام کا انتخاب فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان باتوں پر عمل کریں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپؐ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے دین کی وضاحت کریں اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں اختلاف کو کچھ اہمیت نہ دی جائے اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوا جائے جب کہ کچھ لوگ غلطی پر ہیں جن کا کہنا ہے کہ اختلاف باعث رحمت ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" حافظ ابن حزمؒ نے اس حدیث کو باطل ثابت کیا ہے بلکہ اس کو جھوٹ کہا ہے۔ فاسق قسم کے لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے اس قسم کی احادیث معاشرہ میں رواج پذیر ہوئیں۔ تحقیق کی روشنی میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حدیث بلحاظ نقل کے صحیح نہیں ہے نیز یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات کا حکم دیں جس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی کہ ابو بکرؓ سے ایک چیز کی تفسیر میں غلطی ہوئی ہے اور عمرؓ کو آپؐ نے کذب کی جانب منسوب کیا جب انہوں نے ہجرت کے بارے میں تاویل کی اور ابو سنابل کو آپؐ نے غلطی کی طرف منسوب کیا جب اس نے عورت کی عدت کے بارے میں ایک فتویٰ دیا۔ اس لحاظ سے ممکن نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی جواز ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی بات کی پیروی کا حکم فرمائیں جس کو آپؐ غلط کہہ چکے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ غلط بات کا حکم فرما رہے ہیں۔ اللہ پاک اس سے بلند اور پاک ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے کوسوں دور ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرمائیں کہ فلاں لوگوں سے غلطی

ہوئی ہے اور پھر امت کو ان خطاکار انسانوں کی پیروی کا حکم دیں البتہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے جن روایات کو نقل فرمایا ان کی نقل میں عدم صحت کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ اس سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ ثقہ تھے ان میں سے جس صحابی سے آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کر رہے ہیں اس میں غلطی نہیں ہے نقل کرنے والا انسان راہ ہدایت پر ہے (بشرطیکہ صحابی سے نیچے روایت کرنے والے محدثین کے اصولوں کے مطابق ثقہ ہوں ان پر جرح نہ کی گئی ہو) اس بات میں ہرگز شک کی گنجائش نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سچی بات ہی نکلتی تھی کسی باطل یا غلط بات کی ہرگز گنجائش نہیں تو آپؐ کیسے صحابہ کرامؓ کی اطاعت کا حکم دے سکتے تھے؟ اور صحابہ کرامؓ کی ہر بات کو صائب قرار دینے والے' حدیث میں مذکور تشبیہ سے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لیکن یہ تشبیہ فاسد ہے اور اس میں بظاہر کذب ہے ظاہر ہے کہ جو شخص جدی ستارے کے مطلع کی جہت کا ارادہ کرے گا لیکن عملاً سرطان کے مطلع کی جانب روانہ ہو گا تو وہ صحیح راہ پر نہیں ہے بلکہ گمراہ ہے اور فاش غلطی کا مرتکب ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بات کتنی واضح ہے کہ راستہ معلوم کرنے کے لئے تمام ستاروں سے راہنمائی حاصل نہیں کی جاتی اس لحاظ سے بھی تشبیہ باطل ہے اور حدیث کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے اور اس کے ساقط الاعتبار ہونے میں ہرگز شک نہیں ہے۔

ابن حزمؒ کے قول کا خلاصہ ابن ملقنؒ نے "الخلاصہ" ۳۲۲ے میں نقل کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے نیز حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے آخر میں ابن حزمؒ کا قول پیش کیا ہے کہ حدیث جھوٹی' موضوع' باطل اور ہرگز صحیح نہیں ہے۔ یہی حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ مروی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۶۲۔ أَهْلُ بَيْتِي كَالنُّجُومِ، بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ: اِهْتَدَيْتُمْ.

میرے اہل بیت ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' یہ حدیث احمد بن نبیط کذاب کے نسخہ میں ہے اور میں نے یہ نسخہ دیکھا ہے یہ نسخہ ابو نعیمؒ اصبہان کی روایت سے ہے۔ اس نے کہا کہ ہمیں ابو الحسن احمد بن قاسم بن الریان مصری ۳۲۳ نے جو اللکی کے ساتھ مشہور ہے بصرہ میں نہر "دبیس" کے قریب ماہ صفر ۳۵۷ھ میں اس پر نسخہ پڑھا جا رہا ہے اس نے اس کا اقرار کیا اس نے کہا کہ ہمیں احمد بن ابراہیم بن نبیط بن شریط ابو جعفر الجعی نے مصر میں ۲۷۲ھ میں روایت کیا اس نے کہا کہ مجھے میرے والد اسحاق بن ابراہیم بن نبیط نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ مجھے میرے والد ابراہیم بن نبیط نے اس نے اپنے دادا نبیط بن شریط سے مرفوع ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: اس نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں یہ بھی اسی سے ہے ۳۲۴ اور امام ذہبیؒ نے اس نسخہ کے بارہ میں کہا ہے کہ اس میں خطرناک اور ہلاکت خیز باتیں ہیں۔ احمد بن اسحاق راوی اس لائق نہیں ہے کہ اس کے ساتھ حجت اختیار کرنا جائز ہو اس لئے کہ وہ کذاب ہے نیز حافظ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے روایت کرنے والا احمد بن قاسم کی راوی ضعیف ہے نیز اس حدیث کو ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" ۳۲۵ میں اصل کے بالتبع جو امام سیوطیؒ کی "ذیل أحادیث الموضوعہ" ۳۲۶ ہے اسی طرح امام شوکانیؒ کی "الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" ۲۲۷، "المختصر" سے نقل کیا ہے البتہ اس نسخہ میں نبیط کذاب کا لفظ ہے گویا کہ نسخہ سے لفظ "ابن" گر گیا ہے اور وہ احمد بن اسحاق ہے' اپنے دادا کی طرف منسوب ہے وگرنہ نبیط تو صحابی ہے۔

۶۳ - اِنَّ الْبَرَدَ لَیْسَ بِطَعَامٍ وَلَا بِشَرَابٍ.

بلاشبہ اولے نہ تو خوراک ہیں اور نہ ہی مشروب ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے' اس حدیث کو امام طحاویؒ نے مشکل الاثار ۳۲۸ میں اور ابو یعلیؒ نے "مسند" ۳۲۹ میں اور السلفیؒ نے "الطیوریات" ۳۳۰ میں اور

ابن عساکر ۳۳۱ نے علی بن زید بن جدعان کے طریق سے اس نے انسؓ سے بیان کیا کہ بارش کے ساتھ آسمان سے اولے برسے۔ ابو طلحہؓ نے ہمیں کہا، مجھے اولے اٹھا کر دو چنانچہ اس نے اولے کھانے شروع کر دیئے جب کہ وہ رمضان المبارک میں روزے سے تھا۔ میں نے ان سے دریافت کیا، آپ روزہ دار ہو کر اولے کھا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، یہ برف ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے ہم اس کو تناول کر کے اپنے پیٹوں کو پاک کر رہے ہیں نہ یہ خوراک ہے نہ مشروب۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؐ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا، اس حدیث کو اپنے چچا سے حاصل کرو (اور اس پر عمل کرو)

میں کہتا ہوں: اس کی سند بھی ضعیف ہے نیز علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں اس کو ضعیف کہا ہے اور شعبہ بن حجاج نے کہا ہے کہ ہمیں علی بن زید نے حدیث بیان کی لیکن وہ خطا کر جاتا ہے، موقوف احادیث کو مرفوع کہہ دیتا ہے پس اس حدیث کی اصل علت یہ ہے کہ ثقہ راویوں نے اس حدیث کو انسؓ سے طلحہؓ پر موقوف بیان کیا ہے لیکن علی بن زید نے اس کو مرفوع بیان کر کے غلطی کی ہے۔ پس اس حدیث کو مرفوع کہنا منکر ہے اس حدیث کو احمدؒ ۳۳۲ نے اور ابن عساکرؒ ۳۳۳ نے شعبہ کے طریق سے اس نے قتادہؒ اور حمیدؒ سے اس نے انسؓ سے انہوں نے بیان کیا کہ ہم پر اولوں کی بارش ہوئی جب کہ ابو طلحہؓ روزے سے تھے وہ اولے کھانے لگے اس پر اعتراض کیا گیا کہ آپ روزہ دار ہو کر اولے تناول کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، ان کا تناول کرنا برکت ہے اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز ابن حزمؒ نے "الاحکام" ۳۳۴ میں اس کو صحیح کہا ہے اور امام طحاویؒ نے خالد بن قیس کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے اس نے قتادہ سے روایت کیا اور یہ حدیث حماد بن سلمہ کے طریق سے بھی ہے اس نے ثابت سے روایت کیا دونوں نے انسؓ سے اس کی مثل روایت کی اور بزارؒ نے موقوفاً ذکر کیا اس میں زائد الفاظ ہیں کہ میں نے اس حدیث کا سعیدؒ بن مسیبؒ سے تذکرہ کیا انہوں نے اس حدیث پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ اولوں کے استعمال سے پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ بزارؒ نے بیان کیا کہ ہمیں ابو طلحہؓ کے

اس عمل کا ابو طلحہؓ کے علاوہ دیگر کسی اور کے بارہ میں علم نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث موقوف ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے۔ ابن جدعانؒ نے اس کو مرفوع کہہ کر خطا کی ہے چنانچہ امام طحاویؒ نے یہ بات وثوق سے کہی ہے۔ نیز اس حدیث کو امام ہیثمیؒ نے "المجمع" ۳۳۵۔ میں مرفوع ذکر کیا ہے نیز بیان کیا کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں علی بن زید راوی متکلم فیہ ہے اور کبھی اس کی توثیق بھی کی گئی ہے اور اس کے دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں نیز اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "ذیل الاحادیث الموضوعہ" ۳۳۶۔ میں دیلمیؒ کی روایت سے ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں وہ تمام رواۃ کے بارہ میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کانوں کی ساعت ختم کر دے اگر میں نے یہ حدیث فلاں سے نہ سنی ہو جب کہ ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" ۳۳۷۔ میں اس کو موضوع کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے "المطالب العالیہ" میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے اور کلام کرتے ہوئے آخر میں کہا ہے کہ شائد امام سیوطیؒ کا مقصود یہ ہے کہ حدیث اس زیادتی کے ساتھ تسلسل کے لحاظ سے موضوع ہے" مطلقاً موضوع نہیں ہے (واللہ اعلم)

میں کہتا ہوں: یہ موقوف حدیث بھی ایک دلیل ہے جس میں متقدم حدیث باطل قرار دی جا رہی ہے متقدم حدیث سے مراد درج ذیل حدیث ہے۔

- اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ؛ اِھْتَدَیْتُمْ.

ظاہر ہے کہ اگر متقدم حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو جو شخص رمضان المبارک میں روزے کے ساتھ اولے کھاتا ہے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ ابو طلحہؓ کی اقتداء کر رہا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایسی بات ہے کہ آج کے دور میں اس قسم کی بات کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

۶۴ - نِعْمَ اَوْ نِعْمَتِ الْاُضْحِیَۃُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ.

بھیڑ کے ایک دانت والا جانور اچھی قربانی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کو امام ترمذیؒ ۳۳۸۔' امام بیہقیؒ ۳۳۹۔ اور امام

احمد ۳۴۰ عثمان بن واقد کے طریق سے لائے ہیں اس نے کدام بن عبدالرحمان سے اس نے ابو کباش سے روایت کیا اس نے بیان کیا کہ میں ایک سالہ بکری کے بچے کو مدینۃ الرسول لے گیا لیکن اس کی خرید کی جانب عدم توجہی سے مجھے پریشانی لاحق ہوئی (یعنی کوئی خریدار نہ ملا) چنانچہ میں ابو ہریرہؓ سے ملا' میں نے ان سے دریافت کیا؟ انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے اس کو اچھی قربانی فرمایا (حدیث متقدم کو ذکر کیا) وہ بیان کرتا ہے اس پر لوگوں نے (میرے ایک سالہ بکری کے بچے سمیت دوسرے) جانوروں کو لوٹ لیا۔ امام ترمذیؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث غریب یعنی ضعیف ہے اس لئے حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" ۳۴۱ میں بیان کیا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے اور ابن حزمؒ نے اس حدیث کی علت بیان کرتے ہوئے "المحلی" ۳۴۲ میں کہا ہے کہ عثمان بن واقد راوی مجہول ہے اور کدام بن عبدالرحمٰن راوی کے بارہ میں ہمیں کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہے؟ اس نے ابو کباش سے ذکر کیا ہے۔

ابو کباش وہ شخص ہے جو ایک سال کے بھیڑ کے بچے کو مدینۃ الرسول لایا تھا بازار میں اس کا مال فروخت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی (بیان کردہ) حدیث کے صریح الفاظ یہی ہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ ابو کباش کو لایا گیا اور آپ کو کیا معلوم کہ ابو کباش کون ہے؟ جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے گویا کہ اس حدیث کی بنا پر ابو کباش کو متہم کر رہا تھا اور یہ راوی مجہول ہے جیسا کہ اس سے روایت کرنے والا کدام راوی مجہول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں اس کی وضاحت کی ہے البتہ عثمان بن واقد راوی مجہول نہیں ہے اس کو ابن معینؒ اور دیگر ائمہ جرح نے ثقہ قرار دیا ہے لیکن ابو داؤد نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ہاں! اس حدیث میں ایک اور علت بھی ہے کہ حدیث موقوف ہے چنانچہ امام بیہقیؒ نے حدیث بیان کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ مجھے یہ حدیث امام ترمذیؒ سے پہنچی ہے۔ انہوں نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو عثمان بن واقد کے علاوہ کسی اور نے بھی ابو ہریرہؓ سے موقوف روایت کیا ہے۔

اس حدیث کا ایک اور طریق ہے اس میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام عیدالاضحیٰ

کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور استفسار کیا کہ قربانیوں کے بارہ میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا' قربانیوں پر تو آسمان میں رہنے والے بھی فخر کرتے ہیں۔ اے محمدؐ! آپ سمجھ لیں کہ بھیڑ کا ایک سال کا بچہ اونٹ اور گائے کے دو دانت والے جانور سے افضل ہے اگر اللہ پاک کے ہاں اس سے بہتر کوئی قربانی ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام کے فدیہ میں وہ جانور آتا۔

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم حنینی ہے اس کے بارے میں امام بیہقیؒ کا قول ہے کہ وہ متفرد ہے اور اس کی حدیث میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس راوی کے ضعف پر تو اتفاق ہے عقیلیؒ نے اس کا ذکر "ضعفاء" میں کیا ہے۔ نیز اس کی حدیث پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے بعدازاں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث زیاد بن میمون سے مروی ہے اور وہ کذب بیانی سے کام لیتا تھا اس نے انسؓ سے حدیث کو روایت کیا اور سب سے زیادہ کمزور تعاقب وہ ہے جو ابن ترکمانی نے امام بیہقیؒ کا متقدم قول ذکر کر کے کیا ہے کہ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو اسحاق مذکور کے طریق سے "مستدرک" میں بیان کیا ہے اور سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: جس شخص کو اس علم کے بارے میں معلومات ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ امام حاکمؒ ثقہ اور صحیح قرار دینے میں متساہل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی رائے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بالخصوص جب وہ دوسرے ائمہ جرح و تعدیل کی مخالفت کریں اسی بنا پر امام ذہبیؒ نے اپنی تالیف "تلخیص" میں اس کو صحیح قرار نہیں دیا ہے بلکہ کہا ہے ۳۴۳۔ کہ اسحاق راوی تباہی کے کنارے پر ہے اور ہشام راوی بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

ابن عدیؒ کا قول ہے کہ باوجود اس کے ضعف کے اس کی احادیث کو تحریر کیا جائے اور یہ وضاحت ابن ترکمانی جیسے انسان پر مخفی نہیں رہنی چاہئے لیکن مذہبی عصبیت اس پر غالب ہے اس لئے کہ اس حدیث سے قربانی میں بھیڑ کا ایک سالہ جانور (ذبح کرنا) درست ہے اور حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن ترکمانی بھی حنفی ہے اور جب اس مسئلہ میں پیش کی جانے والی احادیث ضعیف ہیں' قابل حجت نہیں

ہیں تو ابنِ ترکمانی نے مناسب سمجھا کہ بعض احادیث کو امام حاکمؒ کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے قوی قرار دے لیکن اگر امام حاکمؒ کا کسی حدیث کو صحیح کہنا اس کی مذہبی عصبیت اور خواہش کے خلاف ہے تو بڑی عجلت کے ساتھ اس کا رد کرنا شروع کرے گا اور ہم نے جو امام حاکمؒ کا تساہل پیش کیا ہے اس کے ذریعہ اس حدیث کا انکار کر دے گا۔ اس قسم کے جیّد عالم میں یہ بہت بڑا عیب ہے۔ ہمارے علم میں اس کی مثالیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ان کا ذکر کرنے میں ہم کچھ زیادہ فائدہ محسوس نہیں کرتے ہیں نیز وہ احادیث جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۶۵- يَجُوزُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّانِ أُضْحِيَةً.

بھیڑ کا ایک سالہ بچہ قربانی کے لئے جائز ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابن ماجہؒ ۳۴۳۔' امام بیہقیؒ ۳۴۴۔ اور امام احمدؒ نے م۔ بن ابی یحیٰی کے طریق سے جو اسلمی لوگوں کا غلام ہے اس نے اپنی والدہ سے اس نے ام بلال بنت ہلال سے اس نے اپنے والد سے مرفوع بیان کیا کہ یہ سند ام محمد بن ابی یحیٰی کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے کہ وہ مجہول ہے۔ ابن حزمؒ ۳۴۵۔ نے ذکر کیا کہ ام بلال مجہول ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس کا شمار صحابیات سے ہے یا نہیں۔

سندھی نے دمیری کا قول نقل کیا ہے کہ ابن حزمؒ کی پہلی بات تو درست ہے لیکن دوسری بات غلط ہے اس لئے کہ ابن مندہؒ' ابو نعیمؒ اور ابن عبدالبرؒ نے امّ بلال کو صحابیات میں ذکر کیا ہے نیز "میزان" میں امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ ام بلال معروف نہیں ہے اور عجلیؒ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حزمؒ کا تبصرہ درست ہے اس لئے کہ اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث کی سند میں اس کا ذکر نہیں ہے اور اس میں بھی اس کے صحابیہ ہونے کی وضاحت نہیں ہے۔ پس اس تک سند پہنچانے میں جہالت ہے جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں تو اس کے صحابیہ ہونے کا ثبوت کیسے ہے؟ ہاں! یہ بات عجیب و غریب ہے کہ امام زیلعیؒ ۳۴۶۔ نے "نصب الرایہ" میں اس حدیث پر خاموشی اختیار

کی ہے حالانکہ حدیث کا ضعیف ہونا ثابت ہے۔

اس مسئلہ میں متعدد احادیث ہیں جن کو ابن حزمؒ نے "المحلّٰی" ۳۴۷ ؎ میں ذکر کیا ہے اور سب کو ضعیف کہا ہے اس کا ان کو ضعیف قرار دینا درست ہے البتہ عقبہ بن عامر سے مروی حدیث کو ضعیف کہنا درست نہیں جس کو امام نسائیؒ ۳۴۸ ؎ اور امام بیہقیؒ ۳۴۹ ؎ نے بکیر بن اشج کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اس نے معاذ بن عبداللہ بن خبیب سے اس نے عقبہؓ بن عامر سے اس نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی کی۔ اس حدیث کی سند جیّد ہے راوی ثقہ ہیں لیکن ابن حزمؒ نے اس حدیث کو معلول قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ابن خبیب مجہول راوی ہے نیز غیر مقبول ہے اور معاذ راوی کو ابن حسین، ابوداؤد اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور امام دارقطنیؒ کا قول ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں اس حدیث کی نسبت امام نسائیؒ کی طرف کرتے ہوئے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے لیکن امام احمدؒ ۳۵۰ ؎ نے اس حدیث کو اسامہؓ بن زید کے طریق سے اس نے معاذؓ نے ان الفاظ کے ساتھ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی کے بارے میں دریافت کیا؟ آپؐ نے اس کی قربانی کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور یہ اول حدیث کے خلاف ہے کہ وہ مطلق تھی اور یہ بھیڑ کے ایک سالہ بچے کے لئے خاص ہے اور مطلق حدیث کے لحاظ سے بکری کا ایک سالہ بچہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے لیکن یہ خصوصیت عقبہؓ کے لئے ہے ایک دوسری حدیث میں عقبہؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم فرمائے عقبہؓ کے حصہ میں بھیڑ کا ایک سالہ بچہ آیا اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے حصہ میں تو بھیڑ کا ایک سالہ بچہ ہی آیا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ بکری کا ایک سالہ بچہ ہے) آپؐ نے فرمایا، تو اس کی قربانی کر دے اس حدیث کو امام بخاریؒ ۳۵۱ ؎ اور امام بیہقیؒ ۳۵۲ ؎ نے روایت کیا ہے۔ "سنن بیہقی" میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپؐ نے عقبہؓ سے کہا کہ اس کے بعد بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطلق کو صرف بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی پر محمول کیا جائے اس کی دلیل اسامہؓ کی حدیث ہے اسی بنیاد پر احتمال ہے کہ یہ بھی اسی کی خصوصیت ہو یا عذر کی وجہ سے اجازت حاصل ہوئی ہو کہ دو دانت والے جانور دستیاب نہ تھے اور ان کے دام بھی زیادہ تھے یہ توجیہ أقرب الی الصواب ہے۔ اس کی دلیل عاصم بن کلیب سے مروی حدیث ہے ان نے اپنے والد سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ لڑائیوں میں ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو امیر بنایا جاتا تھا چنانچہ ہم ملک فارس میں تھے قربانی کے دن دو دانت والے بھیڑ کے بچے گراں تھے تو ہم نے ایک سالہ دو اور تین بچوں کے بدلے میں دو دانت والے جانور لئے تھے (اس پر) مزینہ قبیلہ کے ایک شخص نے ذکر کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اتفاق سے قربانی کا دن آگیا تو ہم بھیڑ کے ایک سالہ دو بچوں یا تین کے عوض دو دانت والا جانور لیتے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک سالہ بچہ بھی قربانی کے لئے درست ہے جیسا کہ دو دانت والا درست ہے اس حدیث کو امام نسائیؒ ۳۵۳ ، امام حاکمؒ اور امام احمدؒ ۳۵۴ نے روایت کیا ہے۔ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ امام حاکمؒ کا صحیح قرار دینا درست ہے۔ ابن حزمؒ ۳۵۵ نے اس حدیث کو غایت درجہ صحیح قرار دیا ہے۔ نیز اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ ۳۵۶ ، ابن ماجہؒ ۳۵۷ ، اور امام بیہقیؒ ۳۵۸ نے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان کی روایت میں صحابی کا نام مجاشع بن مسعود سلمی ہے اور وہ امام حاکمؒ کی روایت میں ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑ کا ایک سالہ بچہ قربانی کے لئے، اس وقت درست ہے جب دو دانت والے جانور گراں قیمت کے ہوں اور ان کا دستیاب ہونا مشکل ہو اس کی تائید ابوالزبیر کی حدیث سے ہو رہی ہے جو جابرؓ سے مرفوع مروی ہے کہ تم قربانی کے لئے وہ جانور ذبح کرو جو دو دانت والا ہو اگر دو دانت والے جانور کا دستیاب ہونا مشکل ہو تو بھیڑ کا ایک سالہ جانور ذبح کر سکتے ہو اس حدیث کو امام مسلمؒ ۳۵۹ اور امام ابوداؤدؒ ۳۶۰ نے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں باب کے تحت ذکر کردہ احادیث صحیح نہیں ہیں اسی طرح ان کی ہم معنی احادیث بھی صحیح نہیں ہیں لیکن جابرؓ اور عاصمؒ بن کلیب کی احادیث ان کے خلاف ہیں پس ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور باب کے ضمن میں ذکر کردہ احادیث کی وجہ سے جابرؓ اور عاصمؒ کی احادیث کی تاویل کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور ان کی مخالف ضعیف ہیں۔

وضاحت: اہلِ لغت اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک امام شوکانیؒ اور دیگر محدثین کی وضاحت کی روشنی میں "مسنۃ" اونٹ، گائے، بکری اور دیگر جانوروں میں سے دو دانت والے کو کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ بکری، گائے اور دیگر جانور تب دو دانت والے ہوتے ہیں جب وہ تیسرے سال میں داخل ہو جائیں اور اونٹ جب چھٹے سال میں داخل ہو جائے اور زیادہ مشہور یہی ہے کہ بھیڑ کا جذع جو پورے ایک سال کا ہو "مُسِنَّۃ" میں داخل ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: تقریباً پانچ سال گزر چکے ہیں جب میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کی اور مطالعہ کی روشنی میں جو فیصلہ کیا آپ نے اس کو ملاحظہ فرما لیا ہے۔ میری تحقیق کا محور اور میرے اعتماد کی بنیاد "مسلم" کی روایت تھی (جو جابرؓ سے مروی ہے) اور جابرؓ سے ابوالزبیر روایت کرتے ہیں جب کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے پھر مجھے اپنے وہم کا احساس ہوا کہ جس حدیث کو میں نے حافظ ابن حجرؒ کے صحیح کہنے پر اور اس لئے کہ امام مسلمؒ نے اس کو صحیح میں داخل کیا ہے صحیح تحریر کر دیا ہے حالانکہ جابرؓ کی حدیث تو اس لائق ہے کہ اس کو احادیثِ ضعیفہ کے مجموعہ میں شامل کیا جائے اور یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اس کی وجہ سے صحیح احادیث کی تاویل کی جائے اس کا سبب یہ ہے کہ جابرؓ سے روایت کرنے والا راوی ابوالزبیر مدلس ہے اور اس نے لفظ "عن" کے ساتھ روایت کیا ہے جب کہ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات مسلم ہے کہ مدلس راوی کی حدیث استدلال کے لائق نہیں ہوتی جب کہ مدلس راوی صراحتاً "حدثنا" وغیرہ کے الفاظ نہ لائے اور ابوالزبیر نے اس حدیث میں لفظ "عن" کے ساتھ روایت کیا ہے تصریح موجود نہیں ہے اسی وجہ سے محققین اہل

علم نے ان احادیث پر تنقید کی ہے جن کو ابوالزبیر اس سند کے ساتھ روایت کرتا ہے جو "مسلم" میں ہے البتہ ابوالزبیر سے اگر لیث بن سعد روایت کرتا ہے تو وہ تنقید کے لائق نہیں اس لئے کہ لیث بن سعد نے ابوالزبیر سے وہی احادیث روایت کی ہیں جن میں صراحتاً "حدثنا" کے ساتھ روایت ہے۔ امام ذہبیؒ نے ابوالزبیر کے حالات بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ابوالزبیر کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے اس سے پہلے بعض ان ائمہ کا ذکر ہے جنھوں نے ان کے مطاعن بیان کئے ہیں لیکن ایسے مطاعن نہیں ہیں جن سے ان کی عدالت مجروح ہوتی ہو۔

اور حافظ ابن حزمؒ ابوالزبیر کی مروی ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن میں وہ "عن جابر" کہتا ہے یعنی لفظ "عن" استعمال کرتا ہے اس لئے کہ ابوالزبیر راوی محدثین کے ہاں مدلس ہے جب وہ سَمِعْتُ یا اَخْبَرَنَا کا صیغہ استعمال کرے تو اس کی حدیث حجت ہے لیکن ابن حزمؒ اس کی ان روایات کو بھی حجت سمجھتے ہیں جن میں لفظ "عن" ہے جب کہ ابوالزبیر سے خاص طور پر لیث بن سعد بیان کرے اس کا سبب یہ ہے کہ سعید بن مریم نے لیث سے حدیث بیان کرتے ہوئے "حدثنا اللیث" کا صیغہ استعمال کیا اور لیث نے کہا کہ میں ابوالزبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے مجھے دو کتابیں عنایت کیں میں ان کو اپنے ساتھ لے گیا پھر میرے دل میں خیال آیا کاش! میں اس کی خدمت میں دوبارہ حاضری دوں اور اس سے استفسار کروں کہ کیا اس نے ان کو جابر سے سنا ہے؟ چنانچہ میں نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا' ان میں سے بعض ایسی احادیث ہیں جن کو میں نے اس سے سنا ہے اور بعض وہ ہیں جو میں نے اس پر پڑھیں۔ لیث کہتے ہیں کہ میں نے ابوالزبیر سے کہا' آپ ان احادیث پر نشان لگائیں جن کو آپ نے جابرؓ سے سنا ہے تو اس نے ان احادیث پر نشان لگایا جو میرے پاس ہیں۔

نیز میں نے بیان کیا کہ "صحیح مسلم" میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن میں ابوالزبیر راوی نے جابرؓ سے حدیث بیان کرتے وقت اس سے سننے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی وہ احادیث ابوالزبیر سے لیث کے طریق سے ہیں ان احادیث کے بارے میں قلب کو اطمینان حاصل نہیں ہے۔

نیز حافظ ابن حجرؒ نے "التقریب" میں ابو الزبیر کے حالات کے ضمن میں اس کو "صدوق" کہا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کو "مدلس" بھی کہا ہے اور "طبقات المدلسین" ۱۶۔ ص میں اس کو تیسرے طبقہ میں داخل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ راوی تدلیس کرنے میں شہرت یافتہ ہے اور امام حاکمؒ نے "علوم الحدیث" میں وہم کیا ہے جب کہ ابو الزبیر کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں رواۃ ایسے ہیں جو تدلیس کے ساتھ مشہور نہیں ہیں جب کہ امام نسائیؒ اور دیگر محدثین نے اس کو تدلیس کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے کتاب کے مقدمہ میں تدلیس کے مراتب کی شرح بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ تیسرا طبقہ وہ ہے جو کثرت کے ساتھ تدلیس کرتا ہے چنانچہ ائمہ نے صرف ان احادیث کو قابل حجت سمجھا ہے جن میں انہوں نے سماع کی صراحت کی ہے جب کہ بعض ائمہ نے ان سے مروی احادیث کو مطلق طور پر رد کر دیا ہے اور بعض ائمہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ان کی احادیث کو قبول کر لیا ہے جیسا کہ ابو الزبیر کی ہیں۔

میں کہتا ہوں : پہلا مذہب صحیح ہے یعنی ان مدلسین کی روایات قبول ہوں گی جن میں حدیث سننے کی صراحت موجود ہے جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے لیکن حافظ ابن حزمؒ کا مسلک ان کے خلاف ہے وہ مدلسین کی روایات کو مطلق طور پر رد کرنے کے قائل ہیں اگرچہ وہ صراحتاً لفظ "حدثنا" کے ساتھ روایت کیوں نہ بیان کریں جیسا کہ انہوں نے "الاحکام فی اصول الاحکام" کے شروع میں میری دانست کے مطابق اس کا ذکر کیا ہے سردست کتاب میرے پاس نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حافظ ابن حزمؒ نے خاص طور پر ابو الزبیر راوی کے بارے میں متضاد راستہ اختیار کیا ہے میں نے امام ذہبیؒ کا جو کلام ابھی نقل کیا ہے اس سے آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ ابن حزمؒ ابو الزبیر کی حدیث کو اس وقت قابل حجت سمجھتے ہیں جب وہ "سمعت" کے صیغہ کے ساتھ بیان کرے اور اس حدیث میں یہ صیغہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے "المحلّی" ۳۶۲۔ میں اپنے مخالفین کا رد کرتے ہوئے حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو میرے نظریہ کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں اس لئے کہ

وہ بھیڑ کے ایک سالہ جانور کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں اگرچہ دو دانت والا دستیاب ہو لہٰذا یہ لوگ حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں جب کہ حدیث کو صحیح بھی کہتے ہیں لیکن ہم اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے کہ ابوالزبیر راوی مدلس ہے جب تک وہ حدیث میں یہ نہ کہے کہ اس نے جابرؓ سے سنا ہے (اس نے خود اس کا اقرار کیا ہے) ہمیں اس کی روایات لیث راوی کے طریق سے حاصل ہوئی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر حدیث جس کو ابوالزبیر جابرؓ سے یا کسی اور سے صیغہ "عن" وغیرہ کے ساتھ روایت کرے اور ابوالزبیر سے روایت کرنے والا لیث راوی نہ ہو تو اس میں استدلال سے توقف اختیار کیا جائے جب تک کہ اس کا اس سے سماع ثابت نہ ہو یا ہمیں اس کا کوئی شاہد نہ مل جائے جس سے اس کی تقویت ہوتی ہو۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا علم ہر ایسے شخص کو ہونا ضروری ہے جو حقائق سے محبت رکھتا ہے جہاں تک عوام الناس کا مسئلہ ہے وہ عموماً حقائق سے بے خبر ہوتے ہیں میں بھی ان میں شمار ہوتا ہوں لیکن مجھ پر اللہ کا خاص فضل ہوا کہ مجھے حقیقت سے آگاہی حاصل ہوئی پس اللہ ہی کی تعریف کرتا ہوں اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں دراصل میرے لئے ضروری تھا کہ قارئین کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے چنانچہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے (واللہ الموفق لا رب سواہ)

جب اس حقیقت سے آپ کو آگاہی حاصل ہو گئی ہے تو غور فرمائیں کہ میں نے جابرؓ کی اس مذکورہ حدیث سے قبل دو احادیث ذکر کی ہیں جو بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی کو ثابت کر رہی ہیں ایک حدیث عقبہؓ بن عامر سے مروی ہے جب کہ دوسری حدیث مجاشع بن مسعود سلمیؓ سے مروی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ بھیڑ کا ایک سالہ بچہ قربانی میں کفایت کرتا ہے جیسا کہ دو دانت والا کافی ہو جاتا ہے اور میں ان دونوں احادیث کی ان کے ظاہر کے خلاف تاویل کرتا رہا تاکہ ان دونوں احادیث اور جابرؓ کی حدیث کے درمیان جو تفاوت ہے دور ہو جائے اور ان میں تطبیق ہو جائے لیکن جب جابرؓ سے مروی حدیث کا ضعف ثابت ہوا اور یہ کہ وہ استدلال کے لائق نہیں ہے اور تاویل کے ساتھ بھی اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی تو میں نے جابرؓ کی حدیث سے روگردانی کی اور ان دو احادیث کو اپنے سامنے رکھا جو خاص طور پر بھیڑ

کے ایک سالہ بچے کی قربانی کے جائز ہونے پر ظاہراً دلالت کر رہی تھیں اور مجاشع سے مروی حدیث اگرچہ عمومیت کے لحاظ سے بکری کے ایک سالہ بچے کو بھی شامل ہے لیکن ایک ایسی دلیل موجود ہے جو اس کی نفی کرتی ہے اور وہ براء راوی سے مروی حدیث ہے براء بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں ابوبردہؓ نے عید کی نماز سے قبل قربانی ذبح کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ (قربانی نہیں) گوشت کھانے کے لئے بکری ذبح کی گئی ہے۔ ابوبردہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور مخاطب ہوا اے اللہ کے رسول! میرے پاس بکری کا ایک سالہ بچہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا' اس کی قربانی کر دے لیکن تیرے علاوہ کسی شخص سے کفایت نہیں کرے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ اسے ذبح کر دے لیکن تیرے بعد کسی شخص سے اس طرح کی قربانی کافی نہیں ہے (مسلم) ۳۶۳۔ اور بخاری میں بھی مسلم کی طرح ہے۔

پس تمام روایات کے مجموعہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ لفظ "جذعہ" (بھیڑ کا ایک سالہ بچے) سے مقصود بکری کا ایک سالہ بچہ ہے پس براء راوی کی حدیث میں "جَذَعَةٌ مِنَ الْمَعْزِ" (بکری کا ایک سالہ بچہ) کے الفاظ بخاری کی عقبہؓ راوی سے مروی حدیث کی مانند ہے البتہ حافظ ابن حزمؒ کا "جذعہ" کے لفظ سے عمومی معنی مراد لینا کہ ان کے نزدیک "جَذَعَةٌ مِنَ الضَّانِ" (بھیڑ کا ایک سالہ بچہ) کو بھی شامل ہے یہ اس کی ظاہریت ہے اور الفاظ کا خود کو پابند بناتا ہے اور تمام روایات جس پر دال ہیں اس سے صرف نظر کرنا ہے اور روایات کا سیاق و سباق مقید کر رہا ہے چنانچہ ابن دقیق العیدؒ اور اس طرح کے دیگر محققین نے اس کی صراحت کی ہے پس جابرؓ کی حدیث کا یہی جواب درست ہے البتہ "تلخیص" ۳۶۴۔ میں حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے جس میں حافظ ابن حجرؒ متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے کہ بھیڑ کا ایک سالہ بچہ قربانی کے لئے درست نہیں البتہ اس وقت درست ہے جب دو دانت والا جانور دستیاب نہ ہو جب کہ اجماع اس کے خلاف ہے تو اس کی تاویل ضروری ہے کہ اس سے مراد افضل ہے یعنی دو دانت والے جانور کی قربانی دینا مستحب ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث کو اس معنی پر محمول کرنا بعید از فہم ہے اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ تاویل ہے اور تاویل تب ہوتی ہے جب پہلے حدیث کی

صحت کو ثابت کیا جائے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حدیث صحیح نہیں ہے تو اس کی تاویل کا کوئی مقصد نہیں ہے بعض حنبلی مسلک کے علماء نے اس کی ایک دوسری تاویل کی ہے شائد یہ تاویل حافظ ابن حجرؒ کی تاویل سے بہتر ہے انہوں نے "مُسِنَّۃ" کی تعریف کرتے ہوئے اسے مقید کر دیا ہے کہ اس سے مراد بکری کا دو دانت والا ہے ۳۶۵ـ لیکن یہ معنی "مسند ابو یعلیٰ" ۳۶۶ـ کی اس روایت کو رد کرتا ہے جس میں ذکر ہے کہ جب بھیڑ کا دو دانت والا دستیاب نہ ہو تو بھیڑ کا ایک سالہ جانور کفایت کر جاتا ہے اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے (جیسا کہ میں نے اس کے ضعف کا "ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل" ۳۶۷ـ میں ذکر کیا ہے) تاہم اس کے اور لفظ سے یہی معنی سمجھ میں آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر محدثین کو اس قسم کی بعید تاویل کے ارتکاب پر اس اعتقاد نے ابھارا ہے کہ اجماع حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے اور حافظؒ نے تاویل کی ہے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں تو اب مناسب یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ بعض علماء اکثر وفعہ ایسے احکام کے بارے میں جن میں اختلاف مشہور ہے اجماع کا دعویٰ کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں اور بعد میں معذرت بھی نہیں کرتے کہ ہمیں اختلاف کا علم نہیں تھا لہٰذا اجماع کے دعویٰ نہ خاص طور پر (اس جیسے مسئلہ میں کہ اہل علم حضرات بھی استطاعت نہیں رکھتے کہ اس میں اختلاف کی نفی کریں) ثبوت مہیا کریں جیسا کہ امام احمدؒ بن حنبل نے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب ہے دعویٰ کرنے والے کو علم نہیں کہ شائد اس مسئلہ میں اختلاف ہو۔ اس قول کو عبداللہ بن احمد نے "مسائل الامام احمد" میں ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں خیالی اجماع کا بطلان اس حدیث سے ہو رہا ہے جس کو امام مالک "موطا" ۳۶۸ـ میں نافع سے لائے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہؓ بن عمرؓ قربانیوں کے ان جانوروں کی قربانی کرنے سے گریز کرتے جو دو دانت والے نہیں ہوتے تھے نیز عبدالرزاق نے امام مالکؒ سے انہوں نے نافعؒ سے انہوں نے ابن عمرؓ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ قربانی کا وہ جانور کفایت کرتا ہے جو دو دانت والا یا اس سے زائد عمر کا ہو اس کا ذکر حافظ ابن حزمؒ ۳۶۹ـ نے کیا ہے اور اسی مفہوم کے دیگر آثار ذکر کیے ہیں جو شخص زیادہ معلومات

حاصل کرنے کا ولولہ ہے وہ "محلّٰی" کا مطالعہ کرے۔

آخر میں ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کردہ تحقیق کا خلاصہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں حلال بلادی کی حدیث "بھیڑ کے ایک سالہ بچے کی قربانی بہتر ہے" اور اس سے پہلے ذکر کردہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے اس کی شاہد عقبہ اور مجاشع کی حدیث ہے اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا ہے تو میں ان دونوں احادیث کو "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" میں ذکر نہ کرتا اور ان کے بدلے جابرؓ کی حدیث ذکر کرتا لیکن اللہ کے فیصلے پہلے ہو چکے ہیں اور اللہ کے اس کی مخلوق میں مختلف احوال ہیں۔

۹۹۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ، فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ.

جس شخص نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، حافظ سخاویؒ نے "المقاصد" ص ۲ میں ذکر کیا ہے کہ ابوالمظفرؒ بن السمعانی نے کہا اس حدیث کا مرفوع ہونا معروف نہیں ہے البتہ یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے اس کا قول منقول ہے نیز امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور امام سیوطیؒ نے "ذیل الموضوعات" ۲۰۳ میں امام نوویؒ کا قول ذکر کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے نیز اس نے "القول الاشبہ" ۲/۳ میں "الحاوی للفتاوٰی" سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور شیخ قاریؒ نے "موضوعات" ص ۸۳ میں ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہوئے ان کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ علامہ فیروز آبادی مؤلف "القاموس" نے "الرد علی المعترضین علی الشیخ ابن عربی" ص ۳۵ میں واضح کیا ہے کہ یہ جملہ احادیث نبویہ سے نہیں ہے جب کہ اکثر لوگ اس جملہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث گردانتے ہیں یہ درست نہیں ہے البتہ اسرائیلی روایات میں مذکور ہے "اے انسان اپنے نفس کو پہچان تو اپنے رب کو پہچان لے گا"

میں کہتا ہوں: اس حدیث پر یہ حکم ایسے اہل علم نے لگایا ہے جو فن رجال میں خصوصی ادراک رکھتے ہیں بایں ہمہ بعض متاخرین فقہاء احناف نے اس حدیث

کی شرح میں ایک رسالہ ترتیب دیا ہے وہ رسالہ "حلب" کے مکتبہ اوقاف اسلامیہ میں محفوظ ہے اس طرح بعض فقہاء حنفیہ نے اس حدیث کی شرح میں کہ اللہ نے فرمایا "میں پوشیدہ خزانہ تھا" (الحدیث) ایک خاص رسالہ ترتیب دیا ہے جو مکتبہ مذکورہ میں موجود ہے ۳۷۵ حالانکہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اس حدیث کی تشریح اس کے اپنے مقام میں ہو گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء نے سنت کی خدمت اور اس کو آلائشوں سے پاک صاف کرنے والے محدثین کی مساعی سے ہرگز استفادہ کرنا نہیں چاہا اور ان کا یہ طرز عمل نہایت افسوسناک ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کی کتابوں میں کثرت کے ساتھ ضعیف اور موضوع احادیث پائی جاتی ہیں۔

۶۷- مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ بِـ « أَلَمْ نَشْرَحْ » ، وَ « أَلَمْ تَرَ كَيْفَ » ؛ لَمْ يَرْمَدْ.

جس شخص نے فجر کی نماز میں "اَلَمْ نَشْرَحْ" اور "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ" (سورتیں) تلاوت کیں تو اس کی آنکھوں میں درد نہیں ہو گا۔

تحقیق :۔ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے۔ امام سخاوی ؒ ۳۷۶ نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں خواہ فجر کی نماز سے مقصود فجر کی سنتیں ہوں یا فرض نماز ہو اس لئے کہ فجر کی سنتوں اور فرض میں جو قرأت مسنون ہے اس حدیث میں اس کی مخالفت پائی جاتی ہے مقصود یہ ہے کہ فجر کی سنتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی قرأت مسنون ہے اور فجر کی فرض نماز میں ساٹھ آیات یا اس سے زائد قرأت مسنون ہے تفصیل کے لئے میری کتاب "صفۃ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ کریں۔ ۳۷۷

۶۸- قِرَاءَةُ سُورَةِ « إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ » عَقِبَ الْوُضُوءِ.

وضو بنانے کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنَا ... سورت کی قرأت کی جائے۔

تحقیق :۔ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ امام سخاوی ؒ نے کہا ہے نیز امام

سخاویؒ نے کہا ہے کہ مجھے امام ابواللیث حنفیؒ کے مقدمہ میں، اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی تلاوت کو وضو کے بعد مسنون قرار دینے سے اصل سنت فوت ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں: وضو کے بعد مسنون دعا یہ ہے:

«اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ» اس کا ذکر مسلم اور ترمذی میں ہے یا یہ الفاظ کہے۔

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ » اسے امام حاکمؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۶۹۔ مَسْحُ الرَّقَبَةِ اَمَانٌ مِّنَ الْغُلِّ.

(وضو میں) گردن کا مسح کرنا (قیامت کے دن) طوق سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام نوویؒ نے "المجموع شرح المہذب" ۴۶۸؍۱ میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے نیز وضاحت کی ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے چنانچہ امام سیوطیؒ نے اس کو "ذیل الاحادیث الموضوعہ" ۲۰۳ میں امام نوویؒ سے نقل کیا اور اس کی تصدیق کی ہے حافظ ابن حجرؒ نے "تلخیص الحبیر" ۹۲؍۱ میں مختصراً ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو محمد جوینی نے ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس کی سند کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھا ہے۔ امام غزالیؒ نے اس حدیث کو "وسیط" میں ذکر کیا ہے ابن صلاحؒ نے تعاقب کیا اور واضح کیا کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف نہیں ہے البتہ بعض سلف علماء کا قول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے اس معنی کا

ارادہ کیا گیا ہو جس کو ابو عبیدؒ نے "کتاب الطھور" میں عبدالرحمان بن مہدی سے اس نے مسعودی سے اس نے قاسم بن عبدالرحمان سے اس نے موسیٰ بن طلحہ سے اس نے کہا کہ جو شخص سر کے ساتھ ساتھ گردن کا مسح کرے گا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا۔

میں کہتا ہوں: یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ اس قسم کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی پس روایت مرسل ثابت ہو گئی۔

میں کہتا ہوں: مسعودی راوی مرض اختلاط میں مبتلا ہو گیا تھا لہٰذا اس کی حدیث حجت نہیں جب کہ وہ مرفوع ہو چنانچہ موقوف کیسے حجت ہو سکتی ہے؟ حافظ ابن حجرؒ ۳۸۱۔ نے بیان کیا کہ ابو نعیمؒ نے "تاریخ اصبہان" میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن احمد نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن داؤد نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں عثمان بن خرزاد نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں عمر بن محمد بن حسن نے حدیث بیان کی اس نے کہا' ہمیں محمد بن عمرو بن انصاری نے انس بن سیرین سے حدیث بیان کی اس نے عمرؓ سے بیان کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ وضو کرتے تو اپنی گردن کا مسح کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد بیان کرتے کہ جس شخص نے وضو بنایا اور اپنی گردن کا مسح کیا تو قیامت کے دن اس کی گردن میں طوق نہیں ڈالا جائے گا۔ نیز الرومانی کی "البحر" میں ہے کہ میں نے ایک مختصر مجموعہ دیکھا جس کو ابوالحسین بن فارس نے سند کے ساتھ فلیح بن سلیمان سے روایت کیا اس نے نافعؒ سے اس نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس شخص نے وضو کیا اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنی گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں طوق ڈالے جانے سے محفوظ رہے گا نیز اس نے بیان کیا کہ انشاء اللہ یہ حدیث صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن فارس اور فلیح کے درمیان ایک جنگل حائل ہے۔ غور کیا جائے کہ ان کے درمیان کون کون سے راوی ہیں جنہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: شیخ علی قاریؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث کو "موضوعات" ۳۸۲۔ میں

"مسند الفردوس" کی طرف منسوب کیا ہے اور سند کو ضعیف کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں اصل خرابی محمد بن عمرو الانصاری ہے۔ یہی ابوسہل بصری ہے جس کے ضعیف ہونے پر سبھی کو اتفاق ہے چنانچہ یحییٰ بن سعید اس کو غایت درجہ ضعیف قرار دیتے ہیں۔

نیز کہتے ہیں کہ وہ حسن سے غیرمانوس احادیث بیان کرتا ہے اور ابونعیمؒ کا شیخ بھی ضعیف ہے اس کا نام محمد بن احمد بن علی بن المخرم ہے۔ امام ذہبیؒ نے "میزان" میں تحریر کیا ہے کہ وہ ابونعیمؒ کے کبار شیوخ سے ہے۔ امام دارقطنیؒ اس سے روایت کرتے ہیں اور اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ برقانیؒ کا قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ابن ابی الفوارس کا قول ہے کہ وہ ان کے نزدیک کچھ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ وہ ضعیف ہے۔ ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" ۲-۸۴ میں ابونعیمؒ کی روایت "التاریخ" میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس میں ابوبکر المفید ابونعیمؒ کا شیخ ہے۔ حافظ عراقیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی خرابی یہ شخص ہے۔

اس حدیث پر مزید تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ حدیث نمبر ۷۴۵ میں آئے گی۔

میں کہتا ہوں: اس قسم کی حدیث کو منکر شمار کیا جاتا ہے خصوصاً جب کہ یہ تمام احادیث کے خلاف ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت میں آتی ہیں جب کہ ان میں سے کسی حدیث میں گردن کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ طلحہ بن مصرف کی حدیث میں ہے وہ اپنے والد وہ اپنے دادا سے بیان کرتا ہے انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اپنے سر کا ایک بار مسح کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے ہاتھ گردن (گدی) تک پہنچ جاتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ اپنے سر کا مسح اگلی جانب سے شروع فرماتے اور پچھلی جانب تک لے جاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں کے نیچے سے نکالتے اس حدیث کو ابوداؤد اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے اور ابن عیینہ سے منقول ہے کہ وہ اس حدیث کو منکر سمجھتے تھے اور مناسب بھی یہی ہے کہ اس حدیث کو منکر کہا جائے اس لئے کہ اس حدیث میں تین علتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے ہر علت اس کو ضعیف بنا دینے کی اہلیت رکھتی ہے تو حدیث کیسے ضعیف نہ ہوگی؟ جب کہ اس میں تینوں علتیں

موجود ہیں اس حدیث میں ضعف' جہالت اور مصرف کے والد کے صحابی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اس لئے امام نووی" امام ابن تیمیہ" حافظ ابن حجر عسقلانی" اور دیگر محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے میں نے اس کے ضعف کو "ضعیف سنن ابوداؤد" ۳۸۳ میں بیان کیا ہے۔

۷۰ - مَنْ أَطْعَمَ أَخَاهُ خُبْزًا حَتَّى يُشْبِعَهُ، وَسَقَاهُ مَاءً حَتَّى يُرْوِيَهُ؛ بَعَّدَهُ اللَّهُ عَنِ النَّارِ سَبْعَ خَنَادِقَ، بُعْدُ مَا بَيْنَ خَنْدَقَيْنِ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِئَةِ سَنَةٍ.

جو شخص اپنے بھائی کو پیٹ بھر کر روٹی کھلاتا ہے اور اس کو پانی سے سیراب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے سات خندقیں دور رکھے گا جب کہ دو خندقوں کے درمیان پانچ صد سال کی مسافت ہوگی۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو دولابی نے "الکنی" ۸۵/۲ اور حاکم نے ۱۲۹/۴ اور طبرانی" نے "اوسط" ۲/۸۷ میں "زوائد المعجمین" سے اور ابن عساکر" نے ۳۸۸/۴ ادریس بن یحییٰ خولانی کے طریق سے اس نے کہا مجھے رجاء بن ابی عطاء نے حدیث بیان کی اس نے واصل بن عبداللہ کعبی سے اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مرفوع بیان کیا۔ امام حاکم" نے اس کی سند کو صحیح کہا۔ امام ذہبی" نے ان کی موافقت کی ہے لیکن یہ ان دونوں کی فحش غلطی ہے اس لئے کہ رجاء راوی کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی ہے بلکہ وہ متہم ہے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ امام حاکم" اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو انہوں نے "میزان" سے نقل کیا ہے کہ یہ مصری موضوع روایات بیان کرتا ہے ابن حبان" کا قول ہے کہ موضوع روایات بیان کرتا ہے بعد ازاں انہوں نے اس کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں مسلسل مصری رواۃ ہیں پھر امام ذہبی" نے رجاء تک اس کی سند کا ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو غریب منکر قرار دیا ہے نیز اس کی سند میں ادریس راوی

متفرد ہے جو کہ صوفی ہے۔

میں کہتا ہوں: ادریس سچ بولنے والا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ ۳۸۹ے نے ذکر کیا ہے اس لحاظ سے تہمت صرف رجاء میں ہے نیز حافظ نے "لسان المیزان" میں مزید کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن حبانؒ نے ذکر کیا ہے اور موضوع کہا ہے لیکن امام حاکمؒ نے روایت کیا اور اس کو صحیح الاسناد کہا۔ اب امام حاکمؒ کے دو مختلف اقوال میں کیسے مطابقت پیدا کی جائے؟ ایک طرف وہ حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف راوی کو موضوع احادیث پیش کرنے والا کہا ہے جیسا کہ مجھے سمجھ آ رہی ہے کہ امام ذہبیؒ کے صوبلح راوی کے بارے میں "تلخیص المستدرک" میں امام حاکمؒ کے صحیح قرار دینے پر خاموشی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ امام حاکمؒ اور ابن حبانؒ سے نقل کرنا کہ انہوں نے اس کے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ موضوع احادیث بیان کرتا ہے

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۳۹۰ے میں "طبرانی کبیر" اور "اوسط" کی جانب منسوب کیا ہے نیز کہا ہے کہ اس کی سند میں رجاء بن عطاء راوی ضعیف ہے جب کہ رجاء راوی اس سے زیادہ ضعیف ہے جس قدر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر گزر چکا ہے لیکن بایں ہمہ امام ہیثمیؒ امام منذریؒ سے اقرب الی الصّواب ہیں۔ جب کہ امام منذریؒ نے اس حدیث کو "الترغیب" ۳۹۱ے میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "الکبیر" میں اور ابوالشیخ ابن حبانؒ نے "الثواب" میں اور امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ نے بھی روایت کیا اور امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا چنانچہ امام حاکمؒ کے صحیح قرار دینے سے وہم لاحق ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہے حالانکہ صحیح نہیں ہے۔

درحقیقت اس بات نے مجھے مجبور کیا کہ اس حدیث کی اشاعت کی جائے اور اس کا موضوع ہونا ثابت کیا جائے تاکہ کوئی شخص ان افاضل محدثین کے پھسل جانے سے دھوکے میں واقع نہ ہو جائے اور کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی جیسے عظیم گناہ میں نہ مبتلا ہو جائے اللہ پاک ہم کو اپنے فضل اور احسان کے ساتھ محفوظ فرمائے۔

۷۱ - اَلتَّکْبِیْرُ جَزْمٌ

اللہ اکبر کو لمبا کر کے نہ پڑھا جائے۔

تحقیق: اس کا کوئی اصل نہیں ہے، حافظ ابن حجرؒ، امام سخاویؒ اور امام سیوطیؒ نے اسی طرح کہا ہے۔ امام سیوطیؒ کا اس حدیث کے بارے میں ان کی اپنی کتاب "الحاوی للفتاویٰ" ۲/۹۲ میں ایک خاص رسالہ ہے اس میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے اور لفظ "جزم" کا معنی یہ ہے کہ اللہ اکبر کو لمبا کر کے نہ پڑھا جائے بعد ازاں اس شخص کے قول کا ذکر ہے جس نے لفظ جزم کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس کے آخر کو اعراب نہ دیا جائے بلکہ ساکن پڑھا جائے اس تفسیر کے بعد اس کا تین وجوہ سے رد کیا ہے جو شخص ان وجوہ کی واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

خیال رہے کہ حدیث کا مرفوع ہونا تو ثابت نہیں۔ البتہ یہ ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے۔ اس قول سے ان کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں اللہ اکبر کو لمبا نہ کیا جائے جیسا کہ امام سیوطیؒ کے رسالہ میں اس کا پتہ چلتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لہذا اذان کے ساتھ اس حدیث کا کچھ تعلق نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل علم کا وہم ہے چنانچہ مصر اور دیگر شہروں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خود کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اذان کے "اللہ اکبر" کے ہر کلمہ کو الگ الگ کہتے ہیں یعنی "اللہ اکبر" پھر "اللہ اکبر" دونوں کو ملاتے نہیں ہیں۔ وہ اپنے خیال میں اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جب کہ میری دانست کے مطابق اس کیفیت کے ساتھ اذان کہنے کا سنت میں کچھ ثبوت نہیں ملتا جب کہ حدیث کا ظاہر اس کے خلاف ہے چنانچہ صحیح مسلم میں عمر بن خطاب ۲/۴ سے مرفوع حدیث ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر، اللہ اکبر کہے پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے الحدیث۔

اس حدیث میں واضح اشارہ موجود ہے کہ مؤذن دونوں تکبیروں کو ملا کر کہے گا اور اذان سننے والا دونوں تکبیروں کو ملا کر ہی جواب دے گا اور صحیح مسلم کی شرح نووی سے اس کی تائید حاصل ہوتی ہے جو شخص واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس کا

مطالعہ کرے نیز اس کی تاکید اس حدیث سے بھی ہو رہی ہے کہ اذان کے کلمات دوہرے ہیں۔

۷۲ - اَدَّبَنِی رَبِّی ، فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی۔

میرے رب نے مجھے ادب سے نوازا اور مجھے اچھا نوازا۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ "مجموعۃ الرسائل للکبریٰ" ۳۹۴ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن اس کی سند نہیں ہے۔ امام سخاویؒ اور امام سیوطیؒ نے ان کی تائید کی ہے اس کے لئے "کشف الخفاء" ۳۹۵ کا مطالعہ کریں۔

۷۳ - مَسْحُ الْعَیْنَیْنِ بِبَاطِنِ اَنْمُلَتَیِ السَّبَّابَتَیْنِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ . . . الخ، وَاَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ؛ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

مؤذن جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت کے پوروں کے ساتھ دونوں آنکھوں کا مسح کیا جائے جو شخص یہ کام سرانجام دے گا اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی۔

تحقیق: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کو دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں ابوبکرؓ سے مرفوع بیان کیا ہے لیکن ابن طاہرؒ کا "التذکرہ" میں قول ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ امام شوکانیؒ کی تالیف "الاحادیث الموضوعہ" ۳۹۶ میں اسی طرح ہے نیز امام سخاویؒ نے "المقاصد" میں اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔

۷۴ - عَظِّمُوْا ضَحَایَاکُمْ؛ فَاِنَّهَا عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ۔

قربانیوں کی تعظیم کرو، اس لئے کہ تمہاری قربانیاں پل صراط پر

تمہاری سواریاں ہوں گی۔

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معروف نہیں ہے اور نہ ثابت ہے اس حدیث کو شیخ اسماعیل عجلونی نے "الکشف" میں اور ان سے قبل ابن الملقن نے "الخلاصہ" ۳۹۷ھ میں ذکر کیا ہے اس میں اضافہ ہے' ابن الملقن نے کہا ہے کہ اس حدیث کو "الفردوس" کے مؤلفؒ نے عَظِّمُوا کی جگہ پر اِسْتَفْرِهُوا کا ذکر کیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ قیمتی' مضبوط اور موٹی تازی قربانی کرو۔

میں کہتا ہوں : اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے اس حدیث کی مزید تحقیق اللہ پاک کے حکم سے حدیث نمبر ۲۵۵ کے ضمن میں آئے گی۔

۷۵- عَجِّلُوْا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْفَوْتِ، وَعَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ.

نماز فوت ہونے سے پہلے ادائیگی میں جلدی کرو اور وفات سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔ ۳۹۸ھ

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' جب کہ معنی کے لحاظ سے حدیث صحیح ہے امام صغانیؒ نے اس حدیث کو "الاحادیث الموضوعہ" میں ذکر کیا ہے۔

۷۶- اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ مَوْتٰى؛ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ، وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰى؛ اِلَّا الْعَامِلُوْنَ، وَالْعَامِلُوْنَ كُلُّهُمْ غَرْقٰى؛ اِلَّا الْمُخْلِصُوْنَ، وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيْمٍ.

اہلِ علم کے سوا تمام لوگ مردہ ہیں اور علم کے مطابق عمل کرنے والوں کے علاوہ سب لوگ ہلاکت میں ہیں اور اخلاص والوں کے علاوہ سب عمل کرنے والے (ذلت میں) ڈوبے ہوئے ہیں اور مخلص لوگ عظیم خطرات سے دوچار ہوتے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو امام صغانی" ۳۹۹ھ نے ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو جھوٹ اور غلط قرار دیا ہے خیال رہے کہ اس حدیث میں اَلْعَالِمُوْنَ اور اَلْعَامِلُوْنَ' اور اَلْمُخْلِصُوْنَ تینوں الفاظ اعراب کے لحاظ سے درست نہیں ہیں۔ انہیں اَلْعَالِمِیْنَ' اَلْعَامِلِیْنَ' اور اَلْمُخْلِصِیْنَ لکھنا چاہئے تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صوفیاء کے کلام کے مشابہہ ہے چنانچہ سہل بن عبداللہ تستری کا قول بھی اس جیسا ہے ان کا قول ہے کہ علماء کے علاوہ تمام لوگ نشہ میں مخمور ہیں۔ علم کے مطابق عمل کرنے والے علماء کے علاوہ تمام علماء حیرانی کے جال میں ہیں۔ سہل بن عبداللہ کے اس قول کو خطیب بغدادی" نے "اقتضاء العلم العمل" ۴۰۰ھ میں ذکر کیا ہے نیز ایک دوسرے طریق سے اس کا یہ قول مروی ہے کہ دنیا جہالت کا کرشمہ ہے اور زائل ہونے والی ہے اور علم سراپا محبت ہے اور عمل میں اخلاص نہ ہو تو وہ ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہے نیز اخلاص میں عظیم خطرات آتے ہیں جب تک کہ خاتمہ اخلاص پر نہ ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ قول ذکر کردہ حدیث کے زیادہ قریب ہے شائد حدیث کا اصل یہی قول ہے جس کو بعض جاہل قسم کے صوفیاء نے مرفوع حدیث بنا دیا ہے۔

۷۷- لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی.

عیسیٰ علیہ السلام ہی مہدی ہوں گے۔

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے' اس حدیث کو ابن ماجہ" ۴۰۱ھ' امام حاکم" ۴۰۲ھ نے نیز ابن عبدالبر" نے جامع العلم ۴۰۳ھ میں اور ابو عمرو الدانی نے "السنن الواردة فی الفتن" ۴۰۴ھ میں اور السلفی نے "الطیوریات" ۴۰۵ھ میں محمد بن خالد الجندی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے ابان بن صالح سے اس نے حسن سے اس نے انس سے ان الفاظ کے ساتھ مرفوع ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

"معاملہ مزید سنگین ہو رہا ہے اور دنیا تیزی کے ساتھ بے وفائی کر رہی ہے اور لوگ بخل میں مزید آگے بڑھ رہے ہیں اور قیامت ایسے لوگوں پر برپا ہو

گی جو بدترین ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ہی مہدی ہیں۔"

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند میں تین علتیں ہیں۔

پہلی علت: حسن مدلس راوی ہے اس نے حدیث عن کے ساتھ نقل کی ہے۔

دوسری علت: محمد بن خالد جندی مجہول راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں دیگر ائمہ کی پیروی کرتے ہوئے اس کو مجہول کہا ہے آئندہ اوراق میں اس کا ذکر آ رہا ہے۔

تیسری علت: اس کی سند میں اختلاف ہے امام بیہقیؒ کا بیان ہے کہ ابو عبداللہ حافظ نے کہا ہے کہ محمد بن خالد راوی مجہول ہے نیز اس کے بارے میں اس کی سند میں بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ اس حدیث کو صامت بن معاذ نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن السکن نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن خالد نے بیان کیا (آگے حدیث ذکر کی) صامت کا بیان ہے کہ میں "صنعاء" سے دو روز کی مسافت طے کر کے "جند" پہنچا۔ میں وہاں کے محدث کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس حدیث کو اس کے ہاں پایا کہ وہ محمد بن خالد سے بیان کرتا ہے' وہ ابان بن ابی عیاش سے' وہ حسن سے مرسل روایت کرتا ہے' امام بیہقیؒ کا قول ہے کہ حدیث کی روایت محمد بن خالد جندی تک پہنچ گئی ہے جب کہ جندی راوی مجہول ہے اور ابان راوی متروک ہے اور حسنؒ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے میں انقطاع ہے لیکن مہدی کے نکلنے کی واضح حدیثیں سند کے لحاظ سے غایت درجہ صحیح ہیں اور وہ "تہذیب" میں منقول ہیں۔

امام ذہبیؒ کا "میزان" میں قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے بعد ازاں آخری روایت کا ذکر کیا جس کو ابن ابی عیاش راوی حسن سے مرسل روایت کرتا ہے لیکن یہ حدیث واضح طور پر غایت درجہ ضعیف ہے لیکن امام صغانیؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ کی "الاحادیث الموضوعہ" ۲۰۶ میں ہے اور امام سیوطیؒ نے "العرف الوردی فی اخبار المہدی" ۲۰۷ میں حاوی سے نقل کیا ہے' اس نے امام قرطبیؒ سے' اس نے "التذکرہ" میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

لیکن امام مہدیؒ کے خروج پر کہ وہ فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا صریح احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور وہ اس حدیث سے کہیں زیادہ صحت والی ہیں لہٰذا امام مہدیؒ کے نکلنے کا حکم ان احادیث کی روشنی میں لگایا جائے گا نہ کہ اس منکر حدیث سے اس کو ثابت کیا جائے گا اور حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" ۳۰۸۔ میں اس حدیث کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جو مہدی کے آنے کے بارے میں مروی ہیں۔ مرزا طاہر احمد قادیانی کو بزعم خود نبی سمجھنے والے قادیانی اس حدیث کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد جس نے نبوت کا دعویٰ کیا وہی عیسیٰ بن مریم ہے جس کی آخر زمانہ میں اترنے کی خوش خبری دی گئی ہے اور دراصل عیسیٰ بھی یہی مہدی ہے۔ ان کے اس دعویٰ کی بنیاد یہی منکر حدیث ہے اس کی نبوت کے دعویٰ نے بہت سے کمزور عقیدہ لوگوں کو گمراہ کر دیا جیسا کہ ہر باطل دعوت بھی کچھ نہ کچھ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور اپنی جانب مائل کر لیتی ہے اس گمراہ فرقہ کے خلاف متعدد کتب تالیف کی گئی ہیں۔

اس گمراہ مرتد فرقہ کے خلاف جس قدر کتب تالیف ہوئیں ان میں سب سے بہتر کتاب فاضل استاذ مجاہد ابوالاعلیٰ مودودی کی ہے اور ان کی دوسری کتاب "بیانات" کے نام سے آخر میں شائع ہوئی اس میں انہوں نے قادیانیوں کی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہیں اور دلائل ایسے دیئے ہیں جن میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تنبیہہ : اس حدیث کا یہ جملہ کہ "قیامت ان لوگوں پر ہی برپا ہوگی جو بدترین ہوں گے" عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ ۳۰۹۔

۷۸ - سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ.

مومن کا بچا ہوا پانی شفاء ہے۔ ۳۱۰۔

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے' شیخ احمد غزی العامریؒ نے "الجد الحثیث" میں اس کو حدیث قرار نہیں دیا ہے۔ نیز شیخ عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" ۱۱۳ میں اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: شیخ علی قاریؒ نے "موضوعات" ۴۲ میں اس حدیث کو معنی کے لحاظ سے صحیح کہا ہے اس لئے کہ یہ حدیث "دارقطنی" کی حدیث کے معنی میں ہے جو "الافراد" میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "تواضع کا تقاضا ہے کہ مومن اپنے بھائی کا بچا ہوا پانی پی لے" لیکن ہم اس سے کہیں گے کہ پہلے اس حدیث کو ثابت تو کیجئے۔ پھر اس کی بنیاد پر دوسری حدیث کو معنی کے لحاظ سے ثابت کیجئے جب کہ بلاشبہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ حدیث اس کی شاہد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں صراحتاً یا اشارۃً یہ ذکر نہیں ہے کہ مومن کا بچاہوا پانی شفاء ہے البتہ اس کا شاہد معنی کے لحاظ سے میری نظروں سے گزر چکا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "مومن کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو پینے میں ہر بیماری سے شفاء ہے جب کہ ادنیٰ درجہ کی بیماری غم ہے" لیکن یہ حدیث موضوع ہے اس کا بیان حدیث نمبر ۳۷۵ میں آئے گا۔

۷۹ - مِنَ التَّوَاضُعِ اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ اَخِيْهِ، وَمَنْ شَرِبَ مِنْ سُؤْرِ اَخِيْهِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى؛ رُفِعَتْ لَهٗ سَبْعُوْنَ دَرَجَةً، وَمُحِيَتْ عَنْهُ سَبْعُوْنَ خَطِيْئَةً، وَكُتِبَ لَهٗ سَبْعُوْنَ دَرَجَةً.

انسان کی تواضع کی علامت ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کا جوٹھا پانی پی لے اور جو شخص اپنے بھائی کا اللہ کی رضا کے لئے جوٹھا پیتا ہے اس کے ستر درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی ستر غلطیاں محو ہوتی ہیں اور اس کے ستر درجے ثبت ہوتے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو "الموضوعات" میں "دارقطنی" کی روایت کے ساتھ نوح بن ابی مریم کے طریق سے اس نے ابن جریج

سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباسؓ سے موضوع روایت کیا ہے۔ ابن جوزیؒ نے تبصرہ کیا ہے کہ اس کی سند میں نوح راوی متفرد ہے اور وہ متروک ہے لیکن امام سیوطیؒ نے "اللآلیٔ المصنوعہ" ۲؍۱۱۳ میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا متابع موجود ہے چنانچہ اسماعیلیؒ اپنی "معجم" میں لائے ہیں کہ مجھے علی بن محمد بن حاتم ابوالحسن القومسی نے خبر دی اس نے کہا، ہمیں جعفر بن محمد الحداد القومسی نے حدیث بیان کی اس نے کہا، ہمیں ابراہیم بن احمد البخلی نے اس نے کہا کہ ہمیں حسن بن رشید مروزی نے ابن جریج سے بیان کیا اور مروزی تین راوی ہیں تینوں میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ حسن راوی منکر الحدیث ہے چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے "الجرح والتعدیل" ۱؍۲؍۱۴ میں اس کے والد سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس کی حدیث اس کے منکر ہونے پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اس نے بیان کیا کہ جو شخص مکہ مکرمہ کی گرمی میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے جہنم کو ستر سال دور کر دے گا اور جو شخص مکہ کے راستہ میں ایک ساعت چلتا ہے ہر قدم رکھنے کے عوض اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور نیکی ثبت ہوتی ہے "لسان المیزان" میں عقیلیؒ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی حدیث میں وہم ہے اور وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے بعد ازاں ابن عباسؓ کی حدیث کو بیان کیا جس کو ابن ابی حاتمؒ نے منکر کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے نیز اس حدیث کو سہمی جرجانیؒ نے "تاریخ جرجان" ۳۱۵ میں اپنے شیخ ابوبکر اسماعیلیؒ کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں علی بن محمد بن حاتم بن دینار ابوالحسن القومسی نے حدیث بیان کی اور وہ سچا انسان ہے الخ۔۔۔۔ نیز بیان کیا کہ ہمارے شیخ ابوبکر اسماعیل نے کہا کہ ابراہیم بن احمد اور حسن بن رشید دونوں مجہول ہیں ہم نے متابعت کے لئے جو احادیث ذکر کی ہیں چونکہ ان میں ضعف اور جہالت ہے اس لئے ان سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے لہٰذا امام سیوطیؒ نے جو ابن جوزیؒ کا تعاقب کیا ہے اس سے بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہے۔ غالباً امام شوکانیؒ کا انداز اس کی

جانب اشارہ کر رہا ہے کہ انہوں نے "الاحادیث الموضوعہ" ۲۳۱ھ میں جب حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کی تخریج میں صرف یہ کہا ہے کہ یہ حدیث "دارقطنی" میں ہے اور اس کی سند میں متروک راوی ہے صرف اسی پر اکتفا کیا ہے خیالی متابعت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: نوح کا شمار اہل علم سے ہوتا ہے اور اس کا لقب جامع تھا اس لئے کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو اکٹھا کیا ہے جب کہ وہ حدیث بیان کرنے میں متہم ہے اور ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ وہ کذاب تھا ابوسعید نقاش کا تبصرہ ہے کہ وہ موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔ امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ وہ علوم میں تو پیش پیش ہے لیکن ذاھب الحدیث تھا نیز ائمہ حدیث نے اس کے بارے میں واضح دلائل کی روشنی میں گھٹیا کلمات کہے ہیں نیز اس نے کہا کہ وہ سوائے سچائی کے ہر چیز کو جمع کرنے والا تھا (نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان)

ابن حبانؒ کا قول بھی اسی طرح کا ہے اور حافظ برہان الدین حلبیؒ نے "الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث" میں اس کو داخل کیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر "الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ" ۷۱ھ میں ہے۔

جب کہ اس حدیث میں ایک اور علّت بھی ہے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی بھی اہل علم کو اس کی خبر ہوئی ہو۔ وہ علّت یہ ہے کہ ابن جریج لفظ "عن" کے ساتھ روایت کرتا ہے خیال رہے کہ ابن جریج اگرچہ جلیل القدر امام تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مدلّس تھے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کچھ ایسی احادیث ہیں جن کو ابن جریج مرسل بیان کرتے ہیں جب کہ وہ موضوع ہیں ابن جریج کو اس بات سے کچھ واسطہ نہیں تھا کہ وہ کہاں سے لے رہے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے' مجھے فلاں سے حدیث بیان کی گئی ہے "میزان" میں اسی طرح ہے۔ امام دارقطنیؒ کا قول ہے کہ ابن جریج کی تدلیس سے کنارہ کش رہو اس کی تدلیس قبیح ہے اس لئے کہ وہ مجروح راویوں سے تدلّس کرتا ہے جیسے ابراہیم بن ابی یحییٰ اور موسیٰ بن عبیدہ وغیرہ ہیں (اسی طرح تہذیب میں بھی ہے) فرض کیجئے کہ اگر حدیث' ابن مریم اور حسن بن رشید سے محفوظ ہو جائے تو ابن جریج کی تدلیس سے تو ہرگز محفوظ نہیں ہے۔

۸۰ - اَلْمَهْدِيُّ مِنْ وُلْدِ الْعَبَّاسِ عَمِّيْ.

مہدی میرے چچا عباسؓ کی اولاد سے ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے "الافراد" ۳۱۸ھ میں محمد بن ولید قرشی کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمیں اسباط بن محمد اور صلہ بن سلیمان واسطی نے سلمان تیمی سے اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیبؒ سے اس نے عثمانؓ بن عفان سے مرفوعا بیان کیا۔ امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اس کی سند میں محمد بن ولید مولٰی بنی ہاشم متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ متہم با لکذب ہے۔ ابن عدیؒ کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا ابو عروبہ کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے اسی وصف کے ساتھ امام مناویؒ نے "الفیض" میں ابن جوزیؒ سے نقل کرتے ہوئے اس کو معلول قرار دیا ہے اس تبصرہ سے امام سیوطیؒ کا غلط انداز معلوم ہو گیا جب انہوں نے اس حدیث کو "الجامع الصغیر" میں شامل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے کاذب ہونے پر بس یہ دلیل کافی ہے کہ یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مخالف ہے کہ "مہدیؑ میری اولاد فاطمہ کی اولاد سے ہو گا" اس حدیث کو امام ابوداوٗدؒ ۳۱۹ھ ' ابن ماجہؒ ۳۲۰ھ ' امام حاکمؒ ۳۲۱ھ اور ابوعمرو الدانیؒ نے "السنن الواردۃ فی الفتن" ۳۲۲ھ میں اور عقیلیؒ ۳۲۳ھ نے زیاد بن بیان کے طریق سے اس نے علی بن نفیل سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے اُمّ سلمہؓ سے مرفوع روایت کیا اس حدیث کی سند جید ہے سب راوی ثقہ ہیں نیز کثرت کے ساتھ اس کے شواہد موجود ہیں پس یہ حدیث باب کی حدیث کو واضح طور پر رد کر رہی ہے اسی طرح ایک دوسری حدیث ملاحظہ کریں۔

۸۱ - يَا عَبَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ هٰذَا الْأَمْرَ بِيْ، وَسَيَخْتِمُهُ بِغُلَامٍ مِنْ وُلْدِكَ، يَمْلَؤُهَا عَدْلًا؛ كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا، وَهُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِعِيْسٰى.

اے عباسؓ! بے شک اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کا آغاز میرے ساتھ

کیا اور اس کا اختتام ایسے جواں سال انسان سے فرمائے گا جو تیری اولاد سے ہو گا وہ زمین کو عدل سے معمور کرے گا جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" ۲۲۴ میں احمد بن حجاج بن الصلت کے حالات میں بیان کیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن سلیمان نے اس نے کہا' ہمیں خلف بن خلیفہ نے حدیث بیان کی اس نے مغیرہ سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے عمارؓ بن یاسر سے مرفوع روایت بیان کی۔

میں کہتا ہوں : اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ معروف اور مسلم کے رواۃ سے ہیں البتہ احمد بن حجاج نہیں ہے لیکن خطیب بغدادیؒ نے اس کے بارے میں جرح' تعدیل نہیں کی ہے جب کہ امام ذہبیؒ نے اس کو اس حدیث کی وجہ سے متہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحاح کی سند کے ساتھ مرفوع کیا یہ راوی اس حدیث کے لئے خرابی کی بنیاد ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ" میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس راوی کو ضعیف نہیں کہا بلکہ خاموشی اختیار کی ہے اس لئے کہ اس کا حال ظاہر ہے' اور حافظ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" میں اس کی تائید کی ہے نیز امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو "اللآلی المصنوعہ" ۲۵ میں ذکر کیا ہے اور خاموشی اختیار کی ہے۔ یہیں سے آپ کو امام ذہبیؒ اور امام سیوطیؒ کے درمیان جو فرق ہے واضح ہو جائے گا اس لئے کہ امام ذہبیؒ حافظ اور نقاد ہیں جب کہ امام سیوطیؒ رطب و یابس اکٹھا کرنے والے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں کثرت کے ساتھ اغلاط اور تناقض پایا جاتا ہے اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے "الموضوعات" میں ابن عباسؓ سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور اس کو موضوع کہا ہے۔ الغلابی راوی وضع کے ساتھ متہم ہے اور امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۴۳۶ میں ابن جوزیؒ کی تصدیق کی ہے البتہ "مہدی علیہ السلام امامت کرائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی امامت میں نماز ادا کریں گے" درست

ہے۔ اس مضمون کی کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں سابقہ حدیث کی مثل آگے ذکر کی جانے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

۸۲- اَلَا اُبَشِّرُكَ يَا اَبَا الْفَضْلِ؟ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِفْتَتَحَ بِیْ هٰذَا الْاَمْرَ، وَبِذُرِّيَّتِكَ يَخْتِمُهٗ.

خبردار! اے ابوالفضل' میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ عزّ و جل نے دینِ اسلام کا آغاز میرے ساتھ کیا ہے اور اس کا اختتام تیری اولاد کے ساتھ کرے گا۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۱/۱۳۷ھ میں لاھز بن جعفر کے طریق سے بیان کیا ہے اس نے کہا کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبدالصمد العمی نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے علی بن زید بن جدعان نے خبر دی اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابوہریرہؓ سے مرفوع بیان کیا اور تبصرہ کیا کہ اس کی سند میں لاھز بن جعفر متفرد ہے نیز یہ حدیث غریب ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی متہم ہے اس کے بارے میں ابن عدیؒ کا قول ہے کہ بغدادی مجہول ہے وہ ثقہ راویوں سے منکر احادیث بیان کرتا ہے بعد ازاں اس سے حضرت علیؓ کی فضیلت میں مروی حدیث کا ذکر کیا اور ابن عدیؒ نے اس کو باطل قرار دیا۔ امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ اللہ کی قسم! یہ حدیث یقیناً غایت درجہ موضوع ہے جب کہ علیؓ کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کی اس پر لعنت ہو جو علیؓ سے محبت نہیں کرتا۔ "کنز العمال" کے مؤلف نے اس حدیث کا ذکر "کنز العمال" میں' ابو نعیمؒ کی روایت کے ساتھ ابوہریرہؓ سے مروی ان الفاظ کے علاوہ کیا ہے جو "الحلیہ" میں ہیں۔ لیکن مجھے "الحلیہ" میں اس روایت کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ (واللہ اعلم)

تنبیہہ: جب آپ نے اس حدیث اور اس سے ما قبل کا حال معلوم کر لیا ہے تو ان دونوں کے درمیان اور صحیح متقدم کے درمیان اختلاف نہ رہا اس لئے کہ امام مہدیؒ فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے' صحیح حدیث ہے اور اس کی مخالف حدیث

شدید ضعیف ہے اس مسئلہ میں استاذ مودودی کی تالیف "البیانات" ۲۲۸ھ کا مطالعہ کریں حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں احادیث کے درمیان موافقت قائم کرنے کا کوئی متقاضی نہیں ہے جیسا کہ بعض حققین نے ایسا کیا ہے (واللہ الموفق لا الہ سواہ)

۸۳- نِعْمَ الْمُذَكِّرُ السُّبْحَةُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ مَا يُسْجَدُ عَلَيْهِ الْأَرْضُ، وَمَا أَنْبَتَتْهُ الْأَرْضُ.

تسبیح کے دانوں پر اللہ کا ذکر کرنا بہترین طریقہ ہے....

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ ہمیں عبدوس بن عبداللہ الحسین بن فختویہ ثقفی نے خبردی اس نے کہا' ہمیں علی بن محمد بن نصر نے خبردی نیز اس حدیث کی ہمیں محمد بن ہارون بن عیسیٰ بن منصور ہاشمی نے خبردی اس نے کہا' محمد بن علی حمزہ علوی نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے عبدالعزیز بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے زینب بنت سلیمان بن علی نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے عبدالصمد بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے زینب بنت سلیمان بن علی نے حدیث بیان کی اس نے کہا' مجھے اُمّ الحسن بنت جعفر بن حسن نے حدیث بیان کی اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے اس نے علیؓ سے مرفوعا بیان کیا اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "المنحہ فی السبحہ" ۲۲۹ھ میں ذکر کیا ہے اور اس سے امام شوکانیؒ نے "نیل الاوطار" ۲۳۰ھ میں ذکر کیا ہے اور دونوں نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند غایت درجہ ظلمت میں ڈوبی ہوئی ہے اس کے تمام راوی مجہول ہیں جب کہ بعض متہم ہیں ام الحسن بنت جعفر بن الحسن کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے ہیں اور "زینب بنت سلیمان بن علی کے حالات خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ" ۲۳۱ھ میں سپرد قلم کئے ہیں اور بیان کیا ہے کہ یہ عورت افضل ترین عورتوں میں سے تھی اور عبدالصمد بن موسیٰ ہاشمی کے حالات خطیب بغدادیؒ ۲۳۲ھ نے بیان کئے ہیں لیکن اس پر جرح تعدیل نہیں کی ہے البتہ امام ذہبیؒ نے "میزان" میں خطیب بغدادیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں کہا ہے

کہ محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے شائد اس کا تذکرہ اس کی دیگر کتابوں میں ہو بعد ازاں امام ذہبیؒ نے بیان کیا کہ وہ اپنے داوا مدین ابراہیم امام سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی آفت شائد یہی شخص ہے اور محمد بن علی بن حمزہ علوی راوی کے حالات خطیب بغدادیؒ ۳۳۳ھ نے بھی بیان کئے ہیں اور ابن ابی حاتم کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے اس سے سنا اور وہ سچا انسان ہے ۲۸۶ھ میں فوت ہوا اور محمد بن ہارون دراصل محمد بن ہارون بن عباس بن ابی جعفر المنصور ہے اس طرح خطیب بغدادیؒ ۳۳۴ھ نے اس کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ شخص علم و فضل سے بہرہ ور اور باوقار خطیب تھا اور بغداد میں شہر کی مسجد کا پچاس سال امام رہا اس کی وفات ۳۰۹ھ ہے جب کہ دیگر راویوں کے حالات مجھے نہیں مل سکے ہیں معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے قابلِ حجت نہیں ہے نیز حدیث معنوی لحاظ سے میرے نزدیک کانی وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ: تسبیح کے دانوں پر ذکر کرنا بدعت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا آپؐ کے دور کے بعد اس کا رواج ہوا ہے اس کی تائید علماء لغت کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ لفظ "سُبحَۃ" مولد ہے اہل عرب اس سے آشنا نہیں ہیں ۳۳۵ھ تو جب آپؐ کے دور میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو کیسے یہ بات باور کی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو ایسے کام پر راغب کریں جس کا انہیں علم نہیں ہے؟ اس کی دلیل ابن وضّاح قرطبی کی وہ روایت ہے جو "البدع والنّھي عنھا" ۳۳۶ھ میں صلت بن بہرام سے مروی ہے اس نے بیان کیا کہ عبداللہؓ بن مسعود ایک عورت کے قریب سے گزرے اس کے پاس تسبیح تھی جس کے دانوں پر وہ تسبیح کر رہی تھی۔ ابن مسعودؓ نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا بعد ازاں ان کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو کنکروں پر تسبیح پڑھ رہا تھا آپ نے اس کے پاؤں مارا پھر اسے کہا، تم سے پہلے دین اسلام کی تعلیمات موجود ہیں لیکن تم ظلمت و بدعت میں مستغرق ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے پاس جو علم تھا تم اس سے آشنا نہیں ہو۔ خیال رہے اس حدیث کی سند صلت راوی

تک صحیح ہے اور صلت راوی ثقہ ہے اور تبع تابعین سے ہے لیکن شیخ حبشی کا یہ کہنا کہ وہ مجہول ہے یہ اس کا اپنا خیال ہے۔ ہم نے اس کا رد کیا ہے ملاحظہ فرمائیں ۲۳۷ھ

نیز یہ روایت ابان بن ابی عیاش سے مروی ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے حسنؒ سے "النظام" کے بارے میں سوال کیا اس سے مقصود دھاگہ ہے جس میں موتی اور خرمہرے وغیرہ پروئے جاتے ہیں ان پر تسبیح پڑھی جاتی ہے یعنی ذکر الٰہی کیا جاتا ہے۔ حسنؒ نے جواب دیا' یہ کام نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے اور نہ ہی مہاجر عورتوں نے کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

دوسری وجہ : یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے عبداللہؓ بن عمرو نے بیان کیا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پہ سبحان اللہ کے کلمات پڑھتے اور گرہ لگاتے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور امام حاکمؒ ۳۴۰ھ اور امام ذہبیؒ ۲۴۱ھ نے بیان کیا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے جب کہ یہ کیفیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے جب آپؐ نے بعض عورتوں سے کہا "تم سبحان اللہ' لا الہ الا اللہ اور اس کی قدوسیت کا ذکر کرو' تم ہرگز غفلت میں نہ پڑنا کہ تم اللہ کی وحدانیت کو فراموش کر جاؤ" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "رحمت کو فراموش کر جاؤ اور ہاتھوں کی انگلیوں کی گرہوں پر شمار کرو ان سے سوال ہو گا اور وہ بتائیں گی"

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کو امام ابوداؤدؒ اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے حسن کہا اور اس حدیث کا حضرت عائشہؓ سے مروی ایک موقوف شاہد ہے یہی وجہ ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس کا ذکر شیخ محمد خلیل القاوقجی نے "شوارق الانوار الجلیلہ" ۴۴ھ میں کیا ہے بعد ازاں مجھے علم ہوا کہ حدیث اس سے کہیں زیادہ ضعیف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے حدیث کے ضعیف ہونے کی اصل خرابی محمد بن ہارون بن عیسیٰ بن

المنصور الہاشمی راوی ہے وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا آئندہ اوراق میں اس کا ذکر آئے گا۔ اسی حدیث کی تحقیق میں محمد بن ہارون راوی کے بارے میں تزکیہ کے کچھ الفاظ تحریر ہو گئے ہیں جو دراصل میرا وہم ہے حقیقت میں "تاریخ خطیب" میں اس کے حالات بیان ہوئے ہیں ان سے میں ناواقف تھا چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے محمد بن ہارون کے بارے میں کہا ہے کہ محمد ہارون بن یحییٰ بن ابراہیم بن عیسیٰ بن ابی جعفر المنصور کنیت ابو اسحاق اور معروف ابن بریہ کے ساتھ ہے اس کی احادیث میں کثرت کے ساتھ منکر احادیث ہیں نیز امام دارقطنیؒ نے اس کو "لا شئی" قرار دیا ہے۔ "تاریخ دمشق" میں ابن عساکرؒ نے کہا ہے کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا بعد ازاں اس کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث اس کی موضوع احادیث میں سے ہے نیز خطیب بغدادیؒ نے اس کو متہم کہا ہے چنانچہ اس نے اس حدیث کے بعد جس کی جانب اشارہ ۳۲۳ھ کیا ہے۔ کہا ہے کہ ہاشمی 'ابن بریہ کے ساتھ معروف ہے' ذاھب الحدیث اور وضع کے ساتھ متہم ہے اور میں نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حدیث کا راوی یہ شخص ہے اس لئے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن ہارون بن یحییٰ ہے اور اس میں محمد بن ہارون بن العباس نہیں ہے یہ دونوں الگ الگ راوی ہیں اتفاق ہے کہ ان کا اور ان کے والد کا نام ایک ہے البتہ دونوں کے دادا کے نام میں اختلاف ہے پہلے راوی کے دادا کا نام یحییٰ ہے اور دوسرے راوی کے دادا کا نام العباس ہے اور وہ مستور ہے جب کہ پہلا متہم ہے پس حدیث کے وضع ہونے کا شبہ اس میں بند ہے لیکن عبدالصمد کا ذمہ اس سے بری ہے اگرچہ راوی ضعیف ہے اور منکر روایات بیان کرتا ہے۔ خیال رہے اس حقیقت پسندانہ تجزیہ کے لئے میری دماغی کاوشوں کا محور وہ قدیم مقالہ ہے جو میں نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے مرتب کیا تھا (فالحمد للہ علی توفیقہ)

اس حدیث پر میں نے جو تحقیق پیش کی ہے اس سے قبل میں نے "التعقب الحثیث" (جو شیخ حبشی کی تالیف ہے) کے رد میں تحریر کیا تھا۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں کنکروں پر تسبیح کرنے کا ذکر ہے اور آپؐ نے ان کے اس فعل کو برقرار رکھا اس لحاظ سے کنکروں کو شمار کرتے ہوئے

تسبیح کرنا یا تسبیح کے دانوں کو شمار کرتے ہوئے تسبیح کرنا دونوں برابر ہیں ان میں کچھ فرق نہیں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے کہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اگر اس کے بارے میں ذکر کردہ احادیث صحیح ہوں جب کہ احادیث صحیح نہیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ میں دو احادیث پیش کی جا سکتی ہیں جن کو امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے' ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان احادیث کو بیان کریں اور ان میں جو علت پائی جاتی ہے اس سے مطلع کریں۔

پہلی حدیث: سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے ہاں گئے اس کے آگے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکر تھے جن پر وہ تسبیح کر رہی تھی آپؐ نے اس سے کہا کہ میں تجھے اس سے آسان یا افضل کام بتاتا ہوں آپؐ نے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰہِ عددَ ما خلق فی السَّمَاءِ ـــــ" کا ورد کر (الحدیث)۔ اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ ۳۴۵ھ' امام ترمذیؒ ۳۴۶ھ' امام دورقیؒ ۳۴۷ھ نے "مسند سعد" میں اور امام المخلصؒ نے "الفوائد" ۳۴۸ھ اور امام حاکمؒ ۳۴۹ھ نے عمرو بن حارث کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سعید بن ہلال نے اس کو خزیمہ سے حدیث بیان کی اس نے عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے اس نے اپنے والد سے بیان کیا۔ نیز اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "المنحہ" میں "نسائی" اور "ابن ماجہ" کی طرف منسوب کیا ہے نیز امام شوکانیؒ نے اس کی متابعت کی ہے لیکن اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

پہلا اعتراض: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے۔

دوسرا اعتراض: امام نسائیؒ نے اس حدیث کو "الیوم واللیلہ" میں روایت کیا ہے مناسب تھا کہ اس حدیث کو مقید کیا جاتا۔

امام ترمذیؒ نے حدیث کو حسن قرار دیا جب کہ امام حاکمؒ نے صحیح الاسناد کہا۔ امام ذہبیؒ نے اس کی موافقت کی ہے لیکن غلطی کی ہے اس لئے کہ خزیمہ راوی مجہول ہے امام ذہبیؒ نے "میزان" میں کہا ہے کہ خزیمہ معروف نہیں ہے۔ سعید بن ابی ہلال اس سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی "التقریب"

میں اس کو غیر معروف کہا ہے اور سعد بن ابی ہلال راوی کے ثقہ ہونے کے باوجود الساجی نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا تو ایسے راوی کی حدیث کو صحیح یا حسن کیسے کہا جا سکتا ہے؟

دوسری حدیث صفیہؓ سے مروی ہے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میرے آگے چار ہزار کھجور کی گٹھلیاں تھیں میں ان کو شمار کرتے ہوئے تسبیح کر رہی تھی آپؐ نے فرمایا' اے حُیَیّ کی بیٹی! یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا' میں ان پر تسبیح کر رہی ہوں آپؐ نے فرمایا' میں جب سے تیرے سر پر کھڑا ہوں میں نے تجھ سے زیادہ بار تسبیح کی ہے۔ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے آپ تعلیمؐ دیں۔ آپؐ نے فرمایا' تو کہہ "سُبْحَانَ اللهِ عدد ما خلق اللهُ مِنْ شَيْئٍ" (مخلوقات کی گنتی کے برابر اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہوں) اس حدیث کو امام ترمذیؒ ۵۰ھ اور ابوبکر الشافعیؒ ۵۱ھ نے "الفوائد" میں اور امام حاکمؒ ۵۲ھ نے ہاشم بن سعید کے طریق سے اس نے کنانہ سے جو صفیہؓ کا غلام ہے اس نے صفیہؓ سے یہ حدیث بیان کی اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو اس طریق یعنی ہاشم بن سعید الکوفی سے ہی جانتے ہیں اس کی سند معروف نہیں ہے نیز اس باب میں ابن عباسؓ سے روایت ہے البتہ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ذہبی نے اس کی تائید کی ہے اور امام سیوطیؒ نے "المنحہ" میں اس کی متابعت کی ہے۔

امام شوکانیؒ اس وجہ سے دھوکے میں آ گئے لیکن امام ذہبیؒ سے یہ بات انوکھی ہے جب کہ انہوں نے ہاشم بن سعید کا ذکر "میزان" میں کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو "لیس بشئی" کہا ہے نیز ابن عدیؒ کا قول ہے کہ جس قدر بھی اس کی مرویات ہیں ان کی متابعت نہیں ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کو "التقریب" میں ضعیف کہا ہے اور کنانہ راوی مجہول الحال ہے۔ ابن حبانؒ کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ابن حبانؒ کی توثیق کو جرح و تعدیل کے آئمہ کچھ وقعت نہیں دیتے ہیں۔ میں نے اس کی تحقیق کا تفصیل کے ساتھ اس مقالہ میں ذکر کیا ہے جو الشیخ حبشی کے رد ۵۳ھ میں ہے اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے

کنانہ کے بارے میں اس کی توثیق کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ "تقریب" میں اشارہ کیا ہے کہ وہ لین الحدیث ہے اور امام ذہبیؒ نے "الکاشف" میں توثیق مذکور کو ضعیف قرار دیا ہے جو اس کے لفظ "وثق" کے ساتھ ہے۔ ان دونوں احادیث کے ضعف پر یہ قرینہ دال ہے کہ یہ واقعہ ابن عباسؓ سے مروی ہے لیکن اس میں کنکروں کا ذکر نہیں ہے اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

جویریہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے صبح سویرے نماز سے فراغت کے بعد باہر نکلے جب کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں تھی۔ آپؐ چاشت کے بعد واپس گھر لوٹے تو وہ ابھی بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس سے دریافت کیا' بھلا تو اس حالت میں رہی ہے جس حالت پر میں تجھے چھوڑ کر گیا تھا؟ اس نے اثبات میں جواب دیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو شروع دن سے تو نے کہے ہیں تو ان پر بھاری ہوں گے وہ کلمات یہ ہیں۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ"

(ترجمہ) اللہ پاک ہے میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں جس قدر اس کی مخلوق ہے جس قدر اس کی رضامندی ہے جس قدر اس کے عرش کا وزن ہے جس قدر اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلمؒ ۵۴ھ اور امام ترمذیؒ ۵۵ھ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے نیز اس کو ابن ماجہؒ ۵۶ھ اور احمدؒ ۵۷ھ نے روایت کیا ہے۔ اس صحیح حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

پہلی بات: صاحب واقعہ جویریہؓ ہے صفیہؓ نہیں ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں صفیہؓ کا ذکر ہے۔

دوسری بات: اس واقعہ میں کنکروں کے ذکر سے انکار کیا جاتا ہے اس کی تائید عبداللہؓ بن مسعود کے انکار سے واضح ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریوں پر تسبیح کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ عبداللہؓ بن مسعود سے متعدد طرق کے ساتھ وارد ہے ان میں سے ایک کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن شیخ حبشی نے اس طریق کو تسلیم

کرنے سے انکار کیا ہے میں نے ان میں سے ایک طریق کو صحیح سند کے ساتھ ذکر کرکے اس کا رد کیا ہے ۵۸ھ۔ اگر کنکروں پر تسبیح کرنے کا عمل ثابت ہوتا اور آپؐ نے اسے برقرار رکھا ہوتا تو ابن مسعودؓ جیسے شخص پر یہ عمل مخفی نہ رہتا پھر عبداللہؓ بن مسعود کے مدرسہ سے فراغت حاصل کرنے والے ابراہیم نخعیؒ کوفی جیسے فقیہ اس عمل کا انکار نہ کرتے حالانکہ ابن مسعودؓ اپنی بیٹی کو منع کرتے ہیں کہ وہ تسبیح کے دانوں کو پرونے کے لئے دھاگوں کے تیار کرنے پر ہرگز مدد نہ کرے۔ اس واقعہ کو ابن ابی شیبہؒ نے "مصنف" ۵۹ھ میں جید سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حوالہ سے اور اس سے ماقبل کی بحث سے شیخ حبشی کے مسلک کا رد ہو رہا ہے شیخ حبشی کا یہ خیال درست نہیں کہ مجھ سے پہلے تسبیح پر ذکر کرنے کا انکار کسی اہل علم سے ثابت نہیں تردید ملاحظہ فرمائیں۔۶۰ھ

ایک اعتراض اور اس کا جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگلیوں پر شمار کرنا (جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے) اس صورت میں گنتی کرتے ہوئے غلطی لگ جاتی ہے یا گنتی ممکن نہیں رہتی جب کہ گنتی زیادہ ہو۔ اس کا جواب نہایت واضح ہے دراصل یہ ایسا اشکال ہے جو دوسری بدعت کا پیدا کردہ ہے اور وہ بدعت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی محصور گنتی سے کیا جائے جس کا تعین شارح سے ثابت نہیں ہے۔ دراصل تسبیح کے دانوں پر ذکر کرنے کی بدعت کو ایسی ہی بدعت نے جنم دیا ہے خیال کیجئے کہ سنت صحیحہ میں ذکر وغیرہ کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ گنتی سو کے عدد تک کی ہے اور سو کی گنتی کو آسانی کے ساتھ انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی عادت ہو اگر تسبیح کے دانوں پر ذکر کرنا صرف ایک ہی برائی ہوتی کہ اس سے انگلیوں پر شمار کرنے کی سنت ختم ہو کر رہ گئی ہے یا قریب الاختتام ہے (جب کہ ان کا اتفاق ہے کہ انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے) تو اس کے لئے یہ کافی تھا لیکن یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ کوئی شیخ انگلیوں پر تسبیح کر رہا ہو۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس بدعت میں مبتلا ہو چکے ہیں وہ عجیب انداز اختیار کرتے ہیں آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ بعض اصحابِ طریقت جو تصوف کے کسی ایک مشرب کے حامی ہیں وہ اپنی گردن میں. تسبیح ڈال کر رکھتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو آپ سے باتیں بھی کر

رہے ہوتے ہیں آپ کی باتوں کو سن بھی رہے ہوتے ہیں اور تسبیح کے دانوں کو بھی حرکت دیتے رہتے ہیں اور چند دنوں کی بات ہے کہ میں نے ایک شخص کو موٹرسائیکل پر دیکھا کہ وہ ایسی گلیوں میں موٹرسائیکل چلا رہا ہے جہاں ازدہام ہے اور اس کے ایک ہاتھ میں تسبیح ہے دراصل ایسے لوگ اس قسم کا مظاہرہ کرنے سے لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ وہ آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے یہ ایسی بدعت ہے کہ اکثر اوقات یہ بدعت ایک فرض کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتی ہے چنانچہ یہ واقعہ متعدد بار میرے ساتھ پیش آیا (اور دوسرے لوگوں کو بھی پیش آتا ہو گا) کہ میں ایسے لوگوں کو جب سلام کہتا ہوں تو وہ تسبیح کے اشارے کے ساتھ مجھے جواب دیتے ہیں زبان سے سلام کا جواب نہیں دیتے اگر غور کیا جائے تو اس بدعت کے مفاسد بے شمار ہیں ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

وَكُلُّ خَيْرٍ فِي اِتِّبَاعِ مَنْ سَلَفَ ۔۔۔ وَكُلُّ شَرٍّ فِي اِبْتِدَاعِ مَنْ خَلَفَ

سلف کی اتباع میں ہر قسم کی خیر ہے اور ناخلف لوگوں کی بدعات میں ہر قسم کا شر ہے۔

تیسری حدیث: نیز مجھے ایک تیسری حدیث سے بھی واسطہ پڑا جو ابوہریرہؓ سے مرفوع مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنکروں پر تسبیح کرتے تھے لیکن اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے نیز اس مسئلہ میں امام مالکؒ سے موضوع احادیث روایت کرنے والے رواۃ بھی موجود ہیں اس کا ذکر دوسرے ہزار کے آغاز میں آئے گا۔ (انشاء اللہ)

۸۴- كُلُّكُمْ اَفْضَلُ مِنْهُ.

تم سب اس سے افضل ہو۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' سنت کی کتابوں میں مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی البتہ ابن قتیبہؒ نے اس حدیث کو "عیون الاخبار" میں ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ۱؍۲۶۱ کہ مجھے محمد بن عبید نے حدیث بیان کی اس نے معاویہ بن عمرو سے اس نے ابواسحاق سے اس نے خالد حذاء سے اس نے ابوقلابہ سے اس نے

مسلم بن یسار سے کہ اشعر قبیلہ کے کچھ رفقاء ایک سفر میں تھے جب وہ آئے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں سے افضل نہیں ہے وہ دن بھر روزے سے رہتا ہے جب ہم (کسی جگہ آرام کے لئے) اترتے ہیں تو وہ سفر پر روانہ ہونے تک نماز پڑھتا رہتا ہے آپؐ نے ان سے دریافت کیا کہ اس کے کام کون سرانجام دیتا اور محنت کرتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم کرتے ہیں (اس پر) آپؐ نے فرمایا، تم سب اس سے افضل ہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں البتہ روایت مرسل ہے اس لئے کہ مسلم بن یسار بصری اموی تابعی ہے اور اس کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ اکثر طور پر ابوالاشعث صنعانی اور ابوقلابہ سے روایت کرتا ہے اور اس کی یہ حدیث ابوقلابہ سے ہے ان دونوں کی وفات سن ۱۰۰ھ کے چند سال بعد ہوئی ہے جب کہ ابوقلابہ راوی مدلس ہے۔ امام ذہبیؒ نے "میزان" میں اس کے حالات بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ابوقلابہ مشہور امام اور ثقہ عالم ہیں، ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے البتہ مدلس ہیں۔ جن سے ان کی ملاقات ہے اور جن سے ان کی ملاقات نہیں ہے ان سے بھی روایت کرتے ہیں اس کے پاس کچھ مجموعے تھے جن سے وہ بیان کرتا اور تدلیس کرتا تھا اسی لئے حافظ برہان الدین عجمی حلبیؒ نے اپنے رسالہ "التبیین لأسماء المدلّسین" ۳۴ میں اس کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی "طبقات المدلّسین" ۳۶ میں اس کا ذکر کیا ہے نیز امام ذہبیؒ اور علائیؒ نے اس کو مدلس کہا ہے پس اگر یہ حدیث ارسال سے محفوظ ہے تو ابوقلابہ کے "بصیغۂ عن" روایت کرنے سے تو محفوظ نہیں ہے بہرحال ضعیف ہے اور اس حدیث سے انسؓ کی حدیث مستغنی کر دیتی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھے ہم میں کچھ لوگ روزہ دار تھے اور بعض کا روزہ نہیں تھا، دن گرم تھا ہم ایک مقام پر اترے ہم میں اکثر ساتھیوں نے چادروں کے ساتھ سایہ کیا اور کچھ ایسے ساتھی بھی تھے جو صرف ہاتھ کے ساتھ سورج کی گرمی سے بچاؤ حاصل کر رہے تھے (راوی کا بیان ہے) روزے دار تو (آرام کے لئے) دراز ہو گئے اور جو روزے سے نہیں تھے وہ کھڑے ہو گئے انہوں نے خیمے لگائے اور جانوروں کو پانی پلایا

(اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو لوگ روزہ سے نہیں ہیں انہوں نے آج ثواب حاصل کر لیا ہے۔ ۴۶۴؎

۸۵- يُقْتَلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ؛ كُلُّهُمُ ابْنُ خَلِيفَةٍ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلَعُ الرَّايَاتُ السُّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، فَيَقْتُلُوْنَكُمْ قَتْلاً لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئاً لَا أَحْفَظُهُ، فَقَالَ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ؛ فَبَايِعُوْهُ، وَلَوْ حَبْواً عَلَى الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ خَرَجَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ؛ فَأْتُوْهَا، وَلَوْ حَبْوًا. . . الخ.

تمہارے خزانے کے باعث تین انسان قتل ہوں گے وہ تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے پھر ان میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا بعد ازاں مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے وہ تمہیں ایسے قتل کریں گے کہ اس قسم کا قتل کسی قوم نے نہ کیا ہوگا بعد ازاں اس نے کسی بات کا ذکر کیا مجھے وہ بات یاد نہیں ہے اور کہا جب تم اس کو دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر کیوں نہ بیٹھنا پڑے وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے دوسری روایت میں ہے جب تم سیاہ رنگ کے جھنڈوں کو دیکھو کہ وہ خراسان کی طرف سے نمودار ہوئے ہیں تو ان جھنڈوں کے پاس پہنچو اگرچہ تمہیں خود کو گھسیٹنا پڑے۔

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے' اس حدیث کو ابن ماجہؒ ۴۶۵؎ اور امام حاکمؒ ۴۶۶؎ نے خالد حذاء کے طریق سے اس نے ابوقلابہ سے اس نے ابواسماء سے اس نے ثوبان سے پہلی روایت کی مثل بیان کیا نیز اس کو امام احمدؒ ۴۶۷؎ نے علی بن زید اور امام حاکمؒ ۴۶۸؎ نے خالد حذاء سے اس نے ابوقلابہ سے اس حدیث کو بیان کیا لیکن علی بن زید بن جدعان نے اپنی سند میں ابواسماء کا ذکر نہیں کیا ہے دراصل یہ اس کا

وہم ہے نیز اس حدیث کو اس کے طریق سے ابن جوزیؒ "الاحادیث الواہیہ" میں ذکر کیا ہے جس طرح حافظ ابن حجرؒ کی کتاب "القول المسدد فی الذب عن المسند" ۴۹ میں ہے اس نے بیان کیا ہے کہ علی بن زید راوی میں ضعف ہے۔ اس کی بنا پر امام مناویؒ نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ "میزان" میں امام احمدؒ اور اس کے علاوہ دیگر محدثین سے اس کا ضعیف ہونا منقول ہے نیز امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ میں اس حدیث کو منکر خیال کرتا ہوں نیز ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو "الموضوعات" میں داخل کیا ہے لیکن ابن حجرؒ کا قول ہے کہ ابن جوزیؒ نے صحیح نہیں کیا جب کہ رواۃ میں سے کوئی بھی متہم یا مکذب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کلام میں کچھ غلطیاں ہیں جن پر متنبہ کرنا ضروری ہے۔

پہلی غلطی: ابن جدعان کے بارے میں وہم کرنا کہ وہ متفرد ہے اس وجہ سے حدیث کو معلول قرار دینا درست نہیں ہے اس لئے کہ "مستدرک حاکم" اور "ابن ماجہ" میں اس کی متابعت خالد حذاء نے کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور خالد حذاء ثقہ صحیحین کے رواۃ سے ہے۔

دوسری غلطی: نیز یہ وہم کرنا کہ ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو ابن جدعان کے طریق سے بیان کیا ہے جب کہ یہ بات درست نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اس حدیث کو عمرو بن قیس کے طریق سے بیان کیا ہے اس نے حسن سے اس نے ابوعبیدہ سے اس نے عبداللہؓ بن مسعود سے مرفوع بیان کیا جیسا کہ ثوبان سے دوسری روایت ہے بعد ازاں ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے عمرو بن قیس لاشیئ ہے اس نے حسن سے نہیں سنا اور نہ ہی حسنؒ نے ابوعبیدہؓ سے سنا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابوعبیدہ نے بھی اپنے والد ابن مسعودؓ سے نہیں سنا۔ امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۲؍۳۰۷ میں ابن ثوبان کی حدیث کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ہے نیز اس نے "الزوائد" ۳؍۱۷ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور امام حاکمؒ کا قول ہے کہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے نیز امام ذہبیؒ نے اس کی

موافقت کی ہے باوجود اس بات کے وہ "میزان" میں کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو منکر خیال کرتا ہوں جیسا کہ پہلے اس کا ذکر گزر چکا ہے اور یہی بات درست ہے لیکن جس شخص نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے وہ اس کی علت سے غافل ہے اور علت یہ ہے کہ ابوقلابہ راوی جو مدلّسین سے ہے' اس نے "عن" کے ساتھ حدیث بیان کی ہے جیسا کہ اس سے قبل والی حدیث کی بحث میں امام ذہبیؒ اور دیگر محدثین سے اس کا نقل کرنا پہلے گزر چکا ہے۔ البتہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیح ہے یہ جملہ کہ "اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے" اس جملہ کو ابن ماجہؒ ۲۷۳ھ نے علقمہ کے طریق سے اس نے ابن مسعودؓ سے ثوبان کی دوسری روایت کی طرح مرفوع بیان کیا ہے اس کی سند حسن ہے جب کہ اس میں "خلیفۃُ اللہ" کے الفاظ نہیں ہیں ان الفاظ کا کوئی طریق ثابت نہیں ہے اور نہ کوئی طریق اس صلاحیت کا مالک ہے کہ اس کو اس کا شاہد کہا جا سکے پس یہ جملہ منکر ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ کا پہلا کلام اس کا فائدہ بخشتا ہے اور اس کے منکر ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے کہ کسی شخص کے بارے میں کہا جائے کہ فلاں اللہ کا خلیفہ ہے اس لئے کہ اس کے اس جملہ میں ایسے نقص اور عجز کا وہم دلاتا ہے جو اللہ کی شان کے مناسب نہیں ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فتاویٰ ۳۷۴ھ میں کہا ہے کہ کچھ غلط قسم کے لوگوں کا خیال ہے جن میں ابن عربی پیش پیش ہے کہ خلیفہ سے مقصود اللہ کا خلیفہ ہے جیسے اللہ کا نائب کہا جاتا ہے جب کہ اللہ کے لئے اس کا خلیفہ بنانا جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے ابوبکرؓ کو خلیفہ اللہ کہا تو ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں البتہ اللہ کے رسول کا خلیفہ ہوں مجھے یہی اعزاز بس کرتا ہے ۳۷ھ۔ البتہ اللہ پاک اپنے غیر کا خلیفہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (اے اللہ!) "تو سفر کا رفیق ہے اور اہل (وعیال) کا خلیفہ ہے۔ اے اللہ! ہمارے سفر میں ہمارا رفیق بنا رہ اور ہمارے اہل میں ہمارا خلیفہ بنا رہ"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ' حاضر' محافظ' قائم دائم' نگران' حفاظت فرمانے والا اور دونوں جہانوں سے مستغنی ہے اس کا کوئی شریک اور اس کو کوئی مدد

پہنچانے والا نہیں اور اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص سفارش نہیں کر سکتا اور خلیفہ کا تصور یہ ہے کہ خلیفہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ ذات جس کا وہ خلیفہ ہے فوت ہو جائے یا غائب ہو جائے اور خلیفہ اس کی ضرورت ہو اور خلیفہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ میدان جنگ سے پیچھے رہتا ہے اور وہ فوج کے قائد کا خلیفہ ہے۔ لیکن یہ سب معانی اللہ تعالیٰ کے حق میں پورا نہیں اترتے۔ اللہ پاک کی ذات ان سب سے منزّہ ہے اللہ پاک تو زندہ حاضر ہے اس پر کبھی موت طاری نہ ہوگی اور نہ وہ کبھی غیرحاضر ہو گا اور کوئی بھی اس کا خلیفہ نہیں ہے نہ کوئی اس کا قائم مقام ہے اللہ پاک کی ذات کا کوئی برابر نہیں ہے نہ اس کا کوئی مثل ہے پس جو شخص کسی کو اللہ کا خلیفہ بناتا ہے وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے۔

۸۶ - اَلطَّاعُوْنُ وَخْزُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ.

طاعون کی وبا تمہارے "جن" بھائیوں کی طرف سے ایک گرفت ہے۔

تحقیق: اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ کچھ اصل نہیں ہے' اگرچہ ابن الاثیر نے اس حدیث کو "نہایہ" میں "وخز" کے مادہ میں ھرویؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ذکر کیا ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ۷۵ء میں ذکر کیا ہے کہ میں نے طویل موثر جستجو کے باوجود مسند احادیث کے کسی طریق میں بلکہ کتب مشہورہ اور اجزائے منثورہ میں ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو نہیں پایا ہے جب کہ بعض محدثین نے اس حدیث کی نسبت "مسند احمد" اور "طبرانی" اور ابن ابی الدنیا کی کتاب "الطواعین" کی جانب کی ہے لیکن ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں اس حدیث کا وجود نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مسند احمد ۷۶ء' معجم الصغیر طبرانی ۷۷ء' اور مستدرک حاکم ۷۸ء میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے متعدد طرق کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ مرفوع مروی ہے کہ "طاعون تمہارے دشمن "جنوں" کی جانب سے ایک گرفت ہے" امام حاکمؒ نے اس حدیث کو مسلمؒ کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح ہے لیکن مسلم کی شرط پر نہیں ہے اس لئے کہ

اس حدیث کی سند میں امام حاکمؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بعض طرق میں ابو ہلیح راوی ہے اس کا نام یحییٰ بن سلیم ہے اور وہ ثقہ ہے جب کہ وہ مسلم کے راویوں میں سے نہیں ہے لیکن امام احمدؒ کے ہاں اس حدیث کا ایک دوسرا طریق صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے نیز حافظ ابن حجرؒ نے اس کو صحیح کہا ہے پس "وَخُزْ اَعْدَائِكُمْ" کے الفاظ تو حدیث میں محفوظ ہیں جب کہ "اِخْوَانُكُمْ" کے الفاظ دوسری حدیث میں ہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ تم ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا نہ کرو اس لئے کہ وہ دونوں تمہارے "جن" بھائیوں کی خوراک ہیں۔

یہ حدیث مسلم اور دیگر کتابوں میں موجود ہے۔ اس سلسلہ میں "نیل الاوطار" کا مطالعہ فرمائیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض رواۃ کی طرف سے اس کا اول کے ساتھ اختلاط ہو گیا ہے چنانچہ امام سیوطیؒ "الحاوی" میں ذکر کرتے ہیں کہ ہڈی کے ذکر والی حدیث میں جنوں کو ایمان کے لحاظ سے بھائی کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ دینی اخوت اتحاد فی الجنس کو مستلزم نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی عمدہ کتاب "بذل الماعون فی فضل الطاعون" ۲/۷۹ میں اس حدیث کے طرق کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث میں "اِخْوَانُكُمْ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ طویل بحث کی ہے۔

۸۷ - إِذَا صَعِدَ الْخَطِيْبُ الْمِنْبَرَ؛ فَلَا صَلَاةَ، وَلَا كَلَامَ.

جب خطیب منبر پر چلا جائے تو پھر نماز ہے نہ گفتگو کرنا ہے۔

تحقیق : یہ حدیث باطل ہے' یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ عوام کی زبانوں پر مشہور ہے اور عام طور پر اس مضمون کا کتبہ منبر کے قریب لٹکایا ہوتا ہے جب کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے البتہ "طبرانی کبیر" میں ابن عمروؓ سے مرفوع روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر ہو تو پھر نہ نماز ادا کی جائے نہ کلام کیا جائے جب تک کہ امام فارغ نہ ہو جائے اس حدیث میں ایوب بن نہیک ہے۔ "الجرح والتعدیل" ۱/۸۰ میں ابن ابی حاتمؒ کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں سنا ہے وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔ میں نے ابو زرعہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایوب بن نہیک سے

حدیث بیان نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی ہم پر اس کی حدیث بیان کی گئی ہے یہ راوی منکر الحدیث ہے۔ "مجمع الزوائد" ۲۸۱ھ میں امام ہیثمیؒ کا قول ہے کہ یہ راوی متروک ہے محدّثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" ۲۸۲ھ میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے نیز امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو "سنن" ۲۸۳ھ میں ابوہریرہؓ سے ان الفاظ کے ساتھ مرفوع بیان کیا ہے کہ "جمعہ کے دن امام کا نماز کی جماعت کرانے کے لئے نکلنا کلام کرنے کو روک دیتا ہے۔

نیز اس نے کہا کہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا فاحش خطا ہے جب کہ یہ سعید بن مُسیّب کا کلام ہے نیز امام زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" ۲۸۴ھ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

میں نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اس لئے کہ جہاں حدیث کی سند میں ضعف ہے وہاں یہ حدیث درج ذیل دو صحیح احادیث کے مخالف بھی ہے۔

پہلی حدیث: ارشاد نبویؐ ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے روز مسجد میں آئے اور امام (گھر سے) نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت سنت ادا کرے"۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جابرؓ سے صحیحین میں لائے ہیں نیز جابرؓ کی دوسری روایت میں ہے اس نے بیان کیا کہ سلیک غطفانیؓ آیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپؐ نے اس کو حکم دیا اے سلیک! اٹھئے دو رکعت (سنت) ادا کیجئے اور ان میں تخفیف کا خیال رکھئے بعد ازاں آپؐ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے نکلے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ تخفیف کے ساتھ دو رکعت (سنت) ادا کرے۔ اس حدیث کو مسلم ۲۸۵ھ اور دیگر محدّثین نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے

دوسری حدیث: ارشاد نبویؐ ہے کہ "جب آپ اپنے کسی ساتھی کو جمعہ کے روز جب امام خطبہ دینے میں مصروف ہو (یہ) کہیں کہ آپ خاموش ہو جائیں تو آپ نے لغو کام کیا" ۲۸۶ھ۔

پس پہلی حدیث واضح طور پر تاکید کرتی ہے کہ امام کے نکلنے کے بعد دو رکعت سنّت ادا کی جائے جب کہ باب میں ذکر کردہ حدیث دونوں سے روک رہی ہے۔ پس

اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ بعض خطیب حضرات جب مسجد میں آتے ہیں تو دو رکعت سنت ادا کرنے سے روکتے ہیں ان کا دو رکعت ادا کرنے سے روکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے اور مجھے خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اس قسم کا خطیب اللہ پاک کے اس قول کی وعید کی زد میں نہ آ جائے ارشاد ربانی ہے:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۸۷؎

بھلا! اس شخص کے بارے میں بتائیں جو اللہ کے بندہ کو اللہ کی نماز ادا کرنے سے روکتا ہے۔

نیز ارشادِ ربانی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۸۸؎

"ان لوگوں کو خوفزدہ رہنا چاہئے جو اللہ کی مخالفت کرتے ہیں کہیں ان کو فتنہ یا دردناک عذاب اپنی لپیٹ میں نہ لے لے"

اسی لئے امام نووی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نص صریح ہے جس میں تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں ہے اور میں ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ایک عالم دین تک ارشاد نبوی پہنچ جائے اور وہ اس کی صحت کا بھی قائل ہو پھر اس کی مخالفت کرے اور دوسری حدیث کا مفہوم کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت کلام کرنا ممنوع نہیں ہے اور خلافت فاروقی کے عہد میں اس پر عمل ثابت ہے چنانچہ ثعلبہ بن ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام عمرؓ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت بھی باتیں کرتے رہتے تھے البتہ جب مؤذن اذان کہنے سے خاموش ہو جاتا اور حضرت عمرؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں خطبوں کے اختتام تک کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا اس واقعہ کو امام مالک "مؤطا" ۸۹؎ میں اور طحاوی ۹۰؎ اور ابن ابی حاتم "العلل" ۹۱؎ میں جب کہ پہلے دونوں مولفین کی بیان کردہ روایت کی سند صحیح ہے پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کا کلام کرنا سامعین کو کلام کرنے سے روکتا ہے امام کا منبر پر بیٹھنا کلام کرنے سے رکاوٹ نہیں ہے اور امام کا منبر پر تشریف لانا "تحیۃ المسجد" سے نہیں روکتا پس باب کی حدیث کا باطل ہونا واضح ہو گیا ہے۔

(واللہ تعالٰی ھوالھادی للصواب)

۸۸- اَلزَّرْعُ لِلزَّارِعِ، وَاِنْ کَانَ غَاصِبًا۔

کھیتی کاشتکار کی ہے اگرچہ اس نے زمین پر غاصبانہ قبضہ کیا ہو۔

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے' اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔ "سبل السلام" ۳/۹۳ میں امام صنعانی" کا قول ہے کہ اس حدیث کو کسی محدث نے ذکر نہیں کیا "المنار" کے مؤلف کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کی تفتیش کی ہے لیکن مجھے نہیں مل سکی۔ شارح نے اس حدیث کو ذکر کیا لیکن کس محدث نے اس کو اپنی تالیف میں ذکر کیا ہے یہ نہیں بتایا نیز "نیل الاوطار" ۵/۲۹۳ میں امام شوکانی" کا قول ہے کہ مجھے اس حدیث پر اطلاع نہیں مل سکی لہٰذا حدیث پر غوروفکر جاری رکھا جائے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کی پڑتال کی ہے لیکن مجھے نہیں ملی جب کہ یہ حدیث ان احادیث کے مخالف ہے جو اس مسئلہ میں ثابت ہیں۔

پہلی حدیث: "جس شخص نے بے آباد زمین کو آباد کیا وہ زمین اس کی ہے کسی ظالم کا اس پر کچھ حق نہیں ہے۔"

اس حدیث کو ابوداؤد ۲/۹۳ نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی ۲/۹۵ نے اس کو حسن کہا ہے "نہایہ" میں اس کے مؤلف نے "ولیس لعرق ظالم حق" کا مفہوم واضح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ "ایک شخص ایسی زمین کا قصد کرتا ہے جس کو اس سے پہلے کسی دوسرے شخص نے آباد کیا ہے یہ شخص (جو قصد کرنے والا ہے) اس میں غاصبانہ طور پر درخت لگاتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے وہ زمین پر قابض ہو جائے" خیال رہے لفظ "عرقٌ" تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اس کا مضاف محذوف ہے اس کا اصل "لذی عرق ظالم" تھا بعد ازاں مضاف کو حذف کر دیا گیا اور "عرق" کو ہی بذاتہ ظالم بنا دیا گیا اور اس کو اس کے صاحب کے ساتھ ملا دیا گیا یا لفظ "ظالم" "صاحب العرق" کی صفت ہے اور اگر "عرق" کو مضاف پڑھا جائے تو اس صورت میں "صاحب عرق ظالم" ہوگا اور اس کو

عرق کے ساتھ ملایا گیا ہے لفظ "عرق" دراصل درخت کی رگ کو کہتے ہیں۔
میں کہتا ہوں: حدیث کا ظاہر دلالت کر رہا ہے کہ زمین پر اس کا کچھ حق نہیں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حق سے مراد مطلق حق ہو نہ زمین پر اور نہ کھیتی پر۔ اس کی تائید بعد میں ذکر ہونے والی حدیث سے ہو رہی ہے۔

دوسری حدیث: "جس شخص نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی اس کا کھیتی میں کچھ حصہ نہیں اور اس پر اس کا خرچ واپس کیا جائے۔"
اس حدیث کو ابوداؤدؒ ۴۹۶ھ، ترمذیؒ ۴۹۷ھ، ابن ماجہؒ ۴۹۸ھ، طحاویؒ ۴۹۹ھ، بیہقیؒ ۵۰۰ھ اور احمدؒ ۵۰۱ھ نے رافع بن خدیج سے روایت کیا امام ترمذیؒ نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے احمدؒ اور اسحاقؒ کا یہی قول ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں میں نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاریؒ سے دریافت کیا انہوں نے حدیث کو حسن قرار دیا۔ امام صنعانیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں جو اس کو تقویت دے رہے ہیں۔
میں کہتا ہوں: امام ترمذیؒ سے امام طحاویؒ کا قول اوجھل رہ گیا ہے وہ کہتے ہیں ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی اہلِ علم نے سوائے شریک بن عبداللہ قاضی کے اس حدیث کے ساتھ وابستگی اختیار کی ہو اور حدیث کے موافق اس کا قول ہو جب کہ دیگر اہلِ علم اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں اور یہ قول حسن ہے اس لئے کہ اس کی تقویت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے بھی ہو رہی ہے۔

۸۹۔ صَاحِبُ الشَّیْءِ اَحَقُّ بِحَمْلِهٖ؛ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ ضَعِیْفًا یَعْجِزُ عَنْهُ، فَیُعِیْنُهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ.

کسی چیز کا مالک ہی اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ اس چیز کو اٹھائے البتہ اگر وہ ضعیف ہے' اس کے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کرے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' ابن الاعرابیؒ نے اس حدیث کو اپنی "معجم" ۵۰۲ھ

میں اور ابن بشرانؒ نے "الامالی" ۵۰۳ھ میں اور حافظ محمد بن ناصرؒ نے "التنبیہ" ۵۰۴ھ میں یوسف بن زیاد بصری کے طریق سے اس نے عبدالرحمان بن زیاد بن انعم سے اس نے اغرابو مسلم سے اس نے ابو ہریرہؓ سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بازار گیا آپؐ کپڑا بیچنے والوں کے پاس تشریف فرما ہوئے آپؐ نے چار درہم کے بدلے شلوار خریدی اور بازار والوں نے ایک انسان کا تعین کر رکھا تھا جو دراہم کا وزن کرتا تھا وہ "فلاں وزان" کے نام سے معروف تھا راوی نے بیان کیا' اس کو بلایا گیا تاکہ وہ شلوار کی قیمت کا وزن کرے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا' دراہم کا وزن کرو اور جھکتا لو۔ وزان نے کہا' یہ ایسا کلمہ ہے جس کو میں نے (پہلے) کسی شخص سے نہیں سنا ہے۔ آپ کون ہیں؟ ابو ہریرہؓ اس پر برہم ہوئے اور کہا' دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد تیرے مزاج میں شدت اور دیہاتی پن نمایاں نظر آ رہا ہے (کمال ہے) کہ تجھے اپنے پیغمبر کی پہچان بھی نہیں ہے۔ اس نے دریافت کیا' اچھا یہ شخص اللہ کا نبی ہے؟ اس نے ترازو کو زمین پر رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لپکا آپؐ نے اس کو دبایا اور فرمایا" رک جا! یہ انداز تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ سن لے! میں بادشاہ نہیں ہوں میں ایک انسان ہوں جس کا شمار تم میں ہوتا ہے اس کے بعد وہ انسان بیٹھ گیا اس نے دراہم کا وزن کیا اور جھکتا کیا۔ جس طرح آپؐ نے اس کو حکم دیا تھا جب ہم واپس لوٹے تو میں نے آپؐ سے شلوار کو لینا چاہا تاکہ آپؐ کی بجائے میں اسے اٹھاؤں آپؐ نے مجھے روک دیا اور فرمایا' (باب کی حدیث کو بیان کیا)

راوی نے بیان کیا کہ میں نے آپؐ سے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ شلوار زیب تن فرماتے ہیں؟ آپؐ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا' رات دن سفر و حضر ہر وقت پہنتا ہوں۔ یوسف نے بیان کیا مجھے آپؐ کے اس قول میں شک گزرا کہ اپنے اہل کی معیت میں بھی پہنتا ہوں۔ مجھے پردے کا حکم دیا گیا ہے شلوار سے زیادہ پردے والا لباس میرے نزدیک کوئی دوسرا نہیں ہے۔

ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو "موضوعات" میں ابن عدیؒ کے طریق سے اس نے یوسف سے بیان کیا پھر اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام دار

قطنیؒ نے "الافراد" میں ذکر کیا ہے کہ حدیث کی صحت کا دارومدار یوسف بن زیاد پر ہے اور وہ باطل باتوں کے ساتھ مشہور ہے نیز اس حدیث کو افریقی سے اس کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا ہے۔

امام مناویؒ نے "الفیض" میں کہا ہے کہ حافظ عراقیؒ اور ابن حجرؒ نے حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن امام سخاویؒ نے ضعیف ترین کہا ہے بلکہ ابن جوزیؒ نے تو اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں یوسف بن زیاد' عبدالرحمان افریقی سے روایت کرتا ہے جب کہ اس حدیث کو اس سے اس کے علاوہ کسی دوسرے نے روایت نہیں کیا لیکن امام سیوطیؒ نے اس کی تردید کی ہے کہ اس حدیث میں یوسف متفرد نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے "الشعب" اور "الادب" میں حفص بن عبدالرحمان کے طریق سے بیان کیا ہے اور حدیث میں یوں وارد ہے "بان عبدالرحمان" حالانکہ شائد لفظ ابن عبدالرحمان ہے۔

ابن حبانؒ کا قول ہے کہ وہ موضوع روایات ثقہ راویوں سے بیان کرتا ہے یہی بات اس کو موضوع بنا دینے کے لئے کافی ہے۔

میں کہتا ہوں: حق ابن جوزیؒ کے ساتھ ہے اس کا ذکر آئندہ اوراق میں ہوگا اور امام مناویؒ کا امام سیوطیؒ سے حفص بن عبدالرحمان کی متابعت کرنا شائد تحریف ہے لیکن میں نے امام سیوطیؒ کی "التعقبات علی الموضوعات" ۵۰۵ـ میں دیکھا ہے کہ جعفر بن عبدالرحمان بن زیاد ہے اور مجھے "تعقبات" اور "الفیض" کے نسخوں میں تحریف کا اندیشہ ہے تاہم مجھے ابن عبدالرحمان کی معرفت نہیں ہے (واللہ اعلم)

ہاں! ابن جوزیؒ کا کلام جو پہلے گزر چکا ہے اس کو امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۵۰۶ـ میں نقل کیا ہے اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا ہے اسی لئے اس کا تعاقب نہیں کیا البتہ کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے اور "حاوی" ۵۰۷ـ کے مؤلف نے اس حدیث کو طبرانیؒ اور ابویعلیؒ کی طرف نسبت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یوسف اور اس کا شیخ دونوں ضعیف ہیں اور امام ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" ۵۰۸ـ میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ابویعلیؒ نے اور طبرانیؒ نے "الاوسط" میں نقل کیا ہے اس کی سند میں یوسف بن زیاد بصری راوی ضعیف ہے لیکن وہ سند

کی دوسری علت سے غافل ہے اور وہ افریقی کا ضعیف ہونا ہے۔

اور خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ" ۵۰۹۔ میں یوسف کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام نسائیؒ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے اور امام بخاریؒ اور ساجیؒ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے اسی طرح ابوحاتمؒ نے "الجرح والتعدیل" ۵۱۰۔ میں اس کو متہم کہا ہے بعد ازاں میں نے دیکھا کہ امام سخاویؒ نے اس حدیث کو "الفتاوی الحدیثیہ" ۵۱۱۔ میں ذکر کیا ہے اور تبصرہ کیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ترین ہے جب کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں اس کے رواۃ کو صرف ضعیف کہا ہے چونکہ اس راوی میں انتہا درجہ کا ضعف ہے اس لئے بعض علماء نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار نہیں پہنی ہے۔

۹۰ - عَلَيْكُمْ بِلِبَاسِ الصُّوْفِ؛ تَجِدُوْا حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَعَلَيْكُمْ بِلِبَاسِ الصُّوْفِ؛ تَجِدُوْا قِلَّةَ الْاَكْلِ، وَعَلَيْكُمْ بِلِبَاسِ الصُّوْفِ؛ تُعْرَفُوْنَ بِهٖ فِي الْآخِرَةِ، وَاِنَّ لِبَاسَ الصُّوْفِ يُوْرِثُ الْقَلْبَ التَّفَكُّرَ، وَالتَّفَكُّرُ يُوْرِثُ الْحِكْمَةَ تَجْرِيْ فِي الْجَوْفِ مَجْرَى الدَّمِ، فَمَنْ كَثُرَ تَفَكُّرُهٗ؛ قَلَّ طَعْمُهٗ، وَكَلَّ لِسَانُهٗ، وَرَقَّ قَلْبُهٗ، وَمَنْ قَلَّ تَفَكُّرُهٗ؛ كَثُرَ طَعْمُهٗ، وَعَظُمَ بَدَنُهٗ، وَقَسَا قَلْبُهٗ، وَالْقَلْبُ الْقَاسِيْ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ.

اونی لباس زیب تن کرو تم (اس کی وجہ سے) اپنے دلوں میں ایمان کی حلاوت پاؤ گے۔ تم اونی لباس زیب تن کرو تم اس لباس کی وجہ سے آخرت میں پہچانے جاؤ گے۔ بلاشبہ اونی لباس دل میں سوچ پیدا کرتا ہے اور دل میں تفکر کا نمودار ہونا حکمت کو جنم دیتا ہے اور حکمت یعنی دانائی تمام جسم میں خون کی مانند گردش کرنے لگتی ہے پس جس شخص میں تفکر زیادہ ہے اس کی خوراک کم ہو جاتی ہے

اس کی زبان رکی رہتی ہے اور وہ انسان رقیق القلب ہو جاتا ہے اور جس شخص میں تفکر کم ہوتا ہے اس کی خوراک زیادہ ہو جاتی ہے اس کا بدن موٹا ہو جاتا ہے اس کے دل پر قساوت کا غلبہ ہو جاتا ہے (یاد رکھو) وہ دل جو قساوت سے معمور ہے وہ جنت سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو ابوبکر بن النقورؒ نے "الفوائد" ۱۴۵؍ ۲ میں اور ابن بشرانؒ نے "الامالی" ۱۴۵؍ ۲ میں اور ابن جوزیؒ نے "الموضوعات" میں خطیب بغدادیؒ کے طریق سے اس نے محمد بن یونس کریمی سے اس نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن داؤد الواسطی التمار نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں اسماعیل بن عیاش نے ثور بن یزید سے حدیث بیان کی اس نے خالد بن معدان سے اس نے ابوامامہؓ سے مرفوع روایت کیا بعد ازاں ابن النقورؒ نے کہا' یہ حدیث غریب ہے اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن داؤد الواسطی اکیلا رہ گیا ہے پھر یہ شخص محل نظر ہے اور اس سے کدیمی نے بیان کیا ہے۔ ابن جوزیؒ کا قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے کدیمی راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا اور اس کا شیخ بھی قابل حجت نہیں ہے نیز اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے "اللآلی" ۱۴۵؍ ۲ میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا کہ حدیث میں کچھ حصہ داخل کیا گیا ہے اس نے بیان کیا کہ امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں یہ حدیث ابو عبداللہ الحافظ الحاکمؒ صاحب "المستدرک" نے بتائی اس نے بیان کیا کہ ہمیں اس حدیث کی خبر ابوبکر الفقیہ نے دی ہے اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن یونس نے بتایا۔

میں کہتا ہوں: اس نے سابقہ سند کے مثل سند بیان کی ہے البتہ متن میں صرف یہ قول ہے کہ "تم اونی لباس زیب تن کرو تم ایمان کی حلاوت پاؤ گے۔" امام بیہقیؒ نے کہا کہ ہمیں ابو عبدالرحمان نے خبر دی۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند کدیمی تک پہلی سند کی مثل ذکر کی ہے اور حدیث بیان کرنے کے بعد اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اس کے اس قول کہ "تم اونی لباس

زیب تن کرو تم محسوس کرو گے کہ تم کم کھانا کھاتے ہو" کو قلم بند کیا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض رواۃ کا کلام ہے لیکن اس کو حدیث کے ساتھ ملا دیا گیا ہے خیال رہے کہ اس عبارت میں کچھ خلط مبحث ہے اس کی وضاحت "فیض القدیر" کی عبارت سے ہو رہی ہے۔

امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ زیادتی منکر ہے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کسی راوی کی طرف سے کی گئی ہے اس کے بعد میں نے اس عبارت کی تفتیش کی تو یہ عبارت امام سیوطیؒ کی "المدرج الی المدرج" میں صحیح طور پر دستیاب ہوگئی۔ امام سیوطیؒ کا قول ہے ۵۱۵ء کہ اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا کہ "تم اونی لباس زیب تن کرو تم اپنے دلوں میں ایمان کی حلاوت محسوس کرو گے" مرفوع ہے اور باقی حصہ زائد ہے اور اس کا انکار کیا گیا ہے نیز بیان کیا کہ یہ حصہ کسی راوی کی جانب سے اضافہ شدہ ہے۔

میں کہتا ہوں: فی الحقیقت امام سیوطیؒ کا قول متقدر ہے کہ اس نے "الجامع الصغیر" میں حدیث کے پہلے حصے کا ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت "مستدرک حاکم" اور "سنن بیہقی" کی جانب کی ہے لیکن اس سے کیا فائدہ ہے؟ جب کہ مزید علیہ پر مزید دونوں محمد بن یونس وضاع کے طریق سے مذکور ہیں۔ اور ابن حبانؒ کا قول ہے کہ شائد اس راوی نے دو ہزار سے زائد احادیث وضع کی ہیں۔

بعد ازاں "المستدرک" ۵۲۶ء میں اسی طریق کے ساتھ مجھے اس حدیث کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اس میں صرف پہلا جملہ تھا جس کا ذکر بطور شاہد کے تھا جب کہ امام ذہبیؒ نے اس طریق کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۹۱ - لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ وَاَكْذِبَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ وَاَصْدُقَ.

میں اللہ کی قسم جھوٹی اٹھاؤں مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں غیر اللہ کا نام لے کر سچی قسم اٹھاؤں۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۵۱۷ء اور

"اخبارِ اصبہان" ۵۱۸ے میں محمد بن معاویہ کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں عمرو بن علی المقدمی نے بتایا اس نے کہا' ہمیں مسعر نے وبرہ سے خبر دی اس نے ھمام سے اس نے ابن مسعودؓ سے مرفوع بیان کیا نیز ابو نعیمؒ نے "الاخبار" میں ذکر کیا ہے کہ اس کو رواۃ نے موقوف بیان کیا ہے نیز "الحلیہ" میں اس نے بیان کیا کہ اس حدیث میں محمد بن معاویہ راوی متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں : اس شخص سے مراد نیشاپوری ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اس کو کذاب کہا ہے ابن معینؒ نے بھی کذاب کہا ہے البتہ جیسا کہ ابو نعیمؒ نے ذکر کیا ہے یہ حدیث موقوف ہے اور ابن مسعودؓ کا قول ہے نیز اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے "الکبیر" ۵۱۹ے میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں جیسا کہ "المجمع" ۵۲۰ے اور "الارواء" ۵۲۱ے میں ہے۔

۹۲ - ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ: رِفْقٌ بِالضَّعِيفِ، وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالْاِحْسَانُ اِلَى الْمَمْلُوْكِ.

جس شخص میں تین خصلتیں ہیں اللہ اس پر اپنے پہلو کو جھکاتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا (وہ یہ ہیں) کمزور کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا' ماں باپ پر شفقت کرنا اور غلام پر احسان کرنا۔

تحقیق : یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو امام ترمذیؒ ۵۲۲ے نے عبداللہ بن ابراہیم غفاری المدینی کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا کہ مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اس نے ابوبکر بن المنکدر سے اس نے جابرؓ سے مرفوع روایت کیا اور امام ترمذیؒ نے حدیث کو غریب کہا ہے۔

میں کہتا ہوں : ابن حبانؒ نے عبداللہ بن ابراہیم کے بارے میں کہا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام حاکمؒ نے بیان کیا کہ اس نے ضعفاء کی ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں جن کو اس کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں : اس کا والد مجہول ہے اس کا ذکر "تقریب" میں ہے پس اس سند

کے لحاظ سے یہ حدیث موضوع ہے نیز اس حدیث کو امام منذریؒ نے "الترغیب" ۵۲۳۔ میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اس میں کچھ زائد الفاظ ہیں کہ جس شخص میں تین خصلتیں موجود ہوں گی اللہ عزوجل اس کو اپنے عرش کے سائے کے نیچے مقام عطا فرمائے گا جس روز عرش کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہو گا (وہ تین خصلتیں یہ ہیں) تکلیف کے اوقات میں وضو کرنا جب کہ وضو کرنا مشکل ہو' اندھیری راتوں میں مسجد میں جانا اور بھوکے انسان کو کھانا کھلانا نیز اس نے بیان کیا کہ اس حدیث میں امام ترمذیؒ نے صرف پہلے تین کا ذکر کیا ہے اور حدیث کو غریب کہا ہے اور نیز ابوالشیخ نے اس حدیث کو "الثواب" میں اور ابوالقاسم اصبہانی نے مکمل ذکر کیا۔

۹۲ - يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوْفًا، فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ، فَيَقُوْلُ: يَافُلَانُ! أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ، فَسَقَيْتُكَ شُرْبَةً ؟ قَالَ: فَيُشْفَعُ لَهُ وَيَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ: أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُوْرًا ؟ فَيَشْفَعُ لَهُ. وَ يَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ: يَافُلَانُ! أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِيْ فِيْ حَاجَةٍ كَذَا وَكَذَا، فَذَهَبْتُ لَكَ ؟ فَيَشْفَعُ لَهُ؟

قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوں گے۔ ایک دوزخی انسان غیردوزخی کی قریب سے گزرے گا اس کو (مخاطب کرکے) کہے گا' اے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جس دن تو نے پانی طلب کیا تھا اور میں نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا؟ (راوی نے بیان کیا) وہ اس کی سفارش کرے گا۔ ایک اور انسان گزرے گا وہ کہے گا' کیا تجھے یاد نہیں کہ جب میں نے تجھے وضو کا پانی دیا تھا؟ چنانچہ وہ اس کی سفارش کرے گا۔ ایک اور انسان گزرے گا وہ کہے گا' اے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جس دن؟ تو نے مجھے فلاں فلاں کام (سرانجام دینے) کے لئے بھیجا تھا؟ اور میں تیرے کام کے لئے گیا

تھا۔ چنانچہ وہ اس کی سفارش کرے گا۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابن ماجہ" ۵۲۴۔ نے یزید رقاشی کے طریق سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور یزید بن ابان راوی ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے۔ دیگر محدثین نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی طرح بیان کیا ہے خیال رہے کہ ان احادیث میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ترغیب کا مطالعہ فرمائیں۔۵۲۵۔

۹۴ - عُرَى الْإِسْلَامُ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلَاثَةٌ، عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الْإِسْلَامُ، مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ؛ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ: شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَالصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ.

اسلام اور دینِ اسلام کی بنیادی باتیں تین ہیں ان پر اسلام کی بنیاد استوار ہوئی ہے جو شخص ان تین باتوں میں سے ایک کو بھی ترک کرے گا وہ کافر ہوگا اس کا خون مباح ہے (پہلی بات) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں (دوسری بات) فرض نماز ہے اور (تیسری بات) رمضان کے روزے ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے' اس حدیث کو ابویعلیٰ" نے "مسند" ۵۲۶۔ میں اور لالکائی نے "السنۃ" ۵۲۷۔ میں مومل بن اسماعیل کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی اس نے عمرو بن مالک نکری سے اس نے ابوالجوزاء سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔

حماد کا قول ہے کہ ہمارے علم کے مطابق ہمارے شیخ نے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے۔ امام منذری" ۵۲۸۔ کا قول ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کی متابعت امام ہیثمی" ۵۲۹۔ نے کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ان دونوں کا قول محلِ نظر ہے اس لئے کہ عمرو کی توثیق ابن حبان" کے علاوہ کسی نے نہیں کی ہے جب کہ ابن حبان" کسی راوی کو ثقہ قرار دینے

میں تساہل ہیں یہاں تک کہ وہ ایسے رواۃ کو بھی ثقہ قرار دیتے ہیں جو ناقدین ائمہ کے نزدیک مجہول ہیں اس پر ہم متعدد بار تنبیہہ کر چکے ہیں ۵۳۰۔ یہی وجہ ہے کہ جس راوی کی توثیق میں ابن حبانؒ متفرد ہیں اس راوی کے بارے میں دل اطمینان حاصل نہیں کر پاتا اور خود انہوں نے مالک راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی حدیث کا اعتبار ہو گا جب کہ اس کا بیٹا یحییٰ اس سے روایت نہ کرتا ہو وہ خطائیں بھی کرتا ہے اور غرائب بھی ذکر کرتا ہے ۵۳۱۔ پس جب اس کا یہ حال ہے کہ وہ خطائیں کرتا ہے اور غرائب ذکر کرتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس کی حدیث کو اس وقت تک قابل حجت نہ سمجھا جائے جب تک کہ اس کی متابعت نہ ہو تاکہ ہم غلطی سے محفوظ رہیں اور جب وہ کسی حدیث میں متفرد ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو مناسب یہی ہے کہ وہ ضعیف ہے نیز مومل بن اسماعیل صدوق راوی ہے لیکن کثرت کے ساتھ خطائیں کرتا ہے جیسا کہ ابوحاتمؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے لہٰذا اس حدیث کے بارے میں ظنِ غالب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا اصل ابن عباسؓ سے ثابت ہے تو حدیث موقوف ہے اس لئے کہ حماد بن زید راوی بعض باتوں کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے میں متردّد ہیں البتہ سعید بن زید راوی جو حماد کے بھائی ہیں انہوں نے وثوق کے ساتھ اس حدیث کو مرفوع کہا ہے لیکن سعید اس لائق نہیں ہے کہ اس کے قول کو حجت سمجھا جائے جیسا کہ سعدی نے اس پر تبصرہ کیا ہے۔ امام نسائیؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے نیز یہ حدیث ظاہری طور پر اس حدیث کے خلاف ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔۔۔۔ اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب: صحیح حدیث میں اسلام کے بنیادی ستون پانچ قرار دیئے گئے ہیں۔ جب کہ اس حدیث میں تین قرار دیئے گئے ہیں۔

دوسرا سبب: صحیح حدیث میں وہ شخص قطعیت کے ساتھ کافر قرار نہیں پاتا جو کسی ایک کام کو ترک کرے لیکن اس حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کام ترک کرے گا وہ کافر ہے اور سعید بن حماد کی روایت میں ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور میرا اعتقاد یہ نہیں ہے کہ معتبر علماء میں سے کسی ایک نے بھی

ایسے شخص کو کافر کہا ہو جو رمضان کے روزوں کو ترک کرتا ہے بشرطیکہ ترک کو حلال نہیں جانتا جب کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس کے مخالف ہیں پس امتِ مسلمہ کی جانب سے یہ ایک عملی دلیل ہے جو اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہی ہے۔

(واللہ اعلم)

اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ارکانِ اربعہ میں سے کسی ایک رکن کی ادائیگی میں تساہل اختیار کرنا ایسا فعل ہے جو اس کے فاعل کو کفر میں واقع کرنے کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "آدمی اور کفر کے درمیان فرق نماز کو چھوڑنا ہے" ۵۳۲۔ پس وہ شخص جو نماز کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے خطرہ ہے کہ کہیں وہ انسان کفر پر نہ فوت ہو جائے (العیاذ باللہ) لیکن کسی صحیح حدیث میں قطعیت کے ساتھ تارکِ صلوۃ اور تارکِ صوم کو کافر نہیں کہا گیا ہے جب کہ کافر قرار دینے والی صرف یہی ایک حدیث ہے جو ضعیف ہے (واللہ اعلم)

لیکن ارکانِ خمسہ میں سے پہلا رکن کہ انسان اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اس کے بغیر کوئی بھی عمل صالح فائدہ نہیں بخشتا۔ اسی طرح جب کوئی شخص کلمۂ شہادت کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے معنی کی حقیقت معلوم نہیں کر پاتا یا اسے حقیقت کا علم تو ہے لیکن عملی زندگی اس کے مطابق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر مصائب کے وقت غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے اور اس طرح کے دیگر شرکیہ کام کرتا ہے۔

۹۵ - اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ۔

توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ حدیث کا اصل نہیں ہے، اس حدیث کی نسبت امام غزالیؒ نے "الاحیاء" ۵۳۳۔ میں یقین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے "الطبقات" ۵۳۴۔ میں شیخ تاج الدین سبکیؒ کا قول ہے کہ مجھے اس حدیث کی سند نہیں مل سکی ہے اس کے بعد ذکر ہونے والی حدیث بھی اسی حدیث کی طرح ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۹۶ - اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ التَّوَّابَ.

بے شک اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندے کو محبوب جانتا ہے جو فتنے میں مبتلا ہو کر تائب ہو جاتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے "زوائد المسند" ۵۳۵ میں ذکر کیا ہے اور اس کے طریق سے ابو نعیمؒ نے "الحلیہ" ۵۳۶ میں ابو عبداللہ مسلمہ رازی سے اس نے ابو عمرو بجلی سے اس نے عبدالملک بن سفیان ثقفی سے اس نے ابو جعفر محمد بن علی سے اس نے محمد بن الحنفیہ سے اس نے اپنے والد سے مرفوع روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی سند موضوع ہے ابو عبداللہ مسلمہ رازی کے حالات مجھے نہیں مل سکے ہیں نیز حافظ ابن حجرؒ نے "تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمہ الاربعہ" میں اس کو ذکر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی شرط پر تھا دراصل اس جیسے کثیر راویوں کے حالات ان سے مخفی ہیں اور ابو عمرو بجلی کے بارے میں امام ذہبیؒ نے "میزان" میں اور حافظؒ نے "تعجیل" میں بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عبیدہ ہے اس سے حری بن حفص نے روایت کیا ہے ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی قابل حجت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے "لسان المیزان" کی "الکنی" میں ۵۳۷ یقین کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد عبیدہ بن عبدالرحمان ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ امام ذہبیؒ اور عسقلانیؒ نے اس کا اندراج "الاسماء" میں اس طرح کیا ہے: "عبیدہ بن عبدالرحمان ابو عمرو البجلی" ابن حبانؒ نے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے یحییٰ بن سعید سے حدیث بیان کی ہے اس سے حری بن حفص نے بیان کیا کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے (چنانچہ) اس نے یحییٰ سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ایوبؓ سے بیان کیا اس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے کچھ بال لئے اس پر آپؐ نے فرمایا' اے عرب کے

باپ تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

میں کہتا ہوں: ابن ابی حاتمؒ ۵۳۸ـ نے اس کا ذکر ان رواۃ میں کیا ہے جن کا نام "عبیدہ" فتح کے ساتھ ہے لیکن اس کے بارے میں جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا اس مقام نے خبردار کر دیا ہے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی راوی کے بارے میں ابن ابی حاتمؒ کی خاموشی کو اس راوی کے ثقہ ہونے پر محمول کیا جائے جیسا کہ بعض ہمعصر محدثین کا یہی وطیرہ ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ ابن ابی حاتمؒ نے اس راوی کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے لیکن یہ سمجھنا ہرگز درست نہیں کہ یہ راوی اس کے نزدیک ثقہ ہے جب کہ اس کے بارے میں ابن حبانؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے یہ بحث گہرے غور و فکر کی متقاضی ہے۔ بلکہ ابن ابی حاتمؒ ۵۳۹ـ نے اپنی کتاب کے آغاز میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جن راویوں پر اس نے جرح تعدیل نہیں کی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے بارے میں اس کو معلومات حاصل نہیں ہو سکیں انکا ذکر اس لئے کر دیا ہے تا کہ جس شخص کو ان کے بارے میں کسی قسم کی جرح تعدیل کا علم ہو جائے تو وہ اس کی وضاحت کرے تا کہ ان کے ساتھ اس کا الحاق کر دیا جائے اور عبدالملک بن سفیان ثقفی کے بارے میں حسینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اور حافظؒ نے "تعجیل" میں اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث "مجمع الزوائد" ۵۴۰ـ میں ہے۔

حافظ ہیثمیؒ نے بیان کیا کہ اس حدیث کو عبداللہ اور ابویعلیٰؒ نے بیان کیا ہے اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا اور اس کے شیخ عراقیؒ نے "تخریج الاحیاء" ۵۴۱ـ میں اس حدیث کی نسبت ان دونوں کی طرف کی ہے اور اس کی سند کو ضعیف کہا ہے بعد ازاں میں نے اس حدیث کو "مفتاح المعانی" ۵۴۲ـ میں واقدی کے طریق سے دیکھا اس نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی اس نے عبداللہ بن ابی سفیان سے اس نے یزید بن رکانہ سے اس نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا جب کہ واقدی راوی کذاب ہے۔

۹۷ - اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشَّابَّ التَّائِبَ.

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو محبوب جانتا ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے۔ "تخریج" ۴۳/۴ میں حافظ عراقیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ابی الدنیاؒ نے "التوبہ" میں اور ابوالشیخ نے "کتاب الثواب" میں انسؓ سے ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۹۸ - اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشَّابَّ الَّذِيْ يُفْنِيْ شَبَابَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

یقیناً اللہ عزّ و جل اس نوجوان کو محبوب جانتا ہے جس کی جوانی اللہ عزّ و جل کی اطاعت میں صرف ہوئی۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابونعیمؒ ۴۴/۵ نے محمد بن فضل بن عطیہ کے طریق سے روایت کیا اس نے سالم الافطس سے اس نے عمر بن عبدالعزیز سے اس نے عبداللہؓ سے مرفوع بیان کیا (خیال رہے) اس حدیث کی سند موضوع ہے محمد بن فضل راوی کذاب ہے۔ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے، حدیث کی علت دراصل یہ راوی ہے۔ نیز مجھے خطرہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور ابن عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے اس لئے کہ جس وقت عبداللہؓ بن عمر فوت ہوئے اس وقت عمر بن عبدالعزیز کی عمر قریباً تیرہ سال تھی۔

۹۹ - اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ النَّاسِكَ النَّظِيْفَ.

بلاشبہ اللہ عزّ و جل اس آدمی کو محبوب جانتا ہے جو عبادت گزار ہے اور نظافت سے رہتا ہے۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادیؒ نے اس حدیث کو "تاریخ" ۳۷/۵ میں عبداللہ بن ابراہیم الغفاری کے طریق سے بیان کیا اس نے منکدر بن محمد سے اس نے اپنے والد محمد بن منکدر سے اس نے جابرؓ سے مرفوع بیان کیا اس کی

سند موضوع ہے۔ غفاری وضع کے ساتھ متہم ہے اور منکدر لین الحدیث ہے جیسے حافظؒ نے "تقریب" میں ذکر کیا ہے یہ اور اس سے ما قبل حدیث "الجامع الصغیر" کی موضوعات سے ہیں۔

۱۰۰ - حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ.

صالحین کی نیکیاں مقربین کی (نسبت کے لحاظ سے) برائیاں ہیں۔

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے' اس کا کوئی اصل نہیں ہے اس حدیث کو امام غزالیؒ نے "الاحیاء" ۵۴۶ـ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ "یہ قول ایسے قائل کا ہے جو صادق ہے' صالحین کی نیکیاں...." (آخر حدیث تک)

سبکیؒ ۵۴۷ـ نے کہا ہے کہ اس پر غور کیا جائے اگر یہ حدیث ہے۔ جب کہ مصنف نے کہا ہے کہ یہ ایسے قائل کا قول ہے جو صادق ہے لہذا دیکھا جائے کہ اس سے مقصود کون ہے؟

میں کہتا ہوں: یہ واضح ہے کہ امام غزالیؒ نے اس قول کو بطور حدیث کے ذکر نہیں کیا ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقیؒ نے "احادیث الاحیاء" میں اس کی تخریج نہیں کی ہے جب کہ امام غزالیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ ابوسعید خراز صوفی کا قول ہے چنانچہ ابن جوزیؒ نے "صفوۃ الصفوۃ" ۵۴۸ـ میں اس قول کو اس کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا ہے نیز ابن عساکرؒ نے اس کے حالات کے ضمن میں بیان کیا ہے جیسا کہ "الکشف" ۵۴۹ـ میں ہے نیز اس نے ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کو حدیث خیال کیا ہے جب کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: جن محدثین نے اس کو حدیث قرار دیا ہے ان میں الشیخ ابوالفضل محمد بن الشافعیؒ ہیں انہوں نے اپنی کتاب "الطلّ المورود" ۵۵۰ـ میں ذکر کیا ہے کہ مروی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے چونکہ انہوں نے اس قول کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صیغہ تمریض کے ساتھ کی ہے اس لئے اس سے کچھ قوت حاصل نہیں ہے جب اس صیغہ کے ساتھ کوئی قول مذکور ہو تو اس قول کا اصل ہوتا ہے اگرچہ وہ ضعیف ہو لیکن اس قول کا تو کچھ اصل

بھی نہیں۔

میں کہتا ہوں: اس قول کا معنی بھی میرے نزدیک درست نہیں ہے اس لئے کہ کوئی نیکی کبھی بھی برائی نہیں کہلا سکتی خواہ نیکی کے کرنے والے کا مقام کیسا ہی کیوں نہ ہو ظاہر ہے کہ اعمال کرنے والوں کے مقام کے لحاظ سے اعمال کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے جب کہ ان اعمال کا کرنا درست ہو اگرچہ وہ اعمال حسن یا قبح کے ساتھ موصوف نہ ہوں جیسے تین جھوٹ جو ابراہیم علیہ السلام سے صادر ہوئے۔ وہ اس لئے جائز ہیں کہ وہ اصلاح کے لئے بولے گئے تھے لیکن بایں ہمہ ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں جھوٹوں کو برائی قرار دیا اور ان کی وجہ سے معذرت کر دی کہ وہ سفارش کی اہلیت نہیں رکھتے جب کہ تمام لوگوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام شامل ہیں لیکن وہ نیکی جو اللہ کے قرب کا باعث ہے وہ اس لحاظ سے برائی بن جائے کہ اس کا صدور مقربین سے ہوا ہے یہ ایسی بات ہے جو ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم ہے۔

حدیث کی اِصطلاحات

(اصولِ حدیث کی چند اصطلاحات جن سے قارئین کرام کو آگاہ کرنا ضروری ہے)

مرتبہ: عبدالحفیظ مدنی
نائب مدیر ضیاء السنۃ
اِدارۃ الترجمہ و التالیف' فیصل آباد

اصولِ حدیث: ان قوانین کو کہتے ہیں جن کے ساتھ سند اور متن کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں۔

متن: حدیث کے الفاظ کا نام متن ہے۔

سند: راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچاتا ہے' سند کہلاتا ہے۔

صحابی: وہ انسان جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحالتِ اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

تابعی: وہ انسان ہے جس کی کسی صحابی سے بحالتِ اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا۔

تبع تابعی: وہ انسان جس کی کسی تابعی سے بحالتِ اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

حدیثِ قُدسی: جو حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو لیکن اس کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہو۔

مسند: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو' اور اس کی سند میں ظاہرًا اتّصال ہو۔

من السنۃ کذا: اس سے مراد مرفوع حدیث ہے۔

صحیح حدیث: جس کی سند میں اتّصال ہو یعنی کوئی راوی گرا ہوا نہ ہو اور تمام

راوی عادل ہوں' نیز ان میں ضبط کا وصف ہو' شذوذ اور علّت بھی موجود نہ ہو۔

عادل: عادل سے مقصود یہ ہے کہ راوی منصف مزاج' مسلمان' عاقل اور بالغ ہو نیز کبائر کے ارتکاب سے محفوظ ہو۔

ضبط: راوی نے جس حدیث کو سنا اس کو اپنے سینے میں محفوظ کیا یا اسے تحریر کر لیا اور اسی حالت میں اس حدیث کو آگے پہنچایا۔

شذوذ: ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

عِلّت: اس پوشیدہ سبب کو کہتے ہیں کہ جو سند میں پایا جاتا ہے جس سے حدیث کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

مرفوع حدیث: جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو' سند میں اتصال ہو یا انقطاع۔

موقوف حدیث: جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو' سند میں اتصال ہو یا انقطاع۔

مقطوع حدیث: وہ اثر ہے جس کی نسبت تابعی کی طرف ہو نیز سند میں اتصال ہو۔

اثر: صحابہ اور تابعین کے اقوال کو اثر کہتے ہیں اور اثر کا لفظ حدیث کے مترادف بھی ہے۔

متواتر: ایسی حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو بیان کرنے والے رواۃ کثیر تعداد میں ہوں اور یہ تعداد شروع سے آخر تک ایک جیسی ہو' ان کا کذب بیانی پر موافقت کرنا ناممکن ہو' نیز ہر راوی حدیث کو واضح صیغہ کے ساتھ بیان کرے۔

خبرواحد: جس حدیث میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں۔

غریب: جس حدیث کی سند میں کسی جگہ کوئی راوی تعداد میں ایک ہو۔

حسن: جس حدیث کی سند میں اتصال ہو اور راوی بھی وصفِ عدالت کے ساتھ موصوف ہو لیکن وصف ضبط صحیح حدیث جیسے راویوں والا نہ ہو۔

ضعیف: جس حدیث میں صحیح اور حسن حدیث والی شرطیں موجود نہ ہوں۔

منقطع: جس حدیث کی سند میں مختلف مقامات سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں۔

معضل: جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی ایک جگہ سے مسلسل گرے ہوئے ہوں۔

مرسل: تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل بیان کرے درمیان میں کسی صحابی کا ذکر نہ کرے۔

معلّق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ مسلسل گرے ہوئے ہوں۔

مضطرب: سند کے رواۃ یا رواۃ اور متن دونوں میں اختلاف ہو اور ترجیح کی صورت نہ ہو۔

معلّل: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی پوشیدہ علّت پر اطلاع حاصل ہو جائے جب کہ حدیث بظاہر اس سے محفوظ ہو۔

منکر: جس حدیث میں ضعیف راوی' ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

مدرج: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کے اصل متن میں یا سند میں ایسا اضافہ کر دیا گیا ہو جو اصل حدیث میں نہ ہو اور اس طرح سے متن یا سند میں تبدیلی واقع ہو جائے۔

مدلّس: جس حدیث کی سند میں کوئی راوی مدلّس ہو' یعنی راوی کا سماع اس کے استاذ سے ممکن ہو لیکن اس روایت کو اس نے نہ سنا۔ یا کسی راوی کا اپنے استاد سے

سماع ممکن ہونے کے باوجود اس کی بیان کردہ روایت میں سماع ثابت نہ ہو۔

موضوع: وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور جھوٹی ہے۔

تابع: وہ حدیث ہے جو غریب حدیث کے موافق ہے دونوں کا صحابی ایک ہو۔

شاہد: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو غریب حدیث کے موافق ہو' البتہ صحابی میں اتحاد نہ ہو۔

اِختلاط: کسی راوی کی عقل کے فاسد ہو جانے' بڑھاپا طاری ہو جانے' نابینا ہو جانے یا کتابوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے اس کی بیان کردہ احادیث کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ نہ ہو سکے۔

سند عالی: ایسی حدیث جس کی دو اسناد ہوں اس میں سے جس سند کے رواۃ تعداد میں کم ہوں عالی سند کہلاتی ہے اور سند جس کے راوی تعداد میں زیادہ ہوں وہ سند نازل کہلاتی ہے۔ چنانچہ محدثین سند عالی کے حصول کے لئے دشوار گزار اور دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے۔

روایتِ بالمعنی: راوی نے اپنے استاد سے روایت کے جو الفاظ سنے ہیں انہیں بعینہٖ ادا نہ کرے بلکہ اس روایت کا معنی بیان کرے' اس کا جواز اس راوی کے لئے ہے جو الفاظ کے معانی کا فہم رکھتا ہو' نیز الفاظ کی تبدیلی معانی پر اثرانداز نہ ہو۔

تعدیل کے مراتب اور اُن کی وضاحت

۱۔ **اوثق النّاس' اثبت النّاس' اِلیہ المنتھی فی التّثبّت:** اِن اوصاف کے ساتھ جن راویوں کو موصوف کیا جائے گا ان کی بیان کردہ احادیث قابل حجت ہوں گی اور ان کا شمار درجہ اول میں ہو گا۔

۲۔ **ثقۃٌ ثقۃٌ' ثبتٌ ثبتٌ:** اِن اوصاف کے ساتھ جو راوی متصف ہوں گے تو

وہ دوسرے درجہ میں شمار ہوں گے۔

۳۔ ثقۃٌ حجۃٌ' ثقۃٌ حافظ' ثقۃٌ عدل: جب کسی راوی کے یہ اوصاف ہوں گے اس کی بیان کردہ احادیث قابل حجت ہوں گی البتہ وہ تیسرے درجہ میں شمار ہوں گے۔

۴۔ صدوق' محلّہ صدق' لاباس بہ: اِن اوصاف کے ساتھ جو روای متصف ہوں گے ان کی بیان کردہ احادیث کو تحریر کیا جائے گا اور ان پر غور و فکر کیا جائے گا یہ راوی دوسرے درجہ میں شمار ہوں گے۔

۵۔ شیخ: جب کسی راوی کے بارہ میں شیخ کا وصف مذکور ہو تو اس کا شمار تیسرے درجہ میں ہو گا' البتہ اس کی حدیث کو تحریر کیا جائے گا اور غور و فکر کیا جائے گا۔

۶۔ صالح الحدیث: جب کسی راوی کے بارہ میں یہ وصف مذکور ہو تو اس کی بیان کردہ حدیث تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تحقیق بھی کی جائے گی۔

جرح کے مراتب اور اُن کی وضاحت

۱۔ اکذب النّاس' اِلیہ المنتھی فی الکذب' ھو رکن الکذب' ھو منبع الکذب: یہ الفاظ شدید جرح پر دلالت کرتے ہیں۔

۲۔ دجّال' کذّاب' وضّاع: یہ الفاظ مذکورہ الفاظ کی نسبت کم جرح پر دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ لینُ الحدیث یا فیہ مقالٌ: جب کسی راوی کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا جائے تو اس حدیث کو تحریر کیا جائے لیکن اس حدیث کے بارہ میں تحقیق کی جائے۔

۴۔ لیس بقوی: جب کسی راوی کے بارہ میں یہ وصف مذکور ہو تو وہ راوی دوسرے درجہ میں ہے۔ اس کی حدیث پر بھی غور و فکر کیا جائے۔

متروک الحدیث' ذاہب الحدیث' کذاب: جب کوئی راوی ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہو تو اس کو بیان کرنا چاہیے' حدیث کو تحریر میں نہ لایا جائے' ایسی حدیث ناقابل اعتبار ہے۔

۵۔ فلان لا یحتج بہ' ضعیف' منکر الحدیث: جو راوی ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو اس کی روایت قابل حجت نہیں البتہ حدیث کو تحریر کیا جائے اور تحقیق کی جائے۔

۶۔ فلان یکتب حدیثہ' فلان ضعیفٌ جداً' فلان لا تحل الروایۃ عنہ:۔ جو راوی ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہو تو اس کی روایت تحریر نہ کی جائے۔

۷۔ فلان متہم بالکذب' متہم بالوضع' یسرق الحدیث: اس صورت میں نہ ان کی بیان کردہ حدیث کو لکھا جائے اور نہ ان کو قابل حجت سمجھا جائے نہ ان کا اعتبار کیا جائے۔

کتبِ حدیث کی اقسام

جامع: وہ کتاب ہے جس میں تمام قسم کی احادیث مروی ہیں' جیسے جامع امام بخاریؒ' جامع امام ترمذیؒ۔

سنن: وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث مروی ہیں جیسے سنن نسائی۔

مسند: وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی سے مروی احادیث ایک مقام میں جمع ہوں جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ۔

جزء: وہ کتاب ہے جس میں ایک مسئلہ کی احادیث جمع ہوں جیسے جزء رفع الیدین۔

مستدرک: وہ کتاب ہے جس کو ایسی کتاب سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو جس

کی بیان کردہ شرائط کے مطابق جو احادیث اس کتاب میں درج نہیں ہوئیں ان کو اس کتاب میں درج کیا جائے۔ جیسے "مستدرک حاکم علی الصحیحین" یعنی بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں میں احادیث ذکر کرنے کی جو شرائط متعین کی ہیں' ان شرائط پر پورا اترنے والی سب احادیث کو انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ امام حاکمؒ نے ان احادیث کو "مستدرک" میں جمع فرمایا۔

مستخرج : وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو دوسری اسانید سے ذکر کیا ہے جیسے "**مستخرج الاسماعیلی البغدادی**"

معجم : وہ کتاب ہے جس میں اس کے مؤلف نے احادیث کو اساتذہ کے ناموں پر حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہو جیسے امام طبرانیؒ کی تالیف کردہ کتابیں **المعجم الصغیر' المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط** ہیں۔

الاطراف : جس میں حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرے اس کے ساتھ ساتھ متن کی تمام اسانید کو یا بعض کتب کو ذکر کیا جائے جیسے **تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزیؒ**۔

فہرست مراجع، مآخذ و حواشی

۱؎ آل عمران : ۱۰۲

۲؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوال کرنا جائز ہے۔

۳؎ سورت النساء : ۱

۴؎ سورت الاحزاب : ۷۱

۵؎ اب الگ رسالہ کی شکل میں بھی مطبوع ہے (مترجم)

۶؎ اس حدیث کے راوی جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷؎ ابن ابی حاتم فی العلل ۱/۱۰

۸؎ الاحادیث الضعیفہ رقم ۸۳

۹؎ (ابوداؤد' ترمذی) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح ابن حبان میں عبداللہؓ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ نیز صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۱۰؎ متعمدا کا لفظ حدیث میں صحیح ہے۔

۱۱؎ مسلم ۱/۸

۱۲؎ صحیح ابن حبان صفحہ ۲۷

۱۳؎ مسلم ۱/۷

۱۴؎ مسلم

۱۵؎ صفحہ ۴۔۱۰

۱۶؎ ۲۹۔۳۰

۱۷؎ صفحہ ۴

۱۸؎ صفحہ ۲۵

۱۹؎ ۳/۱۰۶، ۲ مخطوط ظاہریہ

۲۰؎ ۳/۴۳

۲۱؎ ۲/۳۱۴

۲۲؎ ۸۴/۲/۱

۲۳؎ ۱/۱۳۴

۲۴؎ ۱/۱۳۳

۲۵؎ ۲۰/۹۲

۲۶؎ صفحہ ۱۵۹

۲۷؎ ۱/۱۹۴

۲۸؎ سورت العنکبوت : ۴۵

۲۹؎ صفحہ ۲۶۴

۳۰؎ ۲۰/۹۲

۳۱؎ ۴۳/۲

۳۲؎ صفحہ ۱۲

۳۳؎ سورت العنکبوت : ۴۵

۳۴؎ عبدالحق اشبیلی نے التمہید ق ر ۲۴/۱ میں ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ صحیح معنی میں

نماز ادا کرنے والا جو نماز پر مداومت کرتا ہے اس کو اس کی نماز محرمات کے ارتکاب اور ان میں واقع ہونے سے روک دے گی۔

۳۵۔ ۲/۴۳۰

۳۶۔ ۹/۹۷/۱

۳۷۔ ۳/۱/۶۹/۱

۳۸۔ ق ۳۲/۱

۳۹۔ فقہ حنبلی ۳/۱۲/۱-۲

۴۰۔ ۳/۲۹۳

۴۱۔ ۱/۱۳۶

۴۲۔ ۴/۱۴۵-۱۴۷

۴۳۔ ۲/۱۹۶

۴۴۔ ۲۰۰/۲

۴۵۔ ۳/۲۰۸/۲ و ۱۵/۷۰/۱

۴۶۔ ۲/۲۸/۲

۴۷۔ ۵/۳۶۳

۴۸۔ نمبر ۱۱۳۵

۴۹۔ جلد ۸ ق ۲ صفحہ ۱۹۸

۵۰۔ ۲/۱۸۵

۵۱۔ ۴/۱۵۶

۵۲۔ ۱/۴۶/۲

۵۳۔ ۲۱۸/۲

۵۴۔ ۳/۱۹

۵۵۔ بخاری، مسلم

۵۶۔ نمبر ۸۷۸

۵۷۔ ۲/۸۹

۵۸۔ ۲/۵۶

۵۹۔ بحمد اللہ علامہ البانی کی تحقیق کے ساتھ صحیح اور ضعیف الجامع الصغیر کے دونوں مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر بازار میں آ گئے ہیں (مترجم)

۶۰۔ ۱/۹۹

۶۱۔ ۸/۱۶۴/۲

۶۲۔ ۲۲۰/۲

۶۳۔ صفحہ ۱۶

۶۴۔ صفحہ ۲۹۸ نمبر ۲۲۵

۶۵۔ ۱/۱۰۱

۶۶۔ ق ۱۶/۲

۶۷۔ ۸/۴۴

۶۸۔ صفحہ ۱۰۱

۶۹۔ ق ۲۵۹/ میرے مسودے سے

۷۰۔ ۳/۴۹۸

۷۱۔ ۴/۶۳

۷۲۔ ۲/۳۸

۷۳۔ ق ۱۱۸/۱

۷۴۔ فضائل الشام صفحہ ۳

۷۵۔ ۲۲۸/۱

۷۶ـ ۴ر۹۶
۷۷ـ ۱ر۱۸۴
۷۸ـ ۱ر۶
۷۹ـ ۶ر۱۸۵
۸۰ـ ۲۸۸ر۲
۸۱ـ ۵ر۲۸۹
۸۲ـ ۳۹
۸۳ـ ۲۸۸ر۲
۸۴ـ ۵ر۳۸۰
۸۵ـ ۲ر۱۷۹
۸۶ـ جلد ۲ر۲۲۹ر۱
۸۷ـ ۳ر۲۱۶
۸۸ـ ۲ر۱۲
۸۹ـ صفحہ ۳۲
۹۰ـ ۳۵
۹۱ـ سورت المؤمن: ۶۰
۹۲ـ سنن کتابوں میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے
۹۳ـ حاکم ۱ر۴۹۱
۹۴ـ ابن السنی رقم ۳۴۹
۹۵ـ ترمذی ۴ر۲۹۲
۹۶ـ ۱ر۲۵۰
۹۷ـ سورت الاحزاب: ۶۹
۹۸ـ مقالات صفحہ ۳۸۱
۹۹ـ تاریخ خطیب بغدادی ۱ر۱۲۳
۱۰۰ـ ایضاً ۱۲ر۲۴۶
۱۰۱ـ اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۱۶۵
۱۰۲ـ ۹ر۲۵۷
۱۰۳ـ ۳ر۱۲۱
۱۰۴ـ صفحہ ۱۸ـ۲۱
۱۰۵ـ مقالات کوثری صفحہ ۳۷۹
۱۰۶ـ امام ابن ابی حاتم "اصول السنۃ و اعتقاد الدین" کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے کہ اہلِ بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہلِ حدیث پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور زندیقوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو حشویہ کہتے ہیں تاکہ احادیث کا ابطال کیا جائے۔
۱۰۷ـ مقالات کوثری صفحہ ۱۸۵
۱۰۸ـ میں نے اوعال کی حدیث کے ضعف کو ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ذکر کیا ہے جو مجلہ المسلمون عدد مجلد ۷ر۶۸۸ ـ ۶۹۳ میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے
۱۰۹ـ تعلیق صفحہ ۳۰۹
۱۱۰ـ ۱ر۲۶۱ـ۲۶۲

۱۱؎ احمد ۳ر۲۱

۱۲؎ بغوی ۹ر۹۳ر۳

۱۳؎ نمبر ۸۳

۱۴؎ مقالات کوثری صفحہ ۳۹۳

۱۵؎ صفحہ ۱۲

۱۶؎ صفحہ ۳۹۴

۱۷؎ مقالات کوثری صفحہ ۳۱۱

۱۸؎ ۱۲ر۱۱۰ر۱

۱۹؎ ۲ر۱۸۴

۲۰؎ مقالات کوثری صفحہ ۳۹

۲۱؎ ۲ر۶۱۵

۲۲؎ ۲ر۳۲۳ر۲

۲۳؎ ۲ر۳۲۳

۲۴؎ صفحہ ۲۰۷

۲۵؎ ۸ر۲۵۳

۲۶؎ صفحہ ۶۹

۲۷؎ صفحہ ۳۲۷

۲۸؎ صفحہ ۳۲۲۔۳۲۵

۲۹؎ ۲ر۳۱۰ر۲

۳۰؎ حدیث نمبر ۴۰۳

۳۱؎ صفحہ ۳۹

۳۲؎ صفحہ ۴۲۰

۳۳؎ صفحہ ۳۹

۳۴؎ مقالہ کعب اور اسرائیلیات
صفحہ ۳۴۲

۳۵؎ اس رسالے کا نام التوسل ہے اور یہ رسالہ طبع ہو گیا ہے۔

۳۶؎ ہماری تالیف "صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۶۷ طبع ثالث' المکتب الاسلامی ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷؎ صفحہ ۴۲

۳۸؎ صفحہ ۱۵

۳۹؎ "اسد الغابہ" میں فاطمہ بنت اسدؓ کے حالات کا مطالعہ کریں۔

۴۰؎ صفحہ ۱۵

۴۱؎ صفحہ ۱۶

۴۲؎ صفحہ ۱۲

۴۳؎ صفحہ ۳۶

۴۴؎ صفحہ ۱۶

۴۵؎ صفحہ ۲۵

۴۶؎ ۳ر۱۱۸ر۱' ۱۲۳ر۱

۴۷؎ (۱ر۱۶۳)

۴۸؎ ۶ر۴۴ر۲

۴۹؎ ۲ر۶۱

۵۰؎ ۱۳ر۷۳

۵۱؎ نمبر ۳۹۷

۵۲؎ ۳ر۸۹ر۱

۵۳؎ ۲ر۲۶۴ر۴

۵۴ـ ۲/۷ ۵۵ـ ۲/۵۰
۵۶ـ ۱/۲/۳۳۸
۵۷ـ ۲/۸۲
۵۸ـ ۲۳/۶۹/۲
۵۹ـ صفحہ ۵
۶۰ـ صفحہ ۲۱۷
۶۱ـ صفحہ ۲/۲۴۹
۶۲ـ ۲/۱۶۳
۶۳ـ ۲/۱۴۰
۶۴ـ ۸/۶۸
۶۵ـ صفحہ ۱۸۷
۶۶ـ ۳/۱۳۶
۶۷ـ ۱۳۴
۶۸ـ نمبر ۱۲۲
۶۹ـ ۱/۱۹۶
۷۰ـ نمبر ۱۱۸
۷۱ـ سورت البقرہ: ۲۹
۷۲ـ سورت الاعراف: ۳۲
۷۳ـ سورت القیامہ: ۲۲ـ۲۳
۷۴ـ مسلم
۷۵ـ سورت یونس: ۲۶
۷۶ـ اس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے
۷۷ـ ۳/۱۷۷
۷۸ـ ۶/۳۷۵
۷۹ـ ۲/۳۳۳/۲
۸۰ـ ۱/۲۶۵/۲۶۶
۸۱ـ ۹/۲۶۶ـ۲۶۷
۸۲ـ ۳/۱۱
۸۳ـ ۱/۴۰۰
۸۴ـ ۸۸/۲
۸۵ـ ۲۰۲/۱
۸۶ـ ۳/۲۷/۲
۸۷ـ صفحہ ۱۵۰
۸۸ـ ۳/۱۰
۸۹ـ صفحہ ۲۴
۹۰ـ نمبر ۳۲۶
۹۱ـ صفحہ ۲۳۲
۹۲ـ ۲۹۵/۱
۹۳ـ صفحہ ۷
۹۴ـ ۲/۱۵۶
۹۵ـ ۷/۲۸۷، ۸/۸۹
۹۶ـ ۵/۱۸۹
۹۷ـ ۲۰۴/۱ من الکواکب ۵۷۵
۹۸ـ ۲/۱۷۶
۹۹ـ صفحہ ۷
۱۰۰ـ ۳۰۰/۱
۱۰۱ـ ۲/۱۵۰

۲۰۲ـ ق ۱/۲۱۱
۲۰۳ـ ۵۳
۲۰۴ـ ۲/۱۲
۲۰۵ـ ۱۵۱/۵
۲۰۶ـ نمبر ۱۴۳ میرا نسخہ
۲۰۷ـ صفحہ ۹
۲۰۸ـ صفحہ ۲۰
۲۰۹ـ صفحہ ۱۰۷
۲۱۰ـ ق ۲/۳۷
۲۱۱ـ نمبر ۱۰۶
۲۱۲ـ صفحہ ۳۲۲
۲۱۳ـ ۱/۲۳
۲۱۴ـ ۲۰۵/۱
۲۱۵ـ ۱۰۰/۲
۲۱۶ـ مجموع ۲۰/ ۱۹۵ـ ۲۰۳
۲۱۷ـ ۲/۲۳/۲
۲۱۸ـ ۲/۲۳۹/۱۲
۲۱۹ـ صفحہ ۶
۲۲۰ـ ۲۳۷/۳
۲۲۱ـ صفحہ ۶
۲۲۲ـ صفحہ ۳۲
۲۲۳ـ نمبر ۱۵۶ـ میرا نسخہ
۲۲۴ـ نمبر ۱۱۹
۲۲۵ـ صفحہ ۳۲

۲۲۶ـ ۲/۲۰۳/۳
۲۲۷ـ ۲/۱۲۶/۱
۲۲۸ـ صفحہ ۲۷۹
۲۲۹ـ ۲۳۶/۵
۲۳۰ـ ۲/۵۴
۲۳۱ـ صفحہ ۲۳۵
۲۳۲ـ ۲/۱۲۶/۱
۲۳۳ـ المجمع ۲/۴
۲۳۴ـ صفحہ ۲۰
۲۳۵ـ صفحہ ۶۳
۲۳۶ـ ہم نے بعض احادیث کی تخریج ارواء الغلیل رقم ۱۱۱۲ میں کی ہے
۲۳۷ـ صفحہ ۵۷
۲۳۸ـ بخاری، مسلم
۲۳۹ـ مسند احمد وغیرہ، سند صحیح ہے
۲۴۰ـ صفحہ ۴
۲۴۱ـ صفحہ ۱۹۹
۲۴۲ـ ۱/۸۴/۱
۲۴۳ـ ۶۰/۳
۲۴۴ـ ۳۱۸/۴
۲۴۵ـ ۲۳۳/۲
۲۴۶ـ ۲/۹۲
۲۴۷ـ ۲۰۹/۲
۲۴۸ـ ۱/۲۸۶

۲۴۹ـ ۲/۳۳۴-۳۳۵
۲۵۰ـ ۲/۹۱
۲۵۱ـ ۲/۳۴۰
۲۵۲ـ ۱/۲۱۵
۲۵۳ـ جلد ۲ صفحہ ۵۲۹
۲۵۴ـ صفحہ ۳۶
۲۵۵ـ جلد ۲ صفحہ ۲۷۳
۲۵۶ـ نمبر ۲۴۶
۲۵۷ـ جلد ۱ صفحہ ۲۹۵
۲۵۸ـ جلد ۲ صفحہ ۲۸۲
۲۵۹ـ ۲/۱۹۵
۲۶۰ـ ۳/۶۷
۲۶۱ـ ۲/۲۹۷
۲۶۲ـ ۱/۱۳۱
۲۶۳ـ ۱/۱۳۶
۲۶۴ـ ۵/۱
۲۶۵ـ ۱۰/۲۹۰
۲۶۶ـ ۱/۴۱۷
۲۶۷ـ صفحہ ۱۳۰، رقم ۱۸۱
۲۶۸ـ ق ۴۱/۲
۲۶۹ـ ۵/۱۳
۲۷۰ـ ۵/۹۱/۲
۲۷۱ـ ۳/۱۹۴/۱
۲۷۲ـ ۳/۷۸/۳
۲۷۳ـ صفحہ ۲۷۳
۲۷۴ـ ۲۳/۶۹/۲
۲۷۵ـ ۲/۲۲/۱
۲۷۶ـ ۳/۱/۳۶
۲۷۷ـ ۲/۱۸۲
۲۷۸ـ ۳/۲/۲۲۸
۲۷۹ـ صفحہ ۲۳۰
۲۸۰ـ ۵۲/۲
۲۸۱ـ ۱/۵۲
۲۸۲ـ ۱/۵۲، ادب المفرد للبخاریؒ صفحہ ۱۱۹، طبقات ابن سعد ۱/۳۷۹، مجمع الزوائد صفحہ ۸/۲۷۳
۲۸۳ـ سورت الفرقان: ۶۳
۲۸۴ـ سورت الاسراء: ۳۷
۲۸۵ـ نمبر ۳۰۳۵
۲۸۶ـ ۸/۲۸۱
۲۸۷ـ ۱/۳۷۹
۲۸۸ـ ق ۳۱۲/۱
۲۸۹ـ ۱/۱/۲۰۲
۲۹۰ـ ۳/۱۳۳-۱۳۴
۲۹۱ـ ۱/۱۵۹
۲۹۲ـ ۱/۵۵/۲
۲۹۳ـ ۲/۳۰
۲۹۴ـ ۲/۲۰۴

۲۹۵۔ ق، ۹۲، ۲

۲۹۶۔ ۵، ۶۴

۲۹۷۔ جیسا کہ امام مناویؒ نے "فیض القدیر" جلد ا صفحہ ۲۰۹ میں اس کی صراحت کی ہے۔

۲۹۸۔ سورت النساء ۸۲

۲۹۹۔ سورت الانفال ۴۶

۳۰۰۔ الاحکام ۵، ۶۷-۶۸

۳۰۱۔ ۲، ۹۱

۳۰۲۔ ۶، ۸۲

۳۰۳۔ ۱۰، ۱۹۹، ۲

۳۰۴۔ ۱، ۲۸

۳۰۵۔ صفحہ ۴۸

۳۰۶۔ ۷، ۳۱۵، ۲

۳۰۷۔ ۲، ۱، ۱۳۸

۳۰۸۔ ۱، ۲۵

۳۰۹۔ صفحہ ۱۹

۳۱۰۔ ۴، ۱۱، ۲

۳۱۱۔ ۱۳، ۲

۳۱۲۔ ۱۱۶، ۲

۳۱۳۔ ۶، ۳۰۳، ۱

۳۱۴۔ ۸۶، ۱

۳۱۵۔ ۳۱۵، ۱۱، ۲

۳۱۶۔ ۶، ۸۳

۳۱۷۔ سورت النجم ۳-۴

۳۱۸۔ سورت النساء ۸۲

۳۱۹۔ سورت الانفال ۴۶

۳۲۰۔ صفحہ ۸۶

۳۲۱۔ ۵، ۶۴

۳۲۲۔ ۱۸۵، ۲

۳۲۳۔ الکی نسبت ہے' الک مغرب (مراکش) کے پہاڑی علاقہ میں ایک قصبہ کا نام ہے۔

۳۲۴۔ ق ۱۵۸، ۲

۳۲۵۔ ۲، ۳۱۹

۳۲۶۔ صفحہ ۲۱۰

۳۲۷۔ صفحہ ۱۴۴

۳۲۸۔ ۲، ۳۴۷

۳۲۹۔ ق ۱۹۱، ۲

۳۳۰۔ ۷، ۱، ۲۳

۳۳۱۔ ۱، ۳۱۳، ۲

۳۳۲۔ ۳، ۲۷۹

۳۳۳۔ ۶، ۳۱۳، ۲

۳۳۴۔ ۶، ۸۳

۳۳۵۔ ۳، ۱۷۱-۱۷۲

۳۳۶۔ صفحہ ۱۱۶

۳۳۷۔ ۱، ۱۵۹

۳۳۸۔ ۲، ۳۵۵

۳۹ـ ۹/۲۷۱
۴۰ـ ۲/۲۲۴-۲۲۵
۴۱ـ ۱۰/۱۲
۴۲ـ ۷/۳۶۵
۴۳ـ ۲/۲۷۰
۴۴ـ ۶/۳۳۸
۴۵ـ ۷/۳۶۵
۴۶ـ ۴/۲۱۷-۲۱۸
۴۷ـ ۷/۳۶۴-۳۶۵
۴۸ـ ۲/۲۰۴
۴۹ـ ۹/۲۷۰
۵۰ـ ۱/۱۵۲
۵۱ـ ۱۰/۳-۴
۵۲ـ ۹/۲۷۰
۵۳ـ ۴/۲۲۶
۵۴ـ صفحہ ۲۶۸
۵۵ـ ۷/۲۶۷
۵۶ـ ۲/۳
۵۷ـ ۲/۲۷۵
۵۸ـ ۹/۲۷۰
۵۹ـ ۶/۷۲
۶۰ـ ۲/۳، ۴/۳۱۲
۶۱ـ صفحہ ۱۵
۶۲ـ ۷/۳۶۳-۳۶۴
۶۳ـ ۶/۷۴-۷۶
۶۴ـ صفحہ ۳۸۵
۶۵ـ ۱/۲۷۲
۶۶ـ ق ۱۲۵/۲
۶۷ـ نمبر ۱۱۳۱
۶۸ـ ۲/۴۸۲/۲
۶۹ـ ۷/۳۶۱
۷۰ـ صفحہ ۱۹۸
۷۱ـ صفحہ ۲۰۴
۷۲ـ ۲/۳۵۱
۷۳ـ صفحہ ۸۴
۷۴ـ ق ۳۷/۲
۷۵ـ نمبر ۱۳۵
۷۶ـ صفحہ ۲۰۰
۷۷ـ فاضل مترجم مولانا محمد صادق خلیل نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے۔
۷۸ـ ۱/۳۶۵
۷۹ـ صفحہ ۲۰۴
۸۰ـ ۱/۴۲۴
۸۱ـ ۱/۴۴۴-۴۵۴
۸۲ـ صفحہ ۷۴
۸۳ـ ۲/۷۵
۸۴ـ نمبر ۱۵

۳۸۵۔ ۱/۱۱۷
۳۸۶۔ ۴/۱۲۹
۳۸۷۔ ۱/۹۵/۱
۳۸۸۔ ۶/۱۱۵/۲
۳۸۹۔ ۱/۱/۲۶۵
۳۹۰۔ ۲/۱۳۰
۳۹۱۔ ۲/۴۸ نمبر ۱۲
۳۹۲۔ ۲/۷۱
۳۹۳۔ ۲/۴
۳۹۴۔ ۲/۳۳۶
۳۹۵۔ ۱/۷۰
۳۹۶۔ صفحہ ۹
۳۹۷۔ ۱۶۴/۲
۳۹۸۔ صفحہ ۴۔۵
۳۹۹۔ صفحہ ۵
۴۰۰۔ صفحہ ۲۰، ۲۹
۴۰۱۔ ۲/۴۹۵
۴۰۲۔ ۴/۴۳۱
۴۰۳۔ ۱/۱۵۵
۴۰۴۔ ۳/۳/۲/۴/۹/۱، ۵/۲
۲/۲
۴۰۵۔ ۶۲/۱
۴۰۶۔ صفحہ ۱۹۵
۴۰۷۔ ۲/۲۷۴

۴۰۸۔ ۷/۳۸۵
۴۰۹۔ مسلم، احمد
۴۱۰۔ نمبر ۱۶۸
۴۱۱۔ ۱/۳۵۸
۴۱۲۔ صفحہ ۴۵
۴۱۳۔ ۲/۲۵۹
۴۱۴۔ ۱/۲/۱۴
۴۱۵۔ صفحہ ۲۶۲
۴۱۶۔ صفحہ ۶۸
۴۱۷۔ صفحہ ۲۲۱
۴۱۸۔ جلد ۲ نمبر ۱۲/۲، مخطوطہ ظاہریہ
سے منقول
۴۱۹۔ ۲/۲۰۷۔۲۰۸
۴۲۰۔ ۲/۵۱۵
۴۲۱۔ ۴/۵۵۷
۴۲۲۔ ۹۹/۱۰۰
۴۲۳۔ ۱۳۹، ۳۰۰
۴۲۴۔ ۴/۱۱۷
۴۲۵۔ ۱/۴۳۱۔۴۳۴
۴۲۶۔ ۱/۴۳۵
۴۲۷۔ ۱/۱۳۵
۴۲۸۔ صفحہ ۱۱۵، ۱۲۵
۴۲۹۔ ۲/۱۴۱ من الحاوی
۴۳۰۔ ۲/۱۶۶۔۱۶۷

۳۱ سہ ۱۲/۳۳۳
۳۲ سہ ۱۴/۴۱
۳۳ سہ ۳/۶۳
۳۴ سہ ۳/۳۵۶
۳۵ سہ الرد علی الحبشی صفحہ ۱۲
۳۶ سہ صفحہ ۱۲
۳۷ سہ صفحہ ۱۴
۳۸ سہ ۱/۲۳۵
۳۹ سہ ۳/۲۵۵
۴۰ سہ ۱/۵۴۷
۴۱ سہ ۲/۲۵۳
۴۲ سہ ق ۱۱۳/۱
۴۳ سہ ۷/۴۰۳
۴۴ سہ صفحہ ۱۴-۱۵
۴۵ سہ ۱/۳۲۵
۴۶ سہ ۴/۲۷۷-۲۷۸
۴۷ سہ ۱۳۰/۱
۴۸ سہ ۹/۱۷/۲
۴۹ سہ ۱/۵۴۷-۵۴۸
۵۰ سہ ۴/۲۷۳
۵۱ سہ ۷۳/۲۵۵/۱
۵۲ سہ ۱/۵۴۷
۵۳ سہ صفحہ ۱۸-۱۹
۵۴ سہ ۸/۸۳/۸۴

۵۵ سہ ۴ ۔ ۲۷۳
۵۶ سہ ۱/۲۳
۵۷ سہ ۶/۳۲۵، ۳۳۰
۵۸ سہ الرد علی التعقب الحثیث صفحہ ۴۳-۴۷
۵۹ سہ ۲/۸۹/۲
۶۰ سہ صفحہ ۴۴-۴۵
۶۱ سہ ۱/۲۶
۶۲ سہ صفحہ ۲
۶۳ سہ صفحہ ۵
۶۴ سہ بخاری ۶/۶۴ مسلم ۳/۱۴۴ اور لفظ مسلم کے ہیں، نسائی فی الکبری ق ۱/۲۰
۶۵ سہ ۵۱۸-۵۱۹
۶۶ سہ ۴/۲۶۳-۲۶۴
۶۷ سہ ۵/۲۷۷
۶۸ سہ ۴/۵۰۲
۶۹ سہ صفحہ ۴۵
۷۰ سہ ۱/۴۳۷
۷۱ سہ ق ۲۴۹/۲
۷۲ سہ ۲/۵۱۷
۷۳ سہ ۲/۳۶۱
۷۴ سہ احمد فی المسند ۱/۱۰-۱۱ میں بھی اس کی مثل حدیث ہے

۷۵م۔ ۱۰/ ۱۴۷

۷۶م۔ ۴/ ۲۹۵، ۳۱۳، ۳۱۷

۷۷م۔ صفحہ ۷

۷۸م۔ ۱/ ۵۰

۷۹م۔ ق ۲۶/ ۱۔ ۲۸/ ۲

۸۰م۔ ۱/ ۱/ ۲۵۹

۸۱م۔ ۲/ ۱۸۴

۸۲م۔ ۲/ ۳۲۷

۸۳م۔ ۳/ ۱۹۳

۸۴م۔ ۲/ ۲۰۱

۸۵م۔ ۳/ ۱۴۔ ۱۵

۸۶م۔ بخاری، مسلم

۸۷م۔ سورت العلق: ۹۔ ۱۰

۸۸م۔ سورت النور: ۶۳

۸۹م۔ ۱/ ۱۲۶

۹۰م۔ ۱/ ۲۱۷ سیاق اسی کا ہے

۹۱م۔ ۱/ ۲۰۱

۹۲م۔ ۳/ ۶۰

۹۳م۔ ۵/ ۲۷۲

۹۴م۔ ۲/ ۵۰

۹۵م۔ ۲/ ۲۲۹

۹۶م۔ ۲/ ۱۳

۹۷م۔ ۲/ ۲۹۱

۹۸م۔ ۲/ ۹۰

۴۹۹م۔ ۳/ ۲۸۰

۵۰۰۔ ۶/ ۱۳۶

۵۰۱۔ ۴/ ۱۲۱

۵۰۲۔ ۲۳۵/ ۱۔ ۲

۵۰۳۔ ۲/ ۵۳۔ ۵۴

۵۰۴۔ ۱۶/ ۱۔ ۲

۵۰۵۔ صفحہ ۳۲۔ ۳۳

۵۰۶۔ ۲/ ۲۶۳

۵۰۷۔ ۲/ ۱۰۱

۵۰۸۔ ۵/ ۱۲۱۔ ۱۲۲

۵۰۹۔ ۱۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶

۵۱۰۔ ۴۔ ۲۲۲

۵۱۱۔ ق ۸۶/ ۱ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں مخطوطہ موجود ہے

۵۱۲۔ ۱/ ۱۴۷۔ ۱۴۸

۵۱۳۔ ۲/ ۹/ ۱

۵۱۴۔ ۲/ ۲۶۴

۵۱۵۔ ۲/ ۲۶۴

۵۱۶۔ ۱/ ۲۸

۵۱۷۔ ۷/ ۲۶۷

۵۱۸۔ ۲/ ۱۸۱

۵۱۹۔ ۳/ ۱۷/ ۲

۵۲۰۔ ۴/ ۱۷۷

۵۲۱۔ نمبر ۲۶۲۸

٥٢٢۔ ٣١٦٣
٥٢٣۔ ٢/٤٩
٥٢٤۔ ٢/٣٩٣
٥٢٥۔ ٢/٥٠-٥١
٥٢٦۔ ق ١٢٦/٢
٥٢٧۔ ١/٢٠٢/١
٥٢٨۔ ١/١٩٦
٥٢٩۔ ١/٤٨
٥٣٠۔ حدیث نمبر ٢٢ ملاحظہ فرمائیں
٥٣١۔ تنقیح میں اسی طرح ہے "ثقات" کے نسخہ ظاہریہ میں نہیں ہے
٥٣٢۔ مسلم وغیرہ
٥٣٣۔ ٤/٢٢٣
٥٣٤۔ ٤/١٤-١٧٠
٥٣٥۔ نمبرہ ٦٠٥، ٨١٠

٥٣٦۔ ٣/١٧٨-١٧٩
٥٣٧۔ ٦/٤١٩
٥٣٨۔ ٣/١/٩٢
٥٣٩۔ ١/١/٣٨
٥٤٠۔ ١٠/٢٠٠
٥٤١۔ ٤/٥
٥٤٢۔ ٦٧/١
٥٤٣۔ ٤/٤-٥
٥٤٤۔ ٥/٤٦٠
٥٤٥۔ ١٠/١١-١٢
٥٤٦۔ ٤/٤٤
٥٤٧۔ ٤/١٣٥-١٧١
٥٤٨۔ ٢/١٣٠/١
٥٤٩۔ ١/٣٥٧
٥٥٠۔ ق ١٢/١

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم اسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو (الحدیث)

نمازِ نبوی ﷺ

احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں

نادر علمی اضافوں اور تخریج و تحقیق کے ساتھ

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

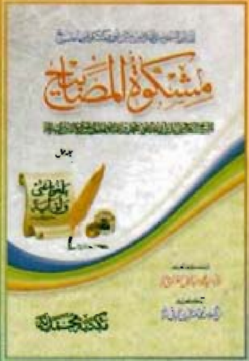
ترجمہ و تہذیب

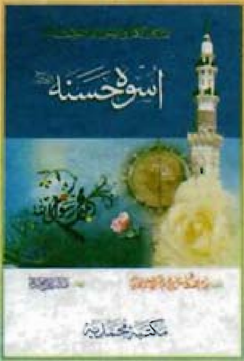
مولانا محمد صادق خلیل حفظہ اللہ

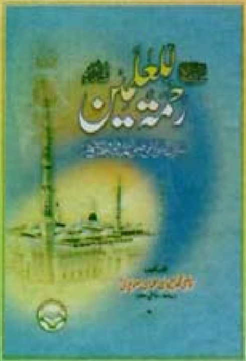
ناشر

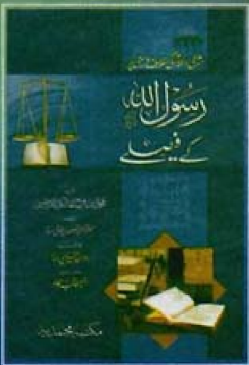
مکتبہ محمدیہ چک 109/7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

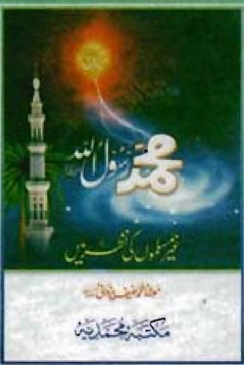
چند اہم مطبوعات

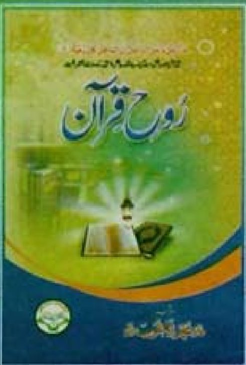


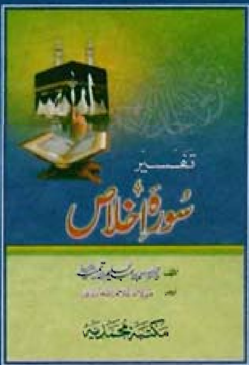


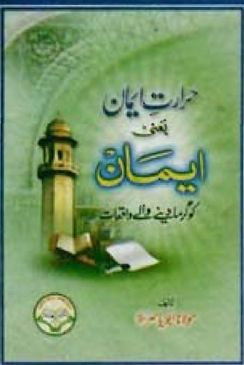


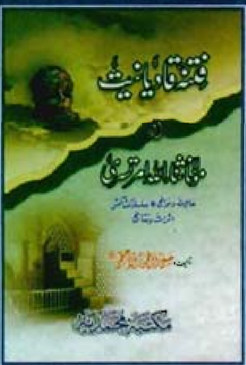








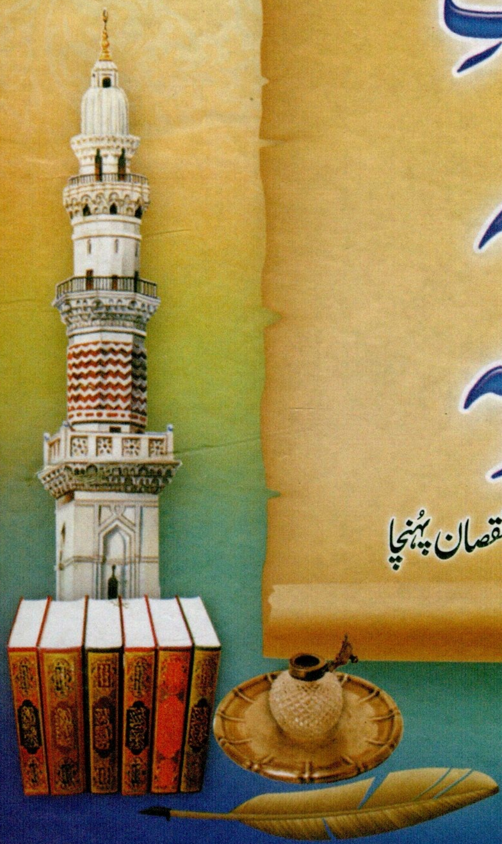




يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن
تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا



تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

جلد دوم

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق و نظر ثانی

عبد الحفیظ مدنی

ناشر

مکتبہ محمدیہ

قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

MOb:0300- 4826023,042-37114660

نام کتاب		احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ
باہتمام	--------------	عبدالرحمان عابد
طبع سوم	--------------	جنوری 2012ء
تعداد	--------------	1100
قیمت	--------------	200/-

استاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,2624007

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال
0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتالیف رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد
Mob.: 0322- 6054145

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com
Ph.:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قارئین حضرات: والد المکرم محترم مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) نے پچاس سالہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اور ترجمہ میں بہت زیادہ اہل اسلام کی خدمت کی ہے کسی خاص موضوع پر کتاب کو تالیف کرنا آسان ہے، لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس پرخار وادی میں قدم رکھا تو اہل علم کے ساتھ عوام الناس نے بھی ان کے اس شگفتہ اور رواں دواں قلم کے انداز کو سراہا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک نے آپ کی پانچ کتابوں کے آرڈر دے کر (اردو داں طبقہ میں) مفت تقسیم کیا تاکہ ان کو پڑھ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سمجھا جاسکے۔

اس سے مولانا کو عربی زبان سے اردو زبان میں تراجم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنی زندگی کو دین اسلام کی ترویج کیلئے وقف کردیا اس سلسلہ میں مولانا (رحمہ اللہ) نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی اہم کتاب "الاحادیث الضعیفة والموضوعة" کی دو جلدوں (ہر جلد پانچ سو احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کیا اس کے بعد تیسری جلد لکھنے کا کام جاری تھا کہ مولانا اس سال چھ فروری ۲۰۰۴ء جمعۃ المبارک فجر کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ انہیں جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث اور من گھڑت روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان احادیث اور روایات کو اسلام کے دشمنوں نے اور بعض علماء سوء نے عوام الناس میں اس انداز کے ساتھ اس کی تشہیر کردی ہے کہ عام لوگ ان احادیث کو معتبر سمجھنے لگے ہیں ایسی احادیث کا زیادہ تر حصہ اسرائیلی روایات سے بھرا پڑا ہے یا پھر واعظین، صوفیاء اور غالی شیعہ کا بیان کردہ ہے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ اور باقی کتب حدیث میں ان احادیث کو تلاش کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی تحقیق کو

تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور انہیں فن جرح وتعدیل کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے ان پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ کتاب اہل علم، خطباء، واعظین، اساتذہ کرام اور ائمہ حضرات کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی بہت مفید اور ضروری ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں، قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ احادیث کو اچھی طرح پڑھیں اور ان ضعیف احادیث اور فتنہ پھیلانے والی من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی انتہائی کوشش کریں تاکہ ہمیں دین حق کی صحیح رہنمائی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ ونگہبان ہو، آمین۔

اس کتاب کی جلد اول جو ایک سو احادیث پر مشتمل تھی آج سے تقریباً پانچ سال قبل ادارہ ضیاء السنہ سے شائع ہوئی تھی اور اس کے تقریباً چار ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں جو شائع ہونے کے فوراً بعد فروخت ہو جاتے ہیں اس پذیرائی کو دیکھتے ہوئے اب اس کی دوسری جلد جو دوسو احادیث (۱۰۱ تا ۳۰۰) پر مشتمل ہے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن قارئین نے اس کتاب کی جلد اول کو نہیں پڑھا وہ اس کو ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے تین اہم مقدمات اور مترجم (رحمہ اللہ) کا ایک مقدمہ اور اصول حدیث کے قوانین شامل ہیں، اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کو جلد دوم میں شامل نہیں کیا جا رہا اس کے بعد باقی جلدیں (سوم چہارم جو پانچ سو احادیث پر مشتمل ہیں) بھی کمپوز ہو چکی ہیں جو جلد شائع کر دی جائیں گی، انشاء اللہ۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم کو جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور اس کے ساتھ ساتھ ناشر و جملہ معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

۲۰ ستمبر ۲۰۰۴ء

فہرست عنوانات

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱۰۱) ((أَمَا إِنِّيْ لَا أَنْسَى، وَلٰكِنْ أُنَسّٰى لِأَشْرِعَ))

ترجمہ: ''خبردار! بلاشبہ مجھے نسیان نہیں ہوتا البتہ میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں احکام کا نفاذ کروں''

تحقیق: حدیث باطل ہے، اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی نے اس حدیث کو یقین کے ساتھ احیاء العلوم (۳۸/۴) میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی ہے، چنانچہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو بلا اسناد ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ موطا میں یہ حدیث مرسل کی صورت میں بلا اسناد بھی موجود ہے، حمزہ کنانی (رحمہ اللہ) کا قول بھی اسی طرح کا ہے اس نے وضاحت کی ہے: کہ یہ حدیث مالک کے طریق کے سوا سے وارد نہیں ہے جبکہ ابو طاہر انماطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس حدیث کے بارے میں میری دریافت طول پکڑ گئی جب کہ میں نے ائمہ حدیث اور حفاظ سے اس کے بارے میں دریافت کیا لیکن مجھے کامیابی حاصل نہ ہوسکی بلکہ میں نے کسی راوی کے بارے میں نہیں سنا۔ کہ وہ اس حدیث کے بارے میں کامیابی سے ہمکنار ہوا ہو، نیز ابو طاہر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ حدیث کے بعض طلبہ نے اس حدیث کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مسند ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موطا امام مالک (۱۶۱/۱) میں مذکور ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تو اسی لئے تاکہ میں اس کو سنت قرار دوں'' حدیث کی ظاہری کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بشریت کے تقاضوں کے مطابق نسیان سے دوچار نہیں ہوتے البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھلا دیتا ہے تاکہ آپ اس کو بیان کریں۔

اس صورت میں یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو بخاری مسلم اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی وارد ہے ابن مسعود ؓ سے مرفوع حدیث وارد ہے: کہ ''بلاشبہ میں تو انسان ہوں میں نسیان سے ہم کنار ہوتا ہوں جیسا کہ تم بھی نسیان سے ہم کنار ہوتے ہو تو جب مجھے نسیان لاحق ہو تو مجھے یاد دلایا کرو'' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے نسیان پر کوئی حکم مرتب ہو اور فوائد حاصل ہوں، مقصود یہ ہے کہ نسیان کی نفی جائز نہیں جس کا تعلق انسان کی طبیعت کے ساتھ ہے اس باطل

حدیث کے باعث جو صحیح حدیث کے معارض ہے۔

(۱۰۲) ((اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُو))

ترجمہ: ''لوگ نیند سے ہمکنار رہتے ہیں جب وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲۰/۴) میں مرفوع بیان کیا ہے جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۰/۴-۱۷۱) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس حدیث کو مرفوع نہیں پایا ہے البتہ اس حدیث کی نسبت اور اس کی مثل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب الکشف (۳۱۲/۲) میں کی ہے۔

(۱۰۳) ((جَالِسُوا التَّوَّابِيْنَ فَإِنَّهُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً))

ترجمہ: ''ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جو توبہ کرنیوالے ہیں اس لئے کہ انکے دل بہت نرم ہوتے ہیں''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۳۱/۴) میں اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۱/۴) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس کو مرفوع معلوم نہیں کیا ہے، علامہ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے یہ تو عون بن عبداللہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے، ابن ابی الدنیا (رحمہ اللہ) نے اس کو التوبۃ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۴) ((مَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ فَلْيَلْعَنِ الْيَهُوْدَ))

ترجمہ: ''جس شخص کے پاس صدقہ نہیں ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ یہودیوں پر لعنت کرے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تاریخ بغداد (۱۴/۲۷۰) میں علی بن حسین بن حبان کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے اپنے والد کی کتاب میں اس کے ہاتھ کی تحریر سے پایا ہے کہ ابوزکریا (راوی) یعنی ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یعقوب بن محمد الزہری صدوق ہے البتہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے کہ وہ کس سے روایت کرتا ہے جب کہ اس نے اس کو ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے۔

ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کوئی بھی عقلمند شخص اس حدیث کو بیان نہیں کرتا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں خطیب کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعد

ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ یعقوب (راوی) کے بارے میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص ہرگز کچھ بھی نہیں ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۲/۷۶) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور یعقوب (راوی) کی توثیق کی ہے مزید برآں اس نے اس باطل حدیث کی علت سے پردہ کشائی نہیں کی ہے جب کہ علت انقطاع ہے، چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس شخص سے غلطی ہوئی ہے جس نے بتایا ہے کہ اس نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد سے وہ اس حدیث کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور شاید کہ یہ شخص جس کا نام ذکر نہیں ہے اس سے مقصود عبداللہ بن محمد بن زاذان مدنی ہے جب کہ وہ ہلاکت والا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا بلاشبہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے طریق سے جرجانی نے اپنی کتاب التاریخ (۲۸۲) میں اور اسی طرح الضیاء نے اپنی کتاب المنتقیٰ من مسموعاته بمرو (۲/۳۳) (جس کو اس نے مرو شہر میں سنا) اس عبداللہ کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کو مرفوع بیان کیا۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو اس طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس کو معلول قرار دیتے ہوئے ابن عدی کا قول بیان کیا ہے: کہ عبداللہ بن محمد بن زاذان سے احادیث محفوظ نہیں ہیں جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس راوی کو میزان الاعتدال میں کہا ہے: کہ وہ ہلاکت والا ہے، بعدازاں اس سے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

مزید برآں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے کہ اس حدیث کی ایک اور اسناد ہے جس کا ذکر الخطیب (رحمہ اللہ) (۱/۲۵۸) نے اسماعیل بن محمد الطلحی کے طریق سے کیا ہے وہ سلیم مکی سے روایت کرتا ہے وہ طلحہ بن عمرو سے وہ عطاء سے وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس کو مرفوع روایت کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، طلحہ، سلیم اور الطلحی متروک راوی ہیں، البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۲/۸۵) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ طلحی (راوی) سے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور مطین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ ثقہ رواۃ میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس طرح سے اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ حدیث کی علت وہ

راوی ہے جو طلحی سے اوپر ہے اور یہی درست ہے ظاہر ہے کہ اس سلیم سے مقصود ابن مسلم خشاب (راوی) ہے، امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے، امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول ہے:

''اس کی بیان کردہ حدیث کچھ چیز نہیں''

طلحہ بن عمرو کے بارے میں امام نسائی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے جبکہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے اس کے بارے میں بہت زیادہ احادیث کا انکار کیا ہے جس کو اس نے چبوترہ پر بیٹھ کر روایت کیا ہے اس نے کہا: «أستغفر الله العظيم و أتوب إليه منها» ''میں اللہ کی ذات سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو عظمت والی ذات ہے اور اللہ کی جانب اس سے توبہ کرتا ہوں'' اس پر اس نے کہا کہ آپ چبوترہ پر بیٹھیں اور لوگوں کو آگاہ کریں اس پر اس نے کہا: ''تم میری جانب سے لوگوں کو خبردار کرو''

بعدازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو ابوالحسن محمد بن احمد بن سہل الباہلی نے چوری کیا ہے اس نے اس حدیث کو وہب بن بقیہ سے بیان کیا اس نے سفیان بن عیینہ سے اس نے زہری سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۳۱۸) میں بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ زہری نے اپنے باپ سے ایک حرف بھی بیان نہیں کیا ہے جب کہ حدیث باطل ہے اس حدیث کے بارے میں اس ابوالحسن (راوی) کا ہاتھ ہے اس لئے کہ وہ حدیث کے متن اور اسناد کو وضع کیا کرتا تھا اور ضعیف حدیث سے چوری کیا کرتا تھا اور ان کو ثقہ رواۃ کی جانب منسوب کیا کرتا تھا۔

تنبیہ: شیخ عجلونی نے اس حدیث کو الکشف (۲/۲۷۷) میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا ہے اور نہ اس سے جس نے نقل کیا ہے وہ ابن حجر ہیتمی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عجلونی کا شمار ناقدین سے نہیں ہے وگرنہ اس قسم کی باطل حدیث اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بارے میں (ص ۸۵) پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ موضوع ہے اور اس نے ابن القیم (رحمہ اللہ) سے (ص ۱۰۹) میں نقل کیا ہے کہ موضوع حدیث کی علامات سے ہے کہ وہ فی نفسہ باطل ہوتی ہے، معلوم ہوا یہ کلام نبی ﷺ کا نہیں ہے، بعدازاں اس نے چند احادیث کو ذکر کیا ان میں یہ بھی ہے اور ذکر کیا ہے کہ لعنت ہرگز صدقہ کے قائم مقام نہیں ہے۔

(۱۰۵) «مَنْ وَافَقَ مِنْ أَخِيهِ شَهْوَةً غَفَرَ اللهُ لَهُ»

ترجمہ: ''جو شخص اپنے بھائی کی چاہت کی موافقت کرتا ہے اللہ اس کو معاف فرما دیتے ہیں''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے عقیلی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۴۳۶، ۴۳۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابونعیم (رحمہ اللہ) نے اخبار اصبهان (۶۶/۲) میں نصر بن نجیح باہلی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر ابوحفص نے حدیث بیان کی اس نے زیاد النمیری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ نصر اور عمر دونوں راوی نقل کرنے کے لحاظ سے مجہول ہیں جب کہ حدیث محفوظ نہیں ہے، مزید برآں عقیلی (رحمہ اللہ) کے طریق سے ابن الجوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز اس نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس کی اسناد میں عمر (راوی) متروک ہے جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۱۱/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۸۷/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ بزار اور طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابوحفص (راوی) کو قوی قرار نہیں دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس قول میں بہت زیادہ تساہل ہے اس راوی میں شدید ضعف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ ابن خراش نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور وہ احادیث وضع کرتا تھا، مزید برآں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہو رہی ہے مزید اس میں ایک راوی متہم ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ آئے گا اس لحاظ سے تعاقب کا کچھ فائدہ نہیں

(۱۰۶) ((مَنْ اَطْعَمَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَهْوَتَهُ حَرَّمَهُ اللّٰهُ النَّارَ))

ترجمہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو اس کی شہوت (یہاں شہوت سے مراد کسی انسان کی کوئی خواہش ہے) سے ہم کنار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام قرار دیتا ہے

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو شعب الایمان میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن عبدالسلام تک ذکر کی ہے اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں عبداللہ بن مخلد بن خالد تمیمی نے بتایا جو ابوعبید کا ساتھی ہے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) نے بتایا اس نے ہشام سے اس نے ابن سیرین سے اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ منکر ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت محمد بن عبدالسلام ہے جو ابن النعمان بھی کہلاتا ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ)۔ نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ کذب بیانی کو جائز سمجھتا ہے،

میں کہتا ہوں: امام سیوطی نے اس حدیث کو اللآلی (۸۷/۲) میں ذکر کیا ہے وہ اس حدیث کا شاہد

ہے جو اس سے پہلے ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ دونوں موضوع ہیں اور ان دو احادیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۷)((مَنْ لَذَّذَ أَخَاهُ بِمَا يَشْتَهِي كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَ عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ، وَرُفِعَ لَهُ أَلْفُ أَلْفِ دَرَجَةٍ، وَأَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثَلَاثِ جَنَّاتٍ: جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ، وَجَنَّةِ عَدْنٍ، وَجَنَّةِ الْخُلْدِ))

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کو ایسی شہوت سے ہم کنار کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس لاکھ ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو تین (3) جنات سے رزق عطا کرتا ہے جنت الفردوس، جنت عدن، جنت خلد مراد ہے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۲/۱۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ حدیث کو یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات میں ذکر کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کی اسناد کو معلوم نہیں کیا ہے جب کہ امام عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں ذکر کیا ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں داخل کیا ہے روایت محمد بن نعیم سے ہے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر سے جب کہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث باطل جھوٹ ہے اور اسی طرح المیزان اور اللسان میں ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اس قول ألف ألف حسنة تک ذکر کیا ہے بقیہ الفاظ کو ذکر نہیں کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۸۷) میں اس کو ثابت رکھا ہے بعد ازاں ابن عراق (رحمہ اللہ) نے تنزیه الشریعه (۲/۲۶۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ موفق الدین ابن قدامہ نے اس کو المنتخب (۱۰-۱۹۶-۱) میں ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) سے منقول ہے اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے باطل ہے۔

(۱۰۸)((كَانَ يَأْكُلُ الْعِنَبَ خَرْطًا)) ترجمہ: ''آپ انگور جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکامل (۲/۲۸۰) میں اس سند کے ساتھ سلیمان بن ربیع سے ذکر کیا ہے اس نے کادح بن رحمہ سے اس نے بتایا کہ ہمیں حصین بن نمیر نے

آگاہ کیا اس نے حسین بن قیس سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے اس نے عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ کادح (راوی) اکثر جو روایات کرتا ہے وہ غیر محفوظ ہے اور اس کے اسانید و متون میں متابعت نہیں ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ حسین کچھ راوی نہیں ہے اور کادح (راوی) کذاب ہے جب کہ سلیمان (راوی) کو دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بعدازاں ابن جوزی نے اس حدیث کو عقیلی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ داؤد بن عبدالجبار ابوسلیمان کوفی سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہمیں جارود نے بتایا اس نے حبیب بن یسار سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا: کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ انگوروں کو اس کی شاخوں سے جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے" امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ داؤد (راوی) ثقہ نہیں ہے، مزید برآں اس کی متابعت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابوبکر الشافعی (رحمہ اللہ) نے الفوائد (۱/۱۱۰) میں اور امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الکبیر (۳/۴/۱۷۷/۲) میں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۱۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور وضاحت کی ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں دو طریق سے ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ امام عراقی اور بیہقی (رحمہما اللہ) کا ضعیف قرار دینا اجمالی طور پر ہے اس میں تفصیل نہیں ہے اور ان دونوں سے پہلے لوگوں نے علت کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس لئے غلبہ مفصل کو مجمل پر حاصل ہوگا جبکہ داؤد (راوی) جس کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ کبھی کہا ہے کہ وہ جھوٹ کہا کرتا تھا تو اس جیسا راوی کادح کذاب کی حدیث کا شاہد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لئے امام ذہبی اور عقیلی (رحمہما اللہ) نے اس کے قول کو ثابت رکھا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، چنانچہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عباس کی حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کرنا اس کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

(۱۰۹) ((عَمَلُ الْاَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ مِنْ اُمَّتِی اَلْخِیَاطَةُ وَعَمَلُ الْاَبْرَارِ مِنْ اُمَّتِی مِنَ النِّسَاءِ الْمِغْزَلُ))

ترجمہ: میری امت سے صالح لوگوں کا عمل پارچہ جات کی سلائی کا کام ہے اور میری امت کی عورتوں میں سے صالحہ خواتین کا کردار سوت کاتنا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۵۳) میں اور ابونعیم نے (اخبار اصبہان (۱/۳۰۳) میں اور ابن عساکر نے (۱/۲۶۱/۱۵) میں ابوداؤد نخعی سلیمان بن عمرو سے اس نے ابی حازم سے اس نے سہل بن سعد سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی نے کہا ہے اس حدیث کو سلیمان بن عمرو نے ابوحازم سے وضع کیا ہے جبکہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں تمام اور خطیب اور ابن عساکر کی روایت کے ساتھ سہل بن سعد سے منسوب کیا ہے۔

جبکہ تاریخ بغداد (۱۵/۹) میں ابوداؤد نخعی کے طریق سے ہے اور مناوی نے الجامع پر اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ اس کی تخریج کرنے والے خطیب نے اس کی تخریج کرتے ہوئے اس کو برقرار رکھا ہے جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس کی اسناد پر جرح کی ہے تعاقب کرتے ہوئے وضاحت کی ہے اس کا ایک راوی داؤد نخعی کذاب ہے احادیث وضع کرنے والا ہے بلکہ دجال قسم کا ہے مزید وضاحت کی ہے کہ یہ راوی تو بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ راوی کذاب دجال ہے جب کہ میزان الاعتدال میں امام احمد (رحمہ اللہ) سے منقول ہے یہ راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا اور یحییٰ سے منقول ہے کہ یہ راوی حد درجہ کذاب تھا بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

مزید برآں لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور مؤلف نے اس کا تعاقب نہیں کیا ہے البتہ تمام (راوی) کی حدیث کا ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ موسیٰ (راوی) متروک ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر اللآلی (۲/۱۵۴) میں کیا ہے اور اسی طرح اس کے فتاویٰ (۲/۱۰۷) میں ہے اور موسیٰ سے مقصود ابن ابراہیم مروزی ہے یحییٰ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے چنانچہ اس کی متابعت پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ابن عراق نے اس حدیث کو المعاملات فصل اول میں ذکر کیا ہے کتاب کا نام ہے تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الا خبار الشنیعة الموضوعة

(۲/۹۴) جب کہ یہ فصل ایسی ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں صراحت ہے کہ وہ اس میں ان روایات کو شامل کرے گا جن پر ابن جوزی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ کوئی مخالفت نہیں ہے اور ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قباحتوں سے ہمکنار کرے اس کا تذکرہ اس کذاب ابوداؤد کے ترجمہ میں ہے جبکہ اس کے احادیث سے ہے۔

(۱۱۰) «لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ»

ترجمہ: ''اگر کسی شخص کے دل میں خشوع جلوہ فرما ہے تو اسکے اعضاء میں بھی خشوع جلوہ فرما ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں حکیم کی روایت کے ساتھ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: شیخ زکریا الانصاری نے تفسیر بیضاوی کے حواشی (۲/۲۰۲) میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف کی شدت زیادہ ہے چنانچہ شارح مناوی کا قول ہے کہ النوادر میں اس حدیث کو صالح بن محمد سے اس نے سلیمان بن عمرو سے اس نے ابن عجلان سے اس نے مقبری سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا:

کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی داڑھی کے ساتھ کھیل رہا ہے تو آپ نے وضاحت کی'' (اشارہ حدیث کی جانب ہے) زین عراقی نے شرح الترمذی، میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں سلیمان بن عمرو (راوی) وہ ابوداؤد نخعی ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے سوائے اس کے نہیں اس کا علم ابن المسیب سے معلوم ہوا ہے صاحب المغنی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ مشہور یہ ہے کہ یہ سعید کا قول ہے ابن ابی شیبہ نے اس کو المصنف میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں ایک راوی ایسا ہے جس کا نام معلوم نہیں ہے جب کہ اس کے لڑکے نے ذکر کیا ہے اس میں سلیمان بن عمر راوی کے ضعف پر اجماع ہے۔

اور زیلعی کا قول ہے کہ ابن عدی نے وضاحت کی ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ سلیمان بن عمر راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا، میں کہتا ہوں: عبداللہ بن مبارک نے اس حدیث کو کتاب الزهد (۱/۲۱۳) میں سعید پر موقوف روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہم کو معمر نے ایک شخص سے ذکر کیا ہے کہ یہ اسناد اس شخص کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ اسناد مرفوع ہونے کے اعتبار سے موضوع ہے اور موقوف ہونے کے اعتبار سے ضعیف ہے بلکہ مقطوع ہے۔

(۱۱۱) «كَذَبَ النَّسَّابُونَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَقُرُونًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا﴾»

ترجمہ: ’’انساب کے اہل علم جھوٹ کہتے ہیں ارشاد ربانی ہے: ’’ان کے درمیان کثرت کے ساتھ قرون ہے‘‘

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع الصغیر میں ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت سے ابن عباس سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس میں ان الفاظ کو داخل کیا ہے کہ ابن عباس جب نسب بیان کرتے تو نسب بیان کرنے میں معد بن عدنان بن اُد سے تجاوز نہ کرتے بعد ازاں رک جاتے اور کہتے: نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں نیز اس نے آگاہ کیا کہ ابن سعد نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی نے دونوں مقام میں اس پر خاموشی اختیار کی ہے گویا کہ اس کو اسناد پر اطلاع نہ ہوسکی وگرنہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا جب کہ ابن سعد نے اس کو الطبقات (ج ا ق ا ص ۲۸) میں بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ ہشام نے ہمیں بتایا اس نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا اس نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس سے مکمل مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ہشام راوی محمد بن سائب کلبی کا بیٹا ہے نسب نامہ بیان کرنے والا مفسر شخص ہے جب کہ اس سے روایت ذکر کرنے کو چھوڑا گیا ہے جیسا کہ دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس کا باپ محمد بن السائب اس سے بھی برا ہے امام جوزجانی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ خود اس نے اپنی کذب بیانی کا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے صحیح اسناد کے ساتھ سفیان ثوری سے روایت کیا ہے اس نے کہا مجھ سے کلبی نے کہا جو کچھ میں تجھے ابو صالح سے بیان کروں وہ جھوٹ ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس کا مذہب دین اسلام میں واضح جھوٹ کہنا ہے اس کے وصف کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباس سے تفسیر روایت کرتا ہے جب کہ ابو صالح کی ابن عباس سے ملاقات نہیں ہے اور نہ ہی کلبی نے ابو صالح سے سنا ہے البتہ حرفاً حرفاً اس کا تذکرہ کتب میں درست نہیں ہے تو اس کو دلیل کیسے باور کیا جا سکتا ہے جب کہ اسی طریق سے امام ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے اس کو (تاریخ دمشق) ۱/۱۹۷/۱، ۲/۱۹۸) دمشق کے مخطوطہ ظاہریہ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۲)((اَلْجَرَادُ نَثْرَةُ حُوْتٍ فِي الْبَحْرِ))

ترجمہ: مکڑی تو سمندر میں مچھلی کا چھینک لینا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۲/۲۹۲) میں زیاد بن عبداللہ بن علاثہ سے اس نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جابر اور انس سے روایت کیا ہے کہ ((نبی ﷺ جب مکڑی پر بددعا کرتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ اس کے بڑے اور چھوٹے کو تباہ و برباد کر اس کے انڈوں کو خراب کر دیجئے اور اس کی نسل کو ختم کر دیں اور اس کے مونہہ کو ہماری معیشت اور رزق سے باز رکھ بلاشبہ تو پکار کو سننے والا ہے اور اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! تعجب ہے! آپ کیسے اللہ کے لشکروں میں سے کسی لشکر کے بارے میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کی نسل کشی ہو جائے تو آپ نے حدیث کے الفاظ پڑھ کر فرمائے))۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے موسیٰ بن محمد راوی تیمی مدنی منکر الحدیث ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی نے اس کی منکر احادیث سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے الموضوعات میں اس موسیٰ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کے بعد وضاحت کی ہے کہ روایت صحیح نہیں ہے موسیٰ (راوی) متروک ہے امام سیوطی نے اللآلی (۲/۲۳۳) میں اس کو ذکر کیا ہے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے صرف یہ کہا ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ اس کو الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے۔

بعد ازاں میں نے ابن قتیبہ کو دیکھا ہے اس نے اس کو غریب الحدیث (۳/۱۱۴) میں ابو خالد واسطی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے ایک شخص سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اسناد بہت کمزور ہے اس لئے کہ ابو خالد راوی عمرو بن خالد ہے جو متروک ہے جب کہ وکیع نے اس کو کذب بیانی کے ساتھ متہم کیا ہے، میں کہتا ہوں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا شمار اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۱۱۳)((اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ)) ترجمہ: ''تہمت کے مقامات سے خود کو بچاؤ''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی نے اس کو الاحیاء (۳/۳۱) میں ذکر کیا ہے حافظ عراقی نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے اصل کو نہیں پایا ہے اور اسی طرح السبکی نے الطبقات (۴/۱۶۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۴) ((مَنْ رَبّٰی صَبِیًّا حَتّٰی یَقُوْلَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَمْ یُحَاسِبْہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ))

ترجمہ: ''جس شخص نے بچے کو پالا پوسا یہاں تک کہ اس نے لا إلـٰہ إلا اللہ کہہ دیا تو اللہ عزوجل اس کا محاسبہ نہیں کریں گے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخرائطی نے اس حدیث کو مکارم الاخلاق (ص ۷۵) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی نے (۲/۱۶۲) میں اور ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد (۲/۱۶۳/۱۰) میں ابوعمیر عبدالکبیر بن محمد بن عبداللہ سے انس کی اولاد سے اس نے سلیمان شاذکونی سے اس نے بتایا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس بتایا اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد موضوع ہے یہ عبدالکبیر راوی اور اس کا استاذ شاذکونی دونوں جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم ہیں جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے ابن عدی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ عبدالکبیر سے اس نے بیان کیا ہے حدیث صحیح نہیں ہے، ابن عدی کا قول ہے شاید اس حدیث میں اصل مصیبت ابوعمر وراوی ہے اس نے بیان کیا کہ اس حدیث کو ابراہیم بن براء نے شاذکونی سے روایت کیا ہے جب کہ ابراہیم باطل احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۹۱/۹۰/۲) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے وہ عبدالکبیر سے روایت کرتا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس حدیث کو خلعی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد ابوعلی حسن بن علی بن الحسن السریری الاعسم سے اس نے کہا ہے مجھے اشعث بن محمد کلاعی نے بتایا اس نے ذکر کیا ہمیں عیسیٰ بن یونس نے بتایا پھر اس نے بتایا کہ (اشعث) راوی دونوں مقام میں دراصل اشعب ہے اور یہ معمولی سی خطا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ اشعث راوی اس اسناد میں ہی معروف ہے اور اسی وجہ سے اس کو میزان الاعتدال میں وارد کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا ہے کہ اس نے موضوع حدیث کو ذکر کیا ہے اس حدیث کی جانب اشارہ ہے، مزید برآں حافظ ابن حجر نے اس کو لسان المیزان میں برقرار رکھا ہے جب کہ ابراہیم بن براء کے حالات میں المیزان میں ہے کہ عقیلی نے بتایا

ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے باطل احادیث بیان کرتا تھا جب کہ ابن حبان نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث بیان کرتا تھا، بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ یہ راوی تو وہ شخص ہے جس نے شاذ کونی سے اس نے دراوردی سے اسی طرح اس نے ہشام سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ پہلا شخص نہیں ہے جب کہ شاذ کونی راوی تو ہلاکت کے ساتھ ہم کنار ہے البتہ ابن حبان نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: بلا شبہ ان حفاظ ابن حبان' ابن عدی' ذہبی اور عسقلانی نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ اس حدیث کے بطلان پر دلیل قائم کی ہے کہ جن رواۃ نے ضعیف رواۃ سے روایت کی ہے وہ سبھی ضعیف اور مجہول راوی ہیں اس کے برعکس ہے جو سیوطی نے طرز عمل اختیار کیا ہے اس نے حدیث کی تقویت کا ارادہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک دوسری طریق سے مروی ہے جس میں اشعث راوی ہے جس کے بارے میں ذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے باعث متہم ہے پس آپ اس فرق پر غور کریں جو اس شخص کے درمیان ہے جو تنقید کرتا ہے اور جو جمع کرتا ہے مزید برآں امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں طبرانی اور ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی نے اس کا تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے ذہبی اور عسقلانی سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔

(١١٥) ((أَذِيبُوا طَعَامَكُمْ بِذِكْرِ اللهِ وَالصَّلَاةِ وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ فَتَقْسُوا قُلُوبُكُمْ))

ترجمہ: اپنے کھانے کو اللہ کے ذکر اور نماز کے ساتھ پگھلاؤ اور اس پر نیند نہ کرو کہ تمہارے دل سخت ہو جائے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن نصر نے اس حدیث کو قیام اللیل (ص ١٩، ٢٠) میں ذکر کیا ہے اور عقیلی نے الضعفاء (ص ٥٧) میں اور ابن عدی نے الکامل (٢/٤٠) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصبہان (١/٩٦) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ١٥٦ رقم ٤٨٢) میں بزیع ابی الخلیل کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے بتایا وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: یہ روایت موضوع ہے، عقیلی کا قول ہے کہ بزیع راوی کی متابعت نہیں ہے جب کہ ابن عدی نے اس کے بعد دوسری احادیث کو ذکر کیا ہے کہ یہ سب احادیث منکر ہیں ان میں سے کسی کی متابعت نہیں ہے جب کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کو متہم قرار دیا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ثقہ رواۃ سے موضوعات کو بیان کرتا ہے گویا کہ ان کو عمداً پیش کر رہا ہے اس نے

ہشام سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا مزید اللسان میں ہے برقانی نے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) سے ذکر کیا ہے کہ یہ راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے ہشام سے عجائبات کو ذکر کیا ہے اس نے انہیں باطل قرار دیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس کی ہر چیز باطل ہے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے کہ وہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے جبکہ ان کو ثقہ رواۃ سے ذکر کرتا ہے، ابن الجوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے ابن عدی کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے نیز اس کی روایت سے (۲/۱۳۷) میں ہے اصرم بن حوشب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن ابراہیم شیبانی نے بتایا اس نے اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کہ بزیع (راوی) متروک ہے اور اصرم (راوی) کذاب ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ بزیع کے نام کے ساتھ معروف ہے شاید اصرم نے اس سے حدیث کو چوری کیا ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲/۲۵۴) میں کیا ہے اس کا قول ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو پہلے طریق کے ساتھ الاوسط میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور ابو نعیم نے الطب میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس میں بزیع (راوی) متفرد ہے جب کہ وہ ضعیف راوی ہے اور ابن السنی نے اس کو دوسرے طریق سے الطب میں ذکر کیا ہے اور عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ تعاقب مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اور عراقی نے درست کہا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے آمین۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جھوٹی حدیث کے ساتھ زیادہ سعادت والے لوگ وہ ہیں جو پیٹ بھرنے والے ہیں اور رقص کرنے والے ہیں جو اپنے پیٹوں کو مختلف قسم کے کھانوں اور مشروبات کے ساتھ بھرتے ہیں بعد ازاں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے ہاتھ کو پکڑتے ہیں ذکر الٰہی کرتے ہیں دائیں بائیں آگے پیچھے جھکاؤ کرتے ہیں خوبصورت اشعار کو عمدہ آوازوں کے ساتھ گنگناتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پیٹوں کی چربی پگھل جاتی ہیں اس کے ساتھ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں، اور کسی کہنے والے شاعر نے درست کہا ہے: ”جب لوگوں کو ہمارے دین کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ گانا وغیرہ ایسا انداز ہے جس کے پیچھے لگایا جاتا ہے اور ہر شخص گدھے کے

مانند کھائے اور اجتماع میں رقص کرے یہاں تک کہ وہ مستی میں زمین پر گر پڑے۔

اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کی محبت میں سرمست ہیں جبکہ لوگوں کو تو صرف شراب کے پیالے سرمست کرتے ہیں اسی طرح اگر چار پائے سیر ہو جائیں تو ان کو کھانے کی فراوانی اور سیرابی ڈانس پر آمادہ کرتی ہے، ہائے رے تعجب! انسانی عقلوں پر، کیا تم میں کوئی نہیں جو بدعات کا انکار کرنے والا ہے؟ ہماری مساجد کو نغموں کیساتھ ذلیل کیا جا رہا ہے جبکہ اس قسم نغمات سے گرجوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے"))۔

(۱۱۶) ((تَعَشُّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ، فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ))

ترجمہ: رات کو کھانا تناول کرو اگر چہ ردی کھجور ہتھیلی کے برابر میسر آئے اس لئے کہ رات کو کھانا تناول نہ کرنا بڑھاپے کو نمایاں کرتا ہے۔

تحقیق: حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو (۱۰۰/۳) اور قضاعی نے (۱/۶۳) میں عنبسہ بن عبدالرحمان قرشی کے طریق سے اس نے عبدالملک بن علاق سے اس نے انس ﷺ مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے نیز واضح کیا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف عنبسہ کے طریق سے جانتے ہیں جو فن حدیث میں ضعیف ہے اور عبدالملک بن علاق مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس عنبسہ راوی کے بارے میں ابو حاتم نے آگاہ کیا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی میزان میں ہے اور اس نے اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ایک ہے جب کہ ابونعیم نے اس حدیث کو الحلیۃ (۸/ ۲۱۴، ۲۱۵) میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے (۳۹۶/۳) میں عنبسہ بن عبدالرحمٰن کے طریق سے اس نے مسلم سے اسی طرح اس کو انس ﷺ سے روایت کیا ہے اور ابو محمد بن ابی حاتم نے العلل (۱۱/۲) میں ہے ہم پر ابوزرعۃ نے کتاب الاطعمہ کی قرأت کی وہ اس حدیث کی جانب پہنچا اس حدیث کو اسماعیل بن ابان وراق نے عنبسہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا اس نے علاق بن مسلم سے اسی طرح انس بن مالک سے کیا، ابوزرعہ نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے اور اس نے اس کی ہم پر قرأت نہیں کی ہے۔

بعد ازاں میں نے الکامل لابن عدی (۲/۲۳۲) کا مطالعہ کیا کہ اس حدیث کو ایک دوسری صورت میں عبدالرحمٰن بن مسہر بغدادی کے طریق سے اس نے عنبسہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے ابن انس سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع روایت کیا، اور اس نے واضح کیا کہ یہ ابن مسہر راوی جس قدر روایات بیان کرتا ہے اس کی متابعت نہیں ہے اور یہ حدیث شاید اس کی

جانب سے نہیں ہے یہ تو عنبسہ کی جانب سے ہے اس لئے کہ وہ ضعیف ہے جب کہ حدیث موسیٰ کی جانب سے محفوظ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: روایات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عنبسہ راوی اس حدیث کی اسناد میں اضطراب پیدا کر رہا ہے کبھی وہ عبدالملک بن علاق کہتا ہے جب کہ کبھی مسلم کہتا ہے اور اس کی نسبت بیان نہیں کرتا ہے اور کبھی علاق بن مسلم کہتا ہے اور کبھی موسیٰ بن عقبہ سے بیان کرتا ہے وہ ابن انس سے روایت کرتا ہے جب کہ یہ حدیث میں دوسرا ضعف ہے جو پایا جاتا ہے اور اس اسناد میں اضطراب ہے جب کہ علامہ صنعانی نے اس کو الاحادیث الموضوعہ (ص۱۲) میں بیان کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ترمذی کی طریق سے نقل کیا ہے اور اس پر اپنے کلام کو نقل کیا ہے جب کہ اضافہ نہیں کیا ہے پس سیوطی (۲/۲۵۵) نے اس پر اپنے اس قول کے ساتھ تعاقب کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: جابر سے یہ حدیث مروی ہے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن عبداللہ الرقی نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن باباہ مخزومی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن میمون نے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر بن عبداللہ سے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ((تم رات کا کھانا نہ چھوڑو اگرچہ کھجور کی ایک ہتھیلی کے ساتھ ہو اس لئے کہ رات کا کھانا چھوڑنا بڑھاپے کو لاتا ہے)) اور میں نے انس کی حدیث کے ایک اور طریق کو پایا ہے ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی اسناد ابوالہیثم قرشی کے طریق سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس اسناد پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے ذہبی نے المیزان میں ذکر کیا ہے، ابوالہیثم القرشی نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابوالفتح ازدی نے کہا ہے: کہ وہ کذاب ہے اور اسی طرح اللسان میں ہے، جب کہ جابر کی حدیث ابن ماجہ (۲/۳۲۲) میں ذکر کردہ سند کے ساتھ موجود ہے جب کہ اسناد غایت درجہ ضعیف ہے۔

ابراہیم بن عبدالسلام راوی متروک راویوں میں سے ایک ہے جیسا کہ **تھذیب التھذیب** اور **لسان المیزان** میں ہے، ابن عدی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے نیز اس نے ذکر کیا ہے کہ میرے نزدیک وہ حدیث میں چوری کا ارتکاب کرتا تھا جب کہ عبداللہ بن میمون راوی اگرچہ اس سے مقصود القداح راوی ہے تو وہ متروک ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ مجہول ہے پہلی بات کو حافظ ابن

حجر نے التقریب میں راجح قرار دیا ہے اور دوسری بات کو امام مزی ۔نے التہذیب میں ترجیح دی ہے اس نے واضح کیا ہے کہ القداح نے ابن المنکدر کو نہیں پایا ہے اگرچہ ابراہیم بن عبدالسلام اس کی روایت میں صادق راوی ہے۔

(۱۱۷)((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّكْثِرَ اللّٰهُ خَيْرَ بَيْتِهِ فَلْيَتَوَضَّأْ إِذَا حَضَرَ غِذَاؤُهُ وَإِذَا رُفِعَ))

ترجمہ: ''جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں خیر و برکت کا مزید اضافہ کرے تو وہ صبح کا کھانا پیش کیے جانے پر اور اس کے اٹھائے جانے پر وضو کرے'' (مراد کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرے)۔

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۳۲۶۰) میں اور ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النبی ﷺ و آدابہ (ص ۲۳۵) میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے الکامل (ق ۱/۲۵۷) میں اور ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد (ج ۱۰/۱۵۳/۲) میں کئی طرق کیساتھ کثیر بن مسلم سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی نے اس کو کثیر کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس نے اس کے بعد اس کی دوسری احادیث کو انس سے روایت کیا ہے جبکہ یہ روایات عام طور پر انس سے اکثر غیر محفوظ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس کثیر (راوی) کے ضعف پر محدثین نے اتفاق کیا ہے بلکہ امام نسائی نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ امام بوصیری نے الزوائد میں دوسری علت کے باعث معلول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے ذکر کیا ہے کہ جبارہ اور کثیر دونوں راوی ضعیف ہیں، جب کہ اس سے یہ بات رہ گئی ہے کہ جبارہ متفرد نہیں ہے اس کی متابعت موجود ہے جیسا کہ ہم نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس کے کئی طرق ہیں جب کہ ابن ابی حاتم کی العلل (۲۲/۱) میں ہے، ابوزرعہ نے کہا ہے: کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے اس کی قرأت سے روکا ہے لیکن اس کو سنا نہیں گیا اور اس مسئلہ میں مشہور اس کا ضعف ہے حدیث نمبر ۱۶۸ آگے آرہی ہے کہ ((کھانے کی برکت اس سے پہلے وضو کرنا اور اس کے بعد وضو کرنا ہے)) اس کی جانب مراجعت کریں۔

(۱۱۸)((لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ)) ترجمہ: ''مردار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرو''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن وہب نے اس کو اپنی مسند میں زمعہ بن صالح سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ زمعہ راوی پر گفتگو ہے اسی طرح نصب الرایہ (۱۲۲/۱) میں

ہے، میں کہتا ہوں: اور ابن وہب کے طریق سے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس کو شرح معانی الآثار (۱/ ۲۷) میں جابر سے اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا: کہ "ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اچانک آپ کی خدمت میں کچھ لوگ آئے انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ حقیقت ہے کہ ہماری کشتی ٹوٹ چکی ہے اور ہم نے ایک موٹی تازی مردار اونٹنی کو پایا ہے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ کشتی کو تیل لگائیں جب کہ کشتی لکڑی کی ہے اور وہ پانی میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے روک دیا"

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت: یہ زمعہ راوی ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے اور التلخیص (۱/ ۲۹۷) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری علت: ابوالزبیر کا لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کرنا ہے جبکہ وہ مدلس راوی ہے اور ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ شیخ سلیمان محمد بن عبدالوہاب (رحمہ اللہ) کے پوتے کا قول المقنع کے حاشیہ (۱/ ۲۰) میں ہے کہ دارقطنی نے اس حدیث کو عمدہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کا یہ قول درست نہیں ہے، علاوہ ازیں میں بہت زیادہ شک میں ہوں کہ اس حدیث کو دارقطنی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو سنن دارقطنی میں نہیں پایا ہے جب کہ مطلق طور پر نسبت سے مقصود یہی ہوتا ہے اور میں نے شیخ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے اس کو اس کی جانب منسوب کیا ہو۔

اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے جب اس کو التحقیق (1/15) میں ذکر کیا ہے تو اس کی نسبت کسی کی جانب نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے: کہ اس کو ہمارے اصحاب نے جابر کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اگر یہ حدیث دارقطنی میں ہوتی تو حسب عادت اس کی جانب نسبت کرتے البتہ موفق بن قدامہ نے اس کو المغنی (۱/ ۶۷) میں ذکر کیا ہے جو ابوبکر الشافعی کی تالیف ہے اس کی اسناد کے ساتھ ابوالزبیر سے اس نے جابر سے اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص (۱/ ۲۹۷) میں اس کو زمعہ کے طریق کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے، ابوبکر الشافعی نے اس حدیث کو الفوائد میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے شیخ موفق نے اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: آپ کو اس سے معلوم ہو چکا ہے جس کو میں نے موفق سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی ابوالزبیر کے طریق سے ہے اس نے جابر سے روایت کیا ہے اور آپ کو اس کی علت کا علم ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پس اسناد بہر حال ضعیف ہے، جبکہ میں نے ابوبکر الشافعی کی فوائد کی جانب مراجعت کی

ابن غیلان اس سے روایت کرتا ہے جبکہ میں نے اس حدیث کو نہیں پایا ہے البتہ نسخہ میں نقص ہے جو پہلی اور دوسری جز کی کچھ اوراق میں ہے جیسا کہ میں نے اس کی حدیث کی بارے میں دوسرے اجزا کی جانب مراجعت کی ہے تو مجھے اس پر اطلاع نہیں ہو سکی ہے، واللہ اعلم۔

البتہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے کہ ((تم مردار جانور کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو)) جبکہ اس کے اثبات میں علماء کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے البتہ ہمارے نزدیک ترجیح اس کی صحت کو حاصل ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تالیف ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل (رقم ۳۷) میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جب کہ اس کے درمیان اور اس ضعیف حدیث کے درمیان واضح فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس چمڑے اور پٹھے کے ساتھ خاص ہے جس کی دباغت نہیں ہوئی ہے ان دونوں سے فائدہ تب حاصل کیا جا سکتا ہے جب ان دونوں کی دباغت ہو جائے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''جس چمڑے کو رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے'' جب کہ یہ حکم عام ہے بالوں، پشم، ہڈی، سینگ وغیرہ کو شامل ہے جب کہ اس مقام میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ فائدہ حاصل نہ کیا جائے البتہ یہ ضعیف حدیث ہے اور وہ دلیل نہیں ہے جب کہ اصل حکم اباحت (جواز) کا ہے اس سے دوسری جانب جایا جا سکتا ہے جبکہ نقل صحیح ہو لیکن نقل صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ: اس مقام میں اس مضمون کی حدیث ہے: ((اے ایمان دار عورتو! تم لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے کلمات کہتی رہو تم خود کو غفلت میں نہ ڈالو کہ تم کو رحمت سے فراموش کر دیا جائے گا)) بعد ازاں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ایک گواہ کو پایا کہ اس کا حکم مرفوع جیسا ہے تو مجھے اس جانب راہ نمائی حاصل ہوئی کہ اس مقام میں اس کو گواہ کے ساتھ ذکر کرنا نہیں چاہیے جب کہ میں نے اس کا تذکرہ اپنے بعض رسائل میں کیا ہے شائد وہ تعاقب پر رد ہے اور کاش کہ وہ لوگ جو ہمارے ہاں آتے ہیں وہ ہمیں اس طرح کے فائدہ سے آگاہ کریں تا کہ ہم راہ صواب کی جانب لوٹ آئیں اس کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کریں اور ان کی علمی حیثیت کا اعتراف کریں جب کہ معصوم تو صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

(۱۱۹) ((عِنْدَ اِتِّخَاذِ الْاَ غْنِيَاءِ الدَّجَاجَ يَاْذَنُ اللهُ بِهَلاَ كِ الْقُرٰى))

ترجمہ: ''جب مالدار لوگ مرغی کو پالنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے بارے میں حکم دے گا کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۲/۴۸) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۷۶) میں اور اس سے ابن عساکر نے (۱/۲۳۸/۱۲) میں عثمان بن عبدالرحمٰن کے طریق سے "ابن الاعرابی نے الحرانی کا اضافہ کیا ہے" اس نے کہا ہمیں علی بن عروہ نے حدیث سے آگاہ کیا اس نے مقبری سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا: کہ ((رسول اللہ ﷺ نے مال داروں کو حکم دیا کہ وہ بکریوں کی پرورش کریں جب کہ فقراء کو حکم دیا کہ وہ مرغیوں کی پرورش کریں))

علامہ سندھی نے ابن ماجہ کے حواشی میں تحریر کیا ہے اور الزوائد میں اس کی اسناد میں علی بن عروہ ہے جس کو محدثین نے متروک قرار دیا ہے، جب کہ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، مزید عثمان بن عبدالرحمٰن مجہول ہے جب کہ اس کے متن کو ابن جوزی نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی کا قول المیزان میں ہے کہ صالح جزرہ وغیرہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: الزوائد میں بوصیری کا قول ہے کہ عثمان بن عبدالرحمٰن مجہول ہے یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ راوی تو معروف ہے اور یہ راوی حرانی ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اپنی روایت میں اس کی وضاحت کی ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں اس کے حالات میں اس کو سچا قرار دیا ہے لیکن اس کی اکثر روایات ضعیف اور مجہول رواۃ سے ہیں اس وجہ سے وہ ضعیف ہے یہاں تک کہ ابن نمیر نے اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا ہے جبکہ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ علی بن عروہ ابن جریج سے وہ عطا سے وہ ابن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے البتہ عند اتخاذ...... کا لفظ نہیں ہے پھر اس کو عقیلی کے طریق سے اسناد کے ساتھ غیاث بن ابراہیم کی جانب منسوب کیا ہے اس نے طلحہ بن عمرو سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے۔

بعد ازاں اس نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے کہ علی بن عروہ اور غیاث دونوں فن حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں، علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲/۲۲۷) میں کیا ہے اس نے کہا ہے کہ اس کا ایک اور طریق ہے، بعد ازاں اس نے ابن ماجہ کے طریق کو ذکر کیا ہے جس میں علی بن عروہ وضاع ہے اور اسی لئے ابن عراق نے (۱/۳۲۵) میں اس تعاقب کے ضعیف ہونے کی وضاحت کی ہے جب کہ حدیث عقیلی کی الضعفاء (۳۵۱) میں ابن عدی کی روایت کی مانند ہے اور اس

نے بیان کیا ہے کہ غیاث راوی کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور وہ ثقہ نہیں ہے نہ امانت دار ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے محدثین نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ اس کی متابعت ان لوگوں نے بھی کی ہے جو اس سے کم یا اس کے برابر ہیں۔

(۱۴۰) ((يَا حُمَيْرَاءُ مَنْ أَعْطَى نَارًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَا نَضِجَتْ تِلْكَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطَى مِلْحًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَا طَيَّبَ ذٰلِكَ الْمِلْحُ، وَمَنْ سَقَى مُسْلِماً شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً، وَمَنْ سَقَى مُسْلِماً شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ، فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهَا))

ترجمہ: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا جس شخص نے کسی کو آگ کا عطیہ دیا گویا کہ اس نے ان سبھی چیزوں کا صدقہ کیا جن کو آگ نے پکایا اور جس شخص نے نمک دیا تو اس نے ان سب چیزوں کا صدقہ کیا جن کو نمک نے عمدہ بنایا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی پایا جاتا ہے تو گویا کہ اس نے گردن کو آزاد کیا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی موجود نہیں تو گویا کہ اس نے اس کو زندگی عطا کی ،،

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۹۲/۲) میں علی بن غراب کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے زہیر بن مرزوق سے اس نے علی بن زید بن جدعان سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جس کو روک لینا جائز نہیں آپ نے فرمایا پانی' نمک' آگ ہیں اس نے بتایا: کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پانی کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہے لیکن نمک اور آگ کی افادیت کیا ہے آپ نے فرمایا اے حمیراء (آخر تک)''

اس کی اسناد ضعیف ہے، علی بن غراب مدلس ہے جب کہ اس نے لفظ عَنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زہیر بن مرزوق کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں، جب کہ امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث اور مجہول قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ابن زہیر کے طریق سے روایت کیا ہے جیسا کہ

مجمع الزوائد (۱۳۳/۴) میں ہے نیز ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں دوسرے طریق سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کی آفت احمد بن محمد بن علی بن الحسین بن شفیق راوی ہے جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۵۸/۲) میں ابن ماجہ کے طریق سے اس کا تعاقب کیا ہے جب کہ اس میں یہ احمد (راوی) نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کا ایک تیسرا طریق معلوم کیا ہے جس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۴/۲) میں عبید بن واقد کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عرضی بن زیاد السدوسی سے اس نے عبد قیس کے شیخ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد بھی ضعیف ہے، عبید ضعیف ہے اور عرضی بن زیاد کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے ہیں جب کہ اس کا استاذ مجہول ہے اس کا نام معلوم نہیں۔

(۱۲۱) ((قَلَّ مَا يُوْجَدُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دِرْهَمٌ مِّنْ حَلَالٍ، أَوْ أَخٌ يُوْثَقُ بِهِ))

ترجمہ: ''آخری زمانے میں کم ہی حلال درہم دستیاب ہوگا یا ایسا بھائی جس پر اعتماد کیا جا سکے،،

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف یا موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو (۹۴/۴) میں محمد بن سعید الحرانی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو فروہ رہاوی نے خبر دی اس نے کہا ہمیں میرے والد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں محمد بن یعقوب الرقی نے خبر دی اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے محمد بن سعید الحرانی کے بارے میں امام نسائی نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں وہ کون ہے جب کہ ابو فروہ رہاوی کا نام یزید بن محمد بن یزید بن سنان بن یزید ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس کے حالات (۲۸۸/۲/۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں جرح، تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے والد محمد بن یزید کے بارے میں ابن ابی حاتم نے بتایا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ کوئی مضبوط شخص نہ تھا اس میں تو اس کے والد سے بھی زیادہ غفلت پائی جاتی تھے باوجود اس کے کہ وہ صالح شخص تھا اس کا شمار ان لوگوں سے نہ تھا جو ٹاٹ کی مانند جمے رہتے تھے راست باز تھے۔

مزید برآں ان کی زندگی کا محور پردہ ڈالنا تھا وہ اس صلاحیت سے موصوف تھے جب کہ نفیلی اس کو پسند سمجھتا تھا اور امام بخاری کا قول ہے کہ وہ اپنے باپ سے منکر روایات کو بیان کرتا تھا، امام نسائی کا

قول ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے جب کہ محمد بن ایوب الرقی کے بارے میں ابن ابی حاتم نے (۱۹۷/۲/۴) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ضعیف حدیث کے ساتھ موصوف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی نے اس کے ساتھ اس کے حالات کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی دوسرا شخص ہے جو مالک سے باطل حدیث لاتا ہے اور اس سے زہیر بن عباد ذکر کرتا ہے بعد ازاں پانچ افراد کے تراجم کے بعد اس کے حالات کا اعادہ کیا ہے تو اس نے کہا محمد بن ایوب مالک بن انس سے بیان کرتا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا، بعد ازاں ابن حبان نے اس کی باطل حدیث کو جو ادریس کی فضیلت میں ہے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس ترجمہ کے بعد لسان المیزان میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی نے میمون بن مہران سے اور اس سے محمد بن یزید بن سنان نے روایت کیا امام ابو حاتم نے اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے جب کہ نباتی[1] نے اس کے درمیان اور اس شخص کے درمیان فرق کیا ہے جو مالک سے روایت کرتا ہے اور جو حقیقت بظاہر مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہیں۔

(۱۲۲) ((نَهٰى عَنِ الْغِنَاءِ، وَالْاِسْتِمَاعِ إِلَى الْغِنَاءِ، وَنَهٰى عَنِ الْغِيْبَةِ، وَعَنِ الْاِسْتِمَاعِ إِلَى الْغِيْبَةِ، وَعَنِ النَّمِيْمَةِ وَعَنِ الْاِسْتِمَاعِ إِلَى النَّمِيْمَةِ))

ترجمہ: ''گانے اور گانے کے سننے سے منع کیا ہے اور غیبت کرنے اور غیبت سننے سے روک دیا ہے اور چغلی کرنے اور اس کے سننے سے روک دیا ہے۔،،

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، خطیب نے اس کو اپنی تاریخ (۲۲۶/۸) میں اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں الگ الگ ذکر کیا ہے جیسا کہ المجمع (۹۱/۸) میں ہے اور ابو نعیم نے (۹۴/۴) میں لیکن گانے کا ذکر نہیں ہے یہ سبھی فرات بن السائب کے طریق سے اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس فرات راوی کے بارے میں نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے، امام احمد نے کہا ہے: کہ وہ محمد بن طحان کے قریب ہے جس کے ساتھ اس کو بھی متہم کیا جاتا ہے۔

[1] وہ احمد بن محمد بن مفرج اشبیلی وہ ابن رومی سے معروف ہے وہ فن حدیث اور فن رجال میں امام بارع ہے اس کی کتاب الحافل ضخیم ہے اور یہ ابن عدی کی الکامل کے ذیل میں ہے اس نے ۶۳۷ھ کو وفات پائی

میں کہتا ہوں: یہ طحان راوی ابن زیاد بکری ہے احمد اور اس کے سوا نے اس کو کذاب کہا ہے اس سے مروی کچھ احادیث (حدیث نمبر ۱۶-۱۹) پہلے گذر چکی ہے آپ وہاں ملاحظہ کریں اور اس پر یہ فرات راوی امام احمد کے نزدیک متہم ہے جب کہ عراقی نے اس حدیث کو تخریج الاحیاء (۱۲۷/۳) میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو ضعیف کہا ہے، علامہ ہیثمی نے بتایا ہے کہ اس کی اسناد میں فرات بن سائب متروک ہے،

جب کہ چغلی اور غیبت کی حرمت کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں جو اس ضعیف حدیث سے بے پرواہی کی جانب لے جاتی ہیں آپ اگر چاہتے ہیں تو الترغیب (۲۹۶/۳، ۳۰۳) کا مطالعہ کریں جب کہ ہر قسم کا گانا حرام نہیں ہے بلکہ وہ گانا حرام ہے جس میں رخسار اور شراب اور پہلو کا ذکر ہو اس قسم کا گانا قطعاً حرام ہے اور جو ان سے خالی ہوں ان میں اکثر مکروہ ہیں البتہ گانے وغیرہ کے آلات تو بہر حال حرام ہیں، ارشاد نبوی ہے: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شرم گاہ، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے'' اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، جب کہ ابو داؤد (۱۷۴/۲) نے اس کو صحیح اسناد[1] کے ساتھ موصول ذکر کیا ہے۔

(۱۲۳) ((إِنَّ اللهَ يَسْأَلُ عَنْ صُحْبَةِ سَاعَةٍ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے بارے میں بھی دریافت کرے گا''

تحقیق: یہ حدیث اسی طرح زبان پر مشہور ہے جب کہ میں اس کو اس لفظ کے ساتھ معلوم نہیں کرتا ہوں جب کہ وہ اس حدیث کے مفہوم میں ہے جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(۱۲۴) ((مَا مِنْ صَاحِبٍ يَصْحَبُ صَاحِباً وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ إِلَّا سُئِلَ عَنْ صُحْبَتِهِ هَلْ أَقَامَ فِيهَا حَقَّ اللهِ أَمْ أَضَاعَهُ؟))

ترجمہ: ''جو شخص بھی کسی دوسرے شخص کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اگرچہ دن میں ایک ساعت ہو تو لازماً اس سے اس کی رفاقت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، کہ کیا اس نے اس میں اللہ کے حق کو ادا کیا یا اس کو ضائع کیا؟''

[1] امام ابن حزم نے اس کو بغیر دلیل کے ضعیف کہا ہے اس پر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو شائع کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں میں نے اس حدیث کو بیان کیا اور ابن حزم کے ضعیف کہنے پر کلام کی ہے اور اس کی صحت کو سلسلة الاحادیث الصحیحة حدیث نمبر ۹۰ میں بیان کیا ہے پس جو شخص چاہے اس کی طرف رجوع کرے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۲/۱۵۴) میں اس کی نسبت یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے الفاظ یہ ہیں: کہ "نبی ﷺ ایک جنگل میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو مسواکیں حاصل کیں ایک مسواک ٹیڑھی تھی جب کہ دوسری سیدھی تھی آپ نے درست مسواک اپنے ساتھی کو عطا کی اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! درست مسواک کے تو آپ مجھ سے زیادہ حقدار تھے تو آپ نے فرمایا:"

پھر اس حدیث کو ذکر کیا، حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ مجھے اس کے اصل کا علم نہیں ہے اسی طرح امام سبکی نے الطبقات (۴/۱۵۶) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مجھے اس کا اصل معلوم ہوا ہے البتہ وہ بناوٹی ہے اس لئے کہ وہ روایت احمد بن محمد بن عمر بن یونس الیمامی سے ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں (۱/۱/۷۱) ذکر کیا ہے، میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا وہ ہمارے پاس آیا اور وہ جھوٹا انسان تھا اور میں نے اس سے تحریر کیا ہے، جب کہ میں اس سے بیان نہیں کرتا ہوں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں المیزان سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس نے عمر بن یونس سے یعنی اپنے دادا سے اس نے اپنے باپ سے سنا جو حمزہ بن عبداللہ بن ر ہے اس نے اپنے باپ سے بیان کیا: کہ "رسول اللہ ﷺ ایک جنگل میں داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو مسواکیں حاصل کیں ایک ان میں سے سیدھی تھی" اس نے اس حدیث کو مکمل ذکر کیا ہے البتہ اس نے کہا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی رفیق کے ساتھ اگر چہ ایک ساعت رفاقت کرتا ہے تو اس سے اس کی مصاحبت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔

(۱۲۵) «سُوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ، وَسُوْءُ الظَّنِّ خَطِيْئَةٌ تَفُوْحُ»

ترجمہ: "بداخلاقی ایسا گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا اور بدظنی ایسی غلطی ہے جو مہکتی رہتی ہے"

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے، جبکہ اس حدیث کو امام غزالی (رحمہ اللہ) نے (۳/۴۵) میں ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت جزم کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے جب کہ ہوسکتا ہے کہ جدید انداز سے اس پر اس حدیث کا باطل ہونا مخفی ہو پس مجھے معلوم نہیں کہ کس طرح اس پر فقہی انداز سے اس

حدیث کا باطل ہونا مخفی رہا ہو جبکہ حدیث مکمل طور پر ارشاد ربانی کے معارض ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''بلاشبہ اللہ معاف نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے البتہ شرک کے سوا کو اللہ معاف کر دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے''

اور شاید اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو احادیث کے روایت کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں اور احادیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کرتے ہیں وہ اس کی صحت کو محدثین کے طریق پر نہیں جانچتے ہیں اللہ پاک محدثین کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین جب کہ اس حدیث کو امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات (۱۶۲/۴) میں ان احادیث کی فصل میں ذکر کیا ہے جن کی اسناد کو معلوم نہیں کیا ہے جو کہ احیاء العلوم میں ہیں البتہ حافظ عراقی نے اس استشہاد کے لئے اس حدیث کی تخریج کی ہے جس کا آنے والی حدیث میں ذکر ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۶) ((مَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا لَهٗ تَوْبَةٌ، اِلَّا صَاحِبَ سُوْءِ الْخُلُقِ، فَاِنَّهٗ لَا يَتُوْبُ مِنْ ذَنْبٍ اِلَّا عَادَ فِيْ شَرٍّ مِّنْهُ))

ترجمہ: ''کوئی گناہ نہیں ہے مگر اس کی توبہ ہے البتہ بداخلاق شخص وہ کسی گناہ سے تائب نہیں ہوتا مگر اس سے برے گناہ میں لوٹ آتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص ۱۱۴) میں ذکر کیا ہے عمرو بن جمیع کے طریق سے اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم التیمی سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید انصاری سے عمرو کے سوا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ ہی مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث موضوع ہے جب کہ اس عمرو راوی کے بارے میں نقاش نے وضاحت کی ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث موضوع ہیں جب کہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور ابن عدی کا قول ہے کہ وہ حدیث وضع کرنے میں متہم ہے جب کہ آپ اس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول تخریج الاحیاء (۴۵/۳) میں اس کے بعد ہے کہ اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے مزید برآں اس کی اسناد ضعیف ہے جب کہ موضوع روایت ضعیف کی اقسام سے ہے جیسا کہ یہ

حقیقت اصطلاح میں ثابت ہے حافظ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۲۵/۸) میں ذکر کیا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں عمرو بن جمیع راوی کذاب ہے۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع میں ابوالفتح صابونی کی روایت کے ساتھ الاربعین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے جب کہ اس پر دو انداز سے اعتراض ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کو اس کتاب میں روایت کرنا سیوطی کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو ایک جھوٹے آدمی اکیلے نے بیان کیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف صابونی کی طرف منسوب کرنا اس سے وہم لازم آتا ہے کہ باقی مشہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث موجود نہیں ہے، پھر اس حدیث کو عراقی نے بھی روایت کیا ہے یہ شاہد ہے اس حدیث کی جو اس سے پہلے ہے اور وہ حدیث دو امور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، اول یہ کہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ بداخلاقی ایسا گناہ ہے جو قابل عفو نہیں ہے، دوم یہ کہ اس میں ذکر نہیں ہے کہ بدظنی ایسی غلطی ہے جس سے غلطی کی مہک آتی ہے اس نے پہلی حدیث کو مکمل کیا ہے۔

(۱۲۷) ((صَلَاةٌ بِعَمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَيَشْهَدُوْنَ الْجُمُعَةَ مُعْتَمِّيْنَ وَلَا يَزَالُوْنَ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ))

ترجمہ: ”پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے جب کہ جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر جمعہ کے برابر ہے یہ حقیقت ہے کہ فرشتے جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر شریک ہوتے ہیں اور ہمیشہ پگڑی والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن النجار نے اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن مہدی مروزی تک پہنچایا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہمیں ابو بشر بن سیار الرقی نے بیان کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عباس بن کثیر الرقی نے بیان کیا اس نے یزید بن حبیب سے اس نے کہا ہے کہ مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ”میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے ہاں گیا جب کہ وہ پگڑی باندھ رہا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا اے ابو ایوب! کیا میں تجھے ایسی حدیث سے آگاہ نہ کروں جس کو تو محبوب باور کرے گا اور اس کو نقل کرے گا میں نے عرض کیا ضرور! اس نے بتایا: میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا جب کہ وہ سر پر پگڑی باندھ رہا تھا اس

نے کہا اے میرے بیٹے! میں پگڑی باندھنے کو پسند کرتا ہوں اے میرے بیٹے! آپ بھی پگڑی باندھیں اس سے جلال رونما ہوتا ہے، مزید برآں عزت وتوقیر کا عمل ہے اور جب بھی شیطان تجھے دیکھے گا وہ بھاگ جائیگا" بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا:" پھر اس نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۲۴۴/۳) میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا الغرباء میں ذکر نہیں دیکھا ہے جو ابن یونس کی ہے بلکہ اس کی ذیل میں بھی تذکرہ نہیں پایا ہے جو ابن الطحان کی ہے جب کہ ابو بشر بن سیار کو ابو احمد الحاکم نے الکنیٰ میں ذکر نہیں کیا ہے جب کہ میں نے محمد بن مہدی المروزی کو معلوم نہیں کیا ہے اور مہدی بن میمون کو بھی اس حدیث کیلئے جس کو سالم سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس سے مقصود بصری راوی نہیں ہے جس کی روایات بخاری، مسلم میں ہیں جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس آفت کا ورود کہاں سے ہے۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (ص ۱۱۰) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور ابن عراق (۲/۱۵۹) اس کے پیچھے چلا ہے، بعدازاں علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عساکر نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں عیسیٰ بن یونس کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ دیلمی نے سفیان بن زیاد مخرمی سے ان دونوں نے عباس بن کثیر سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) اس سے غافل ہوئے اور اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ابن عساکر کی روایت سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں جب کہ امام مناوی نے اپنی شرح میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور سخاوی نے اس کو نقل کیا اور اس کو پسند قرار دیا، میں کہتا ہوں: اگر مناوی نے اس کا تعاقب کیا ہے اس پر جس کو سیوطی نے الذیل میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے کہ جب امام سخاوی (رحمہ اللہ) کا کلام جس کی جانب المقاصد (ص ۱۴۴) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جب کہ ملا علی قاری نے اپنی موضوعات (ص ۵۱) میں منوفی (اس سے مقصود ابو الحسن علی بن محمد مصری شاذلی (م ۹۳۹ھ) ہے جو فقہاء مالکیہ میں سے ہیں) سے اس کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، بعدازاں ملا علی قاری نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے التزام کیا ہے کہ اس نے اس میں موضوع حدیث کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ عجلونی نے اس کا مثل النجم میں نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ تعاقب غلط ہے اس کا بیان کرنا ہی اس کا زیادہ رد کرنے سے کفایت کرتا ہے جب کہ ان کے پاس اس کا علم پہنچا ہے کہ انہوں نے امام سیوطی کے علم کے بارے میں حسن ظن کیا ہے جب کہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ الجامع الصغیر میں ہے مقصود موضوع احادیث ہیں جن کے بارے میں اس نے الجامع کے سوا میں بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ احادیث موضوع ہیں جیسا کہ یہ اور دیگر احادیث ہیں تو آپ ایسے شخص ہوں جو حق کو رواۃ کے ساتھ نہیں پہچانتے بلکہ حق کو زیادہ پہچاننے والے وہ ہیں جو رواۃ کو پہچانتے ہیں جو کچھ گزر چکا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس میں کسی کام کی فضیلت کو مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جب کہ عقل سلیم اس کی گواہی دینے پر آمادہ نہیں ہو پاتی اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی تضعیف ہوتی جبکہ اس کی اسناد میں متہم شخص نہیں ہے پس جب آپ نے اس کی حقیقت کو معلوم کر لیا ہے تو آپ کیلئے ممکن ہے کہ آپ اس حدیث کے حکم سے آگاہ ہوں گے جو اس کے بعد ہے یہ زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۸) ((رَكْعَتَانِ بِعَمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِلاَ عِمَامَةٍ))

ترجمہ: ''پگڑی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرنا ستر رکعات سے بہتر ہے جو بلا پگڑی کے ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو دیلمی کی روایت کے ساتھ جو مسند الفردوس میں ہے الجامع الصغیر میں جابر سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے لئے لائق تھا کہ اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ میں شامل کرتے جیسا کہ اس حدیث کے ساتھ طرز عمل اختیار کیا گیا ہے جو اس سے پہلے ہے اس لئے کہ وہ حدیث پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنے کی فضیلت میں زیادہ مبالغہ آرائی ہے تو اس پر موضوع ہونے کا فیصلہ کرنا زیادہ بہتر ہے آپ غور سے سمجھیں۔

جب کہ امام مناوی شرح الجامع میں تحریر کرتے ہیں کہ جابر سے اس حدیث کو بھی ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور اس کے طریق سے اس کو دیلمی نے اس سے لیا ہے اگر وہ اس کو اصل کی جانب نسبت کرتے تو زیادہ بہتر تھا مزید برآں اس میں طارق بن عبدالرحمٰن کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اس نے محمد بن عجلان سے ذکر کیا ہے بخاری نے اس کو الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کو کمزور حافظہ والا کہا ہے اسی لئے سخاوی نے کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن عجلان راوی ثقہ ہے اور اس کی احادیث حسن ہیں اس جیسے شخص کی حدیث کو معلول قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ طارق بن عبدالرحمٰن دو الگ الگ راوی ہیں ایک البجلی الکوفی ہے جو سعید بن مسیب کے مثل سے بیان کرتا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے اور بخاری، مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ دوسرا قرشی حجازی ہے وہ علاء بن عبدالرحمٰن اور اس کے مثل سے روایت کرتا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ تو پہچانا نہیں جاتا ہے نسائی کا قول ہے: کہ وہ قوی نہیں ہے پس ظاہر ہی مقصود ہے اور پہلا مراد نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کے طبقہ میں ہے جب کہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے۔

پس شاید یہی حدیث کی علت ہے وگرنہ وہ راوی جو اس سے نیچے ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں حدیث کی اسناد پر اطلاع نہیں پا سکا ہوں تا کہ میں اس پر غور و فکر کرتا جب کہ امام مناوی نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ابونعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو البغیة فی ترتیب احادیث الحلیة میں نہیں پایا ہے یہ کتاب شیخ محمد بن صدیق الغماری کی ہے، فاللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے حافظ ابن رجب (رحمہ اللہ) کی تحریر میں ملاحظہ کیا جو ترمذی کی شرح (۲/۸۳) میں ہے، اصل عبارت ملاحظہ کریں کہ امام احمد بن حنبل سے شیخ نعیبی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو محمد بن نعیم کے ساتھ معروف ہے اس سے کہا گیا کہ اس نے سہیل سے کچھ بیان کیا ہے اس نے اپنے والد سے بیان کیا اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے کہ "پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے ستر نمازوں سے افضل ہے" انہوں نے کہا یہ کذاب ہے باطل ہے۔

(۱۲۹) ((اَلصَّلَاةُ فِي الْعَمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشَرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ))

ترجمہ: "پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۱۱۱) میں دیلمی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابان راوی تک وہ انس سے مرفوع روایت کرتا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ابان راوی متہم ہے جبکہ ابن عراق تنزیہ الشریعة (۲/۲۵۷) میں اس کے پیچھے چلا ہے، میں کہتا ہوں: اور حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد (ص ۱۲۴) میں اپنے استاذ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی متابعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام منوفی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری کی الموضوعات (ص ۵۹) میں ہے، میرے نزدیک اس حدیث

کے باطل ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اسی طرح اس سے پہلے جو حدیث ذکر ہوئی ہے۔

ظاہر ہے کہ شارح علیہ السلام جو حکمت کے ساتھ موصوف ہیں وہ سبھی معاملات کو درست ترازو کے ساتھ وزن کرتے ہیں پس یہ حقیقت ہرگز غیر معقول نہیں ہے کہ پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے والے شخص کو جماعت کی نماز کے اجر کے برابر کیا جائے بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ فرق ہے پگڑی سر پر باندھنے کے حکم میں اور باجماعت نماز ادا کرنے میں ظاہر ہے کہ سر پر پگڑی کو پہننا ایسا عمل ہے جس کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ راجح یہ ہے کہ اس کا شمار عادات کی سنن سے ہے عبادات کی سنن سے نہیں ہے۔

البتہ نماز باجماعت ادا کرنا کم از کم اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے جب کہ بعض نے اس کو رکن قرار دیا ہے اس کے بغیر نماز کی ادائیگی صحیح نہیں ہے درست بات یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کے چھوڑنے پر نماز صحیح ہو جاتی ہے البتہ سخت قسم کا گناہ ہے پس اس شخص کے لئے کیسے لائق ہے جو حکیم ہے علم سے آشنا ہے کہ اس کے ثواب کو پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے کے برابر قرار دے بلکہ بغیر پگڑی کے نماز ادا کرنا کئی درجات کم ہے۔

اور شاید کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس معنیٰ کا ملاحظہ کیا ہے جب اس نے حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے جب کہ اس قسم کی احادیث سیئہ کے آثار اور اس کی غلط توجیہات کے باعث ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں جب وہ نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اپنے سر پر پگڑی باندھتے ہیں یا رومال باندھتے ہیں تاکہ ان کو ان کے خیال کے مطابق اس طرح کا ثواب حاصل ہو جس کا ذکر ہوا ہے حالانکہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا ہے جس کے باعث ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہو۔

جب کہ عجائبات سے ہے کہ آپ ان میں سے کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں جو داڑھی کے منڈوانے کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان میں ان کے تساہل کے سبب کون سا نقص آدھمکا ہے جب کہ انہیں اس تساہل کا خیال تک نہیں آتا ہے البتہ پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا یہ ایسا عمل ہے جو ان کے ہاں معمولی نہیں ہے۔

جب کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب ایک ایسا شخص جس کے چہرے پر داڑھی ہے آگے ہو کر نماز کی امامت کراتا ہے تو اس کو اس وقت تک پسند نہیں کرتے جب تک کہ وہ پگڑی سر پر نہیں باندھتا ہے اور جب پگڑی والا شخص امامت کراتا ہے اگرچہ وہ گناہ گار کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس نے داڑھی کو منڈوا رکھا ہے تو ان کو اس سے گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس امام کو متہم باور کرتے ہیں گویا کہ انہوں نے اللہ پاک کی شریعت کو الٹا کر دیا جب انہوں نے حرام کردہ چیز کو مباح گردانا بلکہ واجب باور کیا، یا اس کو جو

کے قریب کر دیا۔

جب کہ پگڑی سر پر باندھنے کو اگر فضیلت حاصل ہے تو اس سے مقصود وہ پگڑی ہے جس کے باعث مسلمان شخص اپنے معمولات میں زینت اختیار کرتا ہے اور پگڑی زیب تن کرنے کے باعث وہ دیگر رفقاء سے متمیز ہوتا ہے جب کہ اس سے مقصود وہ پگڑی نہیں جس کو عاریۃً حاصل کیا گیا ہے تا کہ اس کو پہن کر چند لمحات میں نماز کی ادائیگی کر سکے تو وہ ابھی فارغ ہونے کے قریب نہیں ہوتا ہے کہ نہایت تیزی کے ساتھ اس کو سر سے اتار کر اپنی جیب کے حوالہ کر دیتا ہے۔

جبکہ مسلمان شخص نماز کی ادائیگی کے علاوہ بھی پگڑی کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لئے کہ پگڑی کی ضرورت بہت زیادہ ہے اس لئے کہ پگڑی تو مسلمان کا شعار ہے جو اس کو کافر سے الگ کرتی ہے بالخصوص اس دور میں جس میں ایمان دار کی بود و باش رہن سہن کافر کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہے یہاں تک مشکل ہو چکا ہے کہ مسلمان سلام کہنے کو عام کرے اس شخص کو جس کو وہ پہچانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا ہے

آپ غور فرمائیں کہ شیطان نے کس طرح ان کو اس پگڑی سے محروم کر دیا ہے جو افادیت کی حامل ہے اس پگڑی کی جانب جس کو ایجاد کیا گیا ہے اور ان کے لئے آراستہ کر دیا ہے کہ یہی صورت کافی ہے اسی طرح داڑھی کے چھوڑنے سے روک دیا ہے جو مسلمان کو کافر سے متمیز کرتی ہے جب کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو''

یہ اس شخص کی مثال نہیں ہے جو نماز کے وقت عاریۃً پگڑی باندھتا ہے مگر اس شخص جیسی ہے جو عاریۃً داڑھی زیب تن کرتا ہے جب نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور اگر ہم ان داڑھیوں کا مشاہدہ نہیں کرتے ہیں جو ہمارے ملک میں عاریۃً ہیں تو میرے خیال میں کچھ بعید نہیں کہ ایک دن ان کا مشاہدہ ضرور کروں گا اس لئے مسلمان کثرت کیساتھ یورپین لوگوں کی تقلید کر رہے ہیں چنانچہ میں نے جریدۃ العلم (شمارہ نمبر ۴۲۸۵) ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۶۳ھ میں اس کی وضاحت کی ہے، لندن میں جب گرمی کا حملہ شدت اختیار کر جاتا ہے تو مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوتا ہے اس مجلس میں شوریٰ کا رئیس ان کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی مستعار داڑھیوں کو اتار دیں یہ مقام عبرت ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۱۳۰) ((إِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ حِسَانَ الْوُجُوهِ سُودَ الْحَدَقِ))

ترجمہ: ''یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلاء نہیں کرے گا جن کے چہرے خوبصورت ہیں ان کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہیں ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دیلمی (رحمہ اللہ) نے اس کو ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابن جبیر بن منصور نے اس نے جعفر بن محمد الحسین الابہری سے اور علی بن احمد الحروری سے اس نے جعفر بن احمد دقاق سے اس نے عبد الملک بن محمد الرقاشی سے اس نے عمرو بن مرزوق سے اس نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۱/۱۱۳-۱۱۴) میں اس کے کلام کے قریب اس حدیث پر بیان کیا ہے جو اس کے بعد آ رہی ہے گویا کہ اس کو بطور گواہ کے چلایا ہے اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے تو میں نے محسوس کیا کہ میں اس کے بارے میں کلام کروں اور اس کی علت کو واضح کروں بالخصوص جبکہ مجھ سے اس کا تقاضا اس شخص نے کیا جو میرے بہت زیادہ قریب تھا

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت الرقاشی راوی ہے اور وہ جو اس کے نیچے ہیں سبھی مجہول ہیں میں نے ان کا تذکرہ کسی رجال کی کتاب میں نہیں پایا ہے سوائے الرقاشی کے جبکہ اس کا شمار ابن ماجہ کے رجال سے ہے اور اس کے حالات نہایت وضاحت کے ساتھ تھذیب التھذیب (۶/۴۱۹-۴۲۱) اور تاریخ بغداد (۱۰/۴۲۵-۴۲۷) میں کیا ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہ سچا راوی ہے لیکن اس کے حافظہ میں اختلاط ہو گیا جب وہ بغداد میں آیا تو اس کی غلطیاں اسانید اور متون میں زیادہ ہیں، پس یہ حدیث اس کی ان روایات سے ہے جو مخلوط ہیں وگرنہ یہ حدیث ان مجہول لوگوں میں سے کسی کا وضع کردہ ہے اور مجھے ہرگز شک نہیں کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ یہ حدیث انکے معارض ہے جو شریعت میں وارد ہیں اس لئے کہ بدلہ تو کسب اور عمل پر ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

''جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا تو وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کریگا وہ اس کو دیکھ لے گا''

البتہ اس پر نہیں جس کو اس نے نہیں کیا ہے نیز اس میں جس میں انسان کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ خوبصورتی اور بدصورتی ہے اسی جانب اشارہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اجسام اور تمہاری صورتوں کی جانب نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی جانب دیکھتا ہے''

اس کو صحیح مسلم (۸/۱۱) نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی مثل وہ حدیث بھی باطل ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۳۱) ((عَلَيْكُمْ بِالْوُجُوهِ الْمِلَاحِ وَالْحَدَقِ السُّوْدِ فَإِنَّ اللهَ يَسْتَحْيِي أَنْ يُعَذِّبَ وَجْهًا مَلِيْحًا بِالنَّارِ))

ترجمہ: ''تم خوبصورت چہروں اور سیاہی مائل آنکھوں کو اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرم کرتے ہیں کہ وہ کسی خوبصورت چہرے کو دوزخ کے عذاب میں مبتلاء کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل آفت حسن بن علی بن زکریا العدوی ہے سیوطی نے اللآلی (۱۱۳/۱) میں کہا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کرنے والے مشہور وضاعین میں سے ایک تھا، ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے (ص ۱۱۰) میں کہا ہے کہ ''اس حدیث کو وضع کرنے والے خبیث پر اللہ کی لعنت ہو''

پھر میں نے اس حدیث کے دوسرے طریق کو معلوم کیا لاحق بن محمد نے اپنی کتاب شیوخه (۲/۱/۱۱۴) میں کہا کہ ہمیں ابو مسعود نے خبر دی اس نے کہا ہمیں لاحق بن حسین مقدسی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن عبداللہ بن ابی درة القاضی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن طلحہ العروقی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں ابراہیم بن سلیمان الزیات نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں شعبہ نے خبر دی اس نے توبہ عنبری سے اس نے انس بن مالک سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی طرح کی ہے جس طرح کی پہلی حدیث ہے یا اس سے بھی زیادہ شرانگیز ہے اور اس حدیث میں متعدد علتیں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) الزیات کے بارے میں ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے (۲) عروقی راوی اور اس سے روایت کرنے والا محمد القاضی دونوں کو میں نہیں جانتا (۳) لاحق راوی ہی اس حدیث میں اصل آفت ہے اس لئے کہ وہ کذاب اور وضاع ہے، حافظ ادریسی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے اور بہتان طراز ہے وہ ثقہ راویوں سے احادیث وضع کرتا ہے اس سے بڑا کذاب اور جھوٹا ہم نے اپنے دور میں کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

امام شیرازی (رحمہ اللہ) نے الالقاب میں کہا ہے: ہمیں ابو عمر لاحق بن حسین بن ابی الورد نے خبر دی پس اس نے اس موضوع اور ظاہری طور پر اس جھوٹی خبر کو ذکر کیا اور اس کے متن علیکم بالوجوہ الملاح ...... کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: اور عدوی کذاب کی احادیث میں سے ایک حدیث آگے بھی آرہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۲) ((اَلنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْقَبِيحِ يُورِثُ الْكَلَحَ))

ترجمہ: ''خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے سے آنکھیں زیادہ روشن ہو جاتی ہیں اور برے

چہرے کی طرف دیکھنے سے تنگی اور بدصورتی کا وارث بن جاتا ہے “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو (۲۲۶/۳) میں حسن بن علی بن زکریا بصری کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں بشر بن معاذ نے بتایا اس نے کہا ہمیں بشر بن فضل نے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابی الجوزاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے، نیز اس روایت کو محمد بن محمد بن احمد بن عثمان طرازی نے روایت کیا ہے اس نے حسن بن علی بن زکریا سے دوسری اسناد کے ساتھ انس سے مرفوع روایت کیا ہے لیکن اس روایت میں طرازی نے غلطی کی ہے جب کہ اس نے منکر اور باطل روایات کو ذکر کیا ہے جب کہ درست یہ ہے کہ یہ روایت حسن بن زکریا سے ہے جیسا کہ خطیب نے کہا ہے اور اسی حسن راوی کے بارے میں امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: اس کی اکثر احادیث موضوع ہیں سوائے چند احادیث کے اور ہم اس کو متہم قرار دیتے ہیں بلکہ یقین کرتے ہیں کہ اس نے ان کو وضع کیا ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے: شاید اس نے ثقہ رواۃ سے موضوعات کو ذکر کیا ہے جو ایک ہزار سے زائد ہیں اور اس کی مثل حدیث ملاحظہ کریں۔

(۱۳۳) ((اَلنَّظْرُ اِلَى الْوَجْهِ الْمَرْاَةِ الْحَسْنَاءِ وَالْخَضِرَةِ يَزِيْدَانِ فِي الْبَصَرِ))

ترجمہ: ”یہ خوبصورت عورت کے چہرے کی جانب اور سبزہ کی جانب دیکھنا دونوں آنکھوں کی بصارت میں اضافہ کرتی ہیں “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابونعیم نے الحلیۃ (۲۰۱/۳-۲۰۲) میں احمد بن حسین انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام مکی نے اس نے کہا ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد نے اس نے اپنے والد سے اس نے جابر سے مرفوع روایت کی، اس ابراہیم کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے اور اسی طرح اس کے حالات بھی معلوم نہیں جس سے احمد بن حسین روایت کر رہے ہیں جب کہ اس کی متابعت محمد بن یعقوب نے ابی الشیخ سے التاریخ (۲۳۶) میں کی ہے، البتہ اس نے کہا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن سلام مکی نے حدیث بیان کی نیز اس کی متابعت محمد بن احمد قاضی البورانی نے کی ہے، اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام نے اس کی خبر دی، اس حدیث کو ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۱۶/۱) میں ذکر کیا ہے اور بورانی نے اس کو ترجمۃ الخطیب (۲۹۵/۱) میں روایت کیا ہے نیز اس نے دار قطنی سے روایت کیا ہے البتہ اس نے اس میں کہا ہے کہ اس راوی میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ وہ

ضعیف قسم کے شیوخ سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ ابراہیم جو بورانی کے شیخ ہیں اس حدیث میں ان شیوخ سے شمار ہوتے ہیں جو ضعیف ہیں اس لئے وہ شخص اس حدیث کی آفت ہے جبکہ مناوی نے فیض القدیر میں ذکر کیا ہے کہ ذہبی نے المیزان میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: کہ صغانی نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة (ص ۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن قیم نے کہا ہے یہ اور اس جیسی احادیث بد دین اور زندیق لوگوں کی وضع کردہ ہیں، میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے البتہ الفاظ اور ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۴) ((ثَلَاثَةٌ يَزِدْنَ فِي قُوَّةِ الْبَصَرِ: اَلنَّظَرُ إِلَى الْخَضِرَةِ، وَإِلَى الْمَاءِ الْجَارِيْ، وَإِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ))

ترجمہ: ''تین چیزیں بصارت میں اضافہ کرتی ہیں سبزہ کی جانب دیکھنا، جاری پانی کی جانب دیکھنا، اور خوبصورت چہرے کی جانب دیکھنا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے وہب بن وہب القرشی کے طریق سے اس نے جعفر بن محمد صادق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علی بن حسین سے اس نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ وہب راوی کذاب ہے اور سیوطی نے اللآلی (۱/۱۱۵-۱۱۷) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کے دیگر طرق ہیں جو حدیث کو درجہ وضع سے بلند کر دیتے ہیں، بعد ازاں اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ بریدہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سبھی طرق میں ضعیف یا مجہول یا متہم راوی ہیں ان کی وضاحت سے کلام میں طوالت رونما ہو جائے گی اس لئے اشارہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جب کہ اس حدیث اور دیگر احادیث جو کہ معنیٰ میں ایک جیسی ہیں ان پر موضوع ہونے کا حکم لگانا معنیٰ کے لحاظ سے ہے اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے چنانچہ ابن قیم کا قول ہے: فصل: اور ہم چند امور پر خبردار کر رہے ہیں جن کے ذریعہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے، بعد ازاں اس مقام میں نہایت قیمتی فصلوں کا ذکر ہے کہ ان کو اس سے شیخ ملا علی قاری نے الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے۔

فصل: ان کلی امور میں یہ بھی ہے کہ حدیث انبیاء کرام کے کلام کے مشابہ نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کے کلام کے مشابہ بھی نہیں جیسا کہ یہ حدیث ہے جب کہ یہ کلام ایسا ہے جس سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، حسن بصری، امام احمد اور امام مالک (رحمہم اللہ) کا مقام اونچا ہے جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کے درمیان تعارض نہیں ہے یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے جبکہ متن کے لحاظ سے موضوع ہے اس کی بعض مثالیں گزر چکی ہیں۔

(۱۳۵)((إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَدِّقُوا وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تُصَدِّقُوا، وَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ))

ترجمہ: ”یہ جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کرو اور جب تم کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی عادت میں تبدیلی آ گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو بلاشبہ وہ شخص اس جانب جا رہا ہے جس پر اس کی جبلت ہوتی تھی“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام احمد (رحمہ اللہ) نے اس حدیث (۶/۴۴۳) کو زہری کے طریق سے روایت کیا ابو الدرداء نے بیان کیا کہ ایک بار کا ذکر ہے: کہ ”ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ہم مذاکرہ کر رہے تھے کہ کیا ہوگا؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:“ اس حدیث کی اسناد منقطع ہے امام مناوی کا شرح الجامع الصغیر میں قول ہے: ہیثمی نے کہا ہے کہ اس روایت کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، البتہ زہری نے ابو الدرداء کو نہیں پایا ہے جب کہ سخاوی (رحمہ اللہ) نے حدیث کو منقطع قرار دیا ہے اور وہ اسی کے ساتھ پہچانا جاتا ہے جب کہ اس میں مؤلف کا اشارہ اس کی صحت کی جانب ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ شیخ عجلونی سے دھوکہ کیا گیا ہے اس اشارہ کے باعث جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جب کہ اس نے الکشف (۱/۸۷) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد (رحمہ اللہ) نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کا معاملہ عجیب ہے کہ اس نے ایک دوسرے مقام (۱/۸۲) میں احمد کی روایت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اس کو صحیح قرار نہیں دیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو تیسری جگہ (۱/۲۵۹) میں ذکر کیا ہے اور المقاصد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے جب کہ اس حدیث سے انسان کے مجبور ہونے کی بو آ رہی ہے۔

مزید برآں مسلمان شخص اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کا مالک نہیں ہے جب کہ اس کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے اور اس وقت ان تین احادیث کو بیان کرنا لازمی ہے جن میں اچھے اخلاق کے اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''میں جنت کے بلند درجہ میں اس شخص کے لئے ضمانت دیتا ہوں جس کا خلق اچھا ہے'' (ابو داؤد (۲۸۸/۲) ابو داؤد کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس باب میں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۳۶) ((مَنْ حَدَّثَ حَدِيثًا فَعَطِسَ عِنْدَهُ فَهُوَ حَقٌّ))

ترجمہ: ''جس شخص نے کوئی حدیث بیان کی تو اس شخص کے پاس چھینک لی گئی تو وہ حدیث درست ہے''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، تمام نے اس حدیث کو الفوائد (۲/۱۴۸) میں اور اسی طرح امام ترمذی، ابو یعلیٰ اور طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں اور ابن شاہین نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحییٰ سے اس نے ابی الزناد سے اس نے الاعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن شاہین کے طریق سے ذکر کیا ہے، لہٰذا اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے معاویہ اسناد میں اکیلا اور وہ کچھ چیز نہیں ہے، جب کہ اس کی متابعت عبداللہ بن جعفر مدینی نے کی ہے اس نے ابو علی سے اس نے ابی الزناد سے روایت کی ہے جب کہ عبداللہ راوی متروک ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس اللآلیء (۲۸۶/۲) میں اس کا تعاقب ان احادیث کیساتھ کیا ہے ان میں کچھ مرفوع اور کچھ موقوف ہیں، مزید برآں ان احادیث میں سے بعض مطلق طور پر چھینک مارنے کی فضیلت کو نمایاں کر رہی ہیں اگر وہ صحیح بھی ہیں تب بھی ان میں شاہد کہلانے کی صلاحیت نہیں ہے البتہ امام نووی کا قول اس کے اپنے فتاویٰ (ص ۳۶-۳۷) میں ہے اس نے اس کو ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی اسناد عمدہ بہتر ہے اس کے سبھی رواۃ بقیہ بن ولید کے سوا ثقہ اچھے حافظے والے ہیں البتہ بقیہ بن ولید راوی کے بارے میں اختلاف ہے جب کہ اکثر ائمہ اور حفاظ اس کی ان روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں جو شامی رواۃ سے ہیں جبکہ وہ اس حدیث کو معاویہ بن یحییٰ شامی سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کے اوہام سے ہے (اللہ اس پر رحم فرمائے) ظاہر ہے کہ بقیہ راوی مدلس قرار پائے

جانے کے ساتھ معروف ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو معاویہ سے لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر ائمہ نے کہا ہے جب وہ نبا اور انبانا سے کہے تو وہ ثقہ ہے جب کہ ایک سے زائد اہل علم نے اس کو مدلس قرار دیا ہے کہ جب وہ لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کرے تو حجت نہیں ہے، اسی لئے مسہر (راوی) نے کہا ہے کہ بقیہ کی احادیث صاف نہیں ہیں آپ ان سے بچاؤ اختیار کریں، امام ذہبی نے اس کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ بقیہ راوی غریب اور منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بقیہ کی کیفیت کی وضاحت ہے وگرنہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام سے ظاہر ہے جو الآلــــی میں ہے کہ وہ اس روایت کے بیان کرنے میں معاویہ سے متفرد نہیں۔ ہے جب کہ حدیث کی علت یہی معاویہ ہے اس لئے کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے کوئی چیز نہیں اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے امام حاکم ابو احمد (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس سے معقل بن زیاد وہ زہری سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جو موضوع احادیث کے مشابہ ہیں جب کہ امام ساجی نے اس کو غایت درجہ ضعیف حدیث والا قرار دیا ہے اور اسی طرح دیگر بھی ائمہ کے اقوال ہیں جو اس کو ضعیف قرار دینے میں متفق ہیں ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس کی توثیق کی ہو۔

پس آپ غور کریں کہ امام نووی (رحمہ اللہ) کس طرح حدیث کی حقیقی علت سے پھر گئے او بقیہ کی جانب سے مدافعت کر رہے ہیں حالانکہ کسی شخص نے اس حدیث کو اس پر محمول نہیں کیا ہے چنانچہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ امام نووی نے وہم کیا ہے تو جائز نہ تھا کہ وہ یحییٰ کو ثقاہت اور مضبوطی کے ساتھ موصوف کرتے جب کہ معلوم ہے کہ وہ اس کی تضعیف پر متفق ہے، مزید برآں اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو منکر قرار دیا ہے جیسا کہ المناوی میں ہے اور امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۵۹/۸) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں روایت کیا ہے اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ سے اسی اسناد اور ابو یعلیٰ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس کی اسناد میں معاویہ بن یحییٰ الصدفی ضعیف ہے۔

جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۳۴۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو داؤد بن رشید نے بقیہ سے اس نے معاویہ بن یحییٰ سے ذکر کیا ہے اس نے ابوالزناد سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے: کہ ”جو شخص کوئی حدیث بیان کرے تو

اسکے پاس اسے چھینک آ جائے تو وہ حدیث درست ہے" تو میرے والد نے کہا یہ حدیث تو کذب بیانی ہے، تو اس جیسے امام جس کا شمار ناقدین سے ہوتا ہے تو اس کی گواہی کے بعد یہ حدیث جھوٹی ہے، ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا جو سہل انگاری کا ذہن رکھتے ہیں کہ وہ کوشاں ہوں کہ اس حدیث کی اسناد کو موضوع ہونے سے تحفظ عطا کیا جائے اس کو ضعیف یا حسن کے درجہ پر رکھا جائے اس لئے کہ اس قسم کی مسائی حدیث کے قواعد کیساتھ کسی طرح بھی متفق نہیں ہوسکتی جبکہ کس قدر بہترین قول وہ ہے جو ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس قول کو اس سے شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے الموضوعات (ص ۱۰٦-۱۰۷) میں ذکر کیا ہے

اس حدیث کو اگرچہ بعض لوگوں نے اس کی اسناد کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے جب کہ عالمانہ حس اس کے موضوع ہونے پر گواہی دے رہی ہے جب کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھینک مارنا اور جھوٹ کہنا ان دونوں کا اپنا اپنا عمل ہے اور اگر ایک لاکھ افراد بھی کسی حدیث کے بیان کے وقت جس کو نبی ﷺ سے نقل کیا گیا ہے چھینک ماریں تو چھینک مارنے کے بعد اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگرچہ اس کے پاس ایک آدمی کی گواہی کے ساتھ انہوں نے چھینک لگائی ہے تو اس حدیث پر صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب کہ اس کا تعاقب اس کے علاوہ زرکشی نے بھی اس سے پہلے کیا ہے، مزید برآں ان دونوں کے علاوہ نے بھی کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جب صحیح ہے اور عقل اس کا انکار نہیں کرتی ہے تو اس کو قبولیت سے ہم کنار کرنا ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد کہاں صحیح ہے جب کہ اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جن کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے اور امام ابو حاتم گواہی دیتے ہیں کہ اس کی یہ حدیث کذب بیانی ہے، مزید برآں عقل بھی اس کا انکار کرتی ہے جیسا کہ ابن قیم کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ہر اس حدیث نبوی کو حق اور درست قرار دیا جائے جس پر چھینک کا ظہور ہو کہ وہ بالکل درست ہے اگرچہ ائمہ حدیث کے نزدیک وہ جھوٹ اور ملمع سازی کا کرشمہ کیوں نہ ہو اور یہ ایسی بات ہے میرے خیال میں جس کا کوئی شخص قائل نہیں۔

(۱۳۷) ((أَصْدَقُ الْحَدِيْثِ مَا عُطِسَ عِنْدَهُ))

ترجمہ: "جس حدیث کے بیان کے وقت چھینک آئے وہ حدیث بالکل درست صحیح ہے"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۵۹/۸) میں انس کی حدیث سے اس کا ذکر کیا ہے بعد ازاں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اپنے شیخ جعفر بن محمد

بن ماجہؒ نے بیان کیا ہے جب کہ میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں اور عمارۃ بن زاذان راوی کو ابوزرعہ اور ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف ہے اور اس کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں: اس عمارہ (راوی) کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ ثابت سے وہ انس سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ یہ حدیث اس کی روایت سے ہے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، واللہ اعلم، جب کہ حدیث کے باطل ہونے پر معنیٰ کے لحاظ سے اس سے پہلے حدیث میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اب دوبارہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۸)((ثَلَاثٌ يَفْرَحُ بِهِنَّ الْبَدَنُ وَيَرْبُو عَلَيْهَا: اَلطِّيبُ ،وَالثَّوْبُ اللَّيِّنُ وَشُرْبُ الْعَسَلِ))

ترجمہ: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن کے باعث جسم کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور جسم میں فراخی ہوتی ہے، خوشبو، نرم و نازک لباس، شہد پینا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو (۳۴۰/۶) میں طبرانی کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ محمد بن روح القتیری سے اس نے کہا ہمیں یونس بن ہارون ازدی نے بتایا اس نے مالک بن انس سے (اصل میں حدثنا ابی عن مالک بن انس ہے اور یہ غلط ہے) اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور ابونعیم نے کہا ہے حدیث غریب ہے اس کو مالک نے اپنے باپ سے بیان کیا اس حدیث میں القتیری راوی متفرد ہے (جو اصل میں دونوں جگہوں میں قشیری ہے دراصل تبدیلی ہو گئی۔

میں کہتا ہوں: یہ قتیری قاف کے فتحہ کے ساتھ اور اس کے بعد تا ہے ابن ماکولا (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ضبط کیا ہے جب کہ ابن السمعانی میں تصحیف ہے اس نے اس کو قنبری ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ نسبت قنبر کی جانب ہے جو علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن یونس نے بھی اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں اور اس کے شیخ کے بارے میں جو یونس بن ہارون ہے دونوں کو ضعیف کہا ہے، جب کہ اس نے غرائب مالک میں کہا ہے کہ یہ حدیث مالک سے صحیح نہیں ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے یونس بن ہارون کے حالات ذکر کیے ہیں کہ اس نے عجیب باتوں کو بیان کیا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں، بعدازاں اس کی اس حدیث کو قتیری کے طریق سے روایت کیا ہے بعدازاں اس نے بیان کیا ہے

کہ اس حدیث کو مالک سے یونس کے علاوہ نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱۳۹) ((أَشْقَى الْأَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

ترجمہ: ''سبھی بد بخت لوگوں سے زیادہ بدنصیب وہ شخص ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں فقیر رہا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳۲۲/۴) میں اور طبرانی نے الاوسط میں اور قضاعی نے خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک دمشقی کے طریق سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے ابی سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کا وہم ہے جو حد سے گزرا ہوا ہے جب کہ خالد راوی کے بارے میں امام احمد نے کہا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور ابن ابي الحواری نے کہا ہے کہ میں نے ابن معین (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ملک شام میں ایک کتاب ہے ضروری ہے کہ اسے زمین میں دفن کیا جائے اس سے مقصود خالد بن یزید بن ابی مالک کی کتاب الدیات ہے وہ اپنے باپ پر کذب بیانی سے باز نہیں آیا بلکہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی کذب بیانی کی ہے احمد بن ابي الحواری کا قول ہے کہ میں نے اس کتاب کو خالد سے سنا بعد ازاں میں نے یہ کتاب عطار کو دی اس نے لوگوں کو عطا کر دی اس کتاب میں کچھ ضروری باتیں ہیں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۳۵۹/۲/۱) میں کہا ہے کہ میرے والد سے اس خالد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ اس حدیث کو طبرانی نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد (۲۷۶/۱۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں احمد بن طاہر حرملہ کذاب ہے۔

اس حدیث کا ایک تیسرا طریق بھی ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲۷۸/۲) کہا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور اس نے ہمیں حرملہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد الغافقی ابو مسعود سے اس نے ہشام سے اس نے حسن سے اس نے ابوسعید خدری سے مرفوع ذکر کیا، میرے باپ (ابو حاتم (رحمہ اللہ)) نے بتایا یہ حدیث باطل ہے جب کہ ماضی راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں اور اس کے مثل الجرح والتعدیل (۲۴۲/۱/۴) میں ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے، نیز اس نے وضاحت کی کہ اس سے ابن وہب کے سوا نے ذکر نہیں کیا

ہے، جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ابو سعید بن الاعرابی نے **المعجم** (۲/۱/۹۹) میں دوسرے طریق سے ابن وہب سے اس نے کہا مجھے ماضی بن محمد نے ہشام بن حسام سے اس نے حسن سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے اس حدیث کو ابو سعید سے روایت کیا ہے جب کہ اس کا ایک چوتھا طریق بھی ہے وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گا ((**اللھم توفنی الیک فقیراً**)) ''اے اللہ مجھے اپنی جانب فوت فرما میں تیرا محتاج ہوں'' جب کہ پانچواں طریق وہ ہے جس کو القضاعی (رحمہ اللہ) نے (۱/۹۴) میں محمد بن یزید سنانی سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یزید بن سنان اور اس کا بیٹا محمد ہے وہ تو اپنے باپ سے بھی زیادہ ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے **الجامع** میں طبرانی کی روایت سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس پر مناوی نے کلام کی ہے جس کو اس نے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے جب کہ میں نے اس کا کچھ حصہ ابھی ابھی بیان کیا ہے بعد ازاں امام مناوی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: نہایت عجیب بات ہے کہ اس نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے جب کہ حدیث کو مکمل طور پر مصنف کے مسودہ میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، جب کہ ماضی کی احادیث میں سے ہے۔

(۱۴۰) ((اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ)) ترجمہ: ''زنا کا فعل فقر و فاقہ کو جنم دیتا ہے''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے قضاعی نے اس حدیث کو **مسند الشھاب** (۲/۷) میں احمد بن عبدالرحمٰن بن اخی وہب سے اس نے کہا مجھے میرے چچا نے بتایا اس نے کہا مجھے الماضی بن محمد نے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر ﷺ سے مرفوع بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس حدیث میں دو علتیں ہیں: پہلی علت: لیث بن ابی سلیم کا ضعیف ہونا ہے۔

دوسری علت: الماضی بن محمد کا مجہول ہونا منکر الحدیث ہونا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو **الجامع** میں قضاعی اور بیہقی کی روایت کے ساتھ ابن عمر سے روایت کیا ہے جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے **الترغیب** (۳/۱۹۰) میں کہا ہے کہ اس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں الماضی بن محمد ہے، میں کہتا ہوں: وہ منکر الحدیث ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس کی احادیث منکر ہیں ان میں یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے **العلل** (۱/۴۱۰-۴۱۱) میں ذکر کیا ہے میں نے

اپنے باپ سے سنا ہے اور اس نے ہمیں حرملہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد سے اس نے ہشام سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پس اس حدیث کا ذکر کیا، میرے باپ نے آگاہ کیا کہ یہ حدیث باطل ہے میں اس کو نہیں جانتا ہوں، پھر مجھے اس کا دوسرا طریق ملا کہ ابوبکر کلاباذی نے مفتاح المعانی (۲/۳۵۹) میں بیان کیا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں قاسم بن عباد نے اس نے کہا ہمیں احمد بن حرب نے اس نے حسان سے اس نے اسماعیل سے اس نے اس کو لیث سے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: حدیث کی علت لیث میں بند ہو کر رہ گئی ہے جبکہ اصل میں شاید یہ حدیث موقوف ہے لیث راوی نے وہم کیا اس کو مرفوع بنا دیا جبکہ ابن حبان نے الثقات (۲/۲۹۵) میں مکحول شامی کے طریق سے روایت کیا مجھے مخاطب کر کے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے مکحول! تو نے خود کو زنا سے بچانا ہے یہ حقیقت ہے کہ زنا فقر و فاقہ کو جنم دیتا ہے" اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے لیکن وہ بھی کمزور ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۴۱) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّهُ فِيهِ سِتُّ خِصَالٍ ثَلَاثًا فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثًا فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ، وَيُورِثُ الْفَقْرَ، وَيَنْقُصُ الرِّزْقَ، وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ: فَإِنَّهُ يُورِثُ سَخَطَ الرَّبِّ، وَسُوْءَ الْحِسَابِ وَالْخُلُودَ فِي النَّارِ))

ترجمہ: "تم خود کو زنا سے تحفظ عطا کرو بلاشبہ اس میں چھ خصلتیں ہیں تین دنیوی ہیں جب کہ تین اخروی ہیں دنیوی یہ کہ (۱) زندگی کی بہار ورونق ختم ہو جاتی ہے (۲) زنا کا فعل فقر و فاقہ کو جنم دیتا ہے (۳) رزق میں کمی آجاتی ہے، جب کہ آخرت کی یہ ہیں کہ (۱) اس سے اللہ کی ناراضگی جنم لیتی ہے (۲) اور شدید محاسبہ ہوگا (۳) اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہوگا"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی نے اس حدیث کو (۲۰/۲۳) میں اور ابو نعیم نے (۴/۱۱۱) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے اعمش سے اس نے شقیق سے اس نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث اعمش سے غیر محفوظ ہے اور منکر ہے جبکہ ابو نعیم نے اس کو غریب کہا ہے کہ یہ حدیث اعمش سے ہے اس میں مسلمہ متفرد ہے اور وہ حدیث میں ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے بلکہ امام حاکم نے کہا ہے: کہ اس نے اوزاعی اور زبیدی سے منکر موضوع روایات ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جبکہ ایک دوسری روایت کے بارے میں ابوحاتم نے

کہا ہے کہ وہ باطل ہے موضوع ہے اور عنقریب اس کا ذکر حدیث نمبر (۱۴۵) میں ہو گا ان شاء اللہ۔

جبکہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابونعیم کے طریق سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ مسلمہ راوی متروک ہے جبکہ اس کی متابعت ابان بن نہشل نے کی ہے اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے اعمش سے اس کو روایت کیا ہے جبکہ ابان (راوی) غایت درجہ منکر الحدیث ہے حافظ ابن حبان نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جبکہ امام سیوطی نے اللآلی (۲/ ۱۹۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس سبب سے کہ اس نے اس حدیث کو ابونعیم سے نقل کیا ہے اس میں مسلمہ کو ضعیف قرار دینے پر انحصار کیا ہے، مزید برآں امام بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسکی اسناد ضعیف ہے مسلمہ (راوی) متروک ہے جبکہ ابوعبدالرحمٰن کوفی راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ابوعبدالرحمٰن ابن جوزی کی روایت میں واقع ہوا ہے وہ مسلمہ اور اعمش کے درمیان ہے جب کہ الحلیۃ میں یہ نہیں ہے بلکہ المیزان میں بھی حدیث کی اسناد نہیں ہے، فاللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے اس حدیث کا شاہد امالی الشریف ابی القاسم الحسینی (۱/۵۵) میں ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد میں یہ ابوعبدالرحمٰن کوفی راوی ہے بعد ازاں میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا جو اعمش سے ہے الواحدی نے اس کو الوسیط (۱/۱۰۰/۳) میں معاویہ بن یحییٰ کے طریق سے اس نے سلیمان سے اس نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ معاویہ الصدفی غایت درجہ ضعیف ہے، نسائی نے کہا ہے: کہ وہ ثقہ نہیں ہے، بلکہ اس کو ایک روایت اور اس کے سوا میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا تعاقب جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ بیہقی کا کلام اور اسی طرح ابو نعیم کا کلام بھی وہ اس لحاظ سے واضح نہیں ہے کہ حدیث موضوع نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا معارضہ ابن جوزی کے حکم کے ساتھ ہے کہ اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ ہم نے کئی بار آپ کو آگاہ کیا ہے کہ موضوع حدیث ضعیف حدیث کی انواع سے ہے آپ آگاہ رہیں جب کہ یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

(۱۴۲) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّ فِي الزِّنَا سِتَّ خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ فِي الْآخِرَةِ، فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي دَارِ الدُّنْيَا فَذِهَابُ نُورِ الْوَجْهِ وَانْقِطَاعُ الرِّزْقِ وَ سُرْعَةُ الْفَنَا. وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ فَغَضَبُ الرَّبِّ، وَسُوءُ

الْحِسَابِ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللهُ))

ترجمہ: ''تم خود کو زنا سے دور رکھو جب کہ زنا کے باعث چھ نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے تین کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے جب کہ تین کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے وہ یہ ہیں، کہ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے، رزق کی فراوانی ختم ہو جاتی ہے، اور موت جلد آ جاتی ہے، جب کہ اخروی زندگی کے نقصانات اللہ کی ناراضگی ہے، اور محاسبہ شدت کے ساتھ ہوتا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے البتہ جب اللہ چاہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی نے اس کو (۱۲/۴۹۳) میں کعب بن عمرو بن جعفر بلخی کے طریق سے بطور املاء کے اس نے کہا ہمیں ابو جابر عرس بن فہد موصلی نے موصل میں بیان کیا اس نے کہا ہمیں حسن بن عرفہ عبدی نے بتایا اس نے کہا مجھے یزید بن ہارون نے حمید الطویل سے روایت کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، جب کہ خطیب نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اسناد کے راوی کعب کے علاوہ سبھی ثقہ ہیں البتہ کعب ثقہ نہیں ہے پھر اس نے محمد بن ابی الفوارس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ اس کا حال حدیث میں صحیح نہ تھا جب کہ عتیقی نے کہا ہے کہ اس کو حدیث میں تساہل تھا۔

جب کہ حدیث کو اس وجہ سے الواحد نے اپنی تفسیر (ق ۱/۱۱۵) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں خطیب کی روایت سے ذکر کیا ہے، جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۹۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق بھی ہے جو ضعیف ہے ابو نعیم نے اس کو نکالا ہے جب کہ ہمیں ابو بکر المفید نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو الدنیا الاشج نے اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کو اللہ معاف فرمائے اس نے ہم سے شرم نہ کی کہ وہ باطل اسناد کے ساتھ استشہاد کرتا جب کہ ابو الدنیا (راوی) کذاب ہے، الزام تراشی کرنے والا ہے اس کا حال سیوطی سے پوشیدہ نہیں ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ وہ کذاب اور چالباز تھا اس نے تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع کا دعویٰ کیا ہے جب کہ اس کا نام عثمان بن خطاب ابو عمرو ہے اس نے محمد بن احمد المفید نے روایت کیا ہے اس نے چند احادیث کا ذکر کیا ہے جب کہ اس کے اکثر متن معروف ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جب کہ اس

قسم کی روایات کے بارے میں جاہل لوگ ہی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، جب کہ اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ہے جو بغداد کے باشندوں کے سامنے آ گیا اور اس نے بے حیائی کے عالم میں تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث کو ذکر کیا تو اس کے باعث اس نے شرمندگی کو محسوس کیا جب کہ ناقدین نے اس کو کذاب قرار دیا۔

آپ سمجھ لیں کہ جب امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیتے ہیں جس کو اس قسم کا شخص روایت کرتا ہے جس کا کاذب ہونا واضح ہو تو یہ واضح دلیل ہے کہ احادیث کے بارے میں اس کا حکم مبالغہ کی حد تک تساہل پر مبنی تھا آپ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں فراموش نہ کریں تم اس کے تحفظ کے باعث جھگڑوں میں فوائد سے ہم کنار ہو سکو گے جب کہ یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴۳) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّ فِيهِ أَرْبَعَ خِصَالٍ: يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ مِنَ الْوَجْهِ، وَيَقْطَعُ الرِّزْقَ، وَيُسْخِطُ الرَّحْمٰنَ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ))

ترجمہ: ''تم خود کو زنا کے فعل سے بچاؤ اس کے باعث چار (۴) قسم کے نقصانات ظہور پذیر ہوتے ہیں (۱) چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (۲) رزق ختم ہو جاتا ہے (۳) اللہ رحمٰن ناراض ہوتا ہے (۴) جب کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۸۳/۲) میں اس کے زوائد سے ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے عمرو بن جمیع سے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابن جریج سے صرف عمرو نے بیان کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے عمرو (راوی) کو کذاب قرار دیا ہے اس نے درست کیا ہے جو کہا ہے جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۶/۲۵۵) میں بتایا ہے کہ امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں بیان کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عمرو بن جمیع متروک ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۸۹) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس تعاقب پر بنیاد رکھنا ہرگز افادیت کا حامل نہیں اس لئے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں طبرانی کی اور ابن

عدی کی) روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے تو شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے سیوطی کے تعاقب کے ذکر کے بعد جو ابن جوزی کا تھا کہا ہے کہ یہ تعاقب تو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اس لئے کہ ابن جمیع وہ راوی ہے جس نے حدیث کو موضوع کہا ہے اس لئے کہ وہ طبرانی کی اسناد میں بھی ہے تو پھر وہ کیا کریگا۔

بعدازاں میں نے اس کا ایک اور متابع معلوم کیا کہ ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۹۹/ ۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن اسماعیل الطلحی نے بتایا جو ابواسحاق کوفی ہے ابن جہد کے ساتھ مشہور ہے کہ ہمیں مختار بن غسان نے خبر دی اس نے کہا میں نے اسماعیل بن مسلم سے سنا ہے اس نے اس حدیث کو ابن جریج سے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں: کہ ابن اعرابی کے طریق سے اس کو الحمامی الصوفی نے منتخب من مسموعاته (۲/۳۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد پہلی اسناد سے بہتر ہے جب کہ اس کو تین وجہ سے معلول قرار دیا گیا ہے:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اسماعیل راوی جو بصری مکی ہے وہ ضعیف ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ مختار بن غسان راوی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم راوی کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے مزید برآں دونوں اسناد کا دارومدار ابن جریج راوی پر ہے جب کہ اس نے لفظ عنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۴۴) ((أَكْذَبُ النَّاسِ اَلصَّبَّاغُوْنَ وَالصَّوَّاغُوْنَ))

ترجمہ: ''سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ کپڑا رنگنے والے اور زیورات بنانے والے زرگر ہیں ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طیالسی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی مسند (۲۶۲/۱) میں مسند کی ترتیب سے ذکر کیا ہے اس نے کہا: ہمیں ہمام نے بیان کیا اس نے فرقد السبخی سے اس نے یزید بن عبداللہ الشخیر سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا اور اسی طرح اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۶/۲) میں اور احمد نے (۲۹۲، ۳۲۴، ۳۴۵) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۷۸) میں چند طرق سے اس نے ہمام سے اس کو ذکر کیا ہے اور یہ ایسی اسناد ہے جس کے بھی رواۃ ثقہ ہیں سوائے اس فرقد کے جب کہ اس کا شمار بصرہ کے زاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔

ابوحاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی حدیث میں قوی نہیں ہے امام نسائی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں اسی

طرح المیزان میں ہے اس کے بعد اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے سب سے پہلے اس کا ذکر ہے اور اسی لئے ابن جوزی نے اس کو العلل میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جس کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۷۸) میں یحییٰ بن سلام کے طریق سے اس نے عثمان بن مقسم سے اس نے نعیم بن المجمر سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں ((أکذب الکاذبین الصیاغ)) ''سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے رنگریز ہوتے ہیں'' اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے جب کہ عثمان راوی سے مقصود البری ہے اور یحییٰ بن سلام وہ راوی ہے جس سے عبدالحکم نے بیان کیا وہ بصری راوی ہے بعد میں مصر چلا گیا تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں الجرح والتعدیل (۱۵۵/۲/۴) سے اضافہ ہے اور یہ سچا راوی ہے جب کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کی حدیث کو تحریر کیا جائے اگر چہ اس میں ضعف ہے، البتہ عثمان البری کو ابن معین اور جوزجانی نے جھوٹا قرار دیا ہے پس وہ اس طریق کی علت ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے، جب کہ اس کا ایک تیسرا طریق ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے ابن عدی نے اس کو (۲/۳۱۶) میں محمد بن یونس الکدیمی سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں اعمش نے ابو صالح سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے جب کہ اس نے کدیمی راوی کے بارے میں کہا ہے اس کا معاملہ واضح ہے ضرورت نہیں ہے کہ اس کے ضعف کو بیان کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: اشارہ اس جانب سے ہے کہ وہ کذاب اور احادیث وضع کرنے والا تھا جب کہ حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۱۵) میں محمد بن ولید بن ابان سے اس نے کہا ہمیں ھدبۃ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ہمام نے اس نے قتادہ سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اس سے اس اسناد کے ساتھ باطل ہے جب کہ ابن الولید القلانسی احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ ابن طاہر نے اس حدیث کو تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۵) میں پہلے دونوں طریقوں سے ذکر کیا ہے۔

جب کہ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: فطری احساس اس حدیث کو رد کرتا ہے یہ حقیقت ہے کہ نسبت ان کے کئی گنا زیادہ جھوٹ بولا جاتا ہے جیسا کہ روافض ہیں وہ تو اللہ کی مخلوق میں سے سب

سے زیادہ جھوٹے ہیں اور اسی طرح کہانت کا پیشہ کرنے والے پھندا ڈالنے والے اور نجومی لوگ۔

جب کہ بعض نے اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ صبــاغ سے مقصود جو حدیث میں الفاظ کا اضافہ کرتا ہے تا کہ حدیث میں حسن رونما ہو اور صـــواغ سے مقصود وہ شخص ہے جو احادیث وضع کرتا ہے جن کا ہرگز اصل نہیں ہے دراصل یہ خواہ مخواہ تکلف ہے جس سے باطل حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے، جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیف الــمـوضـوعـات (ص ۱۰۷) میں تعاقب کیا ہے کہ یہ تو نہایت عجیب ہے جب کہ اسی حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ) نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے جبکہ الجامع الصغیر میں ہے، میں کہتا ہوں: یہ تو کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جب کسی حدیث کی اسناد کا ضعف ثابت ہو جائے تو کسی شخص کیلئے ہرگز گنجائش نہیں ہے کہ وہ حدیث کی معنویت کے پیش نظر اس پر تنقید کرے جبکہ اس طرح کا تعاقب تب درست ہے اگر حدیث کی اسناد صحیح ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۴۵) ((كَانَ لَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ))

ترجمہ: ’’نبی ﷺ بیمار کی عیادت کے لئے تیسرے دن کے بعد تشریف لے جاتے تھے ‘‘

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۴۳۹/۱) میں اور ابوالشیخ نے الأخــلاق میں (ص ۲۵۵) پر اور ابن عساکر نے (۱۶/۲۲۶/۲/۱۹/۱۳۱/۱) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابن جریج نے حمید الطّویل سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: ابن جریج راوی مدلس ہے جب کہ اس نے حدیث کو لفظ عـــنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کا مزاج ہے کہ وہ ضعیف رواۃ سے تدلیس کے ساتھ ذکر کرتا ہے جب کہ مسلمہ راوی کا شمار ان سے ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۱۴۱) میں گزر چکی ہے اور یہ شخص اس حدیث کی اصل آفت ہے۔

ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العــلــل (۳۱۵/۲) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ حدیث باطل ہے موضوع ہے میں نے سوال کیا کس وجہ سے انہوں نے بتایا کہ مسلمہ راوی ضعیف ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الــمـیـزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو الشـعـب میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مضبوط نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تھـذیـب التھذیب میں مسلمہ راوی کی منکرات احادیث سے شمار کیا ہے جب کہ ان کے بعض نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس حدیث کو

دوسری حدیث کے ساتھ تقویت عطا کی جائے جو اس کے معنیٰ میں ہو جب کہ وہ کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کہ وہ بھی اسی طرح موضوع ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۴۶)((لاَ یُعَادُ الْمَرِیْضُ إِلَّا بَعْدَ ثَلاثٍ))

ترجمہ: ''بیمار کی عیادت تیسرے دن کے بعد کی جائے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۷۰/۱) میں اپنی زوائد سے نصر بن حماد ابی الحارث وراق سے اس نے روح بن جناح سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد کسی چیز کے بھی برابر نہیں ہے، نصر بن حماد راوی کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ وہ بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں، جب کہ روح راوی متہم ہے جب کہ اس سے مروی دوسری حدیث کا عنقریب ذکر ہوگا جب کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے اس کی اسناد نصر راوی سے ہے جب کہ اس نے روح بن جناح کی جگہ روح بن غطیف کہا ہے۔

بعد ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے روح (راوی) متروک ہے اور اسی طرح نصر بھی متروک ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی (۴۰۳/۲) میں ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے تو اس نے کچھ کام نہ کیا اس لئے کہ وہ پہلی حدیث کی طرح موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے بعد ازاں اس کے ایک اور شاہد کا ذکر کیا ہے جو نوح بن ابی مریم کے طریق سے ہے کہ ہمیں اُبان نے حدیث بتائی اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ نوح (راوی) جھوٹ کہنے کے ساتھ تہمت لگایا گیا ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے اسی طرح اُبان کا ذکر بھی گزر چکا ہے جو کہ ابان بن ابی عیاش ہے۔

(۱۴۷)((تَزَوَّجُوا وَلاَ تُطَلِّقُوا فَإِنَّ الطَّلاَقَ یَهْتَزُّ لَهُ الْعَرْشُ))

ترجمہ: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق ایسا فعل ہے جس سے اللہ کا عرش کانپ جاتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تاریخ بغداد (۱۹۱/۱۲) میں

عمرو بن جمیع (راوی) کے احوال میں اس نے جویبر سے اس نے ضحاک سے اس نے نزال بن سبرہ سے وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کرتا ہے جبکہ عمرو بن جمیع (راوی) کذاب ہے پہلے بھی اس سے مروی روایات گزر چکی ہیں، جب کہ جویبر (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے اور اس کے بارے میں پہلے کچھ ذکر ہو چکا ہے، جبکہ امام صغانی نے اس حدیث کو الموضوعات (ص ۸) میں اور اس سے پہلے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جبکہ خطیب کا قول ہے عمرو بن جمیع کذاب ہے وہ منکر روایات کو مشہور رواۃ سے اور موضوعات کو ان رواۃ سے جو درست ہیں بیان کرتا ہے۔

امام سیوطی نے اللآلی (۱۷۹/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے پس اس سے تعجب ہے کہ کس طرح اس نے اس حدیث کو ابن عدی کی روایت سے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس نے اس کے مقدمہ میں شرط لگائی ہے کہ وہ اس کو ان روایات سے تحفظ عطا کریگا جس میں کذاب یا موضوع روایات بیان کرنے والا متفرد ہے جبکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ حقیقت ہے کہ شیخ عجلونی نے الکشف (۱/ ۳۰۴) میں امام صغانی (رحمہ اللہ) کے اس پر موضوع کے فیصلہ کے بعد کہا ہے لیکن الجامع الصغیر میں اس کی نسبت ابن عدی کی جانب کی ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف اسناد کیساتھ مروی ہے جبکہ اس حدیث کو کیسے موضوع قرار نہ دیا جائے جبکہ اسلاف کی ایک جماعت نے اپنی بیویوں کو طلاق دی ہے جبکہ یہ بھی درست ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی جو عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔

(۱۴۸) ((تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ ، (وَفِي لَفْظٍ:) إِذَا كَانَ فِي الثَّوبِ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ غُسِلَ الثَّوبُ وَأُعِيدَتِ الصَّلَاةُ))

ترجمہ: ’’ایک درہم کے برابر خون سے نماز کا اعادہ کیا جائے جب کہ یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب کپڑے میں درھم کے برابر خون ہو تو اس کو دھویا جائے اور نماز کو لوٹایا جائے‘‘

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو اپنی سنن (ص ۱۵۴) میں جب کہ امام بیہقی نے (۴۰۴/۲) میں روح بن غطیف سے اس نے زہری سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس حدیث کو زہری سے روح بن غطیف کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا ہے جبکہ وہ متروک الحدیث ہے، اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے التاریخ الصغیر (ص ۱۳۸) میں ذکر کیا ہے کہ روح بن غطیف کی متابعت نہیں ہے۔

جب کہ بیہقی نے حافظ ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ احمد بن عباس

تک پہنچائی ہے اس نے وضاحت کی کہ میں نے ابن معین سے دریافت کیا آپ زہری سے وہ ابی سلمہ سے وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: اس حدیث کو بیان کیا ابن معین (رحمہ اللہ) نے اللہ کی قسم! اٹھا کر نفی میں جواب دیا پھر اس نے کہا: روایت کس سے ہے؟ میں نے کہا ہمیں محرز بن عون نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: یہ راوی ثقہ ہے وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: قاسم بن مزنی سے اس نے کہا: وہ ثقہ ہے وہ کس سے ہیں؟ نے جواب دیا: روح بن غطیف سے اس نے کہا: درست ہے ابن عدی کا قول ہے: اس روایت کو زہری سے جیسا کہ مجھے معلوم ہے روح بن غطیف ہی بیان کرتا ہے جب کہ وہ اس اسناد کے بیان کرنے میں منکر الحدیث ہے اور وہ بات جو مجھے یحییٰ ذہلی سے پہنچی ہے اس نے بتایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، جب کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے الضعفاء (۱۴۳) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اس نے بتایا کہ مجھے آدم نے بتایا اس نے بیان کیا میں نے امام بخاری (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ اس حدیث کو باطل قرار دیتے تھے جبکہ یہ روح راوی منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی نے اس کو عقیلی کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو اللآلی میں برقرار رکھا ہے، بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعة (۲/۴۲۸) میں ذکر کیا ہے، پس امام سیوطی سے تعجب ہے اس نے کیسے اس کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جبکہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے نصب الرایة (۲۱۲) میں ابن حبان سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے البتہ کوفہ کے لوگوں نے اس کا اختراع کیا ہے جب کہ روح بن غطیف راوی ثقہ رواۃ سے موضوعات بیان کرتا تھا اور اس کی مثل الخلاصة ابن الملقن (۱/۳۰) میں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے اس کے الفاظ اور ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۴۹)((اَلدَّمُ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ يُغْسَلُ وَتُعَادُ مِنْهُ الصَّلَاةُ))

ترجمہ: ”درہم کے بقدر خون جسم (کپڑے) کو لگ جائے اس کو دھویا جائے اور اس کے باعث نماز کو لوٹایا جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس حدیث کو (۹/۳۳۰) میں نوح بن ابی مریم کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے یزید ہاشمی سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ یہ اسناد موضوع ہے نوح بن ابی مریم متہم ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور نوح راوی کو کذاب قرار دیا ہے جبکہ امام زیلعی نے اس کو نصب الرایۃ (۲۱۲/۱) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو اللآلی (۳/۱) میں ذکر کیا ہے، آپ سمجھ لیں کہ یہ حدیث احناف کی حجت ہے جبکہ وہ درہم کے برابر نجاست کو مغلظہ قرار دیتے ہیں اور جب آپ کے علم میں یہ حقیقت آ چکی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث باطل ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے کہ نجاست سے بچاؤ اختیار کرنا ضروری ہے اگر چہ درہم سے کم کیوں نہ ہو جب کہ وہ احادیث عام ہیں جو پاکیزگی کا حکم دیتی ہیں۔

(۱۵۰) ((ثَلَاثٌ لَا يُعَادُ صَاحِبُهُنَّ: اَلرَّمِدَ وَصَاحِبُ الضِّرْسِ وَصَاحِبَ الدُّمْلَةِ))

ترجمہ: ”تین بیماریوں کے باعث ان میں مبتلاء لوگوں کی بیمار پرسی نہ کی جائے آنکھ کی بیماری درد وغیرہ، داڑھ کے درد کی بیماری، اور جس کے جسم میں پھوڑا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الأوسط (۷۰/۱) میں اپنی زوائد سے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے (۴۲۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۳۱۹/۲) میں مسلمہ بن علی الخشنی سے اس نے کہا مجھ سے اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو جعفر سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی اور ابن عدی کا قول ہے کہ اوزاعی سے مسلمہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ راوی متہم ہے جیسا کہ آئندہ بھی اس کا تذکرہ ہوگا اور عقیلی نے بیان کیا کہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں عقیلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث میں بنیادی شخص مسلمہ ہے اور وہ یحییٰ بن ابی کثیر کے کلام سے روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: اس نے اس کو عقیلی سے روایت کیا ہے اور اس نے اس کو بہتر قرار دیا ہے یعنی کہ یہ یحییٰ کا کلام ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو التھذیب میں خشنی راوی کی منکرات میں ذکر کیا ہے اور اس نے ابو حاتم کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل منکر ہے جب کہ ابن جوزی نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی (۴۰۶/۲) میں تعاقب کیا ہے اور کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: مسلمہ راوی جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو

الاوسط میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: حق بات تو ابن جوزی کی ہے اس لئے کہ مسلمہ راوی نے کثرت کے ساتھ موضوع روایات ذکر کی ہیں بعض کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے آپ حدیث (نمبر ۱۴۱-۱۴۵) ملاحظہ کریں نیز آگے ذکر ہونے والی حدیث کا بھی ملاحظہ کریں اور وہ کیا سبب ہے جو اس حدیث کو موضوع قرار دے رہا ہے کہ نبی ﷺ تو اس شخص کی بیمار پرسی کرتے تھے جس کی آنکھوں میں درد نمودار ہوتا تھا۔

انس ﷛ نے بیان کیا ہے نبی ﷺ نے ارقم کی بیمار پرسی کی جب کہ اس کی آنکھیں درد میں مبتلا تھیں، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳۴۲/۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی موافقت کی ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے جب کہ خشنی کی موضوعات سے ہے۔

(۱۵۱) ((اَلْعَنْکَبُوْتُ شَیْطَانٌ مَسَخَهُ اللّٰهُ فَاقْتُلُوْهُ))

ترجمہ: ”مکڑی شیطان ہے اللہ نے اس کو مسخ کر دیا ہے تم اس کو قتل کرو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مسلمہ بن علی خشنی کے حالات میں اس نے بیان کیا ہمیں سنان بن سعید نے بتایا اس نے ابی الزاھریۃ سے اس نے عبداللہ بن عمر ﷛ سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ ابن عدی کا قول ہے کہ مسلمہ سے روایت کردہ بھی احادیث یا اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں جب کہ اس حدیث کے بطلان پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ صحیح مرفوع حدیث کے مخالف ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ”اللہ نے مسخ شدہ کی نسل کو باقی نہیں رکھا ہے“ (مسلم: ۵۵/۸)

جب کہ ابن حزم (رحمہ اللہ) نے المحلی (۴۳۰/۷) میں ذکر کیا ہے ہر وہ حدیث جو مسخ کے بارے میں وارد ہے اور وہ بندر اور خنزیر کے علاوہ میں ہے وہ باطل ہے اور جھوٹ ہے موضوع ہے۔

(۱۵۲) ((اِسْتَشْفُوْا بِمَا حَمِدَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهُ قَبْلَ اَنْ یَّحْمَدَهُ خَلْقُهُ وَبِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهُ: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) وَ(قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) فَمَنْ لَّمْ یَشْفِهِ الْقُرْآنُ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ))

ترجمہ: ”ان الفاظ کے ساتھ سفارشی کلمات کہو جن کلمات کے ساتھ اللہ نے اپنی حمد کی ہے اس سے پہلے کہ اس کی مخلوق اس کی حمد کرے اور وہ کلمات (الحمد للہ) ہیں کہ سب تعریف اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے اور (قل ھو اللہ احد) ہے آپ کہیں اللہ کی ذات ہی ایک

اکائی ہے پس جس شخص کو قرآن شفا نہیں دیتا ہے اس کو اللہ بھی شفا نہیں دیتا "

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، اس حدیث کو ابو محمد الحلال نے **فضائل قل ھو اللہ احد** (۲/۱۹۸) میں ذکر کیا ہے اور **مسند دیلمی** (۱/۱) میں اس حدیث کا اختصار ہے کہ ہمیں یزید بن عمرو بن براء ابوسفیان الشوف ۔ نے خبر دی اس نے کہا ہمیں احمد بن الحارث الغسانی نے اس نے کہا ہمیں ساکنہ بنت العبد نے اس نے کہا: میں نے رجاء الغنوی سے سنا وہ بیان کرتا تھا پس اس کا تذکرہ کیا جبکہ الواحدی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی تفسیر (۲/۱۸۵/۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے احمد بن الحارث الغسانی سے اس کے آخری جملہ پر اقتصار کیا ہے اور اسی طرح اس کو ثعلبی نے بیان کیا جیسا کہ کشاف کی احادیث کی تخریج (ص۱۰۳ رقم ۳۰۴) میں ہے جس کے مرتب حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) ہیں۔

میں کہتا ہوں: ابن الحارث کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے **الجرح والتعدیل** (۱/۱/۴۷) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے دریافت کیا اس نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے اور امام بخاری اور دولابی (رحمہم اللہ) نے کہا ہے اس میں نظر ہے اور عقیلی نے کہا ہے اس سے مروی منکر احادیث ہیں جن کی متابعت نہیں ہے اس نے بیان کیا کہ رجاء غنوی شخص کیلئے کوئی روایت پہچانی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی وہ صحابی ہے، نیز امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **الجامع** میں ابن قانع کی روایت کے ساتھ رجاء غنوی سے ذکر کیا ہے امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے **تاریخ صحابہ** میں اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔

چنانچہ اس نے رجاء راوی کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ شخص شرف صحبت کے ساتھ مشرف ہے اس نے بصرہ میں رہائش اختیار کی اور اس نے فضیلت قرآن کے بارے میں غیر صحیح حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ حدیث اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ مادی ادویات کیساتھ علاج نہ کرایا جائے اور تلاوت قرآن پر اعتماد کیا جائے۔

جب کہ یہ بات نبی ﷺ کی قولی اور فعلی سنتوں کیساتھ نہ زیادہ نہ کم ہونے کے ساتھ متفق نہیں ہے جبکہ نبی ﷺ نے مادی ادویات کیساتھ متعدد بار علاج کروایا مزید برآں آپ نے اس کا حکم بھی دیا آپ کا ارشاد گرامی ہے: "اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے کسی بیماری کو نہیں اتارا ہے مگر اس کے علاج کو بھی اتارا ہے" اس حدیث کو حاکم نے صحیح سند کیساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۵۳)((مَنِ اسْتَشْفٰی بِغَیْرِ الْقُرْآنِ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی))

ترجمہ: ''جو شخص قرآن کے علاوہ سے شفا کا طلب گار ہے اس کو اللہ شفا عطا نہ کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام صغانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ (ص۱۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ شیخ عجلونی نے اس کو الکشف (۲/۳۳۲) میں برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں ان الفاظ کا اصل اس سے پہلی حدیث میں ہے۔

(۱۵۴)((اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ، بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ، بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ، قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ، وَجَاهِلٌ سَخِیٌّ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ))

ترجمہ: ''سخاوت کرنے والا شخص اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے لوگوں کے قریب ہے دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل شخص اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے جب کہ جاہل سخی اللہ کے ہاں عبادت کرنے والے بخیل سے زیادہ محبوب ہے''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳/۱۴۳) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۱۵۴) میں اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روضۃ العقلاء (ص۲۴۶) میں اور ابن عدی نے (۲/۱۸۳) میں سعید بن محمد الوراق کے طریق سے اس نے یحیٰی بن سعید سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے مرفوع روایت کیا جبکہ امام ترمذی نے اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے ہیں جبکہ سعید بن محمد کی اس حدیث کی روایت میں یحیٰی بن سعید سے مخالفت کی گئی ہے جبکہ یحیٰی بن سعید سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل روایت کی گئی ہے، امام عقیلی کا قول ہے اس حدیث کا یحیٰی اور اس کے سوا سے کچھ اصل نہیں ہے اور ابن حبان کا قول ہے اگر سعید بن محمد نے اس حدیث کی اسناد کو محفوظ کر لیا ہے تو وہ غریب ہے غریب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سعید راوی کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ شخص کوئی چیز نہیں ہے جب کہ ابن سعد اور اس کے علاوہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے جب کہ امام دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے جب کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں اضطراب ہے کبھی

تو اسی طرح روایت کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ بھی اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم بن حارث التمیمی سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو مرفوع روایت کیا ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاوسط (1/91/1) میں ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ سعید نے ہی روایت کیا ہے۔

اس طرح اس حدیث کو الضیاء نے المنتقیٰ من مسموعاته بمرو (اپنی ان مسموعات میں جو مرو شہر میں ہوئیں) (۲/۱۲۷) میں روایت کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ کے واسطہ کا ذکر نہیں کیا ہے، مزید برآں اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس طریق اور اس کے سوا کے ساتھ الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۹۲-۹۳) میں دوسرے طریق کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ بھی طرق ضعیف ہیں ان میں غور فکر کیا جائے۔

مزید برآں اس سے یہ حقیقت غائب رہی کہ حافظ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس وراق (راوی) کی حدیث کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تهذیب میں سعید کے حالات میں ہے جب کہ ابو حاتم نے اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور سعید بن مسلمہ راوی حدیث میں ضعیف ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کا اس میں دخل ہے آپ ابن ابی حاتم کی العلل (۲/۲۸۳-۱۸۴) دیکھیں۔

(۱۵۵) ((رَبِيعَ أُمَّتِي اَلْعِنَبُ وَالْبِطِّيخُ))

ترجمہ: "میری امت کیلئے موسم وہ موسم بہار ہے جس میں انگور اور تربوز دستیاب ہوتے ہیں"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی نے اپنی کتاب الجامع الصغير میں داخل کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے جب کہ اس نے ابو عبدالرحمٰن سلمی کی روایت کو اس میں داخل کیا ہے جو کتاب الاطعمة میں ہے، نیز ابو عمر توقانی کی روایت کو جو کتاب البطيخ میں ہے اس کو درج کیا ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں محمد بن احمد بن مہدی (اصل احمد بن محمد) کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الضوء بن الدلهمس نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عطاف بن خالد نے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے روایت کیا اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے اس میں محمد بن الضوء کذاب ہے شراب اور بے حیائی میں حد سے بڑھا

ہوا تھا مزید برآں علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلــی (۲/۲۱۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور پھر ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۳۱۷) میں کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس روایت میں محمد بن احمد بن مہدی غایت درجہ ضعیف ہے جیسا کہ امام دار قطنی (رحمہ اللہ) نے کہا، اور وہ حدیث جس کو امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں شامل کیا ہے، المنار (ص ۲۱) میں ہے اس نے بیان کیا کہ وہ چیز جس سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے وہ حدیث کا غیر معروف انداز ہے جسے معاشرہ میں اچھا قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کو مزاحیہ انداز کہا جا سکتا ہے بعد ازاں اس نے کچھ احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث بھی اس میں شامل ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۷-۱۰۸) میں برقرار رکھا ہے۔

(۱۵۶) ((اِحْتَرِسُوا مِنَ النَّاسِ بِسُوءِ الظَّنِّ))

ترجمہ: '' خود کو لوگوں کی بدظنی سے محفوظ رکھو ''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحییٰ سے اس نے سلیمان بن سلیم سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۸/۸۹) میں کہا ہے کہ بقیہ بن ولید مدلس ہے جب کہ اس کے دیگر راوی ثقہ ہیں اسی طرح اس نے کہا ہے جب کہ معاویہ بن یحییٰ غایت درجہ ضعیف ہے اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جب کہ میں نے بعض ائمہ کے اقوال کو اس حدیث کے ضعیف قرار دینے میں حدیث نمبر (۱۳۶) میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کو منکر قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے جب کہ امام مناوی نے الفیض میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں انس کے طریق سے جب کہ وہ بقیہ کی روایت سے لفظ عنٗ کے ساتھ ہے وہ معاویہ بن یحییٰ سے جب کہ معاویہ بن یحییٰ ضعیف ہے اس میں دو علل ہیں جب کہ مطرف کے قول سے صحیح ہے جس کو مسدد نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح اس کو ابن عساکر نے مطرف میں ذکر کیا ہے (۲/۲۹۱/۱۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث عمر اور اس کے سوا کا قول بھی ہے چنانچہ ابو عمرو الدانی نے السنن الواردۃ فی الفتن

(۲-۱/۱۴) میں عیسیٰ بن ابراہیم سے اس نے ضحاک بن یسار سے اس نے ابوعثمان نہدی سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے: کہ ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب کہ قبیلہ کے صالح لوگ قبیلہ سے ہوں گے اگر وہ ناراض ہوں گے تو خود کے لئے ناراض ہوں گے اور اگر وہ خوشنودی کا اظہار کریں گے تو اپنے لئے کریں گے اور اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے ناراض نہیں ہوں گے اور اللہ کی رضا کا اظہار نہیں کریں گے پس جب یہ دور آ جائے گا تو تم خود کو محفوظ رکھو''

جب کہ یہ عیسیٰ بن مریم جو ہاشمی بھی ہے غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابونعیم نے اخبار اصبھان (۲/۲۰۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عمر سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا کہ ((دانائی یہ ہے کہ آپ لوگوں کے بارے میں بدظنی کریں)) جب کہ اس کی اسناد بھی ضعیف ہے مزید برآں یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان روایات کے خلاف ہے جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں جن میں نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے بارے میں بدظنی سے کام نہ لیں ان میں سے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کہ ''تم خود کو بدظنی سے تحفظ عطا کرو اس لئے کہ بدظنی تو بہت بڑا جھوٹ ہے'' (صحیح بخاری: ۱۰/۳۹۵-۳۹۸)

مزید برآں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ممکن نہیں اگر ان کے بارے میں بدظنی رکھی جائے تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ اس باطل بنیاد پر معاملات کریں۔

(۱۵۷) ((اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ، وَالتَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ))

ترجمہ: ''اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت کا نظام ہے جب کہ لوگوں کے ساتھ اظہار محبت کرنا آدھی عقل ہے اور اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے مکارم الأخلاق میں ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں ابن عمر سے روایت کیا ہے اس پر شارح مناوی نے خاموشی اختیار کی ہے، جب کہ روایت ضعیف ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۸۴) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو اس نے ہشام بن عمار سے اس نے مخیس بن تمیم سے اس نے حفص بن عمر سے اس نے ابراہیم بن عبداللہ بن زبیر سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا ہے میرے

والد کا قول ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جب کہ مخیس اور حفص دونوں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے مخیس کے حالات میں ذکر کیا ہے مزید برآں اس نے ذکر کیا ہے کہ ابن ہشام نے اس سے منکر حدیث کو ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(۱۵۸)((اِغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَوْ كَانَ كَأْسًا بِدِيْنَارٍ))

ترجمہ: ''تم جمعہ کے دن غسل کرو اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار کے عوض دستیاب ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ازدی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن حبان تک، اس نے کہا ہمیں حماد بن زید نے ایوب سے اس نے حسن سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ ابن حبان سے مقصود ابراہیم بن البختری ہے وہ ساقط ہے اس کو حجت تسلیم نہیں کیا جاتا، میں کہتا ہوں: وہ ابراہیم بن براء ہے اور اس کی موضوع حدیث کا پہلے (ح نمبر ۱۱۴) میں ذکر ہو چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۶) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے نکالا ہے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے بتایا اس نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابو اسماعیل دیلمی نے انس سے اس کو مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ تعاقب کمزور ہے جب کہ یہ حفص بن عمر کذاب ہے جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں نقل کیا ہے بعدازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ان میں سے یہ بھی ایک حدیث ہے اسی لئے ابن عراق نے (۲/۲۴۸) میں ذکر کیا ہے پس اس میں شاہد ہونے کی صلاحیت نہیں ہے جب کہ اچنبھے کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کو الجامع میں اس ابن عدی کی روایت سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے موقوف ذکر کیا ہے، امام مناوی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ پہلے کا شاہد ہے یعنی مرفوع ہے اور اس کے ساتھ مصنف نے ابن جوزی پر رد کرتے ہوئے حدیث کو موضوع بنا دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ رد کمزور ہے اس لئے کہ کسی حدیث کا جب موضوع ہونا ثابت ہو جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مرفوع ہے تو اس کو کچھ فائدہ عطا نہیں کرتا ہے کہ وہ بعض صحابہ پر موقوف ہو البتہ یہ کہ وہ ان احادیث سے ہو جس کو اجتہاد اور رائے کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کا حکم مرفوع کا ہے جب کہ یہ حدیث ان سے نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اس کو لازم پکڑیں جب کہ اللآلی کے طبع شدہ

نسخہ سے ابن ابی شیبہ کی حدیث کی اسناد ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے گری ہوئی ہے پس ہم قدرت حاصل نہیں کر سکے ہیں کہ اس کی صحت کی جانب دیکھیں اگر چہ وہ موقوف ہے بعدازاں اس کی اسناد پر اطلاع حاصل ہوئی چنانچہ ابن ابی شیبہ نے المصنف (۲/۲۰/۱۱) میں کہا ہے کہ ہمیں وکیع نے ثور سے بیان کیا اس نے زیاد نمیری سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا: ''میں جمعہ کے دن ضرور غسل کروں گا اگر چہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار میں دستیاب ہو'' جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں زیاد بن عبداللہ ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

بعدازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے کعب کی دوسری حدیث کو بیان کیا جب کہ اس حدیث کی اسناد بھی ضعیف ہے پس یہ حدیث نبی ﷺ کی جانب مرفوع ہے موقوف بھی ہے اور ضعیف بھی ہے جب کہ احادیث صحیحہ اس سے بے پرواہ کرتی ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے'' (مسلم، وغیرہ) جبکہ لوگوں نے اگر تساہل اختیار کیا ہے کم تعداد میں لوگ جمعہ کے دن غسل کرتے ہیں اور جو شخص جمعہ کے روز غسل کرتا ہے تو وہ محض پاکیزگی کے حصول کیلئے کرتا ہے اس لئے نہیں کہ یہ جمعہ کا حق ہے۔

(۱۵۹) ((إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں جو جمعہ کے دن پگڑیوں کو زیب تن کر کے جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر میں علاء بن عمرو الحنفی سے اس نے کہا ہم سے ایوب بن مدرک نے روایت کیا اس نے مکحول سے اس نے ابوالدرداء سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ امام جوزی نے اس کو الموضوعات میں اس وجہ سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ایوب اس میں متفرد ہے، ازدی نے اس حدیث کو ایوب کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے وضع کیا ہے یحییٰ نے اس کو کذاب کہا ہے اور دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے جبکہ امام سیوطی (۲/۲۷) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر دو حفاظ نے یعنی عراقی نے تخریج الاحیاء میں اور ابن حجر نے تخریج الرافعی میں اقتصار کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس کا دونوں کی تقلید کرنا جب کہ وہ اپنے زمانہ کا مجتہد ہے جب کہ اس نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ شارح نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ابن جوزی کے پہلے

قول کا ذکر کیا ہے جب کہ مؤلف نے اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے، علاوہ ازیں کہ اس نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ عراقی اور ابن حجر (رحمہا اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے جب کہ آپ کو خوب علم ہے کہ اس تعاقب میں کس قدر تعصب کارفرما ہے۔

میں کہتا ہوں: ہیثمی (رحمہ اللہ) کا قول المجمع (۱۷۶/۲) میں ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں ایوب بن مدرک کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے بعدازاں اس کی حدیث کو پیش کیا ہے، اور اللسان میں عقیلی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ ایوب بن مدرک ایسی منکر احادیث بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہے نیز اس نے پگڑیوں کی حدیث کے بارے میں کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس سے روایت کرنے والا علاء بن عمرو الحنفی بھی تہمت زدہ ہے جبکہ اس کی احادیث سے وہ حدیث ہے جس کے بارے میں ہم آئندہ مضمون میں گفتگو کریں گے، انشاء اللہ۔

بعدازاں میں نے دیکھا کہ عقیلی نے اس حدیث کو الضعفاء (ص ۴۲) پر یوسف بن عدی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں ایوب بن مدرک نے یہ حدیث سنائی جبکہ یہ یوسف راوی ثقہ ہے اس کا شمار بخاری کے رجال سے ہے اس بناء پر علاء بن عمر اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا جب کہ تہمت اس کے استاذ ایوب بن مدرک میں بند ہو گئی مزید اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۸) میں اس سے تیسرے طریق میں نکالا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(۱۶۰)((أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))

ترجمہ: ”تم اہل عرب کے ساتھ تین وجوہ کے پیش نظر محبت کرو اس لئے کہ میں عربی النسل ہوں اور قرآن پاک کی زبان عربی ہے جب کہ جنت والوں کی زبان عربی ہوگی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو المستدرک (۸۷/۴) میں اور معرفة علوم الحدیث (ص ۱۶۱-۱۶۲) میں اور امام عقیلی نے الضعفاء (۳۲۷) میں اور طبرانی نے الکبیر (۱/۱۲۲/۳) میں اور الاوسط میں ہے اور تمام نے الفوائد (۱/۲۲) میں جب کہ اس کے طریق سے الضیاء المقدسی نے صفة الجنة (۱/۷۹/۳) میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۸۱) میں جب کہ ابن عساکر نے (۱/۲۳۰/۶، ۱/۳۴/۷) میں اور اسی طرح ابوبکر انباری

نے ایضاح الوقف والابتداء کے نسخہ اسکندریہ (ق ۱/٦) میں ان سب نے علاء بن عمرو الحنفی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن یزید الاشعری نے خبر دی کہ ابن جریج نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد موضوع ہے اور اس میں تین علتیں ہیں۔

پہلی علت: علاء بن عمر راوی ہے اس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں متروک قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کسی صورت اس سے استدلال جائز نہیں، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو عقیلی کے طریق سے ہے، بعد ازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کہا ہے جبکہ اللسان میں ازدی کا قول ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے کہا ہے کہ کبھی وہ اس کی مخالفت کرتا ہے، جبکہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور صالح جزرہ نے کہا ہے: اس میں کچھ حرج نہیں، اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: میں نے احادیث کو اس سے تحریر کیا ہے جبکہ میں نے اس کو بہتر پایا ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید ابو حاتم کا یہ قول جو کہ الجرح والتعدیل (۳/۱/۳۵۹) میں ہے اس سے پہلے کا ہے کہ اس کی جھوٹی احادیث کی روایت پر اس کو اطلاع ہو وگرنہ اس کا توثیق کرنا اس کی کسی چیز میں تکذیب کے ساتھ اس کی حدیث کیلئے متفق نہیں ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس سے نقل کیا ہے اور یہ اس کے بیٹے کی کتاب العلل (۲/۳۷۵-۳۷٦) میں اس نے ذکر کیا ہے، میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو علاء بن عمرو الحنفی نے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے، لیکن کبھی کہا جا سکتا ہے کہ جب کسی حدیث میں بہت سی علل ہوں تو یہ بھی صحیح ہے کہ ابو حاتم کے نزدیک اس علاء راوی کے سوا میں علت ہو، واللہ اعلم۔

اور اس نے لسان المیزان میں اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عقیلی نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے متن میں ضعف ہے اس حدیث کا کچھ حصہ اصل نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے اس کو برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ ہمارے ہاں جو عقیلی کا نسخہ ہے اس میں یہ قول نہیں ہے کہ حدیث کا متن ضعیف ہے، واللہ علم۔

جب کہ ابن حبان کا اس کی توثیق کرنا اس کے اس قول کے ساتھ جو اس سے ذہبی نے نقل کیا ہے کہ کسی صورت میں اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے بظاہر اس میں تناقض ہے تو شاید توثیق اس سے پہلے کی ہو جبکہ اس کی حقیقت پر اطلاع حاصل ہوئی ہو، واللہ اعلم، جب کہ کبھی ہیثمی کا قول جو

المجمع (۱۰/۵۲) میں ہے اس کی تائید کرتا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں علاء بن عمرو الحنفی راوی ایسا ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔

دوسری علت: یحییٰ بن یزید ہے اسی طرح اس روایت میں یزید ہے اس کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے اس میں تبدیلی ہے جبکہ اصل میں لفظ برید ہے، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح عقیلی کی الضعفاء اور امام حاکم کی المعرفة میں ہے، اور اسی طرح اس کو ابن ابی حاتم نے الجرح و التعدیل (۴/۲/ ۱۳۱) میں ذکر کیا ہے، جب کہ ابن معین سے روایت ہے کہ اس نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن نمیر سے روایت ہے اس نے ذکر کیا ہے: کہ جو ایک کھجور کے برابر ہو؟ اور ابو زرعہ سے منقول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے جب کہ اس کے باپ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اس کی حدیث کو چھوڑا نہ جائے بلکہ اس کو تحریر کیا جائے، لسان المیزان میں ہے کہ ساجی، عقیلی اور ابن جارود (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حاکم کے نزدیک اس کی متابعت محمد بن الفضل نے کی ہے جب کہ وہ تہمت زدہ ہے جیسا کہ حدیث نمبر (۲۶) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یزید کی حدیث ابن جریج سے صحیح ہے، لیکن ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے بلکہ یحییٰ کو امام احمد (رحمہ اللہ) اور اس کے سوا نے بھی ضعیف قرار دیا ہے جب کہ علاء بن عمرو الحنفی راوی قابل اعتماد نہیں ہے اور البتہ محمد بن الفضل تہمت زدہ ہے، جب کہ میں خیال کرتا ہوں: کہ حدیث موضوع ہے اور اسی طرح حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے محجة القرب الی محبة العرب (۱/۵) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: وہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے بلکہ وہ ضعیف ہے اس لئے کہ یحییٰ بن یزید بن ابی بردہ ان کے نزدیک ضعیف ہے اور اسی طرح وہ شخص جو اس سے روایت کرتا ہے ضعیف ہے مقصود علاء بن عمرو الحنفی ہے۔

تیسری علت: ابن جریج کا لفظ عن کے ساتھ روایت کرنا جب کہ وہ مدلس ہے، امام احمد کا قول ہے: بعض وہ احادیث جن کو ابن جریج مرسل کرتا ہے موضوع ہیں جبکہ ابن جریج کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ ان احادیث کو کہاں سے لے رہا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ مجھے خبر دی گئی اور مجھے فلاں سے بتایا گیا اسی طرح المیزان میں ہے اور ابن جوزی نے جس حدیث کو عقیلی کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ عقیلی نے اس کو منکر قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ابن جوزی کا قول ہے کہ یحییٰ راوی مقلوب احادیث ذکر کیا کرتا تھا، امام سیوطی نے اللآلی میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عقیلی نے اس کو علاء بن عمرو کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی منکر روایات سے ہے اور اسی طرح میزان الاعتدال کے مصنف نے ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے ابن حبان کی توثیق کو اور صالح جزرہ کی توثیق کو علاء کے بارے میں اس قاعدہ سے غفلت اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے جبکہ ابن حبان کا دوسرا قول ہے کہ اس کیساتھ استدلال کرنا ہرگز جائز نہیں، نیز حافظ عراقی کے قول سے غافل ہے کہ محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے جب کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بعدازاں اس نے اس کیلئے حاکم کے صحیح قرار دینے کا ذکر کیا ہے نیز ذہبی نے جو اس کا تعاقب کیا ہے امام سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک شاہد ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن وہ منکر ہے امام سیوطی نے خود کہا ہے کہ اس نے کچھ کام نہیں کیا ہے، جب کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۱۷۶ طبع خانجی) میں عقیلی کے طریق سے ذکر کیا ہے عقیلی نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں، جبکہ ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ یہ بات ہے کہ اس سے پہلے حافظ السلفی سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اس کے بارے میں شیخ الاسلام نے کہا ہے میں نہیں جانتا ہوں: کہ اس کا ارادہ محدثین کے طریق کے مطابق اسناد کے حسن ہونے کا ہے یا عام اصطلاح کے مطابق متن کے حسن ہونے کا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ غلبہ ظن یہ ہے کہ اس نے دوسری کیفیت کو اپنایا ہے اور الفیض میں اس کو یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کو ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے باوجود اس کے کہ اس کا کلام جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ اس کے یقین پر دلیل نہیں ہے بہر حال میں بہت زیادہ بعید باور کرتا ہوں کہ سلفی اس حدیث کی اسناد کو مستحسن قرار دے جب کہ اس کی بہت ساری کیفیت اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ یہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کو موضوع قرار دینے کا بہت سے ائمہ نے فیصلہ کیا ہے جو اس سے پہلے گزرے ہیں جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) اور عقیلی (رحمہ اللہ) ہیں، جب کہ اس کے بارے میں ان کی مخالفت کسی نے نہیں کی ہے جس کے علم کو پختہ قرار دیا جائے اور اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس کی جانب امام سیوطی نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

(۱۶۱) ((أَنَا عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))

ترجمہ: ”میں عربی ہوں جبکہ قرآن عربی میں ہے اور جنت والوں کی زبان بھی عربی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں سعدۃ بن سعد نے بتایا اس نے بیان کیا ہمیں ابراہیم بن منذر نے اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عمران نے اس نے کہا ہمیں شبل بن علاء نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۴۴۲/۱) میں اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے یہ اس حدیث کی شاہد ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کے ذکر کے بعد اس نے کہا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المغنی میں بتایا ہے کہ شبل بن علاء بن عبدالرحمٰن کے بارے میں ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث منکر ہیں میں کہتا ہوں: علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۵۲/۱۰-۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں عبدالعزیز بن عمران متروک راوی ہے۔

میں کہتا ہوں: اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے پس اس حدیث کو مجہول کرنا زیادہ بہتر ہے اسی لئے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے المحجۃ (۵۶/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ عبدالعزیز بن عمران زہری راوی متروک ہے اس کو امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو تحریر نہ کیا جائے اس لحاظ سے تو حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابن عراق (رحمہ اللہ) نے اس کو تنزیہ الشریعۃ میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کرنا باطل ہے، اس حدیث میں آپ کے فخر کا تذکرہ ہے کہ مجھے عربی ہونے پر فخر حاصل ہے جب کہ یہ بات اسلامی شریعت میں عجیب وغریب ہے یہ ہرگز اس ارشاد الٰہی کے مطابق نہیں ہے «إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ»

”کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا شخص اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے“

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: «لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»

”کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے“ (مسند احمد: ۴۱۱/۵)

اس حدیث کی اسناد صحیح ہے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے الاقتضاء (ص ۶۹) میں ذکر کیا ہے اور نبی ﷺ کی اس نہی کے ساتھ بھی موافق نہیں ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر نہ کرو، ارشاد نبوی ہے: ”بلاشبہ اللہ عزوجل نے تم سے جاہلیت کے فخر کو جو اپنے آباء کے لحاظ سے کرتے ہو اس کو ختم کر دیا ہے سبھی لوگ آدم کے بیٹے ہیں جب کہ آدم کی تخلیق مٹی سے ہے ایک شخص ایماندار پرہیزگار ہے اور دوسرا شخص فاسق، فاجر اور بدبخت ہے“

ذہن نشین کریں لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے سے باز آ جائیں ورنہ وہ دوزخ کے کوئلے ہیں یا وہ اللہ کے ہاں اس گوبر کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہیں جو گندگی کو اپنے منہ کے ساتھ دور کرتے ہیں)) (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا، جبکہ ابن تیمیہ (ص ۳۵-۶۹) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، پس جب نبی ﷺ کی یہ توجیہات اپنی امت کیلئے ہیں تو کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ اس کی مخالفت کریں اس کام کو کریں جس سے آپ نے انہیں روکا ہے جب کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث سے یہ حدیث ہے جو اس کی حالت پر دلالت کرتی ہے وہ آگے ذکر ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۶۲) ((لَمَّا تَجَلَّى اللهُ لِلْجَبَلِ - يَعْنِي جَبَلَ الطُّورِ - طَارَتْ لِعَظْمَتِهِ سِتَّةُ جِبَالٍ فَوَقَعَتْ ثَلَاثَةٌ فِي الْمَدِينَةِ، وَثَلَاثَةٌ بِمَكَّةَ، بِالْمَدِينَةِ أُحُدٌ وَ وَرْقَانُ وَ رِضْوَى، وَ وَقَعَ بِمَكَّةَ حِرَاءُ وَ ثَبِيرُ وَ ثَوْرٌ))

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ پر تجلی کی تو اس کی تجلی کی عظمت کے باعث چھ پہاڑوں نے پرواز کی تین کا تعلق مدینہ سے اور تین کا مکہ سے جب کہ مدینہ میں احد اور ورقان اور رضوی ہیں اور مکہ میں حراء اور ثبیر اور ثور ہیں ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، محاملی نے اس حدیث کو الأمالی (۱/۱۷۲/۱) میں اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۶۶) میں اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے عبدالعزیز بن عمران کے طریق سے اس نے معاویہ بن عبداللہ سے اس نے جلد بن ایوب سے اس نے معاویہ بن قرۃ سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا ہے جبکہ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر (۲/۲۴۵) میں بیان کیا کہ یہ حدیث غریب بلکہ منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: انہوں نے اس کی علت کو بیان نہیں کیا ہے اور وہ عبدالعزیز بن عمران ہے جب کہ وہ ثقہ نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے اور اس کے حالات کے ضمن میں ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ جلد بن ایوب کے بارے میں دارقطنی کا قول ہے کہ وہ متروک ہے بعدازاں میں نے اس حدیث کو پایا جس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ عبدالعزیز متروک ہے وہ مشہور رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب (۱/۲۴) میں کیا ہے جو مفید نہیں ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔

(۱۶۳) ((إِذَا ذَلَّتِ الْعَرَبُ ذَلَّ الْإِسْلَامُ))

ترجمہ: ''جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو اخبار اصبهان (۲/۳۴۰) میں منصور بن ابی مزاحم سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن الخطاب نے بتایا اس نے علی بن زید سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم نے اس کو العلل (۲/۳۷۶) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت محمد بن خطاب ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح (۳/۲/۲۴۶) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا اس نے کہا میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں، جب کہ المیزان میں ازدی کا قول ہے: کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے، بعدازاں اس نے اس کی اس حدیث کو روایت کیا اس کے منکر ہونے کی جانب اشارہ تھا جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس ابن الخطاب کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان کی توثیق اعتماد کے لائق نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں متعدد بار تنبیہ گزر چکی ہے مزید براں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جبکہ ہیثمی (رحمہ اللہ) کا قول المجمع (۱۰/۵۳) میں ہے کہ ابو یعلیٰ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد میں محمد بن خطاب بصری کو ازدی اور اس کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کے دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، اور یہ اس کے اوہام سے ہے جبکہ ابن جدعان کا شمار صحیح رواۃ سے نہیں ہے مزید برآں وہ ضعیف ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس مقام میں آپ کو امام مناوی کی غلطی کا پتہ چل جائے گا جو الجامع کی شرح میں ہے، جبکہ عراقی نے القرب میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

بعدازاں اس نے نقل کیا ہے جس کو میں نے ہیثمی سے ابھی ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ مصنف کا اس کے ضعف کی جانب اشارہ کرنا باطل ہے جب کہ اس بات سے سید رشید رضا دھوکے میں چلے گئے ہیں جب کہ اس نے مجلہ المنار (۱۷/۹۲۰) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں میں نے حافظ عراقی کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ وہ محجة القرب فی فضل العرب (۱/۵-۲/۵) میں اس کے بعد کہ اس نے حدیث کو ابو یعلیٰ کے طریق سے

اس نے منصور سے اس کو بیان کیا، اور محمد بن جبیر بن حیۃ کے بارے میں بحث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے جب کہ علی بن زید بن جدعان راوی کے بارے میں اختلاف ہے اور امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو متابعات اور شواہد میں ذکر کیا ہے اور اس باب میں ذکر ہو چکا ہے جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ محمد بن خطاب کی شخصیت کی جہالت ختم ہو چکی ہے جب ایک جماعت نے اس سے روایت کیا ہے جن کا تذکرہ گزر چکا ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی کی شخصیت سے جہالت کا زائل ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی حالت جہالت بھی ختم ہو گئی ہے۔

اس لحاظ سے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا ذکر کردہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے نزدیک حدیث دو علتوں کے باعث ضعیف ہے جن دونوں کا اس نے ذکر کیا ہے پس یہ ایسی تحقیق ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے یہ مجھے اس چیز کو صحیح قرار دینے میں شک میں ڈالتی ہے جس کو مناوی نے عراقی سے نقل کیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے معنیٰ میں وہ چیز ہے جو اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے تو ہم اس کو ضعیف قرار دینے پر خود کو روک دیتے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام کی عزت صرف عرب کیساتھ ہی مربوط نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت ان کے علاوہ کے بھی ایمان والوں سے عطا کرتا ہے جیسا کہ اس کا ظہور دولت عثمانیہ میں ہوا یہاں تک کہ اسلامی سلطنت کی وسعت یورپ کے وسط تک پہنچ گئی، بعد ازاں جب انہوں نے شریعت اسلامیہ سے انحراف کر کے یورپ کے قوانین کو اپنایا انہوں نے اعلیٰ چیز کے عوض ادنیٰ چیز کو اختیار کیا تو ان کے شہروں سے ان کی بادشاہت کا سایہ سکڑ گیا تو ان میں اسلام کی وہ نمایاں علامات ختم ہو کر رہ گئیں۔

اسلام کے نشانات سے کچھ نشانات باقی رہ گئے اس سے بھی مسلمانوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا اور کفار انکے شہروں میں آ دھمکے اور انہوں نے مسلمانوں کو ذلت سے ہم کنار کیا البتہ کچھ مسلمان محفوظ رہے اور یہ مسلمان لوگ اگر چہ ان کے استعمار سے بظاہر محفوظ رہے جبکہ پوشیدہ طور پر استعمار نے انکی کثیر آبادیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ اقتصادیات کا مسئلہ ہے تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اسلام کو غلبہ اور عزت اور اس کے بالمقابل ذلت اسلامی قوانین پر عمل پیرا نہ ہونے سے ہے خواہ عرب ہوں یا عجمی ہوں۔

ارشاد نبوی ہے: ''اور کسی عربی شخص کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ برتری تقویٰ کے ساتھ ہے''

اے اللہ مسلمانوں کو غلبہ عطا کر اور ان کے دل میں اس حقیقت کو ڈال کہ وہ آپ کی نازل

کردہ کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کی جانب رجوع کریں تا کہ ان کے باعث اسلام کو غلبہ حاصل ہو، علاوہ ازیں یہ اسکے منافی نہیں ہے کہ اہل عرب کی جنسیت دیگر لوگوں کی جنسیت سے افضل ہے بلکہ یہی وہ حقیقت ہے جس پر میرا ایمان اور اعتقاد ہے اور اس کیساتھ ہی میں اللہ کی اطاعت میں محو رہتا ہوں۔

اگر چہ میں البانیہ کا باشندہ ہوں جبکہ میں تو اللہ پاک کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہوں جبکہ میں نے عرب کی جنسیت کی فضیلت کو ذکر کیا ہے تو یہ اہل سنت والجماعت کا نظریہ اور اس باب میں نبی ﷺ سے جو احادیث وارد ہیں ان کا مجموعہ اس پر دلالت کر رہا ہے ان میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کہ ”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کا انتخاب کیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کا اور بنو کنانہ سے قریش کا اور قریش سے بنو ہاشم کا جب کہ بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا“ (احمد ۴/۱۰۷، ترمذی ۴/۳۹۲)

ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس کا اصل صحیح مسلم (۴۸/۷) میں ہے اور اسی طرح بخاری نے التاریخ الصغیر (ص۶) میں واثلۃ بن اسقع کی حدیث سے جب کہ اس کا شاہد ترمذی میں ہے عباس بن عبد المطلب ﷺ سے ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید ایک شاہد عبداللہ بن عمر ﷺ سے مستدرک حاکم (۸۶/۴) میں ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

جب کہ ضروری ہے کہ عربی شخص اپنی جنسیت پر فخر سے باز رہے جب کہ اس کا شمار تو جاہلیت کے معاملات سے ہے جن کو ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے باطل قرار دیا ہے اس کی وضاحت گزر چکی ہے جیسا کہ ضروری ہے کہ ہم اس سبب سے خود کو جہالت میں نہ رکھیں جس کے باعث اہل عرب کو افضلیت کا استحقاق عطا کیا کہ وہ دعوت اسلامیہ کے حامل ہوں اور اس کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عربی شخص اس کو پہچان لے گا اور اس پر محافظت کرے گا تو اس کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے اسلاف کی مانند صالح شخصیت کا روپ دھارے اور دعوت اسلامیہ کو آگے پہنچائے لیکن اگر وہ اس سے خالی ہے تو اس کو کچھ فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک عجمی شخص جو اسلامی اخلاق کے ساتھ موصوف ہے وہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے۔

جب کہ حقیقی فضیلت تو اس دین کی تابعداری کا نام ہے جس کے ساتھ محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا اس میں ایمان کی حرارت کے ساتھ علم بھی ہو پس جس قدر جس میں زیادہ علم ہوگا وہ افضل ہوگا جب کہ فضیلت تو ان امور کے باعث ہے جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اسلام ایمان کے ساتھ ساتھ نیکی کا جذبہ تقویٰ اور علم کی روشنی ضروری ہے، مزید برآں عمل صالح اور مقام احسان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے نہ

صرف اس قدر کہ وہ انسان ہے عربی ہے یا عجمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا نبی ﷺ کے اس ارشاد کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص کے عمل میں کوتاہی ہے اس کا نسب اس کو کچھ فائدہ نہیں دے گا (مسلم) اس حقیقت کو ایک عربی شاعر نے بیان کیا ہے۔

لسنا وإن أحسابنا كرمت ... يوماً على الأحساب نتكل

نبني كما كانت أوائلنا ... تبني ونفعل مثل ما فعلوا

"ہم کچھ نہیں ہیں اگرچہ ہمارا حسب ونسب عزت والا ہے کہ ہم ایک دن بھی حسب ونسب پر بھروسہ کریں ہم اسی طرح اپنی زندگی کو اخلاقیات کی لحاظ سے اپنائیں جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنایا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلیں جس طرح وہ چلتے رہے"

خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب کی فضیلت ان خصوصیات کے باعث ہے جو ان میں متحقق تھیں لیکن جب وہ خصوصیات ختم ہو جائیں کہ ان کے چھوڑنے کے باعث فضیلت جاتی رہے گی، جب عجمی لوگ ان خصوصیات کے دامن کو تھام لیں گے اور ان سے بہتر ہوں گے یاد رکھیں کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں البتہ تقویٰ کے باعث ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ لوگ گمراہ ہیں جو عربیت کی جانب دعوت دیتے ہیں جبکہ ان میں کوئی خاص وصف نہیں جن کے باعث ان کو خصوصیت اور فضیلت حاصل ہو بلکہ ایسے لوگ تو یورپین ہیں نہ صرف دل کے لحاظ سے بلکہ قالب کے لحاظ سے بھی ان کے برابر ہیں۔

(۱۶۴) ((اَلْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ، وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ))

ترجمہ: "مدبر غلام کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ ثلث مال سے آزاد ہوگا"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو (ص ۴۸۳) میں اور بیہقی نے (۱۰/۳۱۴) میں عبیدہ بن حسان سے اس نے ایوب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام دارقطنی کا قول ہے کہ اس حدیث کو عبیدہ بن حسان کے سوا کسی نے مسند بیان نہیں کیا ہے جبکہ یہ ضعیف ہے البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف ہے اس کا قول ہے، میں کہتا ہوں: اس عبیدہ راوی کو ابو حاتم نے منکر الحدیث اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ شخص موضوع روایات کو ثقہ رواۃ سے بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کی کمزوری بلاشبہ ہے جب کہ نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے مدبر غلام کو فروخت کیا چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے اپنے غلام مدبر کو آزاد کر دیا

اس کے ہاں اس کے سوا کوئی مال نہ تھا تو یہ واقعہ نبی ﷺ کے ہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کون شخص مجھ سے اس غلام کو خرید کرے گا تو نعیم بن عبداللہ نے اس کو تین سو درہم میں خرید کیا تو اس نے اس کو اس کی جانب سپرد کر دیا (صحیح بخاری: ۵/۵۲، صحیح مسلم: ۵/۹۷) اور ان کے سوا کتب حدیث میں بھی ہے۔

چنانچہ اس حدیث کو اس سے ابن ماجہ (۲/۱۰۴) میں اور عقیلی نے (۲۹۷) میں اور دار قطنی اور بیہقی نے علی بن ظبیان کے طریق سے اس نے عبیداللہ سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر ؓ سے مرفوع بیان کیا ہے الفاظ یہ ہیں کہ مدبر غلام کو ثلث سے آزاد کیا جائے جب کہ ابن ماجہ کا قول ہے میں نے ابن ابی شیبہ سے سنا ہے اس نے کہا یہ غلط ہے ابن ماجہ نے بیان کیا کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مرفوع نہیں ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کو اس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے مقصود علی بن ظبیان ہے ابن معین نے کہا ہے کہ وہ لاشئی ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۴۳۲) میں ذکر کیا ہے ابوزرعہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو علی بن ظبیان نے عبیداللہ سے روایت کیا ہے تو ابوزرعہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی قرأت سے خود کو روک لیا مزید براں ابن ابی حاتم نے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ابن عمر ؓ کا قول ہے اسی لئے ابن الملقن نے الخلاصۃ (۱/۱۷۹) میں کہا ہے کہ سبھی حفاظ اس پر متفق ہیں کہ موقوف حدیث صحیح ہے جب کہ اس سے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کی غلطی نمایاں ہوتی ہے کہ اس نے اس حدیث کو الجامع میں اس کے دونوں الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۶۵) ((كُلُوا التِّيْنَ ، فَلَوْ قُلْتُ : إِنَّ فَاكِهَةً نَزَلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ بِلَا عَجْمٍ لَقُلْتُ هِيَ التِّيْنُ ، وَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِالْبَوَاسِيْرِ ، وَيَنْفَعُ مِنَ النِّقْرِسِ))

ترجمہ: ''تم انجیر تناول کرو اگر میں کہوں کہ ایک پھل جنت سے اترا ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ وہ پھل انجیر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس پھل کا استعمال بواسیر کو ختم کر دیتا ہے اور گھٹنیا کے مریض کو فائدہ دیتا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں ابن السنی کی اور ابو نعیم اور دیلمی کی روایت کے ساتھ مسند الفردوس میں ابوذر سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کے شارح مناوی نے بتایا ہے ان سب نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث سے اس نے ثقہ راوی سے اس نے ابوذر سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس راوی کے مجہول ہونے کے

باعث جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس راوی کی ثقاہت محدثین کے ہاں مقبول نہیں ہے یہاں تک کہ اگر ثقہ قرار دینے والا جلیل القدر امام ہو جیسے امام شافعی اور امام احمد (رحمہ اللہ) ہیں یہاں تک کہ جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اس کا نام واضح نہ ہو۔

پس غور کیا جائے گا اس کو ثقہ قرار دینے میں اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے جب کہ دوسری صورت میں دیکھا جائے گا کہ راجح کیا ہے اس کو ثقہ قرار دینا راجح ہے یا اس کو ضعیف قرار دینا جب کہ یہ عمل دقیق النظر محدثین کا ہے اللہ ان سے راضی ہو، اور ان کی زبردست کوشش جب وہ کسی حدیث کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہیں اس لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۲۱۴/۳) میں اس حدیث کے ذکر کے بعد کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: غالب ظن یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ اس حدیث کے بارے میں نبوت کی روشنی جلوہ گر نظر نہیں آ رہی ہے مزید براں شیخ عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۴۲۳/۱) میں کہا ہے کہ پھلوں کے بارے میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ سب موضوع ہیں بعد ازاں میں نے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو تخریج احادیث الکشاف (۲۸۶/۴) میں ابو نعیم کی جانب الطب میں منسوب کیا ہے اور امام ثعلبی نے ابو ذر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جو غیر معروف ہیں۔

(۱۶۶) ((إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَقِلُّ طَعَامُهُمْ فَتَسْتَنِيرُ بُيُوتُهُمْ))

ترجمہ: ”بلاشبہ اہل بیت لوگ ان کی خوراک کم ہوتی ہے تو ان کے گھر روشن ہوتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب الجوع (۵/۱) میں اور عقیلی نے الضعفاء (۲۲۲) میں اور اس سے ابن جوزی نے الموضوعات میں اور ابن عدی نے (۱/۸۹) میں عبداللہ بن عبدالمطلب العجلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے حسن بن ذکوان سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے عقیلی نے کہا کہ عبدالمطلب راوی مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے جب کہ امام احمد کا قول ہے کہ الحسن بن ذکوان کی احادیث باطل ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۲۵۳/۲) میں برقرار رکھا ہے۔

مزید براں اس نے اس کو الجامع الصغیر میں طبرانی کی روایت سے الاوسط میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد وہی ہے جیسا کہ مناوی کا کلام اس کی شرح میں ہے جب کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے العلل (۵/۲) میں اس طریق سے اور اس نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو جھوٹ قرار دیا ہے، جب کہ عبداللہ بن عبد المطلب مجہول ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۶۷)((اَلْبِطِّيْخُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَغْسِلُ الْبَطْنَ غَسْلاً ، وَيَذْهَبُ بِالدَّاءِ أَصْلاً))

ترجمہ: ''کھانے سے پہلے تربوز کا استعمال پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے اس نے اس حدیث کو اس کتاب میں ابن عساکر (۱/۱۴۲/۲) کی روایت سے نبی ﷺ کی کسی پھوپھی سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس کو شاذ غیر صحیح قرار دیا ہے، اس کے شارح مناوی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شذوذ کے ساتھ احمد بن یعقوب بن عبدالجبار جرجانی راوی کے بارے میں امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے واضح کیا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے میں ان میں سے کسی کی روایت کو جائز نہیں سمجھتا ہوں جب کہ اس حدیث کا شمار ان میں سے ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ احمد احادیث وضع کرتا تھا موضوع احادیث نے اس کو نمایاں کر دیا ہے اور رسوا کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ کے (ص ۱۴۴) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن عراق (۱/۳۳۱) نے اس کی موافقت کی ہے، حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد میں ذکر کیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کا اتباع کیا ہے اور ابو عمر التوقانی نے تربوز کے فضائل میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جب کہ اس کی احادیث باطل ہیں۔

(۱۶۸)((بَرَكَةُ الطَّعَامِ اَلْوَضُوْءَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ))

ترجمہ: ''کھانے میں برکت ہوتی ہے جب کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کیا جائے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، طیالسی (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند (۶۵۵) میں اس کو ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں قیس نے ابو ہاشم سے روایت کی اس نے زاذان سے اس نے سلمان سے اس نے کہا

تورات میں ذکر ہے کہ کھانے میں برکت اس کے کھانے سے پہلے وضو کرنا ہے تو میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ کے پاس کیا تو آپ نے اس کا تذکرہ کیا اور اس حدیث کو ابو داؤد (۳۷۶۱) نے روایت کیا اور ترمذی نے (۳۲۹/۱) میں اور اس سے بخاری نے شرح السنۃ (۱/۱۸۷/۳) میں اور حاکم نے (۱۰۶/۴-۱۰۷) میں اور احمد نے (۴۴۱/۵) میں کئی طرق سے قیس بن ربیع سے اس کو ذکر کیا ہے جب کہ امام ابو داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی (رحمہ اللہ) کا قول ہے ہم اس حدیث کو صرف قیس بن ربیع کی حدیث سے معلوم کرتے ہیں جب کہ قیس کو فن حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور حاکم کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں قیس بن ربیع راوی متفرد ہے اس نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے جب کہ اس کا اپنے بلند مقام پر بحیثیت منفرد کے متمکن ہونا غالب ہے اس سے کہ اس کو کتاب میں چھوڑا جائے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد میں قیس راوی متفرد ہے وہ ابو ہاشم سے روایت کرتا ہے اس میں ضعف ہے اور ارسال ہے۔

میں کہتا ہوں: جب کہ مجھ پر اس کا مرسل ہونا واضح نہیں ہو سکا ہے جس کی جانب اس نے اشارہ کیا ہے جب کہ قیس نے صراحتاً لفظ تحدیث کے ساتھ اس حدیث کو ابو ہاشم سے روایت کیا ہے جب کہ یہ شخص (ابو ہاشم) ان رواۃ سے ہے جو زاذان سے روایت کرتے ہیں اور ابن معین سے استفسار کیا گیا کہ آپ زاذان راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو سلمان سے روایت کرتا ہے اس نے کہا ہاں! اس نے سلمان اور سلمان کے علاوہ سے بھی روایت کیا ہے اور وہ سلمان میں پختہ ہے پس حدیث کی علت یہ قیس ہے اور اسی وجہ سے اس کو ان سب نے معلول قرار دیا ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کی تہذیب السنن (۲۹۷/۵-۲۹۸) میں ہے کہ مھنا نے امام احمد (رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا کہ اس حدیث کو صرف قیس نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو العلل (۱۰/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ حدیث منکر ہے اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حدیث تھی جب کہ یہ حدیث ابو خالد الواسطی عمرو بن خالد کی احادیث کے مشابہ ہے اس کے ہاں اس قسم کی احادیث ابو ہاشم سے موضوع ہیں، میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن خالد کذاب ہے اگر یہ حدیث اس کی مروی حدیث ہے تو یہ موضوع ہے واللہ اعلم۔

جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) کا قول جو الترغیب (۱۲۹/۳) میں ہے بعد اس کے کہ اس نے

ترمذی کے کلام کو قیس بن ربیع کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ قیس بن ربیع (راوی) سچا ہے جبکہ اس کے بارے میں کلام ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہ تھا تاہم اسناد حسن کی تعریف سے باہر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ کلام ایسا ہے کہ اس کو رد کیا جائے اس کے بارے میں ان اونچے اہل علم لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے پس یہ لوگ فن حدیث کو خوب جاننے والے ہیں اور امام منذری سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں جب کہ امام منذری حدیث کو صحیح اور حسن قرار دینے میں سہل انگاری کا ثبوت پیش کرتے ہیں جب کہ وہ اس میدان میں ابن حبان اور حاکم کے ساتھ مشابہ ہے جو متقدمین سے ہیں اور سیوطی (رحمہ اللہ) اور اس جیسے ائمہ کے مشابہ ہیں جو متاخرین سے ہیں جب کہ اس باب میں ایک اور حدیث ہے لیکن وہ منکر ہے اس کا ذکر (ح ۱۱۷) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں منذری نے واضح کیا ہے کہ سفیان کھانے سے پہلے وضو کے عمل کو مکروہ جانتے تھے امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے اور اسی طرح مالک بن انس نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور اسی طرح امام شافعی نے اس کے چھوڑنے کو مستحب قرار دیا ہے اور ابن عباس کی حدیث سے دلیل حاصل کی ہے اس نے بیان کیا: کہ "ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ آپ بیت الخلاء میں چلے گئے بعد ازاں آپ بیت الخلاء سے واپس لوٹے تو کھانا لایا گیا ان سے کہا گیا آپ وضو کریں گے تو آپ نے فرمایا میں نے نماز ادا نہیں کرنی ہے کہ میں وضو کروں" (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ترمذی نے اس کے مثل روایت کیا ہے البتہ ان دونوں نے وضاحت کی "کہ مجھے وضو کا حکم تب دیا گیا ہے جب میں نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوں"

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کے ضعف پر دوسری دلیل ہے جب کہ یہ ائمہ فقہاء اس کے مخالف گئے ہیں جب کہ صحیح حدیث کا ظاہر ان کے ساتھ ہے جب کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اس حدیث میں وضو سے مراد صرف دونوں ہاتھوں کا دھونا مراد لیا ہے جب کہ یہ معنیٰ نبی ﷺ کے کلام میں معروف نہیں ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے الفتاویٰ (۵۶/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو یہ ظاہر دلیل ہوتی کہ کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا مستحب ہے اور اس کی تاویل جائز نہ ہوتی اس بحث کو ذہن میں محفوظ کریں اور غور کریں کہ علماء نے کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کے دھونے کو مشروع قرار دینے میں اختلاف کیا ہے اس میں دو قول ہیں ان میں سے بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے جب کہ بعض نے مستحب قرار نہیں دیا ہے اور ان میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے

سفیان سے ذکر کیا ہے کہ وہ کھانے سے پہلے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے جب کہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ دونوں قول امام احمد اور اس کے سوا میں ہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ مستحب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور لائق ہے کہ اس کو مقید کیا جائے جب کہ دونوں ہاتھوں پر میل کچیل نہ ہو جس کے باعث اس کا دھونا ضروری نہیں وگرنہ دھونا ضروری ہے جب کہ یہ کیفیت کچھ نیکی والی نہیں ہے جب کہ اس کی مشروعیت کے بارے میں توقف کے لئے کچھ نیکی نہیں ہے اور اسی پر محمول کیا جائے گا اس کو جس کو الخلال نے ابوبکر المروزی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کو دیکھا وہ کھانے سے قبل اور بعد دونوں ہاتھوں کو دھویا کرتے تھے اگرچہ وہ باوضو کیوں نہ ہوتے اور خلاصہ یہ ہے کہ جس دھونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ اُمُورِ تَعَبُّدِیَه سے نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ معنویت کا خیال رکھا جائے اگر معنویت کا تقاضا ہے تو مشروع ہے وگرنہ نہیں۔

(۱۶۹) ((إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْباً ، وَإِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ يٰسٓ مَنْ قَرَأَهَا فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ))

ترجمہ: ''بلاشبہ ہر چیز کا دل ہے جب کہ قرآن پاک کا دل سورت یٰسٓ ہے جس نے سورت یٰسٓ کی تلاوت کی گویا کہ اس نے قرآن پاک کی دس بار تلاوت کی''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۴۶/۴) میں اور دارمی نے (۴۵۶/۲) میں حمید بن عبدالرحمٰن سے اس نے حسن بن صالح سے اس نے ہارون ابی محمد سے اس نے مقاتل بن حیان سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے ہیں مگر اس طریق سے جب کہ ہارون ابو محمد راوی مجہول ہے جب کہ اس مسئلہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کہ وہ صحیح نہیں ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے اس مسئلہ میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ حدیث ہمارے ترمذی کے نسخہ میں ہے کہ حسن غریب ہے جب کہ امام منذری نے الترغیب (۲۲/۲) میں اور حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر (۵۶۳/۳) میں اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التھذیب میں بیان کیا ہے کہ حدیث غریب ہے حافظ ابن کثیر سے ان سے نقل کرنے میں یہ بات نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے شاید یہ درست ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اس کے ظاہر میں ضعف ہے بلکہ ہارون (راوی) کے پیش نظر

حدیث موضوع ہے حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے بعداس کے کہ اس نے امام ترمذی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو مجہول قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ میں اس کو متہم قرار دیتا ہوں اس وجہ سے کہ القضاعی نے اپنی کتاب الشہاب میں روایت کیا ہے بعدازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کی العلل (۲/۵۵-۵۶) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ مقاتل راوی ہے جب کہ یہ مقاتل بن سلیمان ہے میں نے اس حدیث کو اس کتاب کے آغاز میں دیکھا جس کو مقاتل بن سلیمان نے اپنی جانب سے وضع کیا تھا جب کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے یقین دلایا ہے اور وہ امام ہیں حجت ہیں کہ اسناد میں مذکور مقاتل راوی سلیمان کا بیٹا ہے جب کہ ترمذی اور دارمی میں مقاتل بن حیان ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے شاید یہ کسی راوی کی خطا ہو جب کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کو قضاعی نے روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اسی طرح ابو الفتح ازدی نے حمید الرؤاسی کے طریق سے اس کی پہلی اسناد کے ساتھ مقاتل سے اس نے قتادہ سے اسی طرح اس نے کہا ہے اس کی نسبت کو ذکر نہیں کیا ہے تو بعض رواۃ نے خیال کیا کہ اس سے مقصود ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان میں سے الازدی ہے اس نے وکیع سے بیان کیا ہے اس نے اس کی نسبت کو بیان نہیں کیا ہے تو بعض راویوں نے خیال کیا کہ ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان لوگوں میں ازدی شخص ہے اس نے وکیع سے ذکر کیا ہے اس نے مقاتل بن حیان کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اسی طرح ابو الفتح نے کہا ہے اور میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ اس پر مقاتل بن حیان، مقاتل بن سلیمان کے ساتھ ملتبس ہو گیا چنانچہ ابن حیان سچا راوی ہے اس کی حدیث قوی ہے اور جس کو جھوٹا قرار دیا ہے وہ وکیع بن سلیمان ہے بعدازاں ابو الفتح نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی اسناد کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا ہے تو ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے اس نے کہا ہے کہ، میں کہتا ہوں: کہ بظاہر وہ راوی مقاتل بن سلیمان ہے، میں کہتا ہوں: جب ثابت ہوا کہ وہ ابن سلیمان ہے جیسا کہ ذہبی نے بھی اس کو تقویت عطا کی ہے اور ابو حاتم نے اس پر یقین کا اظہار کیا ہے تو حدیث قطعی طور پر موضوع ہے اس لئے کہ ابن سلیمان کذاب راوی ہے جیسا کہ وکیع اور اس کے سوا نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، بعدازاں آپ یقین کریں کہ ابو بکر سے مروی حدیث

جس کی جانب امام ترمذی نے ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے مجھے اس کے متن پر اطلاع نہیں ہو سکی ہے۔

جب کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی جو حدیث ہے حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ غور طلب ہے، بعد ازاں اس نے ابوبکر کے قول کا تذکرہ کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عبد الرحمن بن الفضل نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب نے اس نے کہا ہمیں حمیدی نے بتایا جو آل علقمہ کا غلام ہے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے اس کو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے بعد ازاں ابوبکر امام بزار نے کہا ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو زید بن حمید کے سوا نے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حمید راوی مجہول ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں کہا ہے کہ عبد الرحمن بن الفضل امام بزار کے استاذ کو میں نہیں جانتا ہوں۔

(١٧٠) ((إِنَّ آدَمَ ﷺ لَمَّا أَهْبَطَهُ اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى الْأَرْضِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَيْ رَبِّ ﴿ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ؟. قَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ قَالُوا: رَبَّنَا نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ: هَلُمُّوا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، حَتَّى يُهْبَطَ بِهِمَا الْأَرْضَ، فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلَانِ؟ قَالُوا: رَبَّنَا هَارُوتُ وَمَارُوتُ، فَأُهْبِطَا إِلَى الْأَرْضِ وَمُثِّلَتْ لَهُمَا الزُّهَرَةُ اِمْرَأَةً مِنْ أَحْسَنِ الْبَشَرِ فَجَاءَتْهُمَا فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَكَلَّمَا بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْإِشْرَاكِ، فَقَالَا: وَاللّٰهِ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ، فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا ثُمَّ رَجَعَتْ بِصَبِيٍّ تَحْمِلُهُ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا قَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَقْتُلَا هٰذَا الصَّبِيَّ، فَقَالَا: وَاللّٰهِ لَا نَقْتُلُهُ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدَحِ خَمْرٍ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَشْرَبَا هٰذَا الْخَمْرَ، فَشَرِبَا فَسَكِرَا، فَوَقَعَا عَلَيْهَا، وَقَتَلَا الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَفَاقَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ: وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُمَا شَيْئًا مِمَّا أَبَيْتُمَا عَلَيَّ إِلَّا قَدْ فَعَلْتُمَا حِينَ سَكِرْتُمَا فَخُيِّرَا بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا))

ترجمہ: ”یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم ﷺ کو زمین پر اتارا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! کیا تو زمین پر اس کو اتارتا ہے جو زمین پر فساد انگیزی کرے گا اور

خون گرائے گا ہم تیری تعریف کرتے ہوئے تیری تسبیح میں مشغول ہیں اور ہم تجھے پاکیزہ قرار دیتے ہیں اللہ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم آدم کی اولاد سے تیری زیادہ اطاعت کرنے والے ہیں تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا: تم دو فرشتوں کا انتخاب کرو جب کہ انہیں زمین پر اتارا جائے ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ کیسے عمل کریں گے فرشتوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہاروت اور ماروت دونوں فرشتوں کو زمین کی جانب اتاریں اور ان کے لئے زہرہ ستارے کو خوبصورت عورت کی شکل دی جائے تو وہ ان فرشتوں کے ہاں گئی دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس شرکیہ کلمہ کے ساتھ بات کریں فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے پھر وہ وہاں سے چلی گئی پھر وہ ایک بچے کے ساتھ واپس لوٹی اس نے اس کو اٹھایا ہوا تھا پس ان دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس بچے کو قتل کرو، فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اس کو قتل نہیں کریں گے، بعد ازاں زہرہ شراب کا پیالہ لائی دونوں فرشتوں نے زہرہ سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا اس نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم شراب کو استعمال کرو، چنانچہ ان دونوں نے شراب کو پی لیا اس پر وہ اس عورت پر واقع ہوئے اور ان دونوں نے بچے کو قتل کر دیا جب وہ ہوش میں آئے تو عورت نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے کسی کام کو نہیں چھوڑا ہے جس کا تم نے مجھ پر انکار کیا تھا مگر تم نے وہ سب کچھ کر لیا جب تم نشہ میں بے ہوش ہو گئے تو انہیں اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا کا عذاب پسند کریں گے یا آخرت کا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو پسند کیا''

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونا باطل ہے امام احمد نے اس حدیث کو (۲/۱۳۴ رقم ۶۱۷۸ طبع شاکر) میں اور عبد بن حمید نے المنتخب (ق ۱/۸۶) میں اور ابن ابی الدنیا نے العقوبات (ق ۲/۷۵) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم و اللیلة (۶۵۱) میں زہیر بن محمد کے طریق سے اس نے موسیٰ بن جبیر سے اس

نے نافع ابن عمر کے غلام سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب کہ اس نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تو اس کا ذکر کیا۔

نیز اس طریق سے ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر (۱/۲۵۴) میں ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے جب کہ اس کے بھی رواۃ ثقہ اور بخاری، مسلم کے رواۃ ہیں سوائے اس موسیٰ بن جبیر کے جو انصاری ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی چیز کو ذکر نہیں کیا ہے نہ اس کو نہ اس کو اس راوی کا حال پوشیدہ ہے اور وہ حدیث کے باعث نافع سے متفرد ہے جبکہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ وہ راوی خطا کر جاتا ہے اور مخالفت کرتا ہے

میں کہتا ہوں: ہیثمی کو اس میں دھوکہ ہوا ہے چنانچہ اس نے مجمع الزوائد (۶/۲۱۴) میں کہا ہے جب کہ حدیث کو امام احمد کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ کے رواۃ ہیں موسیٰ بن جبیر کے سوا جب کہ وہ ثقہ ہے، میں کہتا ہوں: اگر ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں داخل کیا ہے اور اس پر حسب سابق خاموشی اختیار کی ہے تو اس پر اعتماد درست نہیں جب کہ اس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ ثقہ قرار دینے میں سہل انگار ہے پس کیسے جب اس نے اس کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ خطا کار ہے اور مخالفت کرتا ہے اور کاش کہ مجھے علم ہو جس راوی کا یہ وصف ہے وہ کیسے ثقہ ہو سکتا ہے اور اس کی حدیث کو صحیح احادیث میں کیسے نکالا جا سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی لئے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس موسیٰ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا حال پوشیدہ ہے مزید برآں اس سے روایت کرنے والا زہیر بن محمد راوی ہے اگرچہ اس کا شمار صحیحین کے رواۃ میں ہوتا ہے لیکن اس کے حافظہ کے بارے میں کثرت کے ساتھ کلام ہے اس کو اس وجہ سے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح والتعدیل (۱/۲/۵۹۰) میں ذکر کیا ہے اس کا مقام سچائی کا ہے جب کہ اس کے حافظہ میں کمزوری ہے اور اس کی وہ احادیث جن کو اس نے شام میں روایت کیا ہے وہ ان احادیث سے منکر ہیں جن کو اس نے عراق میں روایت کیا ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہیں تھا چنانچہ اس نے جن احادیث کو اپنی کتب سے روایت کیا ہے وہ درست ہیں اور جن کو حافظہ کی بنیاد پر بیان کیا ہے تو ان میں اغلاط ہیں۔

میں کہتا ہوں: اور ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ ہم معلوم کریں کہ جب وہ حدیث کو کتاب سے بیان کرتا

ہے یا حفظ میں بیان کرتا ہے تو ایسی حالت میں اس کی حدیث کے قبول کرنے سے توقف اختیار کیا جائے گا لیکن یہ تب ہے اگر اس کو اس کے شیخ مستور الحال سے بچاؤ حاصل ہے مزید براں اس کی متابعت اس جیسے مستور نے کی ہو، ابن مندہ نے اس کو بیان کیا ہے، جیسا کہ ابن کثیر میں سعید بن سلمہ کے طریق سے ہے اس نے بتایا کہ ہمیں موسیٰ بن سرجس نے خبر دی اس نے نافع سے اس کی مکمل خبر دی ہے جب کہ اس کی علت بیان کرنے سے ابن کثیر نے خاموشی اختیار کی ہے البتہ اس نے اس حدیث کو غریب یعنی ضعیف قرار دیا ہے اور التقریب میں وارد ہے کہ موسیٰ بن سرجس کا حال پوشیدہ ہے، میں کہتا ہوں: کہ کچھ بعید نہیں کہ وہ پہلا ہی ہو، رواۃ نے اس کے باپ کے نام کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے جبیر بعض نے سرجس ذکر کیا ہے جب کہ یہ دونوں راوی حجازی ہیں، واللہ اعلم۔

مزید حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کعب احبار سے ذکر کرتا ہے نبی ﷺ سے ذکر نہیں کرتا ہے جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ثوری سے ذکر کیا ہے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے سالم سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا: کہ ''فرشتوں نے انسانوں کے اعمال کا تذکرہ کیا مزید براں اس کے گناہوں کا بھی تذکرہ کیا تو ان کو اختیار دیا گیا کہ تم ان سے دو افراد کا انتخاب کرو چنانچہ انہوں نے ہاروت اور ماروت کا انتخاب کیا آخر تک''

اس کو ابن جریر نے دو طریق سے اس نے اس کو عبدالرزاق سے مزید برآں اس کو ابن ابی حاتم نے احمد بن عصام سے اس نے مؤمل سے اس نے سفیان ثوری سے اس کا ذکر کیا، نیز اس کو ابن جریر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے مثنیٰ نے بتایا اس نے کہا ہمیں المعلیٰ نے خبر دی جب کہ وہ ابن اسد ہے اس نے بتایا ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے خبر دی اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس کا ذکر کیا کہ مجھے سالم نے بتایا کہ اس نے عبداللہ سے سنا وہ کعب احبار سے روایت کرتا ہے اس نے اس کا تذکرہ کیا پس یہ زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک دونوں پہلی اسانید سے جب کہ سالم اپنے باپ کے بارے میں اپنے غلام نافع سے زیادہ ثابت ہے چنانچہ حدیث گھوم کر کعب احبار کی جانب پہنچی اس نے بنی اسرائیل کی کتب سے نقل کیا ہے جب کہ شیخ رشید رضا (رحمہ اللہ) نے اس پر تعلیق کی ہے اور ذکر کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ اس واقعہ کا ان کی مقدس کتاب میں تذکرہ نہیں ہے پس اگر ان کو ان کے دور میں وضع نہیں کیا گیا ہے تو پھر یہ واقعہ ان کی خرافات والی کتب سے ہے۔

مزید براں اللہ تعالیٰ ابن کثیر (رحمہ اللہ) پر رحم فرمائے جنہوں نے ہمارے لئے وضاحت کی کہ یہ حکایت اسرائیلیات کی خرافات سے ہے، نیز مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اس واقعہ کا متقدمین ائمہ سے ایک جماعت نے انکار کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو احمد کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا کہ امام احمد نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے جب کہ یہ حدیث کعب احبار سے ذکر کی گئی ہے اس نے اس حدیث کو منتخب ابن قدامة (۲۱۳/۱۱) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۶۹/۲-۷۰) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو منکر قرار دیا۔

میں کہتا ہوں: اور وہ چیز جو حدیث کے مرفوع ہونے کو باطل قرار دینے میں تائید کرتی ہے ابن عمر کے طریق سے ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد نے اس حدیث کو ابن عمر سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کی الدر المنثور (۹۷/۱-۹۸) میں ہے، جب کہ ابن کثیر نے مجاہد کے طریق میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد عبداللہ بن عمر تک مضبوط ہے بعدازاں یہ حدیث (واللہ اعلم) ابن عمر کی روایت سے ہے اس نے کعب سے ذکر کیا جیسا کہ اس کی وضاحت سالم بن عبداللہ کی روایت سے جو وہ اپنے والد سے کرتا ہے جب کہ اس حدیث میں دو فرشتوں کے وصف کا بیان ہے کہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہوں نے اپنے وصف کے خلاف یہ کام کیا جب کہ عام فرشتوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو سرانجام دیتے ہیں، جب کہ دو فرشتوں کے فتنہ کو دوسری احادیث میں تین فرشتے کہا گیا ہے اس پر گفتگو دسویں جز میں ہوگی۔

(۱۷۱) ((مَنْ وُلِدَلَهُ مَوْلُودٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا تَبَرُّكاً بِهِ كَانَ هُوَوَمَوْلُودُهُ فِي الْجَنَّةِ))

ترجمہ: "جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام آپ کے ساتھ تبرک حاصل کرتے ہوئے محمد رکھتا ہے تو وہ اور اس کا بیٹا جنت میں ہوں گے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن بکیر نے اس حدیث کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام فضل من اسمه احمد ومحمد "احمد اور محمد نام رکھنے میں کیا فضیلت ہے" (ق ۱/۵۸) ہے، اور ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں حامد بن حماد السبارک العسکری نے بتایا اس نے کہا ہمیں اسحاق بن یسار ابو یعقوب النصیبی نے بتایا اس نے کہا ہمیں حجاج

بن المنہال نے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے برد بن سنان سے اس نے مکحول سے اس نے ابوامامۃ سے مرفوع ذکر کیا ہے، جب کہ ابن جوزی نے کہا ہے اس کی اسناد میں راوی ہے جس پر کلام کی گئی ہے مزید اس میں اضافہ نہیں ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۰۶/۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ حدیث بہت بہتر ہے جب کہ اس کی اسناد حسن ہے اور مکحول کا شمار تابعین علماء اور فقہاء سے ہے اس کو کثیر ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کو حجت قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے الأدب میں اور دیگر چاروں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ (رحمہم اللہ)) نے بھی روایت کیا ہے ابن معین اور نسائی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابوحاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص مضبوط نہیں ہے مرۃ کا قول ہے کہ وہ صدوق ہے جب کہ ابوزرعہ کا قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے دور کا راستہ اختیار کیا ہے اللہ اس کو معاف کرے وہ اسناد کے بعض رجال پر کلام کرتا ہے وہ اس بات کا وہم دلاتا ہے کہ وہ راوی اس کے ہاں محل نظر میں ہے اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی علت وہ راوی ہیں جو ان کے سوا ہیں، خبردار! ان سے مقصود حامد بن حماد عسکری ابن بکیر کے شیخ مقصود ہیں چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے اس نے اسحاق بن یسار نصیبی سے موضوع حدیث کو روایت کیا ہے یہی اس کی آفت ہے۔

بعدازاں اس نے اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، اسی لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ مناوی اس تحقیق سے غافل ہے اس نے سیوطی کا ساتھ دیا ہے کہ اس کو حسن قرار دیا ہے آپ اس سے دھوکے میں مبتلاء نہ ہوں۔

بعدازاں مجھے ابن عراق (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے تنزیہ الشریعۃ (۸۲/۱) میں تعاقب کیا ہے جیسا کہ میں نے اس کا تعاقب کیا ہے البتہ اس نے اضافہ کیا اور بتایا لیکن میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا ہے جس کو ابن بکیر نے نکالا ہے واللہ اعلم، میں کہتا ہوں: اس نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کی اسناد میں تین اشخاص ایسے ہیں میں نے نہیں پایا کہ کس نے ان کا تذکرہ کیا ہے تو ان میں ایک اس کی آفت ہے۔

(۱۷۲)((قَالَ اللّٰهُ لِدَاوُدَ: يَا دَاوُدُ ابْنِ لِي فِي الْأَرْضِ بَيْتاً، فَبَنَى دَاوُدُ بَيْتاً لِنَفْسِهِ قَبْلَ الْبَيْتِ الَّذِي أُمِرَ بِهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُدُ بَنَيْتَ بَيْتَكَ قَبْلَ بَيْتِي؟ قَالَ: أَيْ رَبِّ هٰكَذَا قُلْتَ فِيمَا قَضَيْتَ: ((مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ)) ثُمَّ أَخَذَ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا تَمَّ سُوْرُ الْحَائِطِ سَقَطَ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَنْ تَبْنِيَ لِي بَيْتاً! قَالَ: أَيْ رَبِّ وَلِمَ؟ قَالَ: لِمَا جَرَى عَلَى يَدَيْكَ مِنَ الدِّمَاءِ، قَالَ: أَيْ رَبِّ أَوَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِي هَوَاكَ؟ قَالَ: بَلَىٰ وَلٰكِنَّهُمْ عِبَادِي وَإِمَائِي وَأَنَا أَرْحَمُهُمْ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: لَا تَحْزَنْ فَإِنِّي سَأَقْضِي بِنَاءَهُ عَلَى يَدِ ابْنِكَ سُلَيْمَانَ ......))

ترجمہ: ”اللہ پاک نے داود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا اے داود! میرے لئے زمین میں گھر تعمیر کرو تو داود نے اپنے لئے گھر تعمیر کیا اس گھر سے پہلے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب وحی کی کہ اے داود! تو نے اپنے لئے گھر میرے گھر سے پہلے تعمیر کیا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو نے اسی طرح کہا تھا جس کا تو نے فیصلہ کیا کہ جو شخص مالک ہوا اس کو ترجیح ہے بعدازاں اس نے مسجد کی تعمیر شروع کی جب باغ کی دیوار مکمل ہوگئی تو وہ گر پڑی تو اس نے اللہ کی جانب شکایت کی تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی یہ درست نہیں ہے کہ تو میرے لئے گھر تعمیر کرے اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار کس لئے؟ اللہ نے فرمایا جب تیرے ہاتھ پر خون جاری ہو چکا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار کیوں؟ اللہ نے وضاحت کی اس لئے کہ تیرے ہاتھ پر خون جاری ہوا اس نے کہا اے میرے پروردگار! کیا یہ تیری چاہت میں نہ تھا؟ اللہ نے فرمایا ضرور! جب کہ وہ میرے بندے اور میری بندیاں ہیں اور میں ان پر رحم کرتا ہوں تو یہ بات اس پر دشوار گزری تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی آپ غم نہ کریں بلاشبہ میں اس کی تعمیر کو آپ کے بیٹے سلیمان کے ہاتھ پر مکمل کروں گا“

تحقیق: حدیث باطل موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان کی

روایت سے اس نے محمد بن ایوب بن سوید سے اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہم کو ابراہیم بن ابی عبلۃ سے اس نے ابی الزاہریۃ سے اس نے رافع بن عمیر سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی کا قول ہے، میں کہتا ہوں: امام طبرانی نے اس قول کو نکالا ہے جب کہ ابن مردویہ نے تفسیر میں جب کہ صاحب المیزان نے اس پر موافقت کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

ابوزرعہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے محمد بن ایوب کو میں نے دیکھا ہے اس نے اپنے والد کی کتب میں بہت سی موضوع چیزوں کو داخل کیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا جب کہ اس سے داؤد علیہ السلام کا واقعہ موضوع ہے جب کہ سلیمان علیہ السلام کا تین باتوں کا سوال کرنا یہ دوسرے طریق سے وارد ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس کے سوال کو حذف کر دیا ہے اس کی جگہ پر نقطوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے جب کہ مکمل حدیث کو امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۴/۷-۸) میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن ایوب بن سوید راوی احادیث کے وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے۔

(۱۷۳) ((فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً))

ترجمہ: "ایک ساعت غور وفکر کرنا ساٹھ (60) سال کی عبادت سے بہتر ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی اس حدیث کو الموضوعات میں عثمان بن عبداللہ القرشی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں اسحاق بن نجیح ملطی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عطا خراسانی نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس نے وضاحت کی ہے عثمان اور اس کا شیخ دونوں کذاب ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۲/۲۲۷) میں اس کا تعاقب اس قول کے ساتھ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ اس کا شاہد ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے دیلمی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ سعید بن میسرۃ تک ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اس نے کہا ایک ساعت رات اور دن کے اختلاف میں غور کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، میں کہتا ہوں: یہ کلام موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے الفاظ کے ساتھ مغایر ہے تو یہ بھی موضوع ہے سعید بن میسرہ کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کا معاملہ اندھیرے والا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ وہ موضوع احادیث کو روایت کرتا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے انس سے موضوع روایات کو ذکر

کیا ہے جب کہ یحییٰ بن قطان نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں اس جیسا شخص استشہاد کے قابل نہیں ہے اور نہ اس کی عزت کی جائے۔

(۱۷۴)((إِذَا بَنَى الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ سَبْعَةَ أَوْ تِسْعَةَ أَذْرُعٍ ،نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ :أَيْنَ تَذْهَبُ يَا أَفْسَقَ الْفَاسِقِينَ !))

ترجمہ: ”جب مسلمان شخص سات یا نو ہاتھ دیوار تعمیر کرتا ہے تو آسمان سے اس کو منادی کرنیوالا منادی کرتا ہے اے وہ شخص جو سب فساق سے زیادہ فاسق ہے تو کہاں جارہا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو الحلیة (۷۵/۳) میں طبرانی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ربیع بن سلیمان الجیزی نے اس نے کہا ہمیں ولید بن موسیٰ دمشقی نے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے حسن سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ حدیث غریب ہے حسن سے یحییٰ اور اوزاعی کی حدیث سے اس حدیث میں ولید بن موسیٰ القرشی متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے وہ ولید بن موسیٰ دمشقی کی طرح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن موسیٰ یہ القرشی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو قوی قرار دیا ہے اور اس کے سوا نے اس کو متروک کہا ہے اور عقیلی اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس لئے حدیث موضوع ہے، میں کہتا ہوں اور شاید وہ اس حدیث کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع ہونے میں ظاہر ہے اس لئے کہ عمارت کو اس قدر بلند کرنا جس کا حدیث میں تذکرہ ہے یہ گناہ کا کام نہیں ہے اس کو چھوڑیں کہ وہ کبیرہ گناہ ہے یہاں تک کہ اس کے کرنے والے پر حکم لگایا جائے کہ وہ سبھی فساق سے زیادہ فاسق ہے پس اللہ تعالیٰ احادیث وضع کرنے والوں کو تباہ و برباد کرے جب کہ ان میں شرم کا فقدان ہے اور وہ دوزخ میں داخل ہونے کیلئے بہت زیادہ دلیری دکھائی دیتے ہیں۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ”جس شخص نے دس ہاتھ سے بلند عمارت کو تعمیر کیا آسمان کی جانب سے اس کو آواز دینے والا آواز دے گا اے اللہ کے دشمن تیرا ارادہ کہاں کا ہے؟“

اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو انس سے روایت کیا ہے جب کہ اس کے شارح مناوی نے کہا ہے مصنف اس سے غافل ہے کہ کس۔ نے اس حدیث کو نکالا ہے اور

اس کی نسبت الـدر میں طبرانی (رحمہ اللہ) کی جانب کی ہے کہ اس نے انس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کی اسناد میں ربیع بن سلیمان الجیزی ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے ذیـل الـضـعفاء میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ فقیہ متدین شخص تھا اس کا سماع ابن وہب سے پختہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کوتاہی پر جیزی کے بارے میں تعجب کرنا جب کہ اس کے اوپر ایسے رواۃ ہیں جو اس سے بھی زیادہ ضعف والے ہیں انصاف نہیں ہے خبردار! وہ ولید بن موسیٰ القرشی ہے آپ نے انس سے معلوم کرلیا ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ یہ راوی متہم ہے مزید براں حسن بصری جلیل القدر ہونے کے باوجود مدلس ہے اس نے انس سے سننے کی صراحت نہیں کی ہے پس حدیث منقطع ہے۔

مزید براں امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مـجـمـع الزوائد میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو (۴/۷۰) پر ذکر کیا ہے جس کی وضاحت یہ ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ”رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصاری شخص کے قبہ کے پاس سے ہوا آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ قبہ ہے اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ہر وہ عمارت جو انسان کے سر سے بلند ہے وہ قیامت کے دن اس کے لئے وبال ہوگی“ (طبرانی الاوسط) اس کے راوی ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی سـنـن (۳۴۷/۳، ۳۴۸) میں اسی طرح بیان کیا ہے اور وہ وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہونے والی حدیث کے بعد ہے۔

(۱۷۵) ((مَنْ بَنٰی بِنَاءً فَوْقَ مَا یَکْفِیْهِ کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِحَمْلِهٖ عَلٰی عَاتِقِهٖ))

ترجمہ: ”جس شخص نے ایسی عمارت تعمیر کی جو اس کی ضرورت سے زائد ہے تو اس کو قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے“

تحقیق: حدیث باطل ہے، طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۷۱/۳) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳۳-۲) میں جب کہ ابونعیم نے (۲۵۲/۸) میں مسیب بن واضح کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یوسف نے اس نے سفیان ثوری سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے ابوعبیدہ سے اس نے عبداللہ بن مسعود سے مرفوع ذکر کیا جب کہ ابونعیم اور ابن عدی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے حدیث ثوری کی حدیث سے غریب ہے اس کی اسناد میں مسیب راوی یوسف سے متفرد ہے، مزید براں اس کو ابونعیم نے (۲۵۲/۸) میں محمد یعنی ابن مسیب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن خبیق نے بتایا اس نے کہا ہمیں یوسف بن اسباط نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یوسف بن اسباط ہے ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتب کو دفن کر دیا تھا جب کہ وہ شخص کثرت کے ساتھ اغلاط کا مرتکب ہوتا ہے جبکہ وہ صالح شخص تھا لیکن وہ شخص اس لائق نہیں کہ اس کو حجت قرار دیا جائے اس کے بیٹے نے اس کا ذکر اس کی حدیث کے ساتھ کیا ہے جو الجرح والتعدیل (۴/۲/۲۱۸) میں ہے جب کہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۴/۷۰) میں بیان کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں مسیب بن واضح (راوی) کو نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبداللہ بن خنبق نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے چنانچہ حدیث میں علت ان کے شیخ ابن اسباط ہیں، مزید برآں اس کی ایک اور علت ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ اور اس کے باپ عبداللہ بن مسعود کے درمیان انقطاع ہے جب کہ ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے جبکہ حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء (۴/۲۰۸) میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، مزید براں اس کو طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے مسیب کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۱۱۵-۱۱۶) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو مسیب بن واضح نے یوسف بن اسباط سے ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ میرے باپ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس اسناد کے ساتھ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۷۶) ((كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَالاَ، إِلَّا مَالاَ، يَعْنِي مَالاَ بُدَّ مِنْهُ))

ترجمہ: ''ہر قسم کی عمارت کی تعمیر اس کے تعمیر کرنے والے پر وبال ہے البتہ ایسی عمارت جس کے بغیر چارہ نہیں ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابو داؤد (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۴۷-۳۴۸) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور طحاوی (رحمہ اللہ) نے مشکل الآثار (۱/۴۱۶) میں اور احمد نے (۳/۲۲۰) میں ابو طلحہ اسدی سے اس نے انس بن مالک سے روایت کیا'' کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے آپ نے ایک اونچا محل دیکھا آپ نے دریافت کیا یہ کس کا ہے تو آپ کے صحابہ کرام نے آپ کو آگاہ کیا کہ یہ مکان فلاں انصاری شخص کا ہے، راوی نے بیان کیا کہ آپ نے اس جواب پر خاموشی کا اظہار کیا اور اس کو اپنے دل میں رکھا یہاں تک

کہ جب مکان کا مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ لوگوں کو السلام علیکم کہہ رہا تھا لیکن آپ نے اس سے روگردانی کی آپ نے روگردانی کو بار بار دہرایا یہاں تک کہ اس شخص نے بھانپ لیا کہ آپ اس سے ناراض ہیں تو اس نے اپنے رفقاء سے اس کا شکوہ کیا اس نے وضاحت کی اللہ کی قسم! میں اللہ کے رسول ﷺ کو عام کیفیت میں نہیں پا رہا ہوں انہوں نے بتایا: کہ وہ باہر نکلا اس نے اپنے محل کو دیکھا راوی نے بیان کیا کہ وہ شخص اپنے محل کی جانب گیا اس نے محل کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

پس رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر نکلے آپ نے اس محل کو نہ دیکھا آپ نے دریافت کیا اس محل کا کیا بنا؟ صحابہ کرام نے بتایا: اس محل کے مالک نے ہمارے سامنے شکوہ کیا کہ آپ اس سے روگردانی کر رہے ہیں تو ہم نے روگردانی کے سبب سے اس کو آگاہ کیا تو اس نے اس کو گرا دیا اس پر آپ نے فرمایا خبردار! بلاشبہ ہر محل اس کے صاحب کیلئے دبال ہے البتہ وہ محل دبال نہیں جس کی ضرورت ہے"

حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۴/۲۰۲-۲۰۴) میں اس کی اسناد کو مضبوط کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں! جبکہ اس کی اسناد میں ابوطلحہ اسدی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی تالیف التقریب میں ہے کہ یہ راوی متابعت کے ساتھ تو مقبول ہے وگرنہ اس کی حدیث ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کی متابعت موجود ہے چنانچہ ابن ابی حاتم کی العلل (۲/۱۰۲) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا جس کو مروان بن معاویہ نے محمد بن ابی زکریا سے روایت کیا ہے اس نے عمار سے اس نے انس سے روایت کیا اس نے بیان کیا: کہ "رسول اللہ ﷺ کا انصار کے گھروں کی جانب سے گزر ہوا تو آپ نے ایک تعمیر شدہ محل کو دیکھا آپ نے دریافت کیا اے انس! یہ محل کس کا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر عمارت اس کے تعمیر کرنے والے کیلئے باعث دبال ہے مگر وہ عمارت جس میں رہائش پردے والی ہے" اور اس نے حدیث کا ذکر کیا اس پر میرے باپ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ غلط ہے جب کہ یہ ابوعمار بن میمون ہے اور ابن ابی زکریا راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ایسی متابعت ہے جو ضعف میں اضافہ کر رہی ہے جبکہ زیاد بن میمون احادیث وضع کیا کرتا تھا اس نے خود اس کا اقرار کیا ہے نیز اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۲/۵۴۰) میں عیسیٰ بن عبداللہ بن ابی فروہ کے طریق سے اس نے کہا مجھے اسحاق بن ابی طلحہ نے انس سے بیان کیا ہے جیسا کہ اس عیسیٰ راوی کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ معروف راوی نہیں ہے اور شاید اس کا ارادہ ابوطلحہ کہنے کا تھا تو غلطی کرتے ہوئے اسحاق بن ابی طلحہ کہہ دیا۔

نیز امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۴۹/۱) میں اس وجہ سے روایت کیا ہے جبکہ اس نے اس کا نام عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی فردہ بتایا ہے اور اس نے وضاحت کی کہ وہ متفرد ہے جبکہ وہ مجہول ہے میں اسکے حالات معلوم نہیں کر پایا ہوں جبکہ طبرانی کے طریق سے الضیاء نے اس کو المختارۃ (۱/۴۸۴) میں اور اس نے مجمع الزوائد (۴/۶۹-۷۰) میں کہا ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں جبکہ ابونعیم نے اس کو اخبار اصبھان (۱/۱۳۹) میں عطاء بن جبلہ کے طریق سے اس نے بتایا کہ اعمش نے ہمیں بتایا وہ زید بن وہب سے اس نے انس سے اس کو بیان کیا ہے جبکہ اس عطاء (راوی) کو ابوزرعہ نے منکر الحدیث کہا ہے۔

(۱۷۷) ((مَنْ بَنَى بُنْيَانًا فِيْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ اَوْغَرَسَ غَرْسًا فِيْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَ لَا اِعْتِدَاءٍ كَانَ اَجْرُهُ جَارِيًا مَاانْتَفَعَ بِهِ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى))

ترجمہ: ''جس نے عمارت تعمیر کی کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی یا اس نے کوئی درخت لگایا کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی تو اس کا ثواب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اللہ رحمان کی مخلوق سے ایک شخص بھی اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام احمد نے اس حدیث کو (۳/۴۳۸) میں اور طحاوی نے المشکل (۱/۴۱۶-۴۱۷) میں زبان بن فائد کے طریق سے اس نے سہل بن معاذ الجھنی سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث ضعیف ہے زبان راوی حدیث میں ضعیف ہے اگر چہ وہ نیکوکار عبادت گزار تھا جیسا کہ حافظ نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ حدیث مجمع الزوائد (۴/۷۰) میں ہے اس حدیث کو طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں زبان بن فائد راوی کو احمد اور اس کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابوحاتم نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۱۷۸) ((مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ))

ترجمہ: ''جس شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو اس کے کسی گناہ پر عار دلائی تو وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کرے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳/۳۱۸) میں جبکہ ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ ''غیبت کی مذمت'' میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۹۶) میں اور خطیب نے اپنی تاریخ (۲/۳۳۹-۳۴۰) میں محمد بن حسن بن ابی یزید الھمدانی کے طریق سے اس نے ثور بن یزید سے

اس نے خالد بن معدان سے اس نے معاذ بن جبل سے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے جبکہ اس کی اسناد میں اتصال نہیں ہے اور خالد بن معدان نے معاذ بن جبل کو نہیں پایا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث کیسے حسن ہے جبکہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے نیز اسناد میں محمد بن حسن راوی ابن معین اور ابوداؤد (رحمہما اللہ) نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ المیزان میں ہے بعدازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسی لئے الصعانی نے اس کو الموضوعات (ص ٦) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ابن ابی الدنیا کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعدازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس میں محمد بن حسن راوی کذاب ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلي (٢/ ٢٩٣) میں کیا ہے، میں کہتا ہوں امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جب کہ اس کا ایک شاہد بھی ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے شاہد کا ذکر کیا ہے اور وہ حسن کے طریق سے ہے اس نے بیان کیا کہ ”جس نے اپنے بھائی کو اس گناہ کے باعث طعنہ دیا ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ اس کو اس میں مبتلاء کرے گا“ جب کہ یہ حدیث نبی ﷺ تک مرفوع نہیں ہے تو اس کی اسناد میں صالح بن بشیر المری (راوی) ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے پس وہ شاہد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ضعف ہے اور مرفوع بھی نہیں ہے۔

(١٧٩)((اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ ، وَعِمَادُ الدِّيْنِ ، وَنُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ))

ترجمہ: ”دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (٢/ ٢٩٦) میں اور حاکم نے (١/ ٤٩٢) میں اور قضاعی نے (١/ ٢/ ٤) میں حسن بن حماد الضبی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبیر ہمدانی نے اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے علی سے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ محمد بن حسن بھی وہ التل ہے جب کہ کوفی لوگ اس کو سچا قرار دیتے ہیں اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی موافقت کی ہے جب کہ یہ اس کی فحش غلطی ہے اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود المیزان میں اس کو بیان کیا ہے علی بن حسین (رحمہ اللہ) اور اس کے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع

ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ محمد بن حسن الھمدانی یہ وہ النقل راوی نہیں ہے جو سچا ہے جیسا کہ حاکم نے کہا ہے سوائے اس کے نہیں وہ تو محمد بن حسن بن ابی یزید ہمدانی ہے جو فن حدیث میں مشہور کذاب ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس پر چند اسباب دلالت کرتے ہیں۔

(۱) خود امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے حالات میں ذکر کیا ہے اس کی تکذیب کو ابن معین اور اس کے سوا نے نقل کیا ہے اور اسی طرح ابن عدی نے اس کا اس کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

(۲) امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **مجمع الزوائد** (۱۰/۱۴۷) میں ذکر کیا ہے اور اس نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلی نے ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن الحسن بن ابی یزید راوی متروک ہے۔

(۳) محمد بن حسن النقل نے اپنے شیوخ میں جعفر بن محمد کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ اس کا تذکرہ محمد بن حسن ہمدانی کے اساتذہ میں کیا ہے۔

(۴) النقل راوی کو ھمدان کی جانب منسوب نہیں کیا گیا ہے جبکہ ہمدان کی جانب ابن ابی یزید کو منسوب کیا گیا ہے پس یہ حقیقت واضح ہے کہ لفظ الزبیر مستدرک میں بعض راویوں پر ابو یزید سے تبدیل ہو گیا ہے اور اس بنیاد پر حاکم اس جانب گیا ہے کہ وہ النقل ہے تو اس سے غلطی سرزد ہو گئی ہے، واللہ اعلم

جب کہ حدیث کا پہلا جملہ فضیل بن عیاض کے کلام سے ہے السلفی نے اس کو **الطیوریات** (۱/۶۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی ایک اور حدیث میں ذکر کیا گیا ہے جو ضعیف ہے اور وہ آگے آنے والی حدیث ہے ملاحظہ کریں۔

(۱۸۰) ((أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُنْجِيكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَيَدُرُّ لَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ ؟ تَدْعُونَ اللهَ لَيْلَكُمْ وَنَهَارَكُمْ ،فَإِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ))

ترجمہ: ”کیا میں تمہاری رہنمائی اس چیز پر نہ کروں؟ جو تم کو تمہارے دشمن سے نجات عطا کرے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے تم رات دن اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہو اس لئے کہ دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے “

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام ہیثمی نے **مجمع الزوائد** (۱۰/۱۴۷) میں ذکر کیا ہے کہ ابو یعلی نے اس حدیث کو جابر بن عبداللہ کی حدیث سے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں محمد بن ابو حمید راوی ضعیف ہے جب کہ شیخ عجلونی کا قول جو **الکشف** (۱/۴۰۳) میں گذشتہ حدیث کے بعد ہے اور اس ہیثمی کے قول کے بعد ہے، ابن الغرس نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے شاید اس کا ارادہ

بلحاظ جبر کے ہے آپ غور کریں میں کہتا ہوں: آپ کو علم ہے کہ وہ حدیث جو اس سے پہلے ہے وہ موضوع ہے پس اس کا ہرگز کچھ اثر نہیں ہے کہ وہ اس ضعیف حدیث کو قوت عطا کرے جیسا کہ یہ حقیقت اصطلاح حدیث میں ثابت شدہ ہے۔

(۱۸۱) ((إِنَّ الرِّزْقَ لَا تَنْقُصُهُ الْمَعْصِيَةُ وَلَا تَزِيدُهُ الْحَسَنَةُ وَتَرْكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ))

ترجمہ: ''نافرمانی سے رزق میں کمی نہیں آتی ہے جب کہ نیکی کے کام سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا ہے البتہ دعا کو چھوڑنا نافرمانی ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الصغیر (ص ۱۴۷) میں اور ابن عدی نے الکامل (۲/۱۱) میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عطیہ سے اس نے ابی سعید سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد موضوع ہے یہ اسماعیل راوی کذاب ہے جیسا کہ ابوعلی نیشاپوری، دارقطنی اور حاکم (رحمہم اللہ) نے کہا ہے جبکہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اکثر روایات جو وہ بیان کرتا ہے وہ باطل ہیں جب کہ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے اس کی حدیث پہلے گزر چکی ہے جبکہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے امام سخاوی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ بھی ناواقف ہیں کہ حدیث میں علت حقیقی کیا ہے وگرنہ قصور کو صرف عطیہ کے سر پر باندھا جاتا جب کہ اسماعیل کذاب کا ذکر ہی نہ ہوتا۔

مزید براں جو چیز اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے'' (اس کو بخاری مسلم اور دیگر نے روایت کیا ہے) پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نیک کام کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ عمر کے زیادہ ہونے کا سبب بھی ہے جب کہ تحقیق کے لحاظ سے اس کے درمیان اور اللہ کے اس قول کے درمیان کچھ تعارض نہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ ''کہ جب ان کا وقت آجائے گا تو ایک ساعت تاخیر اور تقدیم ممکن نہیں''

(۱۸۲) ((خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ مَا لَمْ يَأْثَمْ))

ترجمہ: ''تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنے خاندان سے مدافعت کرتا ہے جبکہ گناہ کا کام نہ ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابوداود (رحمہ اللہ) نے (رقم ۵۱۲۰) میں اس کا ذکر کیا ہے ایوب بن سوید کے

طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے سعید بن مسیب سے سنا ہے وہ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی سے روایت کرتا ہے اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اس کا تذکرہ کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے اس کا باعث ایوب بن سوید راوی ہے اس کو احمد، ابوداؤد (رحمہ اللہ) اور ان کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو پختہ راوی قرار نہیں دیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲۳۱/۲) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے بتایا پہلے ہم نے ایوب بن سوید کے بارے میں اسامہ بن زید کی حدیث کا انکار کیا جس کو اس نے سعید بن مسیب سے اس نے سراقہ بن مالک سے اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسامہ نے سعید بن مسیب سے کچھ ذکر کیا ہو۔

جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ایک دوسرے مقام (۲۰۹/۲) میں کہا ہے میرے باپ نے کہا کہ میں کچھ وقت سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین سے ذکر کیا گیا کہ اس سے ایوب بن سوید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں جب کہ سعید بن مسیب سراقہ سے ذکر نہیں کرتا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے اس کا باب واقدی کی حدیث ہے، اس حدیث کو امام منذری نے مختصر السنن (۱۸/۸) میں ایوب بن سوید کے باعث معلول قرار دیا ہے، مزید براں سعید بن مسیب اور سراقہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ اللہ) شرح الجامع الصغیر میں اس انقطاع سے غافل ہے اس نے حدیث کو صرف ایوب کے باعث معلول قرار دیا ہے۔

جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۱۰/۸) میں خالد بن عبداللہ بن حرملہ المدلجی کی حدیث سے ذکر کیا ہے بعدازاں طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ایسے رواۃ سے ذکر کیا ہے جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں وہ چیز جس کا تقاضا فن حدیث کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے اگر امام ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار نہ دیا ہوتا اس لئے کہ وہ تو ایسا امام ہے جو حجت ہے واللہ اعلم۔

(۱۸۳) ((لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ))

ترجمہ: ”مسجد کے پڑوس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ہی ہوتی ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (ص ۱۶۱) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) نے (۲۴۶/۱) میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے (۵۷/۳) میں سلیمان بن داؤد یمامی کے طریق سے اس

نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابی سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے
میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ سلیمان ہے بلاشبہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے ابن معین (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے امام بخاری (رحمہ اللہ) کے قول کا ذکر کیا ہے کہ جس راوی کو میں منکر الحدیث کہوں اس کی حدیث کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، بعدازاں امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو محمد بن سکین شقری المؤذن کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن بکیر غنوی نے اس نے محمد بن سوقۃ سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر سے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ اس کے ہاں یہ لفظ ہے: کہ ''اس شخص کی نماز نہیں ہے جو اذان سنتا ہے لیکن وہ نماز کے لئے نہیں آتا ہے سوائے کسی معقول علت کے'' اس کی اسناد محمد بن مسکین راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **الجرح والتعدیل** (۲۸۳/۲/۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اس کو مجہول قرار دیتے تھے ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی غیر معروف ہے جبکہ حدیث منکر ہے اس کے علاوہ اس کی حدیث کو پہلے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اس حدیث کو عقیلی نے بھی اس طریق سے **الضعفاء** میں دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ایک دوسرے صالح طریق سے ذکر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا اشارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی جانب ہے کہ ''جس شخص نے اذان کے کلمات کو سنا پھر وہ نماز ادا کرنے کے لئے نہ آیا اس کی نماز نہیں ہے اگر کوئی عذر نہیں ہے'' اس کو ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد صحیح ہے جب کہ امام نووی، عسقلانی اور ان سے پہلے امام حاکم (رحمہم اللہ) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے البتہ **التاج الجامع للأصول** (۲۶۸/۱) کے مؤلف کا قول ہے کہ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ (رحمہما اللہ) نے ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے پس اس کی کثیر اغلاط اور **تخلیطات** کو **نقد التاج** (رقم ۱۸۰) میں جمع کیا ہے، اس حدیث کو اس کے پہلے الفاظ کیساتھ امام صغانی نے **الاحادیث الموضوعۃ** (ص ٦) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں صالح کے طریق سے جولیث کا کاتب تھا سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عمر بن راشد نے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے زہری سے اس نے عروہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے بیان کیا: ابن حبان کا قول ہے: کہ عمر راوی کا تذکرہ جب کیا جائے تو اس کے عیب کو ذکر کیا جائے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس کا کہنا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عجلی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ترمذی، ابن ماجہ (رحمہا اللہ) نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کا ایک طریق جابر، ابو ہریرۃ اور علی رضی اللہ عنہ سے ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مراد جابر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے البتہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے ابن حبان کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے موقوف ذکر کیا ہے، جب کہ اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے ابو حبان کے والد کا نام سعید بن حبان ہے، ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ بالکل غیر معروف ہے جب کہ ابن القطان (رحمہ اللہ) نے اس کو مجہول قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حبان اور امام عقیلی (رحمہما اللہ) دونوں نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے گویا کہ ذہبی اور ابن القطان (رحمہما اللہ) نے ان دونوں کی توثیق کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

تنبیہ: عمر بن راشد راوی جس کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے مطعون قرار دیا ہے اور عجلی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے وہ ابو حفص یمامی ہے جب کہ اس کے طبقہ سے ایک اور راوی ہے اس کا نام عمر بن راشد الجاری المصری ہے جب کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ وہ حدیث کا راوی ہے اس کی دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس سے روایت کرنے والا صالح کاتب اللیث مصری ہے۔

جب کہ دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس روایت میں اس کا شیخ اس میں ابن ابی ذئب ہے جب کہ محدثین نے اس کو یمامی کے شیوخ میں ذکر نہیں کیا ہے پس جب یہ صحیح ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور اس کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے، دار قطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ ثقہ رواۃ پر حدیث کے وضع کرنے میں متہم تھا جب کہ کسی حدیث کا ان طرق سے آنا جن کو ہم نے بیان کیا ہے وہ اس حدیث کو موضوع کے دائرہ سے نکال کر ضعیف کے درجہ کی جانب لے جاتی ہے، البتہ امام مناوی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کے شواہد سے بخاری، مسلم کی حدیث ہے: کہ ''جس نے اذان کے کلمات کو سنا لیکن نماز کے لئے نہ آیا تو اس کی نماز قبول نہیں جب کہ کوئی عذر نہیں ہے'' تو اس میں دو طریق سے نظر ہے۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ وہ باب کی حدیث کی شاہد نہیں ہے اور وہ اس سے اخص ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کیلئے لائق ہے کہ وہ اسی مسجد میں نماز ادا کرے جس کے پڑوس میں وہ مقیم ہے اگر اس کے علاوہ کسی مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز نہیں ہے جبکہ دلیل جو شاہد ہے وہ اس کا فائدہ نہیں دیتی ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جبکہ یہ ضعیف حدیث اور صحیح حدیث کے درمیان جوہری فرق ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس حدیث کو بخاری، مسلم کی جانب منسوب کرنا ظاہر غلطی ہے جیسا کہ ہماری پہلی تخریج اس کا پتہ دے رہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث اپنے پہلے الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے اس میں دلیل نہیں ہے جبکہ دوسرے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے اس کے پہلے شاہد کا خیال رکھا گیا ہے۔

(۱۸۴) ((إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ))

ترجمہ: ”جب تم بیمار شخص کے ہاں جاؤ تو تم اس کی عمر کے بارے میں رغبت دلاؤ کہ ابھی اور زندگی ہے اس کے کہنے سے کسی چیز کو لوٹایا نہیں جا سکتا البتہ اس کا مزاج مطمئن ہوگا“

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس کو (۱۷۷/۳) میں اور ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے (۴۳۹/۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۴۴) میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمی کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس کو ھذا حدیث غریب کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ موسیٰ راوی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کی احادیث کو اپنی الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ حدیث (نمبر ۱۱۲) میں گزر چکا ہے۔

جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں منکر روایات کو ذکر کیا ہے یہ بھی ان میں سے ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ اللہ) نے امام نووی (رحمہ اللہ) سے ذکر کیا ہے کہ اس نے الاذکار میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ حافظ (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے اور اسی طرح اس نے بذل الماعون (۲/۲ من الکراس ۱۱) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ العلل لابی حاتم (۲۴۱/۲) میں ہے میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کو

منکر قرار دیا گویا کہ موضوع ہے جب کہ موسیٰ (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے۔

(۱۸۵) ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرَمَاتِ))

ترجمہ: ''سب قسم کی حمد وثنا اللہ کی ذات کیلئے خاص ہے بیٹیوں کو دفن کرنا باعث عزت وشرف ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۳/۱۴۴/۲) میں اور الاوسط (۱/۱۷۶/۲) میں اور بزار اور ابوالقاسم المہر انی (رحمہ اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۳/ ۱/۲۶) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی تاریخ (۵/۵۷) میں اور قضاعی (رحمہ اللہ) نے مسند الشھاب (۲/۱۵) میں اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۱/۲۱۶، ۸/۵۰۳/۱، ۱۱/۲۶۲/۱، ۱۵/۱۵۹/۲، ۱۶/۲۵/۲) عراک بن خالد بن یزید کے طریق سے اس نے عثمان بن عطاء سے وہ اپنے باپ سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے اس نے بتایا: ''جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رقیہ کے بارے میں تعزیت کی گئی جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اور پھر اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کا قول ہے یہ حدیث نبی ﷺ سے سوائے اس اسناد کے روایت نہیں کی گئی ہے، اور المہر انی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عثمان بن عطاء متفرد ہے جب کہ یہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) کے قول سے بہتر ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے پس اس کو رد کیا گیا ہے۔

ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو الکامل (۱۳۰۰) میں محمد بن عبدالرحمٰن بن طلحہ قرشی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں عثمان بن عطاء نے اس کے بارے میں بتایا جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عثمان راوی ضعیف ہے جب کہ اس کے باپ کا حافظہ ردی ہے اور عراک قوی نہیں ہے اور محمد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے وہ احادیث کی چوری کیا کرتا تھا اس نے کہا اور میں نے اپنے شیخ عبدالوہاب بن انماطی الحافظ (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی بات نہیں کی ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۴۲۸) میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے جس میں ہم نے اس کے اقرار کا ذکر کیا ہے جب کہ امام صغانی نے بھی اس حدیث کو الموضوعات (ص ۸) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ حدیث ہے۔

(۱۸۶) ((دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَكْرُمَاتِ))

ترجمہ: ''بیٹیوں کو دفن کرنا عظمت کے کاموں سے ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو الکامل (۲/۸۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے (۲۹۱/۷) میں حمید بن حماد کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عبداللہ بن دینار سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کو ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے حمید بن حماد کے بارے میں ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جب کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اسی وجہ سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور اس حدیث کو اس لحاظ سے الموضوعات میں شامل کیا ہے۔

مزید براں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے حمید راوی ثقہ رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی میں اس کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث ہے اس کیساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو بھی الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا بھی تعاقب کیا ہے ایسے کلام کے ساتھ جس کا تذکرہ ابن عدی (رحمہ اللہ) سے پہلے گزر چکا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے اور مؤلف نے مختصر الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(۱۸۷) ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَزِّلُ عَلٰى أَهْلِ هٰذَا الْمَسْجِدِ -مَسْجِدِ مَكَّةَ- فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ: سِتِّيْنَ لِلطَّائِفِيْنَ، وَأَرْبَعِيْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ وَعِشْرِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ مکہ کی مسجد کے لوگوں پر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں اتارتا ہے ساٹھ طواف کرنے والوں کیلئے اور چالیس نمازیوں کیلئے اور بیس دیکھنے والوں کیلئے ہیں ''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاوسط (۲/۱۲۳/۱) میں اور ابن عساکر نے (۲/۴۷۶/۹) میں اور الضیاء نے المنتقی من مسموعاته بمرو میں اس نے عبدالرحمن بن سفر دمشقی سے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے بتایا اس نے عطاء سے اس نے کہا مجھے عبداللہ بن عباس نے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں مستدرک حاکم کیلئے الکنی

میں اور ابن عساکر کیلئے منسوب کیا ہے، جبکہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اوزاعی سے صرف ابن السفر نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ ابن سفر تو کذاب ہے وہ حدیث کو وضع کرتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا امام مناوی نے شرح الجامع میں اس حدیث کو خطیب کی جانب منسوب کرنے کے بعد اس کو التاریخ میں بھی منسوب کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔

جب کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے کہ اس نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن سفر کے حالات میں اس کی حدیث سے بتایا ہے جبکہ اس نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے کہ وہ متروک ہے جب کہ ذہبی نے اس کی متابعت کی ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متفرد ہے اور اس کے بارے میں جیسا کہ دارقطنی اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا ہے اور وہ متروک ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ کذب بیانی سے کام لیتا تھا اور ابن حبان کا قول ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا درست نہیں ہے جبکہ یحییٰ نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے اور اس سے ہیثمی نے اس کے قول کو ذکر کیا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اور کہا جاتا ہے کہ اس میں ابن الفیض ہے اور اسی طرح اس کو ابونعیم نے اخبار اصبہان (۱۱۶/۱، ۳۰۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو العلل (۲۸۷/۱) میں اس کی اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ یوسف راوی حدیث میں ضعیف ہے متروک راوی کے مشابہ ہے جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس نے باطل احادیث کو روایت کیا ہے اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی گنتی میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو المیزان میں نقل کیا ہے، بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے اسی طرح بعض نے اس کا نام رکھا ہے جب کہ درست محمد بن سفر نام ہے جو کہ متروک راوی ہے جبکہ امام بخاری نے اس کو ذکر کیا ہے اس نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن سفر نے موضوع حدیث کو بیان کیا ہے میں کہتا ہوں: اور جیسا کہ اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور اس کو طبرانی نے معجم الکبیر (۱/۱۲۳/۳) میں ذکر کیا ہے جبکہ درست بات یہ ہے کہ ابن الاعرابی نے اس کو اپنی المعجم (۲/۱۸۵)

میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس کو عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کی اسناد میں جعفر بن محمد انطا کی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ نہیں کہا ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گی کہ "معاویہ کو اٹھایا جائے گا اس پر نور کی چادر ہوگی" جب کہ امام منذری کا قول الترغیب (۱۲۱/۲) میں ہے بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، چنانچہ میرے خیال میں یہ اس کا تساہل یا اس کے اوہام ہیں جب کہ یہ حدیث المعجم الکبیر میں ایک دوسرے طریق سے ہے کہ اس میں ایک دوسرا کذاب راوی ہے اس کے کچھ الفاظ اس کے مغائر ہیں آگے اس کا ذکر ہوگا جب کہ الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو اس یوسف کے طریق سے الموضح (۲۵۵/۲) میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد میں ابوالفیض یوسف بن السفر راوی اوزاعی سے روایت کرنے میں متفرد ہے جب کہ اس کو اس کے سوا میں دوسرے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۸۸) ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْزِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ رَحْمَةٍ: سِتِّيْنَ مِنْهَا عَلَى الطَّائِفِيْنَ بِالْبَيْتِ وَعِشْرِيْنَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَعِشْرِيْنَ عَلَى سَائِرِ النَّاسِ))

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ روزانہ یک صد رحمتوں کو اتارتا ہے ان میں سے ساٹھ (۶۰) رحمتیں ان لوگوں پر اترتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں جب کہ بیس (۲۰) رحمتیں مکہ والوں پر اور بیس (۲۰) رحمتیں دیگر لوگوں پر "

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۳۱۴) میں اور الخطیب نے اپنی التاریخ (۲۷/۶) میں محمد بن معاویہ نیشاپوری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن صفوان نے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام اوزاعی سے روایت ہے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے اس حدیث کو یوسف بن سفر نے روایت کیا ہے جبکہ یوسف بن سفر راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابن معاویہ راوی کے بارے میں امام ابن معین اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے جبکہ دارقطنی نے مزید کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا جبکہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۱۸۹) ((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الشَّمْسِ فَإِنَّهَا تُبْلِي الثَّوْبَ وَتُنْتِنُ الرِّيحَ وَتُظْهِرُ

الدَّاءَ الدَّفِينَ))

ترجمہ: ''دھوپ میں بیٹھنے سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ سورج کی دھوپ کپڑوں کو بوسیدہ کرتی ہے فضا کو بدبودار کرتی ہے اور مدفون بیماریوں کو اجاگر کرتی ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک (۴/۴۱۱) میں محمد بن زبان طحان کے طریق سے اس نے کہا ہمیں میمون بن مہران نے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام حاکم نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: اس حدیث کو الطحان نے وضع کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جبکہ امام مناوی نے اس کا تعاقب امام ذہبی کے اس کلام کے ساتھ کیا ہے کہ مناوی نے کہا ہے کہ مصنف کیلئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اس کو حذف کر دیتا۔

(۱۹۰) ((مَامِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَفِيْ رَأْسِهِ عِرْقٌ مِنَ الْجُذَامِ تَنْعَرُ، فَإِذَا هَاجَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِ الزُّكَامَ فَلَا تَدَاوَوْا لَهُ))

ترجمہ: ''تم میں سے ہر شخص کے سر میں جذام بیماری کی رگ ہے جو جوش مارتی ہے تو جب اس میں تیزی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زکام کو مسلط کر دیتا ہے پس تم اس کا علاج نہ کراؤ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۴/۴۱۱) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح قاسم سرقسطی نے غریب الحدیث (۱/۱۵۴/۲) میں محمد بن یونس قرشی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں بشر بن حجر السلمی نے بتایا اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: گویا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ الکدیمی راوی متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس کی اسناد کے ساتھ کدیمی تک ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے محمد بن یونس کدیمی راوی حدیث وضع کرتا تھا جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۰۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اس نے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے البتہ اس نے ذکر کیا ہے کہ امام حاکم نے اس کو روایت کیا ہے جبکہ امام ذہبی نے اس کا تعاقب کیا

ہے جو گزر چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۱۹۱) ((اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْفُقَرَاءِ ، وَفِي لَفْظٍ اَلْمَسَاكِيْنِ))

ترجمہ: ''جمعة المبارک فقراء کا حج ہے جبکہ ایک لفظ میں ہے کہ مساکین کا حج ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام قضاعی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے پہلے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ ابن زنجویہ اور قضاعی نے بھی دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ الجامع الصغیر میں ہے جب کہ امام مناوی نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے ان سب نے اس حدیث کو عیسیٰ بن ابراہیم الہاشمی کی حدیث سے اس نے مقاتل سے اس نے ضحاک سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے حافظ عراقی نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو المیزان میں اس عیسیٰ (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے اور ایک جماعت نے اس سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے متروک ہے جب کہ امام مناوی نے کہا ہے کہ مقاتل راوی ضعیف ہے اور اسی طرح وہ راوی جو اس سے روایت کر رہا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث میں کلام دوسرے لفظ کے بارے میں ہے جب کہ پہلا لفظ وہ سیوطی کی ترتیب میں دوسرا ہے تو اس کے بارے میں امام مناوی نے کچھ کلام نہیں کیا ہے پس شاید اس نے اس پر اکتفا کیا ہے جب کہ اشارہ اس جانب ہے کہ ان دونوں کا راستہ ایک ہے اور وہ الکشف کے انداز سے واضح ہے اور شاید کہ امام مناوی نے اس حدیث میں امام سیوطی کے اصل مقاصد کا اتباع کیا ہے جب کہ اس نے اس کو دو الفاظ کے ساتھ وارد کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی کہ اس کی اسناد میں مقاتل راوی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن مقاتل راوی تو کذاب ہے جیسا کہ اسکے بارے میں وکیع کی جانب سے تذکرہ حدیث (نمبر ۱۶۸) گزر چکا ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا عیسیٰ بن ابراہیم راوی غایت درجہ ضعیف ہے امام بخاری اور امام نسائی (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے پس جب کہ یہ حدیث کذاب راوی کی روایت سے ہے تو امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس سے کتاب کو تحفظ عطا کرتا اسی لئے علامہ صغانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاحادیث الموضوعة (ص ۷) میں ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ الفاظ اور ہیں اور وہ یہ ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۹۲) ((اَلدَّجَاجُ غَنَمُ فُقَرَاءِ أُمَّتِي وَالْجُمُعَةَ حَجُّ فُقَرَائِهَا))

ترجمہ: ’’مرغی میری امت کے فقراء کے لئے بکری ہے جب کہ جمعہ کا دن امت کے فقراء کے لئے حج ہے ‘‘

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان کی روایت سے عبداللہ بن زید محمش۔ نیشا پوری کے طریق سے اس نے ہشام بن عبداللہ رازی سے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ امام ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ ہشام (راوی) استدلال کے قابل نہیں ہے اور دار قطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ اصل بوجھ اس میں محمش راوی پر ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو اللآلی (۲۸/۲) میں برقرار رکھا ہے اس کا ہرگز تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ ابن عراق نے اس کا تعاقب تنزیہ الشریعة (۲/۲۳۶) میں کیا ہے اس نے کہا ہے، میں کہتا ہوں: حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے طبقات الحفاظ میں اس پر اقتصار کیا ہے کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ افادیت نہیں ہے اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے: کہ حدیث کی وہ علت جو اس کے موضوع ہونے کا تقاضا کر رہی ہے وہ تو ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ روایت اس وضاع کی ہے بالخصوص امام دار قطنی نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ حدیث تو جھوٹ کا پلندہ ہے اور ابن حبان نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے: کہ اس کا اس حدیث کو غیر صحیح قرار دینا وہ اس کے موضوع ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ اکثر و بیشتر یہ لفظ موضوع کلمہ کے مترادف ہے جب کہ وہ اس مقام میں اس معنیٰ میں ہے اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود اس حدیث اور دوسری حدیث کو اس رازی کے حالات میں ابن حبان کی روایت سے کہ اس نے اس سے ذکر کیا ہے مزید براں امام ذہبی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ وہ دونوں باطل ہیں اور امام مناوی (رحمہ اللہ) نے (۶/۱۶۳) میں اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں پس معلوم ہوا کہ ذہبی ان لوگوں سے ہے جو حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں جب کہ ابن عراق کے خیال کے مخالف ہے۔

(۱۹۳)((مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ))

ترجمہ: ''انسان کی سعادت ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳/۱۸۲/۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۵۸) میں جب کہ خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی التاریخ (۲۹۷/۱۴) میں یوسف بن الغرق کے طریق سے اس نے سکین ابن ابی سراج سے اس نے مغیرہ بن سوید سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعدازاں خطیب نے ابوصالح بن محمد سے روایت کیا ہے بعض لوگوں کا قول ہے بلاشبہ اس میں تبدیلی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی سعادت اس میں ہے کہ اس کی داڑھی اللہ کے ذکر کے باعث ہلکی ہو، بعدازاں خطیب کا قول ہے کہ سکین (راوی) مجہول، منکر الحدیث ہے اور مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جب کہ یوسف بن الغرق راوی منکر الحدیث ہے اور لحیته کا لفظ صحیح نہیں ہے مزید لحییه بھی صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۵/۱۶۴-۱۶۵) میں ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں یوسف بن الغرق (راوی) کے بارے میں ازدی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے، جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے شامل کیا ہے، بعدازاں اس کو جوہری کی روایت سے سوید بن سعید کے طریق سے ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں بقیہ نے الولید سے اس نے ابی الفضل سے اس نے مکحول سے اس نے ابن عباس سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔

مزید براں ابن عدی کی روایت سے ابوداؤد نخعی کے طریق سے اس نے حطان بن خفاف سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز اس کی روایت (۲/۹۷) میں حسین بن مبارک سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ورقاء ابن عمر نے بتایا اس نے ابی الزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے بعدازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے المغیرۃ مجہول ہے جب کہ سکین راوی موضوعات کو ان رواۃ سے ذکر کرتا ہے جو ثابت ہیں اور یوسف راوی کذاب ہے اور سوید راوی کو یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے اور بقیہ راوی مدلس ہے اور اس کا استاذ ابوالفضل وہ عمر بن کنیز السقاء ضعیف ہے اس کا مدلس ہونا کافی ہے جبکہ النخعی احادیث وضع کرتا تھا اور ورقاء راوی تو معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ الحسین بن مبارک کے بارے میں ابن

عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ اسانید اور متون بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن عدی (رحمہ اللہ) نے نخعی کے حالات (۲/۱۵۳) میں کہا ہے کہ اس نے اس کو وضع کیا ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی ء (۱۲۱/۱) میں تعاقب کیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ اس نے اس کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے بلاشبہ اس نے اس کا تعاقب کیا ہے جو اس نے حدیث کے بعض راویوں پر جرح کی ہے اس نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں: ابن حبان (رحمہ اللہ) نے مغیرہ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے کہ ابن حبان اکیلے کا اس کو ثقہ قرار دینا قابل اعتماد نہیں ہے جب کہ اس میں تساہل ہے بالخصوص مخالفت کے وقت جیسا کہ یہاں معاملہ ہے جب کہ میں نے خطیب کے قول کو اس مغیرہ راوی کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اسی طرح ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں نقل کیا ہے مزید براں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا سکین راوی مجہول بھی ہے جیسا کہ خطیب کے کلام میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے جب کہ حافظ عسقلانی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں لسان المیزان سے ذکر کیا ہے کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ موضوعات روایت کیا کرتا تھا مغیرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا مرفوع ہونا مذکور ہے کہ انسان کی سعادت سے ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو۔

میں کہتا ہوں: حدیث اس طریق سے موضوع ہے یہاں تک کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کے نزدیک بھی جس نے مغیرہ کو ثقہ راوی قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کے لحاظ سے یہ سکین راوی متہم ہے چنانچہ اس سے یوسف الغرق روایت کرنے والا اس کی اس پر متابعت عبدالرحمٰن بن قیس نے ابوبکر کلاباذی کے ہاں مفتاح معانی الآثار (۱۶/۱ رقم ۱۸) میں کی ہے، بعدازاں سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ ورقاء یشکری ثقہ راوی ہے سچا ہے عالم ہے چھ ائمہ نے اس سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے درست کہا ہے جب کہ امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے غلطی کی ہے اس کا قول معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ یہ حدیث کو موضوع ہونے سے بچا نہیں سکتا جب تک کہ اسناد میں بقیہ (راوی) ہے اور وہ مشہور مدلس راوی ہے جب کہ اس مقام میں خوشی کا اظہار نہ کیا جائے کہ اس نے صراحتاً حدثنا کے لفظ کہے ہیں اس لئے کہ جو راوی اس سے روایت کرنے والا ہے وہ

حسین بن مبارک ہے اور وہ ثقہ راوی نہیں ہے جیسا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا کلام اس کا پتہ دے رہا ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور وہ الکامل (۲/۹۷) میں ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو تسلیم کیا ہے بلکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم قرار دیا ہے۔

بعدازاں اس کی دو احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے جب کہ اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ وہ راوی کذاب ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اور جس کی جانب میں گیا ہوں وہ اس کی تائید کر رہی ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے جبکہ اس نے اپنے فتاویٰ (۲/۲۰۵) میں ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کو الموضوعات میں شامل کیا ہے اور اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ اس کے باوجود اس نے اس حدیث کو اپنی کتاب الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے اس نے غلطی کی ہے اور تناقض اختیار کیا ہے اور اس لئے اس کے شارح مناوی نے اس کا تعاقب ان بعض باتوں کے ساتھ کیا ہے جن کو ہم نے ابن جوزی، ذہبی اور عسقلانی (رحمہم اللہ) سے ذکر کیا ہے، مزید براں اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے (۲/۲۶۳) میں بقیہ کے طریق سے اس نے ابی الفضل سے ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا کہ اس نے اس کے باپ سے دریافت کیا تو اس نے کہا یہ حدیث موضوع باطل ہے جب کہ ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث (ص ۹۰) میں محدثین سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۹۴) ((عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ زَيْتِ الزَّيْتُوْنِ فَتَدَاوُوا بِهِ فَإِنَّهُ مُصِحَّةٌ مِنَ الْبَاسُوْرِ))

ترجمہ: ”تم اس مبارک درخت کو لازم پکڑو فائدہ اٹھاؤ زیتون کے تیل کے ساتھ علاج کرو جب کہ زیتون کا تیل بواسیر کے مریض کو صحت عطا کرتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المجمع (۵/۱۰۰) میں عقبہ بن عامر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد میں ابن لہیعۃ راوی ہے اور اس کی حدیث حسن ہے جب کہ سند کے باقی رواۃ صحیح کے ہیں، البتہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عثمان بن صالح کے حالات میں بیان کیا ہے اور اس نے ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کے بیٹے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۷۹) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن عثمان نے حدیث بیان کی اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن لہیعۃ سے اس نے زید بن ابی حبیب سے اس نے ابی الخیر سے اس نے عقبہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، میرے باپ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس حدیث کو برقرار رکھا ہے اور اس کی علت کی جانب اشارہ کیا ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا، ابوزرعہ نے کہا کہ عثمان بن صالح ان لوگوں سے نہیں تھا جو جھوٹ کہتے ہوں، البتہ وہ خالد بن نجیح کے ساتھ تحریر کیا کرتا تھا پس وہ اس کی وجہ سے آزمائے گئے وہ ان پر ایسی باتوں کا املاء کراتا تھا جن کو انہوں نے شیخ سے سنا نہیں تھا۔

اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے خالد بن نجیح کے حالات میں الجرح والتعدیل (۱/۲/ ۳۵۵) میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ وہ عثمان بن صالح مصری اور ابو صالح لیث کے کاتب اور ابن ابی مریم کے ساتھ رفاقت اختیار کرتا تھا، مزید براں وہ کذاب انسان تھا احادیث کو وضع کرتا تھا اور انہیں ابی مریم اور ابو صالح کی کتابوں میں شامل کر دیتا تھا اور یہ احادیث وہ ہیں جن کا ابو صالح پر انکار کیا گیا ہے وہم کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث اس کے باعث ہیں، میں کہتا ہوں: ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جس کا نام خالد ہے یہی وہ انسان ہے جس نے اس حدیث کو شیخ ابن لہیعہ سے تحریر کیا ہے اور اس کو یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی تو اللہ اس کو زیادہ جانتا ہے جب کہ ابن لہیعہ کا حافظہ ضعیف تھا وہ اس نقص کے ساتھ مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ محدثین نے اس حدیث میں اس پر اس بوجھ کو نہیں رکھا گویا کہ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ راوی بوجہ اپنے ضعیف ہونے کے اس بات کے ساتھ لائق نہیں ہے جب کہ اس حدیث کی علت سیوطی پر پوشیدہ رہی تو اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا۔

(۱۹۵) ((إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ زَوْجَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلَى فَرْجِهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يُوَرِّثُ الْعَمٰى))

ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے یا اپنی لونڈی سے مجامعت کرے تو وہ اس کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے اس لئے کہ اس کا دیکھنا یہ اندھے پن کو جنم دیتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں (۱/۱۴۴) ابن

عدی کی روایت سے ہشام بن خالد سے اس نے بتایا کہ بقیہ نے ہمیں بتایا اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے مزید ابن جوزی نے وضاحت کی ہے کہ ابن حبان کا قول ہے بقیہ راوی کذاب رواۃ سے روایت کرتا ہے اور تدلیس کا مرتکب ہوتا ہے جب کہ اس کے کچھ رفقاء ہیں جو اس کی حدیث سے ضعیف احادیث کو گرا دیتے ہیں اور اس کو پوشیدہ کرتے ہیں، پس مناسب ہے کہ یہ حدیث بعض ضعیف رواۃ سے ہو وہ ابن جریج سے بیان کرتے ہوں بعد ازاں اس سے تدلیس کرتے ہیں جب کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۱۷۰/۲) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اپنے باپ سے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول ہے جب کہ ابن القطان نے کتاب احکام النظر میں ذکر کیا ہے کہ بقی بن مخلد نے اس حدیث کو ہشام بن خالد سے روایت کیا ہے اس نے بقیہ سے اس نے کہا ہمیں ابن جریج نے بتایا پس اس میں بقی بن مخلد نہیں ہے البتہ برابری ہے ابن جریج نے کہا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد مضبوط ہے، جبکہ اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو اسالیب سے ذکر کیا ہے کہ جس میں بقیہ راوی نے لفظ عَن کے ساتھ حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس طریق سے جس میں حدثنا کی وضاحت ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی طرح ابن عساکر نے اس حدیث کو (۲/۲۹۵/۱۳) میں اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲۹۵/۲) میں اپنے باپ سے اس نے ہشام سے اس نے بقیہ سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں جریج نے بتایا ابن ابی حاتم نے اس کو اس اسناد کے ساتھ دو دوسری روایات کے ذکر کو چلایا ہے شاید ہم ان دونوں کو بعد میں ذکر کریں، نیز اس جانب اشارہ کیا ہے کہ اس میں حدثنا کی صراحت بقیہ راوی سے غلط ہے جس سے ہشام روایت کر رہا ہے پس اس نے کہا ہے جب کہ ابی کا قول ہے یہ تینوں احادیث موضوع ہیں ان کا کچھ اصل نہیں ہے۔

جب کہ بقیہ راوی مدلس ہے تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ہر حدیث کا ذکر کرتے ہوئے حدثنا کہتا ہے جب کہ انہوں نے اس حدیث کو گم نہیں پایا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور اس کو ہشام کے حالات میں اس کا اصل قول قرار دیا ہے کہ وہ دمشق کے ثقہ رواۃ سے روایت کرتا ہے جب کہ روایت اس پر جاری ہو جاتی ہے اور گویا کہ اس وجہ سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے حدیث پر وضع ہونے کا حکم لگانے میں ابن دقیق العید (رحمہ اللہ) کی تابعداری کی ہے جو امام کا ساتھی

ہے جیسا کہ البدر المنیر (۲/۱۱۸) کے خلاصہ میں ہے، جب کہ عبدالحق (رحمہ اللہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۱۴۳) میں ذکر کیا ہے کہ ابن جریج سے حدیث کو معلوم نہیں کیا جاتا ہے۔

جب کہ ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے دوسرے مقام (۱/۱۸۸/۱۸) میں ہشام بن عمار کے طریق سے اس نے بقیہ سے اس نے ابن جریج سے اس کو روایت کیا ہے پس مجھے معلوم نہیں یہ ہشام بن عمار کی متابعت ہشام بن خالد کیلئے ہے یا اس کا عمار کہنا خالد کے لفظ سے بدل گیا ہے جیسا کہ میں ترجیح دیتا ہوں جب کہ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابن الصلاح (رحمہ اللہ) کا قول کہ وہ مضبوط اسناد والا ہے درست نہیں ہے اس کو حدثنا کے ظاہر لفظ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے جب کہ اس باریک علت کی جانب وہ خبردار نہ ہو سکا جس پر ہمیں امام ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے متنبہ کیا ہے، جزاہ اللہ خیراً۔

جب کہ عجیب وغریب باتوں سے ہے کہ ابن الصلاح (رحمہ اللہ) نے باوجود اس کے کہ اس نے اس حدیث کو تقویت قرار دینے میں غلطی کی ہے پس وہ اس میں اس قاعدہ کے مخالف ہے جس کو اس نے وضع کیا جو اس سے پہلے نہ تھا قاعدہ یہ ہے کہ اس دور میں حدیث کو صحیح قرار دینا درست نہیں ہے پس کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث کو صحیح قرار دے جیسا کہ مقدمہ علوم الحدیث کے (ص ۱۸) پر حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کی شرح کے ساتھ ہے، بلکہ اس کے ہاں ضروری ہے کہ ان ائمہ حدیث کی اتباع کی جائے جو پہلے گزر چکے ہیں پس اس کا کیا حال ہے! کہ اس نے یہاں اس اصل کی مخالفت کی ہے تو اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جس کے بارے میں دونوں جلیل القدر حافظ ابو حاتم رازی (رحمہ اللہ) اور ابن حبان (رحمہ اللہ) موضوع کہتے ہیں جب کہ نظر صحیح اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دیکھنے کی حرمت بنسبت جماع کے وسائل کے حرمت کے بارے میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے خاوند کے لئے اجازت دی ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے تو کیا عقل باور کرتی ہے کہ اس کی شرم گاہ کی جانب دیکھنا ممنوع ہے ہرگز نہیں! جب کہ نقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ”میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا آپ پانی کے استعمال میں مجھ سے جلدی کرتے تو میں کہتی: کہ میرے لئے پانی رہنے دیں!“ (بخاری، مسلم)

اور ان کے سوا نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، چنانچہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

جب کہ اس کی تائید ابن حبان کی روایت کر رہی ہے جو سلیمان بن موسیٰ کے طریق سے ہے کہ اس سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے اس نے کہا: میں نے عطاء سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو اس کے معنی کے لحاظ سے ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۲۹۰/۱) میں کہا ہے کہ یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ:

"خاوند بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بیوی خاوند کی شرم گاہ کی جانب دیکھ سکتی ہے"

پس جب اس طرح واضح ہے تو کچھ فرق نہیں خواہ غسل کے وقت دیکھا جائے یا مجامعت کے وقت دیکھا جائے لہٰذا حدیث باطل ہے۔

(۱۹۶) ((إِذَا جَامَعَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَنْظُرُ إِلَى الْفَرْجِ فَإِنَّهُ يُوَرِّثُ الْعُمٰى وَ لَا يُكْثِرُ الْكَلَامَ فَإِنَّهُ يُوَرِّثُ الْخَرَسَ))

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی شخص مجامعت کرے تو عورت کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے بلاشبہ اس سے اندھا پن ظہور میں آتا ہے مزید براں زیادہ باتیں بھی نہ کرے اس سے گونگا پن کا ظہور ہوتا ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ازدی کی روایت سے ابراہیم بن محمد بن یوسف فریابی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن القشیری ۔نے بیان کیا اس نے مسعر بن کدام سے اس نے سعید المقبری سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے بعد ازاں ازدی نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم راوی گرا ہوا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۱۷۰/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور المیزان میں کہا ہے کہ ابو حاتم اور اس کے سوا نے اس کو صدوق کہا ہے جب کہ اکیلے ازدی نے کہا ہے کہ ابراہیم (راوی) گرا ہوا ہے تاہم ازدی کے قول کی جانب دھیان نہ کیا جائے جب کہ اس کی زبان میں جرح کے وقت تیزی ہے، جب کہ الخلیل نے اپنی مشیخۃ میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن عبدالرحمٰن القشیری متفرد ہے جب کہ وہ شامی راوی ہے منکر احادیث کو ذکر کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کی علت ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تہمت زدہ ہے، پختہ راوی نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں ابوالفتح نے کہا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے اس کی حدیث کو چھوڑا جاتا ہے جب کہ لسان المیزان میں دارقطنی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے راوی کو متروک الحدیث قرار دیا ہے کہ اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا ہے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث میں مسعر سے اس نے المقبری سے والی حدیث منکر ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی متابعت ہے جب کہ وہ راوی مجہول ہے بعدازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ ہے جو آگے آرہا ہے۔

(۱۹۷) ((لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ عِنْدَ مُجَامَعَةِ النِّسَاءِ فَإِنَّ مِنْهُ يَكُوْنُ الْخَرَسُ وَالْفَأْفَاةُ))

ترجمہ: ”عورتوں کے ساتھ مجامعت کے وقت زیادہ کلام نہ کرو اس سے گونگا پن اور زبان میں لکنت کا ظہور ہوتا ہے “

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام سیوطی نے اس حدیث کو اللآلیء (۲/۱۷۰-۱۷۱) میں ذکر کیا یہ پہلی حدیث کی شاہد ہے ابن عساکر کی روایت سے اسی اسناد کیساتھ ابوالدرداء تک ہاشم بن محمد بن صالح الانصاری سے اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمرو دوسکی (جب کہ اصل میں عامر ذکی ہے اور وہ غلط ہے) نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے خیران بن علاء کیسانی دمشقی نے بیان کیا اس نے زہیر بن محمد سے اس نے ابن شہاب سے اس نے قبیصۃ بن ذویب سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس حدیث کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: سیوطی نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ اس میں چار علتیں ہیں۔

پہلی علت: ارسال ہے اس لئے کہ قبیصۃ تابعی ہے کہا جاتا ہے: کہ اس کو نبی ﷺ کی رؤیت حاصل ہے۔

دوسری علت: زہیر بن محمد یہ تمیمی راوی ہے اس میں اختلاف کیا گیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں ذکر کیا ہے کہ شامیوں کی اس سے روایت درست نہیں ہے چنانچہ اس وجہ سے وہ ضعیف ہے امام بخاری نے احمد سے ذکر کیا ہے کہ زہیر راوی جس سے شامی لوگوں نے روایت کی ہے وہ اور ہے ابوحاتم کا قول ہے، اس نے ملک شام میں اپنے حافظہ سے احادیث بیان کیں تو اغلاط زیادہ ہوگئیں جبکہ میزان الاعتدال میں ہے کہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے العلل میں کہا ہے کہ میں نے بخاری سے اس زہیر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا میں اس شیخ سے کنارہ کشی کرتا ہوں گویا کہ اس کی حدیث

موضوع ہے جب کہ یہ راوی میرے نزدیک زہیر بن محمد نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اور یہ حدیث اہل شام کی روایت سے ہے جو وہ اس سے روایت کرتے ہیں چنانچہ یہ بات اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

تیسری علت: خیران بن علاء مشہور راوی نہیں ہے جب کہ ابن حبان کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی جانب اس کے حالات میں اشارہ کیا ہے اور اس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس کے لئے حدیث منکر ہے شاید یہ اس کے شیخ سے ہو مقصود زہیر بن محمد ہے اور شاید اس نے اس حدیث کا ارادہ کیا ہے۔

چوتھی علت: ابو الدرداء ہاشم بن محمد بن صالح انصاری کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسناد غایت درجہ ضعیف ہے دلیل کے لائق نہیں ہے، مزید برآں حدیث منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۹۸) ((مَنْ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ فِي مَالِهِ أَوْ جَسَدِهِ وَكَتَمَهَا وَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ))

ترجمہ: ''جس شخص کو اس کے مال یا اس کے جسم میں تکالیف سے دوچار کیا گیا جب کہ اس نے ان کو چھپایا اور لوگوں کے سامنے شکوہ شکایت نہ کی تو اللہ پر واجب ہوتا ہے کہ اس کو معاف کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۲۲/۳) میں ہشام بن خالد سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۳۳۱/۲) میں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں بقیہ راوی مدلس ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا کہ حدیث موضوع ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جب کہ میں نے ابو حاتم کے مکمل کلام کو حدیث (نمبر ۱۹۵) میں ذکر کیا ہے اس جانب مراجعت کریں جب کہ اس کا تذکرہ بقیہ کے تذکرہ میں میزان الاعتدال سے ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کو ہم نے ایک نسخہ میں اس اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے وہ نسخہ سب کا سب موضوع ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ نے اس کو کسی کمزور انسان سے سنا ہو اس نے ابن

جرتج سے ذکر کیا پس اس نے تدلیس کو اختیار کیا اور اس کے ساتھ ملا رہا، میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) (اللہ ہمیں اور اس کو معاف کرے) کو ان دونوں اماموں کے فیصلہ پر اطلاع نہ ہوسکی کہ وہ اس حدیث کو موضوع قرار دیتے تھے وگرنہ وہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل نہ کرتا۔

(۱۹۹) ((حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهُ وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ))

ترجمہ: ''بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ اس کا نام خوبصورت رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو محمد جعفر بن محمد بن حسین سراج القاری نے الفوائد (۵/۳۲/۱ مجموع ۹۸) میں اور محمد بن عبد الرحیم المقدسی (رحمہ اللہ) نے المنتقی من مسموعاته (ج ۴ ورقہ ۱/۲۶ مجموع ۱۰۱) میں محمد بن عیسیٰ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الفضل نے اپنے باپ سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو غریب قرار دیا ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو محمد بن فضیل کے سوا نے ذکر کیا ہو جب کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کا باپ ثقہ ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن فضیل راوی کو ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے جب کہ الفلاس (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا۔ ہے کہ اس کی حدیث جھوٹ کہنے والوں کی حدیث ہے جب کہ محمد بن عیسیٰ المدائنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ دارقطنی اور حاکم (رحمہما اللہ) نے کہا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں بیہقی کی روایت سے الشعب میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اپنے قول کے ساتھ کیا ہے جب کہ مصنف کے تصرف کا تقاضا ہے کہ اس کا مخرج بیہقی ہے اس نے اس کی تخریج کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس نے کہا ہے کہ محمد بن فضل بن عطیہ مرۃ کے باعث ضعیف ہے، جب کہ اس میں محمد بن عیسیٰ المدائنی بھی ہے الضعفاء میں دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ اس میں متفرد نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو ابوبکر الجصاص (رحمہ اللہ) نے احکام القرآن (۳/۵۷۴) میں جبارہ کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ اس نے ہمیں محمد بن فضل سے اس کی خبر

دی ہے جب کہ یہ جبارہ ابن المغلس ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابن نمیر نے کہا ہے کہ اس کے لئے حدیث کو وضع کیا جاتا ہے وہ اس کو روایت کرتا تھا کچھ جانتا نہ تھا۔

(۲۰۰) ((اَلْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ))

ترجمہ: ''حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۲۳۲) میں اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۱/۲۸۶) میں حسن بن یحییٰ الخشنی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن قیس نے خبر دی اس نے کہا مجھے طلحہ بن یحییٰ نے اپنے چچا اسحاق بن طلحہ سے اس نے طلحہ بن عبیداللہ سے مرفوع ذکر کیا ہے سندھی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے الزوائد میں کہا ہے کہ ابن قیس جو مندل کے ساتھ معروف ہے اس کو امام احمد، ابن معین (رحمہ اللہ) اور ان کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ حسن (راوی) بھی ضعیف ہے بلکہ وہ دونوں متروک ہیں جب کہ پہلے کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث باطل ہیں جب کہ حسن (راوی) کے بارے میں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے حافظ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے غایت درجہ منکر الحدیث کہا ہے وہ ثقہ رواۃ سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں۔

بعدازاں اس نے اس کی ایک حدیث کو ذکر کیا اس کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ میں اس کے بعد اس کا ذکر کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ جب کہ اس حدیث کے بارے میں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے باپ سے دریافت کیا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق اور ہے جس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۴/۳۴۸) میں سعید بن سالم کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے اس کو خبر دی معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابوصالح الحنفی سے مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بوجہ اس کے مرسل ہونے کے ضعیف ہے جب کہ سعید بن سالم اس میں ضعیف ہے جب کہ بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی سے ذکر کیا ہے اس نے اس کو منقطع کہا ہے یعنی مرسل ہے، بعدازاں بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ شعبہ کی حدیث معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابوصالح سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے موصول ذکر کیا ہے جب کہ اس میں اسناد شعبہ تک ضعیف ہے نیز اس کو محمد بن الفضل بن

عطیہ نے سالم افطس سے اس نے ابن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ محمد (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ کذاب ہے ابن معین، فلاس اور ان دونوں کے علاوہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۲۶ میں گزر چکا ہے جب کہ اس حدیث کو اس کے طریق سے طبرانی نے المعجم الکبیر (۳/۱۵۴/۱) میں ذکر کیا ہے

(۲۰۱) «مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمُوتُ فَيُقِيمُ فِي قَبْرِهِ إِلَّا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا حَتَّى تُرَدَّ إِلَيْهِ رُوحُهُ وَمَرَرْتُ بِمُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي وَهُوَ قَائِمٌ فِي قَبْرِهِ بَيْنَ عَائِلَةَ وَعُوَيْلَةَ»

ترجمہ: جو بھی پیغمبر فوت ہوتا ہے وہ اپنی قبر ہی میں چالیس روز گزارتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے اور جس رات مجھے اسراء کرایا گیا میرا گزر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے ہوا تو موسیٰ (علیہ السلام) عائلہ اور عویلہ جگہ کے درمیان اپنی قبر میں کھڑے تھے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن نعیم (رحمہ اللہ) نے الحلیہ (۳۳۳/۸) میں اپنے شیخ سلیمان بن احمد طبرانی (رحمہ اللہ) (جنہوں نے تین معاجم کو تصنیف کیا ہے) کے طریق سے، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۹۷/۱۷) میں حسن بن یحییٰ سے اس نے کہا: ہمیں سعید بن عبد العزیز نے حدیث سنائی اس نے زید بن ابی مالک سے اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعا بیان کیا، بعد ازاں ابونعیم اور ابن عساکر نے اس حدیث کو یزید سے غریب قرار دیا ہے ہم نے اس حدیث کو صرف خشنی سے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خشنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے ذکر کیا ہے بعد ازاں ابن حبان نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اور خشنی راوی شدید منکر الحدیث ہے وہ ثقہ راویوں سے ایسی حدیثیں روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن حبان سے باطل موضوع کہا ہے اور تھذیب التھذیب (۳۲۷/۲) میں اس کو ثابت کیا ہے اسی طرح ابن حجر سے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المیزان میں (خشنی) کے حالات میں ذکر کیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار بھی رکھا ہے، لیکن امام سیوطی نے تمام کی مخالفت کی ہے اس نے اللآلی (۲۸۵/۱) میں ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابونعیم نے الحلیۃ میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حَسَن تک پہنچ جاتی ہے خشنی (راوی) ابن ماجہ کے

رواۃ سے ہے اکثر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی نسبت وضع اور کذب کی جانب نہیں ہے اور دحیم نے کہا کہ خشنی راوی میں کچھ حرج نہیں، ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ صدوق ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی بیان کردہ روایات محتمل ہیں اور جس شخص کا یہ حال ہے اس کی بیان کردہ حدیث کو موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

میں کہتا ہوں: قارئین کو اس بحث سے جس کو ہم نے حدیث نمبر ۱۹۸ میں جرح و تعدیل کے ائمہ سے نقل کیا ہے معلوم ہو گیا ہو گا کہ حسن بن یحیٰ خشنی (راوی) متروک اور منکر الحدیث ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا شماران رواۃ سے ہو جو عمداً جھوٹ بولتے ہیں البتہ اس سے کذب کا وقوع ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں کثرت کیساتھ غفلت اور سوء الحفظ شدید درجہ کا ہے۔

اس بحث میں سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول کچھ مؤثر نہیں کہ خشنی راوی کو وضع اور کذب کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہاں! اگر وضع اور کذب سے مراد مطلقاً وضع اور کذب ہو، وگرنہ ابن حبان کی وہ عبارت جو پہلے گزر چکی ہے (اس کا مفہوم یہ ہے) کہ خشنی (راوی) ثقہ راویوں سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے اس عبارت میں بظاہر اس کو کذب کی طرف منسوب کیا گیا ہے، خصوصیت کیساتھ جب اس نے اس حدیث کے بارے میں فیصلہ دیا ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ وہ موضوع ہے لیکن اسکی یہ عبارت اس راوی کو متہم نہیں کرتی کہ وہ ارادتاً وضع کرتا ہے۔ (فَتَأَمَّلْ)

البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) سے جو وضاحت نقل کی ہے اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس راوی کی تمام روایات محتمل ہیں ابن عدی کا یہ مقصود نہیں ہے اس لئے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول: ابن عدی نے خشنی راوی کی متعدد منکر روایات کو بیان کیا ہے بعد ازاں ذکر کیا ہے کہ اس سے مروی یہ روایت سب سے زیادہ منکر ہے اس کا ذکر کامل ابن عدی (۱/۹۰) میں ہے، اللہ پاک حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب انہوں نے ابن عدی کے مقصود سے ہمیں آگاہ کیا ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا شمار ان ائمہ سے ہوتا ہے جو خشنی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں، لہٰذا ابن عدی کا شمار ان ائمہ سے کرنا (جو اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں) جائز نہیں ہے جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے (اللہ پاک ہم کو اور سیوطی کو معاف فرمائے) امام سیوطی کی اس نوعیت کی غلطی کا ذکر آئندہ ذکر ہونے والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

توجہ فرمائیں اگر ہم تسلیم کریں کہ خشنی (راوی) کو دحیم جیسے عالم نے ثقہ قرار دیا ہے تو ہم اس کی توثیق کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتے جب ہمارے سامنے اصول حدیث کا یہ قاعدہ موجود ہے کہ ((جرح مفسر کو تعدیل پر مقدم رکھا جاتا ہے))

بعد ازاں مجھے مزید انکشاف ہوا کہ میرے خیال کی تائید ابن حبان (رحمہ اللہ) کی اس عبارت سے ہو رہی ہے کہ بعض اوقات انسان (راوی) غیر ارادی طور پر کذب بیانی سے کام لیتا ہے صراحتاً مکمل طور پر یہ عبارت تهذيب التهذيب میں ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) نے خشنی (راوی) کو غایت درجہ منكر الحديث کہا ہے نیز یہ راوی ثقہ رواۃ سے وہ چیز روایت کرتا ہے جس کا کوئی اصل نہیں اور پختہ کار رواۃ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہو پاتی، یہ راوی صالح ہے اپنے حافظہ سے روایات بیان کرتا ہے اور مرویات میں کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر احادیث زیادہ ہیں اور دل کا میلان اس طرف ہوتا ہے کہ یہ راوی ارادتاً منکر روایات بیان کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو متروک قرار دیا گیا ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ راوی عمداً کذب بیانی سے کام نہیں لیتا ہے، وہم کے پیش نظر اس سے کِذب صادر ہوتا ہے، بہر حال یہ راوی قابل اعتبار نہیں ہے اور غایت درجہ ضعیف ہے، لہٰذا اس کی مروی حدیث پر معمولی شبہ کی بناء پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے معارض ہے کہ: ''جب کوئی شخص مجھ پر سلام کا ہدیہ بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ میں میری روح لوٹا دیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں'' (یہ حدیث ابوداؤد ۳۱۹/۱، بیہقی ۲۴۵/۵، احمد ۵۲۷/۲ میں ہے، اس حدیث کی سند حسن ہے اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

تعارض کی وضاحت: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی روح آپ کے جسد مبارک میں ہر وقت نہیں رہتی آپ کے جسد مبارک میں روح اس لئے داخل کی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں کے سلام کا جواب دیں جنہوں نے آپ پر سلام کا ہدیہ بھیجا ہے، جب کہ زیر بحث موضوع حدیث وضاحت کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ ہر پیغمبر کی روح اس کی وفات کے چالیس روز بعد اس میں واپس کر دی جاتی ہے اگر اس موضوع حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کیسے آپ ﷺ کے جسم مبارک میں روح واپس کی جاتی ہے

تا کہ آپ سلام کا ہدیہ بھیجنے والوں کا جواب دیں، یہ بات نا قابل فہم ہے بلکہ بظاہر تناقض ہے۔

پس ان دونوں میں سے ایک حدیث کا رد ضروری ہے لیکن اس منکر حدیث کو ہی مردود قرار دیا جائے گا تا کہ وہ حدیث جو قوی ہے مخالف حدیث سے محفوظ رہے، قارئین غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ذکر کردہ وضاحت الہامی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے یہ وضاحت کہیں نہیں دیکھی اگر یہ وضاحت صحیح ہے تو من جانب اللہ ہے وگرنہ میرے نفس کی سوچ ہے۔

نیز اس حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ باطل ہونے پر یہ بات دلالت کر رہی ہے کہ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنا کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں یہ تو صحیح ہے لیکن بَيْنَ عَائِلَةَ وَعُوَيْلَةَ یعنی" قبر عائلہ اور عویلہ کے درمیان ہے" ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم (۷/۱۰۲) میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس رات مجھے اسراء کرایا گیا اس رات میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا سرخ ٹیلے کے قریب آپ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے" صحیح مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث میں مذکورہ الفاظ کی زیادتی صحیح نہیں جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث متن میں ذکر کردہ حدیث کے پہلے حصے کو باطل قرار دے رہی ہے۔

مزید برآں سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام میں یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ رہی ہے لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس میں غور وفکر کریں تا کہ ان لوگوں کے سامنے اصل حقیقت کو آشکارا کیا جائے جو اصل حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث کے شواہد نہیں ہیں اس حدیث کے صرف دو شاہد ہیں جن کا ذکر خود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے کیا ہے دو سے زائد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ان دونوں میں سے ایک طریق ابو المقدام ثابت بن ہرمز کوفی سے مروی ہے اس نے سعید بن مسیب سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ "کوئی پیغمبر زمین پر اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا"

ایک روایت میں اضافہ ہے: کہ "پھر اسے زمین سے اٹھا لیا جاتا ہے" اس حدیث کی سند قوی ہے جبکہ حدیث موقوف ہے لہذا استدلال کے قابل نہیں ممکن ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہو۔

مزید برآں اس زیادتی کو یہ حدیث بھی باطل قرار دے رہی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام کو کھائے" یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث

کوامام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صحیح ابن حبان میں، امام حاکم (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔

فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کی حدیث (۲۲،۲۳) کے ضمن میں میری تحقیق ملاحظہ فرمائیں اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی خصوصیات سے ہے کہ زمین ان کے اجسام کو نہیں کھاتی اور اگر ہم ثابت کریں کہ ان کے اجسام ان کی قبروں سے اٹھا لئے جاتے ہیں تو ان کی ذکر کردہ خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے معلوم ہوا حدیث میں زائد الفاظ باطل ہیں اور اگر زائد الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کی ایک دوسری خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ آسمان میں اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں! کہ ضعیف حدیثوں کے مفاسد اور اثرات کیا گل کھلاتے ہیں!

مزید برآں اگر یہ زیادتی صحیح ثابت ہو جائے تو صحیح حدیث کے متناقض ہے اس لئے کہ اس میں وضاحت موجود ہے کہ ''روح میت کے جسم میں واپس جاتی ہے جب کہ وہ اپنی قبر میں ہے'' اس زیادتی سے معلوم ہوا کہ ان کا جسم اٹھایا گیا تو کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک نقیض کو اس کی نقیض کا شاہد قرار دیا جائے البتہ دوسرے شاہد کا ذکر ہم الگ کر رہے ہیں اور اس پر نقیض بھی وارد کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

(۲۰۲) ((إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ))

ترجمہ: ''بلاشبہ انبیاء چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے البتہ وہ صور میں پھونکنے تک اللہ کے آگے نوافل ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو ''کتاب حياة الأنبياء'' (ص ۴) میں ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے بتایا، اس نے کہا ہمیں احمد بن علی حسوی نے املاء کراتے ہوئے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابوعبداللہ بن محمد عباسی حمصی نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو الربیع زہرانی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن طلحہ بن یزید نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا، اس نے ثابت سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا۔

امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: ''اگر یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ چالیس راتیں تو نمازیں ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازوں میں

مشغول رہتے ہیں"۔ (واللہ اعلم)

میں کہتا ہوں: اس کی سند موضوع ہے حسنوی (راوی) متہم ہے اور امام حاکم (رحمہ اللہ) کا استاذ ہے خود امام حاکم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے بیان کیا ہے: کہ یہ راوی فی الجملة حدیث کے بیان کرنے میں قابل حجت نہیں ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے، نیز اس نے بیان کیا اس کی سند میں محمد بن یوسف جرجانی کَیْشِي کذاب ہے، اسی طرح کا قول ابو العباس اصم سے مروی ہے لیکن اس محمد بن عباس کو میں نہیں جانتا اس کو معلوم کرنے کے لئے ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی تاریخ دمشق کی طرف مراجعت کی جائے، اور اسی طرح اس کا استاذ اسماعیل بن طلحہ بن یزید کا ترجمہ بھی مجھے معلوم نہیں ہو سکا، اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف سیء الحفظ ہے وہ ان اوصاف کے ساتھ معروف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۲۸۵/۱) میں اس سے قبل والی حدیث کا شاہد بنا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن دو وجہ سے اس کا شاہد ہونا درست نہیں۔

پہلی وجہ: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے اور سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر کے مناسب کام نہیں کیا ہے! کاش وہ کم از کم بیہقی (رحمہ اللہ) کے کلام کو ہی نقل کر دیتا جو اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسری وجہ: یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے جس کا شاہد بنا کر اس کو ذکر کیا ہے اس لئے اس میں وضاحت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے، یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں جب کہ سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ "روح قبر میں واپس آ جاتی ہے" تو ان دونوں میں موافقت نہیں ہے مزید برآں یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہے اس سے بھی اس کا موضوع ہونا معلوم ہوتا ہے نیز یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے ثابت سے غایت درجہ ضعیف مختصراً ان الفاظ سے مروی ہے: "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں" اس پر مزید کلام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ

(۲۰۳) «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي وَكُفِيَ بِهَا أَمْرُ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا»

ترجمہ: ”جس شخص نے میری قبر کے قریب مجھ پر درود بھیجا میں اس کے درود کو سنتا ہوں اور جس شخص نے مجھ پر دور سے درود بھیجا تو مجھ تک اس درود کے پہنچانے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور درود بھیجنے کی وجہ سے اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات درست رہتے ہیں اور میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی سفارش کروں گا“

تحقیق: ان ذکر کردہ مکمل الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے، ابن شمعون (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ”الأمالي“ (۲/۱۹۳/۲) میں، اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب التاریخ (۲۹۱/۳، ۲۹۲) میں، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۲/۷۰/۱۶) نے محمد بن مروان کے طریق سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

اور اس کے پہلے حصے کو ابو بکر بن خلاد نے اپنی حدیث کی کتاب (۲/۱۱۵) کے جزء ثانی میں اور ابو ہاشم سیلقی نے ان احادیث جن کا اس نے ابن بشرویہ (۱/۶) میں انتخاب کیا، اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۳۹۸) میں ذکر کیا، اور واضح کیا کہ اعمش سے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اور نہ ہی یہ حدیث محفوظ ہے، اور اعمش کی متابعت ایسے رواۃ نے کی ہے جو اس سے کم تر درجہ کے ہیں جیسے ابن مروان ہے بعد ازاں خطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن قتیبہ سے روایت کیا ہے، اس نے بیان کیا: میں نے اس حدیث کے بارے میں ابن نمیر سے دریافت کیا اس نے جواباً کہا! اس حدیث کو چھوڑ یئے! محمد بن مروان کچھ حیثیت والا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے الموضوعات میں عقیلی کی روایت سے ذکر کے بعد کہا کہ ”حدیث صحیح نہیں ہے“ محمد بن مروان سدی صغیر کذاب ہے، امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس حدیث کا کچھ اصل نہیں سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلیء (۲۸۳/۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے نیز اس کے شواہد کو بھی بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: سیوطی (رحمہ اللہ) نے ان کا ذکر کیا ہے جب کہ بعض شواہد صحیح ہیں، مثال کے طور پر رسول اکرم ﷺ کا ارشاد: کہ

”اللہ پاک کے حکم سے روئے زمین پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین کی سیاحت کرتے رہتے ہیں مجھ تک میری امت کے سلام کو پہنچاتے ہیں“

نیز رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ ”جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح

کو مجھ میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں“

جس کا ذکر پہلے قریب ہی گزر چکا ہے یہ سب حدیثیں **فی الجملة** اس حدیث کی شاہد ہیں جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے، البتہ یہ وضاحت کہ جو شخص آپ کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اس کے درود کے الفاظ سنتے ہیں، تو ان احادیث میں سے حدیث اس کا شاہد نہیں ہے، البتہ حدیث کے دوسرے نصف حصے کو سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس کی کسی شاہد حدیث کا ذکر کیا ہے تاہم سیوطی نے کہا ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول: مجھے محمد بن مروان کی متابعت سے آگاہی حاصل ہوئی ہے وہ اعمش سے ذکر کرتے ہیں ابوالشیخ نے اس حدیث کو کتاب ”الثواب“ میں (اسی سند کے ساتھ) ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا مجھے عبدالرحمان بن احمد اعرج نے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ مجھے حسن بن صباح نے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ مجھے ابومعاویہ نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ اعرج راوی ثقہ نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کو **ابو الشیخ** نے **طبقات الاصبھا نیین** (ص ۳۱۳) میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے: کہ قاضی عبدالرحمٰن بن احمد طبری راوی سے اس نے دو حدیثیں بیان کی ہیں جب کہ اس راوی کے بارے میں کسی جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے، پس راوی مجہول ہے، لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا فتح الباری (۳۷۹/۶) میں اس کی سند کو جید قرار دینا درست نہیں، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کی سند کو غریب کہا ہے، جیسا کہ سخاوی نے اس سے **القول البدیع فی الصلوٰة علی الحبیب الشفیع** (ص ۱۱۶) میں نیز ابن عبدالہادی نے **الصارم المنکی فی الرد علی السبکی** (ص ۱۹۰) میں ذکر کیا: کہ بعض رواۃ نے اس حدیث کو ابومعاویہ کی روایت سے اعمش سے بیان کیا، جبکہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے، جب کہ (راوی) محمد بن مروان متفرد ہے اور وہ **متروک الحدیث متھم بالکذب** ہے۔

مزید برآں یہ **متابعت** بھی ناقص ہے اس لئے کہ اس روایت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جو محمد بن مروان کی روایت میں ہیں مثال کے طور پر ((**وکفیٰ بھا دنیاہ**)) کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح حافظ ابن حجر اور سخاوی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے لیکن سیوطی (رحمہ اللہ) کے خلاف ذکر کیا ہے، جب کہ اس نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے، یعنی سدی کی مذکورہ

روایت میں جو اس کی سند اور الفاظ ہیں، یہ تفصیل ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے جو اس علم شریف کے ساتھ مشغولیت رکھتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) الرد علی الاخنائی [1] (ص ۲۱۰-۲۱۱) میں رقمطراز ہیں اس حدیث کے معانی اگرچہ صحیح ہیں لیکن اس کی سند قابل حجت نہیں ہے، جب کہ معنوی لحاظ سے دیگر حدیثیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں، یہ حدیث صرف محمد بن مروان سدی صغیر سے منقول ہے وہ اعمش سے روایت کرتا ہے جب کہ علم حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں سدی راوی اعمش سے موضوع روایت کر رہا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث کا پہلا جملہ موضوع ہونے سے محفوظ ہے اس لئے کہ اس کی متابعت موجود ہے امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اور اس جیسے ائمہ فن کی آنکھوں سے بھی متابعت مخفی رہی، البتہ حدیث کا دوسرا جملہ موضوع ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شاہد نہیں ہے۔

فائدہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے متقدم کلام کے بعد رقمطراز ہیں کہ "اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ جو شخص دور دراز سے آپ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود آپ تک پہنچتا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ آپ درود کے کلمات سنتے ہیں جب کہ قاضی اخنائی سے منقول ہے کہ آپ سنتے ہیں، حالانکہ کوئی بھی اہل علم اس بات کا قائل نہیں ہے، اور نہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے البتہ بعض جاہل قسم کے متاخرین نام نہاد اہل علم کہتے ہیں: کہ جمعۃ المبارک کی رات اور دن کے اوقات میں رسول اکرم ﷺ ان لوگوں کے درود کے کلمات اپنے کانوں سے سنتے ہیں جو آپ پر درود بھیجتے ہیں بالکل غلط ہے، جب کہ احادیث معروفہ میں وارد ہے کہ درود کے الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں آپ پر پیش کئے جاتے ہیں، اسی طرح فرشتے آپ ﷺ تک سلام پہنچاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان جاہلوں کے قول کے بطلان کی تائید اس حدیث کے الفاظ سے ہو رہی ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کا ذکر (ص ۵) میں ہو چکا ہے اس حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز آپ تک درود پہنچتا ہے جب کہ درود بھیجنے والوں کے کلمات آپ نہیں سنتے ہیں۔

---

[1] الرد علی الاخنائی کا اردو ترجمہ راقم نے روضۂ اقدس کی زیارت کے نام سے تقریباً بیس سال قبل کیا تھا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، والحمد للہ علی ذلک

(۲۰۴) ((مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَ زَارَ قَبْرِیْ وَ غَزَا غَزْوَةً وَصَلّٰی عَلَیَّ فِی الْمُقَدَّسِ لَمْ یَسْأَلْهُ اللّٰهُ فِیْمَا افْتَرَضَ عَلَیْهِ))

ترجمہ: ''جس شخص نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور ایک بار جہاد کیا اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجا اللہ اس سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا جن کو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سخاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو القول البدیع (ص ۱۰۲) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجد لغوی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت ابوالفتح ازدی کی جانب اس کے بیان کردہ فوائد میں سے آٹھویں فائدہ کی طرف کی ہے اور اس کا ثبوت محل نظر میں ہے۔

میں کہتا ہوں: سخاوی (اللہ اس پر رحم فرمائے) نے سہل انگاری سے کام لیا ہے، اس لئے کہ حدیث موضوع ہے اور اس کا باطل ہونا واضح ہے، اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اس حدیث کے بارے میں اسی طرح کا تبصرہ کرتا جس طرح کا تبصرہ اس سے قبل ذکر کردہ حدیث کے بارے میں کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''کہ اس حدیث کے بارے میں موضوع ہونے کی علامات واضح ہیں، اور میں جائز نہیں سمجھتا کہ اس حدیث کو اس کی حالت بیان کئے بغیر ذکر کیا جائے''

اس لئے کہ اس حدیث کا مفہوم خبر دے رہا ہے کہ اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے قبر نبوی کی زیارت کرنے اور جہاد کرنے سے اس کو یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ اس نے دیگر فرائض کی ادائیگی میں جو کمزوری دکھائی ہے اس سے ان کے بارے میں مواخذہ نہیں ہوگا جب کہ یہ نظریہ سراسر گمراہی کا پیش خیمہ ہے رسول اللہ ﷺ سے بھلا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات سرزد ہوں جن سے اس کا وہم بھی نمودار ہوتا ہو، چہ جائیکہ آپ کی زبان مبارک سے صراحت کے ساتھ اس قسم کے کلمات نکلنے کی نسبت کی جائے۔

مزید برآں اس حدیث کو ابن عبدالہادی (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (ص ۱۵۵) میں مجد لغوی کی سند کے ساتھ ابوالفتح ازدی محمد بن حسین بن احمد ازدی حافظ کی جانب کی ہے، اس نے بیان کیا کہ ہمیں نعمان بن ہارون بن ابی الدلھات نے، اس نے کہا ہمیں ابوسہل بدر بن عبداللہ مصیصی نے، اس نے کہا ہمیں حسن بن عثمان زیادی نے، اس نے کہا ہمیں عمار بن محمد نے، اس نے کہا مجھے میرے ماموں سفیان نے منصور سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے، اس نے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، ابن عبدالھادی نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد واضح کیا ہے، "کہ یہ حدیث بلا شک وشبہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے حدیث کی معرفت رکھنے والوں پر تو اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

مزید برآں فن حدیث کا معمولی درک رکھنے والا طالب علم بھی اس بات کا علم رکھتا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے سفیان ثوری (رحمہ اللہ) پر غلط الزام لگایا گیا ہے، جب کہ انہوں نے اس سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں سنے ہیں، نیز اس حدیث کی سند میں بدر بن عبداللہ مصیصی ثقاہت کے ساتھ معروف ہے نہ عدالت وامانت کے ساتھ، اسی طرح ابوالفتح ازدی بھی متھم بالوضع ہے اگرچہ اس کا شمار حفاظ رواۃ سے ہوتا ہے ابن عبدالہادی نے اس حدیث کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: "کہ اس بات کے کہنے میں کچھ خفا نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے ایسے لوگوں کی طرف سے بنائی گئی ہے جو علم حدیث سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں"۔

میں کہتا ہوں: ازدی (راوی) کے حالات کا ذکر ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کیا ہے اور بعض محدثین کے اقوال سے اس کے ضعیف ہونے کا ذکر کیا ہے، البتہ اس کے متھم بالوضع ہونے کا ذکر کسی طرح سے نہیں کیا، اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں ذکر کیا ہے اور المیزان کے تبصرہ سے کچھ زائد تبصرہ نہیں کیا ہے بلکہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۱۶۶/۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس (راوی) کو محدثین کی ایک جماعت نے بلا سند ضعیف کہا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں اور جماعت نے اس کو کمزور قرار دیا ہے جب کہ کوئی مفید دلیل نہیں ہے۔

معلوم ہوا اس حدیث کی سند میں ازدی (راوی) بری الذمہ ہے، البتہ مصیصی (راوی) متھم ہے ذہبی نے (رحمہ اللہ) المیزان میں اس کے حالات ذکر کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ بدر بن عبداللہ ابوسہل مصیصی (راوی) حسن بن عثمان زیادی راوی سے باطل حدیثیں روایت کرتا ہے اور اس سے نعمان بن ہارون روایت کرتا ہے، حالانکہ حافظ ابن (رحمہ اللہ) حجر نے اللسان میں ذکر کیا ہے کہ حدیث مذکورہ جس کو ابوالفتح ازدی نے بیان کیا ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (رقم ۱۷۵) میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے بیان کیا کہ المیزان (ص ۱۲۲) میں اس حدیث کو باطل کہا گیا ہے، اصل خرابی بدر (راوی) کو قرار دیا گیا ہے۔

(۲۰۵) «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فِي شَرْقٍ وَ لَا غَرْبٍ إِلَّا أَنَا وَمَلَائِكَةُ رَبِّي نَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ؟فَقَالَ لَهُ وَمَا يُقَالُ لِكَرِيمٍ فِي جِيرَتِهِ وَجِيرَانِهِ مِمَّا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ مِنْ حِفْظِ الْجِوَارِ وَحِفْظِ الْجِيرَانِ؟»

ترجمہ: جو بھی مسلمان مجھ پر مشرق مغرب سے سلام کہتا ہے تو میں اور میرے رب کے فرشتے اس پر سلام کا جواب دیتے ہیں (اس پر) آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! اہل مدینہ کا حال کیسا ہے آپ نے فرمایا کسی کریم انسان کے پڑوسیوں کے بارے میں جو اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے پڑوس کا خیال رکھا جائے اور اس کے پڑوسیوں کو محفوظ رکھا جائے (وہی میرے پڑوس میں رہنے والوں کا ہے)

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الحلیۃ (۳۴۹/۶) میں ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہے ہمیں سلیمان بن احمد طبرانی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبیداللہ بن محمد عمری نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو مصعب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں مالک نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، ابونعیم نے اس حدیث کو غریب قرار دیا کہ اس حدیث کی سند میں ابو مصعب راوی متفرد ہے، میں کہتا ہوں: ابو مصعب کا نام احمد بن ابوبکر قاسم بن حارث زہری مدنی ہے مؤطا کے رواۃ سے ہے اور یہ (راوی) ثقہ اور فقیہ ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا عبیداللہ بن محمد عمری قاضی (راوی) کے بارے میں المیزان میں مذکور ہے کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طریق سے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غرائب مالک میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں عمری (راوی) متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، جیسا کہ لسان المیزان میں ہے اور سخاوی نے القول البدیع (ص ۱۱۷) میں ذکر کیا کہ اس کی سند میں عبیداللہ بن محمد العمری (راوی) ہے ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم بالوضع قرار دیا ہے اور ابن عبدالہادی (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی (ص ۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس کے وضع میں متہم راوی شیخ عمری مدنی ہے اور اس کی ذلت و رسوائی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ اس نے اس حدیث کو ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو سورج کی طرح روشن ہے اور یہ بات

درست معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث کو وضع کر کے اس کے سامنے پیش کی گئی ہو تو اس نے اس حدیث کو بیان کر دیا ہو، نعوذ باللہ من الخذلان .

(۲۰۶) ((مَنْ سَبَّ الْاَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ جُلِدَ))

ترجمہ: ''جس نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو گالیاں دیں اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں اس کو کوڑے لگائے جائیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو معجم الصغیر (ص ۱۳۷) میں ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عبید اللہ بن محمد العمری القاضی نے طبریہ شہر میں سن ۲۷۷ھ میں ذکر کیا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے روایت کیا، اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا علی بن حسین سے اس نے حسین بن علی سے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ عمری راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں بیان کیا ہے کہ وہ متهم بالكذب والوضع ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے حافظ ابن حجر نے بیان کیا اس کی منکر حدیثوں سے یہ حدیث بھی ہے نیز هیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۲۶۰/۶) میں بیان کیا اور واضح کیا کہ اس حدیث کو طبرانی (رحمہ اللہ) نے الصغیر اور الاوسط میں اپنے شیخ عبید اللہ بن محمد عمری سے ذکر کیا امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذب کے ساتھ متهم کیا ہے۔

(۲۰۷) ((اَفْضَلُ الْاَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِ جُمُعَةٍ))

ترجمہ: ''تمام دنوں سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جب کہ وہ جمعہ کا دن ہو اس کا حج جمعہ کے علاوہ دوسرے دن کے حج سے ستر بار حج کرنے سے بہتر ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے زیلعی (رحمہ اللہ) کا یہ قول ابن عابدین (۳۴۸/۲) کے حاشیہ کی بنیاد پر کہ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے، خیال فرمائیں کہ رزین (رحمہ اللہ) کی اس کتاب میں چھ اصول حدیث کی کتابوں کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے یعنی بخاری، مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ابوداود، سنن نسائی اور جامع ترمذی بالکل اسی انداز پر جس طرح

ابن اثیر (رحمہ اللہ) کی جامع الاصول من احادیث الرسول میں احادیث ہیں، لیکن کتاب التجرید میں ایسی حدیثیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کا اصول کی کتابوں میں کچھ ذکر نہیں اس سے وہ علماء بخوبی واقف ہیں جو اس سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) الترغیب میں رزین سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے اس حدیث کا ان کتابوں میں کچھ اصل نہیں بلکہ حدیث کی دیگر کتب معروفہ میں بھی اس کا ذکر نہیں۔

مزید برآں علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۷) میں صراحت کی کہ یہ حدیث باطل ہے دراصل امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے جمعہ کے روز عرفات میں وقوف کرنے کے دس فضائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے: کہ جمعہ کے روز وقوف سے اس حج کا ثواب بہتر (۷۲) حج کے برابر ہے یہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں رسول اللہ ﷺ سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تابعین عظام (رحمہم اللہ) سے کچھ منقول ہے اور مناوی (رحمہ اللہ) نے فیض القدیر (۲/۲۸) میں اور ابن عابدین (رحمہ اللہ) نے حاشیہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔

(۲۰۸) «مَاقُبِلَ حَجُّ امْرِئٍ اِلَّا رُفِعَ حَصَاهُ يَعْنِي حَصَى الْجِمَارِ»

ترجمہ: ”جس انسان کا حج قبول ہوتا ہے تو اس کے کنکر جو اس نے جمروں کو مارے ہوتے ہیں وہ اٹھا لئے جاتے ہیں (یعنی غائب ہو جاتے ہیں)“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهره علی الالسنة کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: مؤلف کا اس حدیث کو دیلمی کی جانب نسبت کرنے پر اقتصار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث میں ضعف ہے، نیز امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

چنانچہ بیہقی نے اس حدیث کو السنن الکبریٰ (۵/۱۲۸) میں اور دارقطنی نے (ص ۲۸۹) اور حاکم نے (رحمہ اللہ) (۱/۴۷۶) میں یزید بن سنان کے طریق سے اس نے یزید بن ابی انیسہ سے، اسی طرح طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۲۱/۱) میں عمرو بن مرہ سے اس نے عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری سے اس نے اپنے والد سے اس نے کہا ”ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کنکر جو ہر سال پھینکے جاتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کنکر کم ہو جاتے ہیں آپ نے فرمایا جن کنکروں کو شرف قبولیت حاصل ہو جاتی ہے وہ اٹھا لئے جاتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کنکر پہاڑ نظر آتے“

اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے ضعیف کہا ہے کہ یزید بن سنان (راوی) حدیث میں قوی نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث ایک دوسرے ضعیف طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: بیہقی (رحمہ اللہ) کے شیخ حاکم (رحمہ اللہ) نے بیہقی کی مخالفت کی ہے اور حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، یزید بن سنان متروک نہیں ہے، جب کہ بیہقی کا قول درست ہے، اس لئے کہ بیہقی فن جرح وتعدیل کا علم اپنے شیخ سے زیادہ رکھتے تھے، خیال رہے کہ حاکم کے قول سے لازم آتا ہے کہ یزید (راوی) متروک نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حدیث صحیح ہے اس لئے کہ کبھی راوی غیر متروک ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور یزید (راوی) اسی قبیل سے ہے، علاوہ ازیں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک کہا ہے اسی لئے ذہبی (رحمہ اللہ) نے تلخیص المستدرک میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یزید کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے نیز اس حدیث کو ھیثمی نے (۲۶۰/۳) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں یزید بن سنان تمیمی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موقوف بھی وارد ہے، ازرقی نے تاریخ مکۃ (ص ۴۰۳) میں اس حدیث کو بیان کیا ہے اور دولابی نے الکنیٰ (۵۶/۲) میں ابن ابی نعیم کے طریق سے اس نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس نے ذکر کیا ہے جو کنکر قبولیت حاصل کرتے ہیں وہ اٹھالئے جاتے ہیں جب کہ اس کی سند صحیح ہے اور ابن ابی النعم کا نام عبدالرحمٰن ہے، ازرقی اور بیہقی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی موقوف صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے پس درست یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے لیکن قابل غور اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ کیا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے؟ مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(۲۰۹) «حَلَّتْ شَفَاعَتِي لِأُمَّتِي إِلَّا صَاحِبَ بِدْعَةٍ»

ترجمہ: ''میری امت کے حق میں میری شفاعت درست ہے البتہ بدعت کرنے والے کے لئے نہیں ہے''

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن وضاح قرطبی نے اس حدیث کو اپنی عمدہ کتاب البدع والنھی عنھا (ص ۳۶) میں ابی عبدالسلام کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا آگے اس حدیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مرسل ہے بکر (راوی) تابعی ہے اس نے نبی ﷺ کو نہیں پایا اور مرسل ہونے

کے ساتھ ساتھ اس راوی تک سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابو عبد السلام جس کا نام صالح بن رستم ہاشمی ہے جو مجہول راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تقریب میں ذکر کیا ہے، اور حدیث کی سند کے ضعف کیساتھ ساتھ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے کہ میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوئے اور یہ حدیث صحیح ہے اور ایسے لوگوں کے مخالف ہے جو اپنے نظریات پر قائم ہیں اور اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں اور حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

(۲۱۰) «مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ اَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ»

ترجمہ: ''حج اتمام پذیر ہوگا جب آپ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھیں گے''

تحقیق: حدیث منکر ہے، بیہقی (رحمہ اللہ) (۳۱/۵) نے اس حدیث کو جابر بن نوح کے طریق سے اس نے محمد بن عمرو سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے اللہ عز وجل کے اس قول کے بارے میں: ''کہ حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو'' حدیث کا ذکر کیا، اس حدیث کی سند ضعیف ہے بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا سبب دراصل یہ ہے کہ جابر (راوی) کی تضعیف پر اتفاق ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۵۰) نے اس سے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صرف اسی سند کے ساتھ معروف ہے اور میں نے اس کی اس سے زیادہ کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی ہے لیکن امام شوکانی (رحمہ اللہ) پر یہ بات پوشیدہ رہی اس نے نیل الاوطار (۲۵۴/۴) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ثابت ہے، اس کو ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے عبد اللہ بن سلمہ مرادی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر مرادی (راوی) کا حافظہ خراب ہو گیا تھا جب کہ ہر حالت پر یہ حدیث مرفوع سے زیادہ صحیح ہے مزید برآں بیہقی نے بیان کیا کہ میقات سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے احرام باندھنے کے مکروہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ بات مواقیت کی مشروعیت کی حکمت کے عین موافق ہے۔

اس سلسلہ میں امام شاطبی (رحمہ اللہ) کا قول کتنا عمدہ ہے جس کا انہوں نے الاعتصام (۱/ ۱۶۷) میں ذکر کیا ہے اور ان سے قبل امام ہروی (رحمہ اللہ) نے ذم الکلام (۱/۵۴/۳) میں زبیر بن بکار سے روایت کیا اس نے ذکر کیا: مجھ سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا اس نے کہا میں نے مالک بن

انس (رحمہ اللہ) سے سنا اس کے پاس ایک شخص آیا اس نے دریافت کیا اے ابو عبداللہ! میں کہاں سے احرام باندھوں؟ اس نے جواب دیا ذو الحلیفۃ سے! جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا، اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مسجد نبوی قبر مبارک سے احرام باندھوں! اس نے کہا: ایسا ہرگز نہ کرنا! مجھے فتنہ کا خدشہ ہے اس نے کہا اس میں فتنہ کیسا؟ بس چند میلوں کا اضافہ کر رہا ہوں۔

اس نے جواب دیا! اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوگا کہ تو ایسا فضیلت والا کام کرے جس کو رسول اللہ ﷺ نے سرانجام نہیں دیا، جب کہ اللہ پاک کا فرمان ہے ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو فتنہ نہ پہنچ جائے یا وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ضعیف حدیثوں کا صحیح حدیثوں اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت میں کیا مقام ہے؟ میں نے بعض افغان مشائخ کو یہاں دمشق میں احرام کی حالت میں دیکھا تو میں نے یہی سمجھا کہ یہ لوگ اپنے ملک سے احرام باندھ کر آئے ہیں جب میں نے ان کے اس عمل کو شریعت اسلامیہ کے خلاف قرار دیا تو انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جب کہ ان مسکین لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے قابل حجت نہیں ہے نہ اس پر عمل کرنا درست ہے اس لئے کہ یہ حدیث معروف مسنون مواقیت والی احادیث کے خلاف ہے اور اس طرح کی اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۱) «مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»

ترجمہ: جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لئے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس کے پہلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) (۲۷۵/۱) ابن ماجہ (۲۳۴/۲-۲۳۵) الدار قطنی (ص ۲۸۲) البیہقی (۳۰/۵) اور احمد (۲۹۹/۶) نے حکیمہ (راویہ) سے اس نے ام سلمہ سے مرفوع روایت کیا، ابن قیم نے تہذیب السنن (۲۸۴/۲) میں ذکر کیا ہے: کہ متعدد حفاظ نے اس حدیث کی سند کو غیر قوی قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے قوی نہ ہونے کا سبب میرے نزدیک حکیمہ (راویہ) ہے نہ تو یہ مشہور ہے اور ابن حبان (رحمہ اللہ) (۳۴/۱) کے علاوہ کسی نے اس کو ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور ہم نے متعدد بار متنبہ کیا ہے کہ اس کو ثقہ قرار دینے میں سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن حجر (رحمہ اللہ)

نے اس کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا اور اس کو ثقہ نہیں کہا البتہ التقریب میں اس کو مقبولة کہا ہے جب کہ اس کا کوئی متابع ہو، لیکن اس حدیث میں تو اس کا کوئی متابع نہیں ہے، لہٰذا اس کی روایت کردہ حدیث ضعیف اور غیر مقبول ہے۔

میرے نزدیک اس کے ضعف کی یہ وجہ ہے جبکہ امام منذری نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے مختصر السنن (۲/۲۸۵) میں ذکر کیا ہے کہ رواۃ نے اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں زبردست اختلاف کیا ہے اسی طرح حافظ ابن کثیر نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے جیسا کہ نیل الاوطار (۴/۲۵۳) میں ہے، بعد ازاں معلوم ہوتا ہے کہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں جو ذکر کیا تھا منذری اس کو بھول گیا اور اس نے الترغیب والترھیب (۲/۱۱۹-۱۲۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے صحیح اسناد کیساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کو کیسے صحیح کہا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس حدیث میں اس نے اور دیگر محدثین نے اضطراب کا اقرار کیا ہے اور ہمارے نزدیک حکیمہ (راویہ) مجہول ہے علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی بنیاد پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ احرام کو میقات سے پہلے زیب تن کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث کی دلالت تو اس سے زیادہ خاص ہے مقصود یہ ہے کہ بیت المقدس سے خاص طور پر احرام باندھنا مواقیت سے احرام باندھنے سے زیادہ افضل ہے البتہ دیگر علاقوں میں اصل یہی ہے کہ ان مواقیت سے احرام باندھا جائے جو معروف ہیں اور یہی افضل ہے جیسا کہ صنعانی نے سبل السلام (۲/۱۸-۲۶۹) میں اس کو ثابت کیا ہے، لیکن یہ بات تو تب درست ہے اگر حدیث کو صحیح فرض کر لیا جائے، لیکن خیال رہے کہ حدیث تو صحیح نہیں ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس حکم میں بیت المقدس کا حکم بھی دیگر شہروں کی طرح ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اس سے قبل والی حدیث میں بالخصوص موجود ہے اور بالعموم اس پر آگے ذکر ہونے والی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

(۲۱۲) ((لِيَسْتَمِعْ اَحَدُكُمْ بِحِلِّهِ مَااسْتَطَاعَ فَاِنَّهُ لَايَدْرِیْ مَايَعْرِضُ فِیْ اِحْرَامِهِ))

ترجمہ: ''حلال ہونے کی صورت میں تم جس قدر استطاعت رکھتے ہو فائدہ اٹھاؤ اس لئے کہ کچھ علم نہیں احرام کی حالت میں کیا کچھ پیش آنے والا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، هيثم بن كليب نے اس حدیث کو اپنی مسند (۱/۱۳۲) میں، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۵/۳۰-۳۱) میں، واصل بن سائب رقاشی کے طریق سے اس نے ابوسورۃ

سے اس نے اپنے چچا ابو ایوب انصاری ﷺ سے مرفوع بیان کیا اور ذکر کیا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، واصل بن سائب منکر الحدیث ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کی وضاحت کی ہے، نیز اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی (رحمہ اللہ) کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں مسلم نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے پہلی حدیث کے مثل موفوع روایت کیا البتہ اس کو مرسل قرار دے کر معلول بنا دیا ہے، میں کہتا ہوں: مسلم جو شافعی کا استاذ ہے وہ خالد زنگی فقیہ کا بیٹا ہے اگرچہ وہ صدوق ہے لیکن کثیر الاوھام ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور ابن جریج مدلس ہے اور اس نے لفظ عن کے ساتھ حدیث بیان کی ہے۔

(۲۱۳) «اِنِّی لَاَعْلَمُ اَرْضًا یُقَالُ لَهَا عُمَّانُ یَنْضَحُ بِجَانِبِهَا الْبَحْرُ الْحَجَّةُ مِنْهَا اَفْضَلُ مِنْ حَجَّتَیْنِ مِنْ غَیْرِهَا»

ترجمہ: "میں ایک مقام کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے اس کے کنارے سمندر بہتا ہے اس مقام سے ایک حج کرنا بنسبت دوسرے مقامات سے دو حج کرنے سے افضل ہے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے المسند (رقم ۴۸۵۳) میں اور ثقفی نے اپنی مشیخة البسابوزیین (۱۸۴-۱۸۵) میں، بیہقی (رحمہ اللہ) نے السنن (۳۳۵/۴) میں حسن بن ہادیہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں ابن عمر ﷺ سے ملا اس نے مجھ سے دریافت کیا آپ کس علاقہ سے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میرا تعلق عُمّان سے ہے اس نے پھر استفسار کیا عُمّان والوں سے ہے! میں نے اثبات میں جواب دیا: اس نے بیان کیا کہ میں آپ کو وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا آپ ضرور بیان کریں اس پر اس نے بیان کیا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ ابن ھادیہ (راوی) کا ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح والتعدیل (۴۰/۲/۱) میں ذکر کیا ہے لیکن اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا لسان المیزان میں یہ کہنا کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں مجھے خدشہ ہے کہ اس کی نظر میں اس کے عقب میں کسی دوسرے راوی کے حالات پر پڑی ہے (اس لئے اس نے یہ الفاظ کہے ہیں) واللہ اعلم۔

جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الثقات (۱۴/۱) میں کیا ہے در اصل ابن حبان

کی یہ عادت ہے کہ وہ مجہول رواۃ کی توثیق کرتا ہے اس پر متعدد بار ہم متنبہ کر چکے ہیں، خیال رہے ابن حبان کی توثیق کو ھیثمی قابل اعتماد گردانتا ہے اس لئے کہ اس نے مجمع الزوائد (۲۱۷/۴) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور الشیخ الفاضل احمد محمد شاکر کی دلیل کہ اس نے المسند کی تعلیق میں اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ اس کی سند صحیح نہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، شیخ احمد محمد شاکر (رحمہ اللہ) کی تعلیق جو مسند احمد پر ہے اور اس کی دیگر تعلیقات میں اس انداز کی تصحیح پائی جاتی ہے جس کی بنیاد ان توثیقات پر ہے جو قابل اعتماد نہیں ہیں اس لئے کہ اس کا استناد درست نہیں ہے۔

(۲۱۴) ((مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلاَ دِيْنَ لَهُ))

ترجمہ: ''جس شخص نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس حدیث کو محمد بن حمدان مروزی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن حبیق نے بیان کیا اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن اسباط نے سفیان ثوری سے اس نے ایک آدمی سے اس نے زر سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ابن قیم نے اس حدیث کو اپنی تالیف جلاء الافھام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام (ص ۲۵-۲۶) میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ضعف ظاہر ہے میں اچھا سمجھتا ہوں کہ حقیقت سے نقاب کشائی کروں، خیال رہے کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت: یوسف بن اسباط ہے، ابو حاتم نے ذکر کیا ہے کہ یہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا کثرت کیساتھ غلطیاں کرتا تھا البتہ آدمی نیک تھا لیکن اسکی حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

دوسری علت: اس کا وہ راوی ہے جو زر سے روایت کرتا ہے اس کا نام معلوم نہیں اس بنیاد پر سخاوی (رحمہ اللہ) نے القول البدیع (ص ۱۱۴) میں اس کو معلول قرار دینے پر اقتصار کیا ہے لیکن یہ کوتاہی ہے۔

مزید برآں میں نے اس حدیث کا طبرانی کی المعجم الکبیر (۱/۱۹/۳) میں ملاحظہ کیا اس نے عاصم کے طریق سے اس نے زر سے اس نے عبداللہ سے بیان کیا اس نے کہا جس شخص نے درود نہیں بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے اس حدیث میں ((عَلَيَّ)) کا لفظ نہیں ہے لیکن یہ حدیث موقوف ہے اور موقوف ہونا ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۱۵) «مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِیْنَ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ ذُنُوْبَ ثَمَانِیْنَ عَامًا فَقِیْلَ لَهٗ وَکَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَتَعْقِدُ وَاحِدًا»

ترجمہ: ''جس شخص نے مجھ پر جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے آپ نے فرمایا آپ اس طرح درود بھیجیں «اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ» ''اے اللہ محمد پر رحمتیں فرما جو تیرا بندہ اور تیرا نبی اور تیرا رسول ہے اور وہ اُمِّـــــی ہے (یعنی پڑھا ہوا نہیں ہے) اور ایک (گنتی کی) گرہ دیں

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب (رحمہ اللہ) (۴۸۹/۱۳) نے اس حدیث کو وہب بن داؤد بن سلیمان ضریر کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے اس نے انس سے مرفوع روایت کی الضریر کے حالات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے سخاوی (رحمہ اللہ) نے القول البدیع (ص ۱۴۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الاحادیث الواھیة میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی کی دوسری کتاب الاحادیث الموضوعات کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس حدیث میں وضع کے علامات ظاہر ہیں اور نبی ﷺ پر درود کی فضیلت کے بارے میں جب حدیثیں موجود ہیں تو اس قسم کی احادیث سے بے پرواہی کی جائے ان احادیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کرتا ہے مسلم اور دیگر کتب میں یہ حدیث مذکور ہے، مزید برآں سخاوی نے (رحمہ اللہ) (ص ۱۴۷) میں اس حدیث کو ایک دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے، اس میں دارقطنی (رحمہ اللہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع لائے ہیں بعد ازاں بیان کیا کہ عراقی نے اور ان سے قبل ابو عبداللہ بن نعمان نے اس کو حسن قرار دیا ہے لیکن یہ بات غور و فکر کی متقاضی ہے اس کی مثل حدیث اس سے قریب ہی ذکر کی گئی ہے۔

میں کہتا ہوں: دارقطنی (رحمہ اللہ) میں یہ حدیث ابن المسیب سے ہے اس نے بیان کیا کہ میں اس کو

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خیال کرتا ہوں جیسا کہ الکشف (۱/۱۶۷) میں ہے، خیال رہے ابھی ابھی مکتب اسلامی نے فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ کے عنوان پر شیخ اسماعیل بن اسحاق قاضی (رحمہ اللہ) کی تالیف ہماری تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں وارد ہونے والی احادیث صحیحہ کے عظیم مجموعہ پر اطلاع پانا چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

(۲۱۶) «إِنَّا لَنُكَشِّرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ، وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ»

ترجمہ: ''بلاشبہ ہم کچھ لوگوں کی لوگوں کے سامنے مبالغہ کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں''۔

تحقیق: اس حدیث کے مرفوع ہونے کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ علامہ عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۰۶) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو (۱۰/۴۳۴) میں مُعَلَّقُ موقوف نقل کیا ہے امام بخاری نے واضح کیا ہے کہ ابو الدرداء سے نقل کیا گیا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے مبالغہ آرائی کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ایک جماعت نے اس کو موصول ذکر کیا ہے ان میں ابونعیم نے الحلیة (۱/۲۲۲) میں خلف بن حوشب کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے ابو الدرداء سے روایت کیا جب کہ ابو الدرداء نے اس کو موقوف بیان کیا ہے لیکن وہ روایت مُنْقَطِع ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں ابوبکر بن المقری نے اپنی الفوائد میں ابو صالح کے طریق سے اس نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو بھی منقطع کہا ہے جب کہ امام ابن ابی الدنیا (رحمہ اللہ) نے اور ابراہیم الحربی نے اس کو غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے اور علامہ دینوری (رحمہ اللہ) نے المجالسة میں ابی الزاهرية کے طریق سے جبیر بن نفیر سے اس نے ابو الدرداء سے ذکر کیا ہے، جب کہ دینوری نے اس کی اسناد میں جبیر بن نفیر کا ذکر نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس لحاظ سے یہ حدیث منقطع بھی ہے شاید ان طرق کے باعث اس کو تقویت حاصل ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یعنی مرفوع نہیں ہے البتہ موقوف ثابت ہے۔

(۲۱۷) «اَلزُّرْقَةُ فِي الْعَيْنِ يُمْنٌ وَكَانَ دَاوُدُ أَزْرَقَ»

ترجمہ: ''نیلا پن آنکھ میں ہونا برکت ہے داود علیہ السلام کی آنکھیں نیلی مائل تھیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو التاریخ میں حسین بن علوان کے

طریق سے اس نے اوزاعی سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن میتب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۱/۱۱۴) میں بطور شاہد ذکر کیا ہے لیکن غلط کیا ہے، اس لئے کہ ابن علوان (راوی) کذّاب اور وضّاع ہے، امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے پہلے جملہ کو الموضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے محمد بن یونس سے اس نے عباد بن صہیب سے اس نے ہشام بن عروۃ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عباد (راوی) متروک ہے اور اس سے روایت کرنے والا الکدیمی (راوی) اصل مصیبت وہ ہے، اور اس طریق سے یوسف بن عبدالهادی نے اس حدیث کو جزء احادیث منتقاۃ (۱/۳۳۷) میں بیان کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل المؤدب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن ارقم نے زہری سے اس نے سعید بن میتب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، البتہ الفاظ یہ ہیں: ((اَلزُّرْقَةُ یُمْنٌ)) "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے" اور بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے سلیمان (راوی) متروک ہے اور اسماعیل (راوی) قابل حجت نہیں ہے، لیکن سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے عباس بن عبدالعظیم نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عراق کے باشندوں میں سے ایک شخص نے بتایا اس نے معمر سے اس نے زہری سے مرفوع روایت کیا کہ "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے"۔

میں کہتا ہوں: یہ روایت مرسل ہے اس کی سند میں عراقی راوی ہے جس کا نام معلوم نہیں پس وہ متہم ہے نیز سیوطی نے اس کا ایک شاہد حاکم کے طریق سے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ موضوع ہے، شیخ عجلونی نے الکشف (۱/۴۳۹) میں اور ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۱۸) ((مَنْ سَافَرَ مِنْ دَارِ اِقَامَتِهٖ یَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَتْ عَلَیْهِ الْمَلَائِكَةُ اَنْ لَا یُصْحَبَ فِیْ سَفَرِهٖ))

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن اپنے گھر سے سفر پر نکلتا ہے فرشتے اس کے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کے سفر میں اللہ اس کا ساتھی نہ بنے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو الافراد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے

مرفوع روایت کیا ہے ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۴۵) میں بیان کیا: ''یہ حدیث ابن لھیعة سے ہے'' میں کہتا ہوں: یہ راوی حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہے اور بجیرمی کا اس حدیث کو الاقناع (۲/۱۷۷) میں صحیح قرار دینا اس کا کچھ سبب نظر نہیں آتا اور ابن ابی شیبہ (۱/۲۰۶/۱) نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ حسان بن عطیہ (راوی) سے ذکر کیا اس نے بیان کیا جب کوئی شخص جمعہ کے دن سفر کرتا ہے اس کے حق میں بد دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سفر میں اس کا صاحب اور معاون نہ ہو، یہ حدیث مقطوع ہے شاید اس حدیث کا اصل یہ ہے، لیکن ابن لھیعة نے اس حدیث کو موصول مرفوع بیان کیا ہے جس کا حافظہ درست نہیں اور حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے لیکن وہ موضوع ہے اس سے بعد والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۹) «مَنْ سَافَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَا عَلَيْهِ مَلَكَاهُ اَنْ لاَ يَصْحَبَ فِى سَفَرِهِ وَلاَ تُقْضٰى لَهُ حَاجَةٌ»

ترجمہ: ''جس شخص نے جمعہ کے روز سفر کیا اس کے ساتھ (مقرر) اس کے دونوں فرشتے اس کے حق میں بد دعا کرتے ہیں کہ اللہ اس کے سفر کا رفیق نہ بنے اور نہ اسکی ضرورت پوری ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس کو کتاب اسماء الرواۃ عن مالک میں حسین بن علوان کی روایت سے اس نے مالک سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، نیز خطیب نے بیان کیا حسین بن علوان (راوی) سے اس کا غیر زیادہ پختہ ہے عراقی نے بیان کیا کہ خطیب نے اس راوی کے بارے میں نرم انداز اختیار کیا ہے حالانکہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا ہے، ابن حبان نے اس کو وضع کی جانب منسوب کیا ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس سے مروی یہ حدیث ذکر کی ہے اور بیان کیا کہ اس نے اس حدیث میں مالک پر کذب بیانی سے کام لیا ہے، نیل الاوطار (۳/۱۹۴-۱۹۵) میں اسی طرح ہے۔

خیال رہے سنت میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو جمعہ کے دن سفر کرنے سے مطلقاً روکتی ہو بلکہ نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے جمعہ کے دن شروع دن میں سفر فرمایا البتہ حدیث بوجہ مرسل ہونے کے ضعیف ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) (۳/۱۸۷) نے اسود بن قیس سے روایت کیا اس نے اپنے والد سے اس نے بیان کیا ''کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اس پر سفر کے علامات نمایاں تھے آپ نے اس سے سنا وہ کہہ رہا تھا اگر جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں ضرور سفر کرتا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سفر پر نکلیں جمعہ

سفر کرنے سے روکتا نہیں ہے" ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) (۲/۲۰۵/۲) نے اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اسود کے والد قیس کو نسائی اور ابن حبان (رحمہما اللہ) نے ثقہ کہا، پس یہ اثر اور اس سے قبل کی حدیث بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہی ہے اگر حدیث صحیح ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ پر مخفی نہ رہتی۔

(۲۲۰) «إِنَّ لَهُ (يَعْنِي إِبْرَاهِيمَ بْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ) مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَلَوْ عَاشَ لَعُتِقَتْ أَخْوَالُهُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَ قِبْطِيٌّ قَطُّ»

ترجمہ: "بلاشبہ محمد ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو جنت میں دودھ پلانے والی میسر ہے اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا اور اگر زندہ رہتا تو اس کے ماموں قبطی آزاد کر دیئے جاتے اور کوئی قبطی کبھی غلام نہ بنایا جاتا"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (۴۵۹/۱، ۴۶۰) نے اس حدیث کو ابراہیم بن عثمان کے طریق سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ ہمیں حکم بن عتیبہ نے حدیث بیان کی اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا، اس حدیث کو ذکر کیا اس حدیث کی سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے لیکن حدیث کا پہلا جملہ براء کی حدیث سے اس میں داخل ہو گیا ہے، براء کی حدیث کو احمد (رحمہ اللہ) (۲۸۳/۴، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۴) نے اور دیگر محدثین نے ایسی اسانید کے ساتھ بیان کیا جن میں کچھ اسانید صحیح ہیں، جب کہ دوسرا جملہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے اس سے دریافت کیا گیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا تھا اس نے کہا کہ وہ تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا اور محمد ﷺ کے بعد اگر کسی پیغمبر کے آنے کا فیصلہ ہوا ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنی صحیح (۴۷۶/۱۰) میں ابن ماجہ (۴۵۹/۱) اور احمد (۳۵۳/۴) نے روایت کیا، حدیث کے الفاظ ہیں اگر نبی ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے آنا ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت نہ ہوتا، اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے بیان کیا ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا، اس کو احمد (۱۳۳/۳ و ۲۸۰-۲۸۱) نے صحیح سند کے ساتھ مسلم کی شرط پر ذکر کیا، نیز ابن مندہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور یہ الفاظ زائد کیے "لیکن اس نے زندہ

نہیں رہنا تھا اس لئے کہ تمہارا پیغمبر آخری پیغمبر ہے'' جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی فتح الباری (۱۰/۴۷۶) میں ہے اور اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

خیال رہے کہ یہ روایات اگرچہ موقوف ہیں لیکن انہیں مرفوع کا حکم حاصل ہے اس لئے کہ اس روایت کا تعلق غیبی امور سے ہے جن میں کسی کی رائے کو کچھ دخل نہیں جب یہ بات آپ کے سامنے آشکارا ہوگئی ہے تو اس جملہ کے ساتھ قادیانیوں کا استدلال سراسر گمراہی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا دراصل قادیانی اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد بھی نبوت جاری اور ساری ہے اس لئے کہ آپ سے یہ جملہ اس طرح ثابت نہیں ہے اگرچہ یہ لوگ ان آثار کے ساتھ اس کی تقویت کرتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے لیکن ان آثار سے سوائے محرومی کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کی دلیل ان کے خلاف فیصلہ کرتی ہے جب کہ اس میں وضاحت ہے کہ ابراہیم اس لئے صغرسنی میں فوت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے نہیں آنا ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ حسب عادت اس مسئلہ میں مجادلہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور پورا زور صرف کرتے ہیں کہ ان آثار کے ساتھ استدلال کو ضعیف ثابت کریں نیز ان احادیث کو مرفوع حدیث کا حکم نہ دیں لیکن وہ ایسا کرنے کی استطاعت نہیں کر سکتے اور ہم نے ان کے دلائل کو جس انداز کے ساتھ ثابت کیا ہے اس نے انہیں خاموش کرا دیا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً اس جملہ کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔

(۲۲۱) «اَلْحَجُّ قَبْلَ التَّزَوُّجِ» ترجمہ: ''نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو **جامع الصغیر** میں دیلمی کی روایت سے **مسند الفردوس** میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور میسرہ بن عَبْدِ رَبِّهٖ کے بارے میں ذہبی نے کہا ہے وہ مشہور کَذَّاب ہے۔

میں کہتا ہوں: پہلا راوی بھی کذاب معروف ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ کذاب خبیث ہے ابوداؤد نے کذاب کہا ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کا ضعیف ہونا واضح ہے اور اس سے مروی تمام حدیثیں موضوع حدیثوں کی مانند ہیں اور یہ وہی راوی ہے جس کے بارے میں ابوخیثمہ نے بیان کیا کہ اس نے خلیفہ مہدی کو حدیث بیان کی کہ مقابلہ تیروں میں یا اونٹوں اور گھوڑوں میں درست ہے اس نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ پرندوں میں بھی مقابلہ درست ہے اس پر مہدی نے اس جملہ کو حدیث میں

شامل کر دیا اور جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری گدی جھوٹے انسان کی گدی ہے، مجھے تعجب ہے کہ امام سیوطی کس طرح اپنی جامع میں ان کذاب رواۃ کی احادیث لاتا ہے البتہ یہ حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۲) «مَنْ تَزَوَّجَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ فَقَدْ بَدَاَ بِالْمَعْصِيَةِ»

ترجمہ: ''جس شخص نے حج ادا کرنے سے قبل نکاح کیا اس نے معصیت کا آغاز کیا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۲۰) نے اس کو احمد بن جمہور قرقسانی سے روایت کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن ایوب نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اس نے رجاء بن روح سے اس نے کہا مجھے وہب بن منبہ کی بیٹی نے حدیث بیان کی اس نے اپنے والد سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی، ابن عدی نے کہا ایوب بن سوید (راوی) کی بعض روایات کی کوئی راوی متابعت نہیں کرتا، نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ محمد بن ایوب راوی موضوع روایات لاتا ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۲۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے نیز اضافہ کیا ہے کہ احمد بن جمہور (راوی) کذب کے ساتھ متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: رجاء بن روح (راوی) اور اللآلی میں ابن نوح ہے مجھے اسکے حالات نہیں مل سکے ہیں

(۲۲۳) «اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يُصَافِحُ بِهَا عِبَادَهٗ»

ترجمہ: ''حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کیساتھ اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابوبکر بن خلاد نے اس کو الفوائد (۱/۲۲۴/۲) میں اور ابن عدی (۲/۱۷) نے اور ابن بشران نے الامالی (۱/۳/۲) میں اور خطیب (۳۲۸/۶) نے اسحاق بن بشر الکاہلی کے طریق سے اس نے بیان کیا! ہمیں ابو معشر مدائینی نے محمد بن منکدر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی خطیب نے اس کا تذکرہ اس کاہلی کے حالات میں کیا ہے نیز بیان کیا وہ مالک اور دیگر رواۃ سے مرفوع منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ساتھ ہی ابوبکر بن ابی شیبہ سے اس کی تکذیب کا ذکر کیا، نیز اس کو موسیٰ بن ہارون اور ابوزرعہ نے کذاب کہا ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بعد بیان کیا کہ اس راوی کا شماران رواۃ میں سے ہے جو حدیثیں وضع

کرتے ہیں، اور اسی طرح دار قطنی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے، مناوی نے سیوطی پر تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں خطیب اور ابن عساکر کی روایت سے ذکر کی ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن العربی (رحمہ اللہ) نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی جانب التفات نہ کیا جائے۔

بعد ازاں مجھے کاہلی (راوی) کا متابع راوی معلوم ہوا اور وہ احمد بن یونس کوفی ہے اور ثقہ ہے ابن عساکر (۲/۹۰/۱۵) نے اس حدیث کو ابو علی اہوازی کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں ابو عبداللہ محمد بن جعفر بن عبیداللہ کلاعی حمصی نے اپنی سند کیساتھ اس سے اس حدیث کو روایت کیا اس حدیث کو اس نے کلاعی راوی کے حالات میں ذکر کیا لیکن اس راوی پر کسی قسم کی جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا البتہ ابو علی اہوازی (راوی) متہم ہے پس یہ حدیث ہر لحاظ سے باطل ہے۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ ابن قتیبہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب الحدیث (۱/۱۰۷/۳) میں ابراہیم بن یزید سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے موقوف روایت کیا جبکہ اس کا موقوف ہونا ہی مناسب ہے اگر چہ اس کی سند میں ضعیف ترین راوی ہے اس لئے کہ ابراہیم خوزی (راوی) متروک ہے جیسا کہ امام احمد اور امام نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا، اس حدیث کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد حافظ ابن رجب پر تعجب ہے کہ اس نے اس حدیث کا ذکر ذیل الطبقات (۱/۱۷۴/۱۷۵) میں کیا ہے اور خاموشی اختیار کی ہے اور ابن الفارس حنبلی سے مروی روایت کی تاویل کرتے ہوئے ذکر کرتا ہے کہ "حجر اسود حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے"

اس سے مقصود یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لیا جائے اور ہاتھ پھیرا جائے اور یہاں کوئی مجازی معنی مراد نہیں ہے بلکہ حقیقی معنیٰ ہی مقصود ہے اور اس سے مقصود ہرگز اللہ پاک کی ذاتی صفت کا وہم نہیں ہے لیکن اس تفسیر اور تشریح کی ہرگز ضرورت نہیں جب کہ حدیث کے ضعف پر اطلاع حاصل ہو چکی ہے اس لئے کہ تفسیر تو تصحیح کی فرع ہے اگر حدیث صحیح ہے تو اس کی تشریح کی جائے وگرنہ کیا ضرورت ہے۔

(۲۲۴) ((حَمَلَةُ الْقُرْآنِ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ))

ترجمہ: "قرآن پاک کے حاملین اللہ کے اولیاء ہیں جس شخص نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس شخص نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی"

تحقیق: حدیث موضوع ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے جو مسند الفردوس میں ہے اور ابن النجار نے ابن عمر سے روایت کی ہے مناوی نے سیوطی پر تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں داؤد بن محبر (راوی) ہے جس کے بارے میں ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں بیان کیا، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ راوی ثقہ رواۃ پر حدیثیں وضع کرتا تھا، نیز ابونعیم نے اس سے اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو صراحت کیساتھ بیان کیا ہے لیکن اگر وہ اس کی جانب ہی اس کو منسوب کر دیتا تو مناسب تھا۔

میں کہتا ہوں: بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ اس حدیث کو بالکل ذکر نہ کرتا جب کہ خود سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ (رقم ۱۵۵، ص ۳۲) میں ابونعیم کے طریق سے تاریخ اصبہان میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی نے بیان کیا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں بیان کیا یہ حدیث منکر ہے ابونعیم نے اس حدیث کو حسن بن ادریس کے حالات کے ضمن میں بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کی خرابی داؤد بن محبر راوی ہے اور ابن عراق تنزیہ الشریعۃ (۱/۱۳۵) میں اس کے پیچھے چلا ہے لیکن حدیث تاریخ اصبہان (۱/۲۶۴) میں ہے حلیۃ الاولیاء میں نہیں ہے جیسا کہ مناوی (رحمہ اللہ) کا خیال ہے۔

(۲۲۵) «لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ»

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے نیز ان پر جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں"

تحقیق: اس مکمل سیاق کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے سنن کی چار کتابوں میں سوائے ابن ماجہ کے یہ حدیث مذکور ہے ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے المصنف (۱۴۰/۴) میں اور بغوی نے «علی بن جعد» (۱/۷۰/۷) کی حدیث میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) (۳/۱۷۴/۲) اور عبداللہ بن قطان نے اپنی حدیث (۱/۵۴) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) (۱/۳۷۴) نے اور بیہقی (۷۸/۴) نے اور اسی طرح طیالسی (۱/۱۷۱) نے اور احمد (۲۰۳۰) نے محمد بن جحادہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں نے ابوصالح سے سنا (قطان نے اضافہ کیا جب وہ بوڑھا ہو گیا) اور یہ روایت ابن ابی شیبہ (۲/۸۴/۱) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اس نے بیان کیا، حاکم اور ذہبی بھی اس کے پیچھے چلا ہے دونوں نے ابوصالح باذان (راوی) کو قابل

حجت نہیں گردانا ہے البتہ ترمذی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث حسن ہے اور ابو صالح (راوی) ام ھانیء بنت ابو طالب کا غلام ہے اور اس کا نام باذان ہے اور باذام بھی کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی تمام ناقدین کے ہاں ضعیف ہیں اور عجلی کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تہذیب میں اس کو بیان کیا بلکہ اسماعیل بن ابی خالد اور رازدی نے اس کو کذاب کہا اور بعض ناقدین نے اس کو تدلیس کی وجہ سے عیب ناک کہا، ابن حجر نے التقریب میں اس کو ضعیف مدلس کہا ہے، میں کہتا ہوں: شاید اسی سبب سے ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصہ البدر المنیر (۱/۵۹) میں ترمذی کی تحسین نقل کرنے کے بعد کہا ہے اس حدیث میں اس نکتہ سے واقف ہونا ضروری ہے جس کا ذکر میں نے اصل البدر المنیر میں کیا ہے، مجھے یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی تاکہ میں اس نکتہ سے آگاہی حاصل کرتا جس کا اس نے اشارہ کیا ہے اگرچہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نکتہ سے مقصود ابو صالح کا ضعیف ہونا ہے نیز عبدالحق اشبیلی (رحمہ اللہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۸۰) میں اس راوی کی وجہ سے اس کو معلول قرار دیا ہے اور وضاحت کی کہ یہ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ترین ہے، میں کہتا ہوں: جس شخص کا یہ حال ہے اس کی حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں جیسا کہ امام ترمذی نے کیا ہے تو اس کو صحیح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ شیخ احمد شاکر (رحمہ اللہ) نے مسند احمد کے حاشیہ میں اور سنن ترمذی (۲/۱۳۶-۱۳۸) کے حاشیہ میں صحیح کہا ہے۔

خیال رہے کہ اس حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینے کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ قبروں پر چراغاں کرنے کی حرمت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے اس سبب سے میں نے خود کو آمادہ کیا کہ اس حدیث کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور اس کی سند سے واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کی جانب ہرگز ایسی بات منسوب نہ کی جائے جو آپ نے نہیں فرمائی ہے البتہ حدیث کا یہ جملہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے اس کو ابن ماجہ (۱/۴۷۸) نے حاکم بیہقی نے اور مسند احمد (۳/۴۴۲) میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور ترمذی ابن ماجہ، بیہقی، طیالسی اور احمد (۲/۳۳۷) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔

اور قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت کرنا صحیحین میں آپ سے متواتر ہے اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابو ہریرۃ، زید بن ثابت ابو عبیدہ بن جراح اور اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہے میں نے ان سب احادیث کی تخریج

التعلیقات الجیاد علی زاد المعاد میں اس کے بعد تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد میں (بحمد اللہ مترجم نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں) جب کہ عائشہ اور ابن عباس ﷺ کی مرفوع حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی یہود و نصاری پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں، احمد کی روایت میں زیادہ الفاظ ہیں کہ آپ نے اس فعل کو امت مسلمہ کیلئے حرام قرار دیا ہے۔

نیز ابن مسعود ﷺ سے مرفوع حدیث مروی ہے وہ لوگ بدترین ہیں جن کی زندگی میں ان پر قیامت واقع ہوگی اور وہ لوگ بھی بدترین ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں ان احادیث کی موجودگی میں جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والے لعنت خداوندی کے مستحق ہیں پھر بھی ایسے مسلمان کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کر کے اور ان میں نمازیں ادا کر کے اللہ کا تقرب تلاش کرتے ہیں جب کہ یہ فعل اللہ اور اس کے رسول کی عین مخالفت ہے۔

اس مسئلہ میں فقیہ احمد بن حجر الھیثمی (رحمہ اللہ) کی الزواجر فی النھی عن اقتراف الکبائر (۱۲۱/۱) کا مطالعہ کریں اور بعض احناف اور دیگر علماء سے وضاحت ثابت ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے جب کہ بعض محققین نے اس پر علماء کے اتفاق کو نقل کیا ہے اس مسئلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کے فتاویٰ (۱۰۷/۱، ۱۹۲/۲) اور علامہ عینی حنفی (رحمہ اللہ) کی عمدۃ القاری (۱۴۹/۴) شرح صحیح البخاری اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی فتح الباری (۱۰۶/۳) کا مطالعہ کریں۔

البتہ ان لوگوں پر لعنت بھیجنا جو قبروں پر چراغ روشن کرتے ہیں اس کے بارے میں ہمیں کوئی خاص حدیث نہیں مل سکی ہے یہاں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ تو ضعیف ہے اگر چہ ہمارے سلفی بھائی زور شور کے ساتھ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن میں انہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس حدیث کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنے سے باز رہیں اس لئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ قبروں پر چراغ روشن کرنے سے روکنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے عمومی دلائل سے استدلال کریں جیسے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے نیز نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے نیز کفار کے ساتھ مشابہت سے بھی روکا گیا ہے اس طرح کے اور دلائل بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔

(۲۲۶) ((تَخَتَّمُوا بِالْعَقِیقِ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ))

ترجمہ: ''عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لیئے کہ اس میں برکت ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے محاملی نے اس حدیث کو الامالی (ج ۲ رقم ۴۱ میر انسخہ) میں اور خطیب نے تاریخ (۲۵۱/۱۱) میں اور اسی طرح عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۴۶۶) میں یعقوب بن ولید مدنی کے طریق سے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۱/۳۵۶) نے یعقوب بن ابراہیم زہری کے طریق سے ان دونوں نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عقیلی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا یعقوب کذاب ہے احادیث وضع کرتا ہے عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس بارے میں نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب کے حالات میں امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول ذکر کیا ہے کہ یعقوب بہت بڑے کذابین سے شمار ہوتا ہے اور احادیث وضع کرتا تھا بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا اور ابن عدی نے بیان کیا یعقوب بن ابراہیم معروف راوی نہیں ہے یعقوب بن ولید نے یعقوب بن ابراہیم سے اس حدیث کو چوری کیا ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۸۲/۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا حسب عادت تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا دوسرا طریق ہشام سے مروی ہے جس کو خطیب نے اور ابن عساکر (۲/۲۸۳/۴) نے ابو سعید شعیب بن محمد بن ابراہیم شعبی سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو عبداللہ محمد بن وصیف القامی نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن سہل بن فضل بن عسکر ابو الفضل نے بتایا اس نے کہا ہمیں خلاد بن یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے اس حدیث کو بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ سند اندھیرے والی ہے اس لیئے کہ خلاد (راوی) سے جتنے نیچے راوی ہے وہ معروف نہیں ہیں البتہ شعیب بن محمد بن ابراہیم شعبی (راوی) شاید اس سے مراد وہ راوی ہے جو الجرح و التعدیل (۳۵۲/۱/۲) میں ہے کہ شعیب بن محمد بن شعیب العبدی سے مراد بغدادی ہے جس نے بشر بن حارث اور عبدالرحمٰن بن عفان سے روایت کی ہے اور میرے والد نے اس سے دوسرے سفر میں نقل کیا ہے اس طرح خطیب (رحمہ اللہ) کی تاریخ (۲۴۴/۹) میں ہے وہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں اور محمد بن وصیف القامی (راوی) مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس نے اس کا ذکر کیا ہے البتہ ممکن

ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جس کا خطیب نے التاریخ (۳/۳۳۶) میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن وصیف سے مراد ابو جعفر سامری ہے، بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کی کنیت ابو جعفر ہے اور جس کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ فاللہ اعلم

محمد بن سہل بن فضل (راوی) میں احتمال ہے کہ اس سے مراد محمد بن سہل عطار ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کے بارے میں تَرَدُّد کیا ہے، جب کہ عطار (راوی) حدیث وضع کرنے میں معروف ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے پس اس سند کی آفت یہ راوی ہے یا وہ راوی جو اس کے نیچے ہے۔ واللہ اعلم

نیز یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی دیگر طرق سے مروی ہے اور وہ تمام طرق باطل ہیں جبکہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد میں اس کا ذکر کیا ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) کا الموضوعات (ص ۳۷) میں یہ قول کہ اس حدیث کو دیلمی نے انس، عمر، علی، عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیث سے متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا کچھ اصل ہے لیکن حافظ سخاوی کے قول سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں اور وہ قاعدہ جس میں محدثین کا اتفاق ہے کہ طرق کا متعدد ہونا حدیث کو قوی بنا دیتا ہے جب کہ حدیث میں ضعف کا سبب راوی کا قلۃ الحفظ والضبط ہونا ہو جب کہ اس حدیث میں یہ معاملہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے اکثر رواۃ متھم بالکذب کے وصف سے خالی نہیں ہیں۔

مزید براں الفاظ میں شدید اضطراب ہے بعض میں لفظ مبارک کا ہے جیسا کہ عائشہ کی حدیث میں ہے اور بعض میں ہے عقیق کی انگوٹھی پہننا فقیری کو دور کر دیتا ہے ان کے علاوہ دیگر الفاظ بھی ہیں جن کو شریعت نہ عقل صحیح باور کرتی ہے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۷) ((تَخَتَّمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ يَنْفِي الْفَقْرَ))

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لئے کہ وہ فقر و فاقہ کو ختم کر دیتی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے حسین بن ابراہیم ھانی سے اس نے بیان کیا ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا ابن عدی نے بیان کیا حدیث باطل ہے اور حسین

راوی مجہول ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ حدیث موضوع ہے نیز حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اسی طرح امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی میں ذکر کرنے کے بعد مزید کہا کہ المیزان میں ہے حسین راوی معلوم نہیں کون ہے شاید یہ وہی راوی ہے جس نے حدیث کو وضع کیا ہے اس کے باوجود کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے پھر بھی اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۱/۱۴/۱۴) نے بھی اسی حدیث کو اسی طریق سے ذکر کیا ہے۔

(۲۲۸) «تَخَتَّمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْأَمْرِ، وَالْيُمْنَى أَحَقُّ بِالزِّينَةِ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو وہ کامیابی عطا کرتی ہے، اور دایاں ہاتھ زیادہ لائق ہے کہ اس کو زینت عطا کی جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عساکر (۲-۱/۲۹۱/۴) نے اس حدیث کو حسن بن محمد بن احمد بن ہشام سلمہ کے حالات کے ضمن میں سند کے ساتھ ابو جعفر محمد بن عبداللہ البغدادی تک پہنچایا اس نے کہا مجھے محمد بن حسن نے باب اور ابواب کی خبر دی اس نے کہا حمید بن طویل نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۲/۲۶۹) میں بیان کیا حدیث بلاشبہ مرفوع ہے البتہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے وضع کیا ہے نیز سیوطی نے اللآلی (۲/۲۷۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۲۹) «تَخَتَّمُوا بِالْخَوَاتِمِ الْعَقِيقِ فَإِنَّهُ لَا يُصِيبُ أَحَدَكُمْ غَمٌّ مَادَامَ عَلَيْهِ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو تم میں سے کسی کو کوئی غم لاحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے علی بن مہرویہ قزوینی نے اس حدیث کو ذکر کیا اس کی سند میں داؤد بن سلیمان غازی الجرجانی (راوی) کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے شیخ کذاب کہا اس کا ایک نسخہ موضوعہ علی بن موسیٰ الرضی سے مروی ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی مذکورہ نسخہ سے ہے جو شخص المقاصد الحسنہ اور کشف الخفاء کا مطالعہ کرے گا اس کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

(۲۳۰) «مَنْ تَخَتَّمَ بِالْعَقِيقِ لَمْ يَزَلْ يَرٰى خَيْرًا»

ترجمہ: ''جس شخص نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ ہمیشہ خیر و برکت کا ملاحظہ کرتا رہے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے (یعنی الضعفاء میں) زہیر بن عباد سے اس نے کہا ہمیں ابوبکر بن شعیب نے مالک سے زہری سے عمرو بن الشرید سے فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیٹی سے مرفوع روایت کیا اور ذکر کیا کہ ابو بکر (راوی) مالک سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی حدیثیں نہیں ہیں، نیز اللآلی (۲/۲۷۱) میں اس کا اثبات ہے اور امام ذہبی نے ابو بکر مذکور (راوی) کے حالات میں ذکر کیا جبکہ اس سے (مروی) اس حدیث کا ذکر کیا کہ یہ کذاب ہے اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، نیز طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں اس طریق سے ذکر کیا ہے [1] اور بیان کیا کہ اس حدیث کو مالک سے صرف ابوبکر نے روایت کیا جب کہ زہیر اس کے بیان میں مُتَفَرِّد ہے۔

اور اس سے ہیثمی کے قول کی کے غیر صحیح ہونے کا پتہ لگتا ہے جب اس نے حدیث (۵/۱۵۴۔ ۱۵۵) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور عمرو بن شرید نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا اور زہیر بن عباس رواسی کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے اور اس کے بعد دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں لیکن یہ غلطی واضح ہے اس لئے کہ ابوبکر صحیح کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ سنن اور مسانید کے رواۃ سے بھی نہیں ہے، نیز وہ متہم ہے جب کہ اس کی جانب ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا سابق کلام جو اس کے بارے میں ہے اشارہ کرر ہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے کے بارے میں تمام حدیثیں باطل ہیں جیسا کہ یہ بات حافظ سخاوی سے پہلے گزر چکی ہے

(۲۳۱) «كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا رَآهُ غَضِبَ وَقَالَ عَاشَ ابْنُ آدَمَ حَتّٰى أَكَلَ الْجَدِيْدَ بِالْخَلَقِ»

ترجمہ: ''تم کچی اور پختہ کھجور ملا کر کھاؤ اس لئے کہ شیطان جب یہ دیکھتا ہے ناراض ہوتا

[1] جیسا کہ اس جزء میں ہے جس کو طبرانی الاوسط اور کبیر اور مسند المقلین لدعلج جو حافظ ذہبی کے ساتھ ہے اور جس کو اس نے حافظ مزی (ورقہ اوجہ۲) سے نقل کیا ہے سے منتخب کیا گیا ہے اسی طرح یہ حدیث طبرانی کی حدیث سے اس جزء میں ہے جو ابونعیم کی روایت (۱/۳۶) سے ہے نیز اس جزء میں ہے جس کو ابن مردویہ نے طبرانی کی حدیث (۱/۱۱۳) سے منتخب کیا ہے

ہے اور کہتا ہے ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ اس نے نئے پھل کو پرانے پھل کے ساتھ ملا کر کھایا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن ماجہ (رحمہ اللہ) (۳۱۷/۱) نے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۴۶۷) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۳۶۴) نے اور ابونعیم نے أخبار اصبھان (۱۳۴/۱) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) نے مستدرک (۲۱/۴) میں اور معرفة علوم الحدیث (ص ۱۰۰۔ ۱۰۱) میں اور ابوالحسن الحمامی نے الفوائد المنتقاة (۲/۲۰۷/۹) میں اور خطیب نے تاریخ (۳۵۳/۵) میں اور هبة الله الطبری نے الفوائد (۲/۱۳۴/۱) میں روایت کیا اور اس کو ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن قیس سے غریب گردانا، اس نے کہا ہمیں ہشام بن عروۃ نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا، ابن عدی اور حاکم (رحمہما اللہ) نے المعرفة میں اور حمامی اور خطیب نے روایت کیا ابوزکیر اس میں متفرد ہے اور حاکم تساہل میں معروف ہے اس نے مستدرک میں اس کو صحیح نہیں کہا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح تلخیص المستدرک میں ہے اور مزید بیان کیا ہے کہ مؤلف نے اس کو صحیح نہیں کہا ہے۔

سندھی نے الزوائد میں بیان کیا کہ اس کی سند میں ابوزکیر (اصل میں زکریا ہے اور زکیر تصحیف ہے) یحییٰ بن محمد راوی کو ابن معین اور دیگر محدثین نے ضعیف کہا ہے، اور ابن عدی نے بیان کیا کہ چار حدیثوں کے علاوہ اس کی دیگر حدیثیں درست ہیں، میں کہتا ہوں: جب کہ اس حدیث کو بھی ان تمام احادیث سے شمار کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے اور امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے بیان کیا کہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا کہ ابوزکیر (راوی) متفرد ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے عقیلی نے بیان کیا اس پر اس کی متابعت نہیں ہے اور وہ اسی کے ساتھ معروف ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ اسانید کو بلا قصد و ارادہ تبدیل کرتا ہے اور مرسل روایات کو مرفوع بناتا ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے اس نے اس حدیث کو بیان کیا جبکہ اس کا کچھ اصل نہیں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ابن حبان نے ابوزکیر پر قدح (جرح) کی ہے، جب کہ امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے شاید غلطی محمد بن شداد مسمعی (راوی) کی جانب سے ہے جو ابوزکیر سے روایت کرتا ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی احادیث تحریر نہ کی

جائیں اور نعیم بن حماد نے (ابوزکیر سے روایت کرنے میں) محمد شداد کی متابعت کی ہے اور نعیم (راوی) ثقہ نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۴۳) میں اس کے موضوع ہونے کو ثابت کیا ہے البتہ اس کا تعاقب کیا ہے جب اس نے ابوزکیر کو حدیث کی ذمہ داری سے بری قرار دینا چاہا ہے، چنانچہ اس نے حدیث کے دیگر طرق کا ابوزکیر سے ذکر کیا ہے جو حدیث کی تفتیش کرنے والے کو آمادہ کرتی ہے کہ تہمت کو صرف ابوزکیر میں بند کر دیا جائے اور یہی صحیح ہے، اور اسی وجہ سے ائمہ نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔

علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے باوجود اس بات کے کہ اس نے حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے پھر بھی اس کو الجامع الصغیر میں نسائی، ابن ماجہ، حاکم کی روایت سے عائشہ سے درج کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو زاد المعاد (۳/۲۱۱) میں نسائی کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ یہ حدیث بظاہر سنن کبریٰ میں ہے بعد ازاں امام ابن قیم نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے شائد اس کی علت اس کے ذہن میں مستحضر نہیں ہے اس کا یہ انداز ان مقتضیات سے ہے جو اس کے بارے میں لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(۲۳۲) «كُلُوا التَّمرَ عَلَى الرِّيْقِ فَإِنَّهُ يَقتُلُ الدُّوْدَ»

ترجمہ: ''نہار منہ کھجور کھاؤ اس لئے کہ کھجور کھانا کیڑوں کو مار دیتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابوبکر شافعی نے اس حدیث کو الفوائد (۱/۱۰۶/۹) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۵۸) میں عصمۃ بن محمد (راوی) سے اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی اس نے کریب سے اس نے ابن عباس ﷺ سے مرفوع روایت کی ابن عدی نے بیان کیا عصمۃ بن محمد سے مروی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے عصمۃ سے روایت کیا، بعد ازاں اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے عصمۃ راوی کذاب ہے اور سیوطی نے اس کو اللآلی (۲/۲۴۳) میں اس کو ثابت رکھا ہے۔

بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۳۴۰) میں اور ان دونوں سے پہلے ابن قیم نے المنار میں ذکر کیا اور کہا کہ حدیث کا مفہوم دراصل اطباء کی وضاحت ہے یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے اس کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابوبکر اور شافعی اور دیلمی کی روایت ابن عباس سے کی ہے، غور کیجئے یہ کس قدر تناقض ہے۔

(۲۳۳) «اَكْثَرُ خُرُزِ الْجَنَّةِ الْعَقِيقُ»

ترجمہ: ''جنت میں زیادہ خرز مہرے (منکے یا جواہر) عقیق کے ہوں گے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابونعیم نے اس حدیث کو الحلية (۲۸۱/۸) میں سلم کے حالات کے ضمن میں جب کہ الحلية میں سالم ہے جو میمون خواص کا لڑکا ہے اس نے ابومحمد سلم الزاہد کے طریق سے اس نے کہا ہمیں قاسم بن معن نے خبر دی اپنی بہن امینة بنت معن سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور کہا ہے کہ حدیث غریب ہے قاسم سے ہی ہم نے حدیث کو نقل کیا ہے اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ سلم بن سالم کذاب ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلی (۲/ ۳۷۳) میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، ابن عدی کے علاوہ دیگر تمام جارحین نے اس کو ضعیف قرار دینے میں اتفاق کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے میں امید رکھتا ہوں کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے اور عجلی نے کہا اس راوی میں کوئی حرج نہیں اور یہی وہ راوی ہے جس نے (مسور کی دال کی) حدیث بیان کی ہے، نیز سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا میں نے الحلية کی جانب مراجعت کی تو مجھے معلوم ہوا کہ اس نے اس حدیث کو سلم بن میمون خواص مشہور زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اس شخص کا شمار صوفیاء اور عبادت گزار لوگوں سے ہوتا ہے البتہ اس سے مروی حدیثیں منکر ہیں ابن حبان نے بیان کیا اس پر نیکی کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے وہ فن حدیث کے حفظ و اتقان کی جانب توجہ نہ کر سکا۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ راوی اس لائق نہیں کہ اس کو قابل حجت سمجھا جائے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۱۶۷/۱/۲) نے اپنے والد سے بیان کیا میں نے اس راوی سے حدیث تحریر نہیں کی ہے اس نے ابوخالد الاحمر سے منکر موضوع مشابہ حدیث بیان کی ہے اور سیوطی کا میلان اس طرف ہے کہ سلم بن میمون سے مروی حدیث کی تائید اس سے ہو رہی ہے کہ ابونعیم نے اس کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ اس بات کا مجھے علم نہیں کہ جس نے اس کے حالات ذکر کیے ہیں اس نے اس کی کسی کنیت کا مطلقاً ذکر کیا ہو جب کہ سلم بن سالم کی کنیت کے بارے میں ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل (۲۶۶/۱/۲) اور ابن سعد نے جیسا کہ خطیب کی تاریخ بغداد میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے جب کہ اس کے حالات کے آغاز میں ذکر کیا ہے سلم بن سالم ابومحمد ہے اور کہا گیا ہے ابوعبدالرحمان بن بلخی ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے وہ سلم

بن میمون کی طرح زاہد کے وصف کے ساتھ بھی موصوف ہے اس وجہ سے اشتباہ ہو گیا۔

راجح مذہب امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے اور وہ متھم ہے اور خطیب نے احمد بن سیار سے نقل کیا اس نے بیان کیا سلم بن سالم ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جن کی کچھ عظمت تو کجا حقیقت ہی نہیں ہے وہ موضوع کے متشابہ ہوتی ہیں، اور ابراہیم بن یعقوب جوز جانی سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے میں نے اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راھویہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں۔

ابن مبارک سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جو مسور کی دال کے تناول کے بارے میں بیان کی جاتی ہے کہ ستر (۷۰) انبیاء کرام کی زبان سے اس دال کی تعریف ثابت ہے اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ایک پیغمبر کی زبان سے بھی اس کی تعریف منقول نہیں اس لئے کہ مسور کی دال صحت کو برباد کرتی ہے اور نفخ (ہوا) پیدا کرتی ہے تمہیں کس شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا سلم بن سالم نے اس نے دریافت کیا اس نے کس سے بیان کی ہے انہوں نے جواب دیا اس نے تجھ سے حدیث بیان کی ہے اس نے از راہ تعجب کہا مجھ سے بھی بیان کی ہے؟

نیز خطیب نے احمد نسائی اور دیگر محدثین سے اس کی تضعیف کا ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۱/۱/۲۶۷) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ اس کی حدیث کو تحریر میں نہ لایا جائے وہ مرجئۃ تھا اور اپنے منہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زبان سے سچ بات نہیں نکلتی تھی۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عدی (رحمہ اللہ) کو ان محدثین سے مستثنیٰ کرنا جو اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی کا قول ہے میں پر امید ہوں کہ اس کی ذکر کردہ حدیث محتمل ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اس سے مروی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں کہا ہے میرے مشاہدہ میں جو احادیث آئیں ہیں یہ حدیثیں ان سب سے زیادہ منکر ہیں اور اس سے مروی حدیثیں افراد بھی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے لسان المیزان میں اسی طرح ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عدی نے اس کو اس وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہے اور اس امید کا اظہار بھی کیا ہے کہ اس سے مروی قلیل احادیث ایسی ہیں جو محتمل ہیں ظاہر ہے اس کی جانب منکر احادیث کی نسبت کرنے کے بعد اس کو ثقہ قرار نہیں دے رہا

ہے یہ بات واضح ہے اس شخص پر یہ بات مخفی نہیں جو اس عمدہ فن کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اس سے قبل سیوطی سے بھی اس قسم کی غلطی سرزد ہوئی حدیث نمبر ۶۸ ملاحظہ فرمائیں

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے خواہ اس کا راوی سلم بن سالم ہے یا سلم بن میمون ہے اس لئے کہ فن حدیث میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ شر والا ہے جیسا کہ ان علماء کے اقوال سے یہ بات واضح ہے جو ان دونوں کے بارے میں منقول ہیں اور سخاوی سے حدیث نمبر ۲۲۲ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے کی حدیث کے تمام طرق باطل ہیں نیز امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو سلم بن عبداللہ زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہمیں ابن قتیبہ اور حاتم بن نصر نے بناسترو شنة مقام میں حدیث بیان کی ان دونوں نے بیان کیا ہمیں عبید بن الغار عسقلانی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں سلم بن عبداللہ زاہد نے اس نے قاسم بن معن سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی سند اور اس کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی نسبت ابو نعیم کی طرف کی ہے اور بیان کیا ابو نعیم کی روایت میں اور نہ ابن حبان کی روایت میں سلم کے والد کا نام ہے، واللعلم عنداللہ۔

(۲۳۴) «اَطْعِمُوا نِسَاءَ كُمْ فِي نِفَاسِهِنَّ التَّمْرَ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ طَعَامُهَا فِي نِفَاسِهَا التَّمْرَ خَرَجَ وَلَدُهَا ذٰلِكَ حَلِيْمًا ،فَإِنَّهُ كَانَ طَعَامُ مَرْيَمَ حِيْنَ وَلَدَتْ عِيْسٰى وَلَو عَلِمَ اللّٰهُ طَعَامًاهُوَخَيْرٌ لَّهَا مِنَ التَّمْرِ اَطْعَمَهَا اِيَّاهُ»

ترجمہ: ”عورتوں کو نفاس میں کھجوریں کھلائیں اس لئے کہ جس عورت نے نفاس میں کھجوریں کھائیں اس کا لڑکا صاحب حلم ہوتا ہے (خیال رہے) مریم علیہا السلام نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو جنا تو اس کی خوراک کھجوریں تھیں اور اگر اللہ کے علم میں کسی خوراک کے بارے میں کھجور سے زیادہ بہتری ہوتی تو مریم کو وہ خوراک عطا کرتا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے خطیب (۳۶۶/۸) نے اس حدیث کو داؤد بن سلیمان جرجانی کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن عمرو نے سعد بن طارق سے سلمہ بن قیس سے مرفوع روایت کیا اس حدیث کا ذکر جرجانی کے حالات میں کیا اور ابن معین سے نقل کیا اس نے کہا یہ راوی کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے مروی ایک موضوع حدیث نمبر ۲۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں اس کا

استاذ سلیمان بن عمرو بن نخعی بھی کذاب ہے نیز اس حدیث کو اس طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ سلیمان نخعی اور داؤد دونوں کذاب ہیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۴۴) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ داؤد (راوی) کی متابعت کی گئی ہے بعد ازاں اس نے حدیث کو ابن مندہ کی روایت سے حامد بن مسعود کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حسن بن قطبہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر سلیمان بن عمرو النخعی نے دی نیز ابونعیم نے اس حدیث کو الطب میں حامد بن مسور کے طریق سے روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ متابعت کچھ مفید نہیں ہے اس لئے کہ متابعت بھی تو سلیمان نخعی کذاب پر گھوم رہی ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کے کذاب ہونے کا اعتراف کیا ہے گویا کہ سیوطی اس کے موضوع ہونے کا اقرار کرتا ہے البتہ یہ حدیث دوسری ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے اور اس کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں حدیث نمبر ۲۶۱ کا ملاحظہ فرمائیں اور امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے المنار (ص ۲۵) میں اس کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے اور بیان کیا کھجور کھانے کے فوائد اطباء نے جو بیان کئے ہیں وہ زیادہ مناسب ہیں۔

(۲۳۵)«تَرْكُ الدُّنْيَا اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ وَاَشَدُّ مِنْ حَطْمِ السُّيُوفِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلاَ يَتْرُكُهَا اَحَدٌ اِلاَّ اَعْطَاهُ مِثْلَ مَا يُعْطِي الشُّهَدَاءَ وَتَرْكُهَا قِلَّةُ الْاَكْلِ وَالشَّبْعِ وَبُغْضُ الثَّنَاءِ مِنَ النَّاسِ فَاِنَّهُ مَنْ اَحَبَّ الثَّنَاءَ مِنَ النَّاسِ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَنَعِيمَهَا وَمَنْ سَرَّهُ النَّعِيمُ فَلْيَدَعِ الثَّنَاءَ مِنَ النَّاسِ»

ترجمہ: دنیا کو چھوڑنا مُصَبِّر سے زیادہ کڑوا اور اللہ کی راہ میں تلواروں کو توڑ دینے سے زیادہ سخت ہے اور جو شخص دنیا کو چھوڑتا ہے تو اللہ اس کو وہ عطیہ عطا کرتا ہے جو شہداء کو دیتا ہے اور دنیا کے ترک سے مقصود کم کھانا اور کم سیراب ہونا ہے اور لوگوں کی تعریف کو برا جانتا ہے اس لئے کہ جس شخص نے لوگوں کی تعریف کو اچھا جانا اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں کو محبوب سمجھا اور جس شخص کو دنیا کی نعمتیں پسند ہیں تو وہ کم از کم لوگوں کی تعریف کرنے کا خیال دل سے نکال دے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة

(ص۱۹۱) میں دیلمی کی روایت سے بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے والد نے بتایا اس نے کہا ہمیں احمد بن عمر البزار نے بتایا اس نے عبداللہ بن عبدالرحمان جزری سے اس نے سفیان سے اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے ابن مسعود سے مرفوع بیان کیا اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ **میزان الاعتدال** میں ہے عبداللہ بن عبدالرحمان جزری (راوی) ثوری اور اوزاعی سے منکر اور عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے ابن حبان نے اس کو وضع کے ساتھ متہم کیا ہے اور **لسان المیزان** میں ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ یہ راوی سفیان ثوری سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو نا معلوم ہوتی ہیں ور اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ وہ اس کی خود ساختہ حدیثیں ہوتی ہیں نیز ابن عراق نے (۱/۳۵۸) میں اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کے پہلے حصے کو **الجامع الصغیر** میں دیلمی کی اس روایت سے ذکر کیا ہے لیکن دو وجہ سے غلط کہا ہے اولاً: اس نے حدیث کو اس میں درج کیا ہے حالانکہ یہ روایت متہم بالوضع راوی سے ہے۔

ثانیاً: اس کا اقتصار کیا ہے یعنی پہلا حصہ بیان کیا ہے اس سے وہم ہوتا ہے شائد یہ حدیث دیلمی میں اس طرح ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور شارح مناوی نے اس کا قابل ذکر تعاقب نہیں کیا ہے اس نے بیان کیا کہ بزار نے بھی اس سے حدیث کو بیان کیا اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو وارد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی نسبت بزار کی طرف کرنا کہ اس نے اس حدیث کو مسند میں بیان کیا ہے جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے درست نہیں میرے خیال میں بزار نے اس حدیث کو مسند میں بیان نہیں کیا وگرنہ ہیثمی ضرور اس کو مجمع الزوائد میں بیان کرتا لیکن میں نے اس میں اس حدیث کو نہیں دیکھا ہے۔

(۲۳۶) «مَا تَزَيَّنَ الْأَبْرَارُ فِي الدُّنْيَا بِمِثْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا»

ترجمہ: ''دنیا میں نیک لوگ دنیا سے زہد جیسی چیز کے ساتھ مزین نہیں ہوتے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۰/۲۸۶) میں عمار بن یاسر کی حدیث سے ذکر کیا ہے نیز بیان کیا اس حدیث میں سلیمان شاذکونی (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ کذاب ہے اس کی متعدد حدیثیں پہلے بیان ہو چکی ہیں زیادہ قریب حدیث ۲۳۴ نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۷) «مَا أَسَرَّ عَبْدٌ سَرِيرَةً إِلَّا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَائَهَا إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ»

ترجمہ: ''جو شخص در پردہ جو کام کرتا ہے تو اللہ اس کو اس جیسی چادر زیب تن کر دیتا ہے اگر کام اچھا ہے تو اچھی شہرت کی چادر اور اگر کام برا ہے تو بری شہرت کی چادر پہنا دیتا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ترین ہے طبرانی (رحمہ اللہ) (۱/۱۸۰/۱) نے اس کو حامد بن آدم مروزی سے اس نے بیان کیا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی اس نے محمد بن عبید اللہ عرزمی سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے جندب بن سفیان سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے اس حدیث میں دو علت ہیں، اولاً: محمد عرزمی راوی متروک ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔

ثانیاً: حامد بن آدم مروزی (راوی) کو جوزجانی اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور احمد بن علی سلمانی نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حدیث کے وضع کرنے میں مشہور ہیں اسی لئے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۰/۲۲۵) میں اس حدیث کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں حامد بن آدم (راوی) کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن اس اکیلے کا جرم بلحاظ قوت کے کوتاہ ہے جب کہ اس سے اوپر راوی متروک ہے بالخصوص جب حامد (راوی) منفرد نہیں ہے اس لئے کہ ابوبکر ذکوانی نے اس حدیث کو اِثْنَا عَشَرَ مَجْلِسًا (۲/۷) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن سلم جعابی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عمر بن ایوب سقطی نے بیان کی اس نے کہا ہمیں محمد بن عمر بن ابی رزمہ نے بیان کی اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر فضل بن موسیٰ نے دی، خیال رہے ابن ابی رزمہ سے بظاہر محمد بن عبدالعزیز ابورزمہ مراد ہے اس کا ذکر انہوں نے ان رواۃ سے کیا ہے جو فضل بن موسیٰ اس کے شیخ سے اس سند میں بیان کرتے ہیں پس جب وہ یہ ہے تو یہ راوی ثقہ اور بخاری کے رواۃ سے ہے اور اس کے باپ عبدالعزیز کا نام بعض ناقلین کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے اس کی جگہ عمر تحریر ہو گیا ہے اور اس سے روایت کرنے والا عمر بن ایوب سقطی بظاہر وہ موصلی ہے اور ثقہ مسلم کے رواۃ سے ہے البتہ اس سے روایت کرنے والا جعابی ضعیف ہے بے شک اگرچہ وہ حافظہ کے لحاظ سے مشہور ہے لیکن فاسق دین کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اور دارقطنی نے ذکر کیا کہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا اور جب کہ جعابی نے سند کو محفوظ کر رکھا ہے تو پھر حامد بن آدم کی یہ متابعت قوی ہے اور یہ متابعت سیوطی کے علم سے مزید علم کا فائدہ دے رہی ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہے جس میں یہ کذاب راوی ہے اور اس قسم کی محفوظ سند سے اعراض کیا ہے اور مناوی سیوطی کے پیچھے چلا ہے البتہ ہیثمی کے کلام کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ہے جس کا ذکر حامد راوی کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے لیکن اس محفوظ طریق سے وہ بھی غافل رہا اسی پر مشہور مثال صادق آتی ہے "کہ متقدمین نے متاخرین کیلئے بہت کچھ چھوڑا ہے"۔

(۲۳۸) ((اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُومُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيَعْذِرْ فَاِنَّ الرَّجُلَ يُخْجِلُ جَلِيسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسٰى اَنْ يَكُونَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ))

ترجمہ: "جب دسترخوان بچھایا جائے تو جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے کوئی شخص اٹھنے نہ پائے اور کوئی شخص کھانے سے اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اگرچہ وہ سیر بھی ہو چکا ہے جب تک کہ تمام رفقاء کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں انہیں چاہئے کہ انہیں معذور سمجھے ظاہر ہے کہ جب ایک شخص اپنے ہاتھ کو کھینچ لے گا (یعنی کھانا کھانے سے رک جائے گا) تو اس سے اپنے رفیق کو شرمندہ کرے گا وہ بھی (شرمندگی کی وجہ سے) کھانا کھانے سے ہاتھ روک لے گا جب کہ ممکن ہے کہ اسے ابھی کھانا کھانے کی ضرورت محسوس ہو"

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو عبدالاعلیٰ کے طریق سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے عروہ بن زبیر سے اس نے ابن عمر سے مرفوع بیان کیا علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا الزوائد میں ہے اس کی سند میں عبدالاعلیٰ بن اعین (راوی) ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ غایت درجہ ضعیف ہے ابونعیم نے بیان کیا اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے منکر احادیث روایت کی ہیں یہ روایت بھی انہیں میں سے ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا یہ راوی ثقہ نہیں ہے اور ابن حبان نے بیان کیا اس راوی کے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے نیز حدیث کا پہلا جملہ ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے وہ بھی غایت درجہ ضعیف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۹) «نَهٰى اَنْ يُّقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتّٰى يُرْفَعَ»

ترجمہ: ''آپ نے کھانے سے اٹھنے سے منع فرمایا جب تک کہ کھانا اٹھایا نہ جائے''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو ولید بن مسلم کے طریق سے اس نے منیر بن زبیر سے اس نے مکحول سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا، علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے زوائد میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے اور اسی طرح مکحول دمشقی مدلس ہے اور منیر بن زبیر راوی کے بارے میں دحیم نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ وہ ثقہ رواۃ سے غیر ثابت شدہ باتیں ذکر کرتا ہے لہٰذا اس سے روایت کرنا صرف اس وقت جائز ہے جب روایت قابل اعتبار ہو اور میزان الاعتدال میں اس راوی کے بارے میں ابن حبان کا قول اور اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے کہ حدیث منقطع بھی ہے یعنی مکحول (راوی) اور عائشہ کے درمیان انقطاع ہے مناوی نے جامع الصغیر کی شرح میں تحریر کیا کہ مؤلف کا اس حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۲۴۰) «نَهٰى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ»

ترجمہ: ''آپ نے جنوں سے تحفظ کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے سے منع فرمایا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے عبداللہ بن اذنیہ سے اس نے ثور بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے حمید بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابو ہریرہ ﷺ سے مرفوع روایت کیا اور ابن حبان نے بیان کیا کہ عبداللہ (راوی) ثور سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو اس نے بیان نہیں کی ہوتیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۲۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا اور کہا کہ ابو عبید نے اس حدیث کو غریب الحدیث میں اور بیہقی نے اس کے طریق سے روایت کیا اس نے ہمیں عمر بن ہارون سے اس نے یونس سے اس نے زہری سے حدیث کو مرفوع نقل کیا۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہے اس لئے کہ عمر بن ہارون کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے بلکہ یحییٰ بن معین اور صالح جزرۃ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے لہٰذا اس سے مروی حدیث ساقط الاعتبار ہے۔

یہ حدیث سنن بیہقی (ج ۳۱۴/۹) میں اسی طریق سے ہے جس طریق سے سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے لیکن اس میں حدیث ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے اس نے بیان کیا شائد اس سے مقصود زہری ہے جنوں سے تحفظ کے لئے ذبائح سے روکنے سے مقصود یہ ہے کہ کسی مکان کو خرید کرنے کے بعد اس سے جنوں کے اثرات وغیرہ کے ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی جانور ذبح کیا جائے تا کہ بدشگونی کا اثر ختم ہو جائے اور ابوعبید نے بیان کیا حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگ بدشگونی سے بچتے ہوئے جانور ذبح کرتے تھے کہ اگر ہم نے جانور ذبح نہ کیا تو ممکن ہے اس مکان میں رہائش پذیر ہوتے ہوئے انہیں جنوں کی طرف سے کسی قسم کی گزند نہ پہنچ جائے رسول اللہ ﷺ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا۔

میں کہتا ہوں: آپ کے علم میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ ان جانوروں کے ذبح کرنے سے روکنے کے لئے احادیث صحیحہ موجود ہیں جو بدشگونی پکڑنے سے منع کرتی ہیں، واللہ اعلم۔

(۲۴۱) «إِنَّ مِنَ السَّرَفِ أَنْ تَأْكُلَ مَا اشْتَهَيْتَ»

ترجمہ: ''بلاشبہ یہ اسراف ہے کہ آپ جو چاہیں تناول کریں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجة (۳۲۲/۲) نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع (۱/۸) میں، ابونعیم نے الحلیة (۲۱۳/۱۰) میں متعدد طرق سے بقیہ بن ولید (راوی) سے اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن ابی کثیر نے بتایا اس نے نوح بن ذکوان سے اس نے حسن سے اس نے انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا، ابوالحسن سندھی (رحمہ اللہ) نے ابن ماجة کے حاشیہ پر تحریر کیا، زوائد میں اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ نوح بن ذکوان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، دمیری نے بیان کیا کہ اس حدیث کا اس پر انکار کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة میں دارقطنی کی روایت سے اس نے یحییٰ بن عثمان سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے اور تبصرہ کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں یحییٰ اور نوح دونوں (راوی) منکر الحدیث ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلی (۲۴۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ یحییٰ راوی بریٔ الذمہ ہے بعدازاں اس نے ابن ماجہ کی روایت کو ان طرق سے جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور خرائطی کی روایت کو اعتلال القلوب میں ایک دوسرے طریق سے اس نے بقیہ سے بیان کیا اس لحاظ سے اس حدیث کے بارے میں بقول سیوطی تہمت صرف نوح بن

ذکوان میں ہے یہ بھی اس بات کو متضمن ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور یہ بات ظاہر باہر ہے اس کے باوجود اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن ماجہ کی روایت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

البتہ مناوی (رحمہ اللہ) کا الجامع الصغیر کی شرح میں کہنا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے البتہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے شواہد موجود ہیں میرا خیال ہے کہ یہ اس کا وہم ہے مجھے اس کا ایک شاہد بھی دستیاب نہیں ہوا اگر اس کا شاہد معلوم ہوتا تو امام سیوطی (رحمہ اللہ) بلا تاخیر اس کا شاہد ذکر کر دیتے اور ابن جوزی پر تعاقب کرتے جیسا کہ ان کی عادت ہے اسی طرح علامہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کا کوئی بھی شاہد الترغیب (۱۲۴/۳) میں نہیں نہ ہی عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۵۵/۱) میں بیان کیا واللہ اعلم۔

نیز اس حدیث میں ایک اور علت ہے جو ابن جوزی اور سیوطی (رحمہما اللہ) دونوں کی نظر سے مخفی رہی حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ یوسف بن کثیر (راوی) جو بقیہ کے ان اساتذہ میں سے ہیں جو غیر معروف ہیں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی المیزان میں بھی اسی طرح ہے نیز اس مقام میں ایک تیسری علت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حسن بصری (راوی) لفظ عن کے ساتھ روایت کرتا ہے جب کہ وہ مدلس ہے لہٰذا منذری نے بیہقی سے جو نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے دھوکے میں نہ واقع ہوا جائے۔

اس لئے کہ یہ علماء کی لغزشوں سے ہے جن کے پیچھے نہیں چلنا چاہئے بعد ازاں میں نے مزید کہا ہے کہ شاید مناوی آگے ذکر ہونے والی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مثل کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ۲۵۸ نمبر میں ذکر ہوگی لیکن یہ حدیث تو مخرج لفظ معنیٰ کے لحاظ سے اور حدیث ہے مزید برآں اس کی سند ضعیف ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۲۴۲) ((اَحْيُوا قُلُوبَكُمْ بِقِلَّةِ الضِّحْكِ وَقِلَّةِ الشَّبْعِ، وَطَهِّرُوهَا بِالْجُوْعِ تَصْفُوْ وَتَرِقُّ))

ترجمہ: ”تھوڑا ہنستے ہوئے اور تھوڑی خوراک کھا کر اپنے دلوں میں زندگی کو اجاگر کرو اور بھوکے رہ کر ان کو پاکیزہ کرو تمہارے دل اس طرح (برائی کی جانب توجہ کرنے سے) خود کو روکیں گے اور ان میں رقت پیدا ہوگی“

تحقیق: حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے تخریج الاحیاء (۴۳/۳) میں عراقی کے کلام سے اور الطبقات الکبری (۱۶۳/۴) میں التاج السبکی کی وضاحت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۲۴۳) «اَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ قَلَّ طَمْعُهُ وَضِحْكُهُ وَيَرْضٰى بِمَا يَسْتُرُبِهِ عَوْرَتَهُ»

ترجمہ: ''لوگوں میں وہ شخص زیادہ فضیلت والا ہے جس میں طمع نہیں ہے اور جو کم ہنستا ہے اور اتنے لباس میں خوش رہتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ سکے''

تحقیق: اس حدیث کا بھی کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء (۶۹/۳) میں اور التاج السبکی نے الطبقات الکبری میں وضاحت کی ہے کہ ہمیں اس کا اصل نہیں مل سکا ہے۔

(۲۴۴) «اَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُكُمْ جُوْعًا وَتَفْكِيْرًا فِي اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَاَبْغَضُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُلُّ نَؤُوْمٍ اَكُوْلٍ شَرُوْبٍ»

ترجمہ: ''قیامت کے دن تم میں وہ لوگ اللہ کے ہاں بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے جو لمبا عرصہ بھوکے رہتے ہیں اور اللہ سبحانہ کی ذات کی سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں اور قیامت کے دن وہ لوگ اللہ کے ہاں مبغوض ترین ہوں گے جو زیادہ نیند میں مستغرق رہتے ہیں بسیار خور ہیں اور مشروبات کا استعمال مبالغہ سے کرتے ہیں''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اگرچہ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الاحیاء (۹۶/۳) میں حسن بصری (رحمہ اللہ) سے مرسل مرفوع کیا ہے چنانچہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں اور التاج السبکی نے الطبقات (۱۶۲/۴) میں واضح کیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں۔

(۲۴۵) «اِلْبَسُوا وَاشْرَبُوْا فِي اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ فَاِنَّهُ جُزْءٌ مِنَ النُّبُوَّةِ»

ترجمہ: ''لباس اور کھانے پینے میں ضرورت سے نصف حاصل کرو اس طرح کرنا نبوت کا ایک حصہ ہوگا''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۶۹/۳) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الکبری (۱۶۲/۴) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۶) «اِنَّ الْاَكْلَ عَلَى الشَّبْعِ يُوْرِثُ الْبَرَصَ »

ترجمہ: ''کھانے پر کھانا برص کی بیماری پیدا کرتا ہے''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یہ حدیث بھی باطل احادیث سے ہے جن کو کثرت کے ساتھ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیفات میں مندرج کیا ہے بالخصوص الاحیاء میں اس قسم کی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۷۰/۳) میں اس حدیث کے بارے میں تخریج الاحیاء میں بیان کیا کہ مجھے اس حدیث کا اصل نہیں مل سکا ہے، نیز عبدالوہاب السبکی نے الطبقات الکبریٰ (۱۶۳/۴) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۷) «جَاهِدُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ فَاِنَّ الْاَجْرَ فِي ذٰلِكَ كَاَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جُوْعٍ وَعَطَشٍ»

ترجمہ: ''اپنی جانوں کو بھوکے پیاسے رکھ کر جہاد کرو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور بلاشبہ کوئی عمل بھوکے اور پیاسے رہنے سے زیادہ اللہ کے ہاں محبوب نہیں ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں امام غزالی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء (۶۹/۳) میں اس کو بیان کیا ہے اور جزم کے ساتھ اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کے سلسلہ میں موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں نیز حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے بھی تخریج میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے نیز امام سبکی (رحمہ اللہ) نے بھی الطبقات الکبریٰ (۶۲/۴) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۸) «سَيِّدُ الْاَعْمَالِ الْجُوْعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوْفِ »

ترجمہ: ''بھوکا رہنا تمام اعمال سے بہتر ہے اور اونی لباس پہننے سے نفس کو انکساری ملتی ہے''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۹/۳) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الکبریٰ (۱۶۲/۴) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۹) «اَلْفِكْرُ نِصْفُ الْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ الطَّعَامِ هِيَ الْعِبَادَةُ»

ترجمہ: ''تفکر نصف عبادت ہے اور کم خوراک کھانا ہی عبادت ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے عراقی نے تخریج الاحیاء (۴/۶۹) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۵۰) «كَانَ اِذَا تَغَدّٰى لَمْ يَتَعَشَّ وَاِذَا تَعَشّٰى لَمْ يَتَغَدَّ»

ترجمہ: ''جب آپ صبح کھانا کھا لیتے تو رات کو نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھاتے تو صبح کا کھانا نہیں کھاتے تھے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن بشران نے اس حدیث کو الامالی (۱/۷۳) میں اور ابن عساکر نے اخبار لحفظ القرآن (ق ۲/۸) کے (آخری جز) میں نیز التاریخ (۱/۶۵/۱۱) میں سلیمان بن عبد الرحمٰن سے اس نے بیان کیا ہمیں ایوب بن حسان الجرشی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں وضین بن عطاء نے اس نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اس نے کہا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کی دعوت دی گئی اس نے دیکھا کہ کھانا زرد رنگ اور سبز رنگ پر مشتمل ہے اس نے کہا کہ تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ تھے (حدیث بیان کی) میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ وضین بن عطاء راوی سیء الحفظ ہے اس لئے ضعیف ہے، مزید برآں بظاہر حدیث مرسل ہے اس لئے کہ عطاء نے عن ابی سعید کہا ہے گویا کہ اس سے ملا نہیں ہے۔

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج حافظ عراقی نیز التاج السبکی پر مخفی ہے جب کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا شماران احادیث سے ہوتا ہے جن کا امام غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے اور ان کا کچھ اصل نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی نسبت الجامع الصغیر میں حلیۃ الاولیاء تالیف ابونعیم کی طرف کی ہے لیکن مجھے یہ حدیث حلیۃ الاولیاء کی فہرست البغیۃ میں نہیں مل سکی ہے۔

(۲۵۱) «مَنْ اَجَاعَ بَطْنَهٗ عَظُمَتْ فِكْرَتُهٗ وَفَطِنَ قَلْبُهٗ»

ترجمہ: ''جس شخص نے اپنے پیٹ کو بھوکا رکھا اس کی سوچ میں عظمت نمودار ہوتی ہے اور اس کے دل میں فطانت جلوہ گر ہوتی ہے''

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ الاحیاء (۳/۷۳) کی تخریج میں حافظ عراقی کا کلام بھی اسی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ مزید برآں علامہ سبکی نے الطبقات (۴/۱۶۳) میں ذکر کیا ہے۔

(۲۵۲) «اَلْبِطْنَةُ اَصْلُ الدَّاءِ، وَالْحِمْيَةُ اَصْلُ الدَّوَاءِ، وَعَوِّدُوْ كُلَّ جِسْمٍ مَا اعْتَادَ»

ترجمہ: ''پیٹ کا بڑھا ہونا پیٹ میں خوراک ڈالنے کا لالچ اصل بیماری ہے اور بیماری سے خود کو بچا کر رکھنا پرہیز کرنا اصل علاج معالجہ ہے اور تم ہر جسم کو اس کی عادت کے مطابق خوراک کے عمل کو جاری رکھو''

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو احیاء العلوم میں مرفوع نبی ﷺ کا قول بتایا ہے مزید عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے اصل کو نہیں پایا ہے جب کہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد الحسنۃ (۱۰۳۵) میں اس کا اقرار کیا ہے، مزید برآں محقق امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۳/۹۷) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ وہ حدیث جو اکثر لوگوں کی زبانوں سے سنی جاتی ہے کہ غذائیت میں پرہیز بنیادی علاج ہے جب کہ معدہ بیماری کا مرکز ہے، مزید برآں تم اپنے جسم میں ہر اس چیز کو داخل کرو جس کا وہ عادی ہو چکا ہے، دراصل یہ حدیث حارث بن کندہ کا قول ہے جو عرب میں علم وحکمت کے بارے میں شہرت رکھتا تھا، اس کو مرفوع حدیث قرار دینا ہرگز مناسب نہیں اکثر ائمہ حدیث کا یہی قول ہے۔

البتہ علامہ سخاوی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ خلال (راوی) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا ذکر کیا ہے کھانے سے خود کو روکے رکھنا یعنی بھوک برداشت کرنا علاج ہے جب کہ معدہ بیماری ہے اور جسم کو اس چیز کا عادی بناؤ جس کا وہ عادی ہے جب کہ بظاہر یہ حدیث مرفوع دکھائی دیتی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت الدرر کتاب میں کی ہے جیسا کہ کشف الخفاء (۲/۴/۱۷۸۸) میں ہے، نیز اس نے اس کو الجامع الکبیر (۲/۳۲۰/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ انہوں نے اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا ہے تاکہ سند کے بارے میں غور کیا جاتا بلکہ اغلب خیال یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

بعدازاں میں نے معلوم کیا کہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کو زاد المعاد (۳/۱۰۲) میں ذکر کیا ہے حارث بن کلدہ کا اس لفظ کے ساتھ کلام بھی ذکر کیا ہے جبکہ یہی مناسب ہے، بعدازاں امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے، الأزم سے مقصود خود کو کھانے سے روکنا بھوکے رہنا ہے، جب کہ یہ کیفیت ان لوگوں کیلئے اکسیر علاج ہے جن کی بیماری کا سبب پیٹ کا غذائیت سے ہر لمحہ پر رہنا ہے اس لئے سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ معدے کو غذائیت سے اِسْتِفْرَاغ کی صورت اختیار کی جائے۔

جب کہ اس مناسبت کے لحاظ سے میں کہتا ہوں: کہ میں نے خود کو ۱۳۷۹ھ کے اواخر میں مسلسل چالیس (۴۰) دن معدے کو غذائیت سے خالی رکھا اس دوران میں نے کھانے کو زبان پر نہ رکھا البتہ اس دوران میرے پیٹ میں پانی داخل ہوتا رہا جب کہ اس پرہیز سے مقصود بعض بیماریوں سے شفا یاب ہونا مقصود تھا تو کچھ بیماریوں سے مجھے شفا حاصل ہوئی جب کہ کچھ بیماریاں بدستور موجود ہیں جب کہ میں نے اس سے پہلے تقریباً دس سال تک بعض اِطبّاء کی نگرانی میں علاج کروایا لیکن بظاہر کچھ فائدہ نہ ہوا البتہ اس فاقہ کشی کے نتیجہ میں ہی دو فائدوں سے ہم کنار ہوا جن کا مجھے احساس ہے۔

پہلا فائدہ: انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ لمبی مدت تک بھوک کو برداشت کر سکتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسرا فائدہ: پیٹ کو ہمیشہ غذائیت سے بھرپور رکھنے والے لوگ جب بیمار ہو جائیں تو بھوک انہیں بیماری سے شفا عنایت کرتی ہے۔

اس طرح امام ابن القیم (رحمہ اللہ) نے بھی وضاحت کی ہے جب کہ دیگر لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے البتہ مختلف قسم کی بیماریوں میں فائدہ نہیں ہوتا ہے البتہ ایک کتاب جس کا نام التطبیب بالصوم ہے کہ روزوں کے ساتھ بھی علاج معالجہ کرنا درست ہے جو کہ ایک یورپین دانشور کی تصنیف ہے اس لحاظ سے تسلیم کر لینے میں کچھ قباحت نہیں کہ علم کو محصور نہیں کیا جا سکتا اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ صاحب علم سے بڑھ کر علم کے متوالے معاشرہ میں موجود دکھائی دیتے ہیں۔

(۲۵۳) ((صُومُوا تَصِحُّوا))

ترجمہ: ''روزے رکھو تم صحت و تندرستی سے ہمکنار رہو گے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے حافظ عراقی نے احیاء العلوم میں اس کی تخریج (۷۵/۳) کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے الطب النبوی میں اس حدیث کو ابوہریرہ سے ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: الترغیب (۶۰/۲) میں علامہ منذری اور مجمع الزوائد (۱۷۹/۳) میں علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ اسناد میں ثقہ راویوں کی موجودگی میں ممکن ہے کوئی ایسی علت موجود ہو جو اس کے ضعیف بنانے پر متقاضی ہو جیسا کہ اس حقیقت

سے وہ شخص نا آشنا نہیں ہے جس کو اس کے علم کے قواعد کی معرفت حاصل ہو اور عین ممکن ہے کہ علامہ صغانی نے مبالغہ کیا ہو جب اس نے (ص ۷) پر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

مزید برآں حدیث کے الفاظ ان دونوں ہی کے نزدیک یہ ہیں کہ ((اُغْزُو تَغْنَمُوا وَصُومُوا تَصِحُّوا وَسَافِرُوا تَسْتَغْنُوا)) "جہاد کرو تم غنیمت سے بہرہ ور رہو گے اور روزے رکھو تم تندرست رہو گے اور سفر کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے" جب کہ اس حدیث کو روزے کے الفاظ کے بغیر ذکر کیا گیا ہے آگے ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵۴) ((سَافِرُوا تَصِحُّوا، وَاُغْزُوا تَسْتَغْنُوا))

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور جہاد کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام احمد (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند (۲/۳۸۰) میں ابن لہیعہ سے ذکر کیا ہے اس نے دراج سے اس نے ابن حجیرہ سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند ضعیف ہے ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے اس کے حافظہ میں ضعف تھا جب کہ دراج راوی منکر روایات بیان کرتا ہے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۰۶) میں اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ حدیث منکر ہے مزید برآں اس حدیث کی ایک شاہد حدیث ہے وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہے اس کا آگے ذکر ہو رہا ہے۔

(۲۵۵) ((سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا))

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مند رہو گے اور فوائد حاصل کرو گے"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۹۹) میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۱۲/۱) میں ذکر کیا ہے ابن بشران (رحمہ اللہ) نے الامالی (۱/۲۶/۳) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے التاریخ (۱۰/۳۸۷) میں اور القضاعی نے (۲/۵۲) میں اور اسی طرح تمام الرازی (رحمہ اللہ) نے الفوائد میں محمد بن عبدالرحمن بن رداد سے اس نے عبداللہ بن دینار سے اس نے عبداللہ بن عمر سے مرفوع روایت کیا ہے نیز ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے مجھے علم نہیں کہ اس حدیث کو رواد کے سوا نے ذکر کیا ہو جب کہ اس کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں جب کہ ابو حاتم نے اس کے بارے میں اس سے پہلے (۳/۲/۱۱۵) میں بتایا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے حدیث اس کے ذہن سے نکل جاتی تھی

جب کہ ابوزرعہ (رحمہ اللہ) نے اس کو کمزور کہا ہے، اور میزان الاعتدال میں اس کو اس کی منکرات احادیث میں شامل کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابوحاتم (رحمہ اللہ) کے بیٹے نے اس کے بارے العلل (۲/۳۰۶) میں وضاحت کی ہے کہ میرے والد نے اس کو منکر حدیث کہا ہے جبکہ ابن الرواد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ حدیث کی علت یہی ہے۔

جب کہ علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) سے (۳/۲۰۱) میں یہ حقیقت اوجھل رہی کہ اس کو ایک دوسرے راوی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے جو صرف طبرانی کی سند میں ہے پھر اس کو ابن عدی نے (۲/۱۸۹) میں سوار بن مصعب سے اس نے عطیہ سے اس نے ابوسعید سے مرفوع بیان کیا ہے نیز اس نے واضح کیا ہے کہ اس سوار (راوی) کی اکثر احادیث محفوظ نہیں ہیں میں کہتا ہوں: کہ عطیہ عوفی بھی تو ضعیف راوی ہے نیز اس حدیث کو عبدالرزاق نے معمر سے اس نے ابن طاؤس سے اس نے اپنے والد سے اس نے عمر کا قول پیش کیا ہے کہ یعنی موقوف ہے البتہ اوتغنموا موقوف نہیں ہے جیسا کہ الجامع الکبیر (۳/۲۰۳/۲) میں ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جب کہ شائد موقوف روایت درست ہے۔

(۲۵۶) «يُنَزِّلُ اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتُّوْنَ مِنْهَا لِلطَّائِفِيْنَ وَاَرْبَعُوْنَ لِلْعَاكِفِيْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَعِشْرُوْنَ مِنْهَا لِلنَّاظِرِيْنَ اِلَى الْبَيْتِ»

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ روزانہ ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس رحمتیں بیت اللہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لئے ہیں اور بیس رحمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو بیت اللہ کی دیکھنے والے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۳/۱۱۵/۱) میں خالد بن یزید عمری کی وساطت سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن عبداللہ بن عبید لیثی نے بتایا وہ ابن ابی ملیکۃ سے روایت کرتا ہے وہ عبداللہ بن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد موضوع ہے اس میں خالد بن یزید کو ابوحاتم اور یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے جیسا کہ ابن حبان کا قول ہے کہ خالد بن یزید موضوع احادیث کو ایسے رواۃ سے بیان کرتا ہے جو درست ہیں، مزید اس حدیث کے دو طریق ہیں وہ بھی موضوع ہیں جبکہ اس کے بعض الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے مغائر ہیں جب کہ ان دونوں کا تذکرہ ان کی اسانید پر کلام کے ساتھ (۱۸۷-۱۸۸) نمبر احادیث میں گزر چکا ہے جو شخص وضاحت کا طلبگار ہے وہ ان کی جانب رجوع کرے۔

(۲۵۷)((اِیَّاکَ وَالسَّرْفَ فَاِنَّ اُکْلَتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ مِنَ السَّرْفِ))

ترجمہ: ''تم خود کو اسراف سے دور رکھو ذہن نشین رکھیں کہ ایک دن میں دو بار کھانا بھی اسراف ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، علامہ غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۷۸/۳) میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے اس کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث الترغیب (۱۲۴/۳) میں ہے، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی جب کہ میں دن میں دو بار کھانا کھاتی تھی آپ نے حکم دیا اے عائشہ! کیا تجھے پسند ہے کہ تیری مشغولیت صرف پیٹ بھرنا ہو! یاد رکھیں دن میں دو بار کھانا تناول کرنا اسراف میں داخل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

مزید ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا اے عائشہ! تو نے دنیوی زندگی میں اپنے پیٹ کو مقدم رکھا ہے جب کہ دن بھر میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے امام منذری (رحمہ اللہ) کی وضاحت ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ابن لھیعہ راوی اپنے حافظہ کے باعث ضعیف ہے جب کہ اس کے مثل حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے حدیث نمبر ۲۴۱ کا مطالعہ کریں۔

(۲۵۸)((اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ یَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَیْفِهٖ اِلٰی بَابِ الدَّارِ))

ترجمہ: ''بلاشبہ سنت یہ ہے کہ ہر مسلمان شخص اپنے مہمان کیساتھ گھر کے دروازے تک نکلے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ (۳۲۳/۲) نے اس کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن الاعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۲۴۶) میں ذکر کیا ہے اور اس سے القضاعی نے (۱/۹۵) میں علی بن عروۃ کے طریق سے بیان کیا ہے وہ عبدالمالک سے وہ عطاء سے اور وہ ابو ہریرۃ سے مرفوع روایت کرتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ اسناد موضوع ہے اور اس کا سبب علی بن عروۃ راوی ہے امام ذہبی نے بیان کیا ہے ابن حبان کا قول ہے'' کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا صالح جزرہ وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے'' جبکہ یہ بھی ان سے ہے۔

بعدازاں مجھے اس کا ایک اور طریق ملا جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۱۶۹) سلم بن سالم بلخی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہمیں ابن جریج نے بیان کیا وہ عطاء سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کرتے ہیں اس کو اس سلم (راوی) کے حالات میں اس کی دیگر روایات میں ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے کہا اس کی احادیث افراد اور غرائب ہیں اور اس نے اس کی ان احادیث کا انکار کیا ہے جن کا میں نے ان سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کثیر افراد نے اس کے ضعف پر اتفاق کو نقل کیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ سچ نہیں کہتا تھا جب کہ امام جوزجانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے، مزید برآں ابن جریج مدلس ہے اور اس حدیث کو لفظ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(۲۵۹) «لَا تَتَمَارَضُوا فَتَمْرَضُوا وَلَا تَحْفِرُوا قُبُورَكُمْ فَتَمُوتُوا»

ترجمہ: ''تم خود کو تکلف سے بیمار نہ کیا کرو ورنہ تم سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے اور تم اپنی قبروں کو خود تیار نہ کرو ورنہ تم فوراً موت سے ہمکنار ہو جاؤ گے''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۳۲۱/۲) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو عاصم بن ابراہیم داری نے محمد بن سلیمان صنعانی سے بیان کیا ہے وہ منذر بن نعمان افطس سے وہ وھب بن منبہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعاً لائے ہیں اس کے بارے میں میرے باپ نے وضاحت کی کہ یہ حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی علت دراصل یہ محمد بن سلیمان ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس راوی کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول ہے اور جس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے وہ منکر ہے اشارہ اسی حدیث کی جانب ہے۔

(۲۶۰) «اَطْعِمُوا نُفَسَاءَكُمُ الرُّطَبَ ،قَالُوا: لَيْسَ فِي كُلِّ حِينٍ يَكُونُ الرُّطَبُ، قَالَ:فَتَمْرٌ، قَالُوا : كُلُّ التَّمْرِ طَيِّبٌ فَاَيُّ التَّمْرِ خَيْرٌ ؟قَالَ: اِنَّ خَيْرَ تَمَرَاتِكُمُ الْبَرْنِيُّ يُدْخِلُ الشِّفَاءَ ،وَيُخْرِجُ الدَّاءَ، لَادَاءَ فِيهِ، اَشْبَعَهُ لِلْجَائِعِ، وَاَدْفَاهُ لِلْمَقْرُورِ»

ترجمہ: ''تم اپنی نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ انہوں نے سوال اٹھایا ہر وقت تو تازہ کھجوریں دستیاب نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا تو خشک کھجور کھلاؤ انہوں نے دریافت کیا جب

ہر خشک کھجور عمدہ ہے تو کونسی خشک کھجور بہتر ہے آپ نے فرمایا تمہاری کھجوروں میں سے سب سے بہتر کھجور برنی قسم کی کھجور ہے جو شفا عطا کرتی ہے اور بیماری کو دور کرتی ہے اس میں ہرگز بیماری نہیں ہے اس کھجور کے استعمال سے بھوکا انسان خوب سیر ہو جاتا ہے اور جس شخص کو ٹھنڈک تنگ کر رہی ہو اس کھجور کے استعمال سے اس کو گرمی حاصل ہو گی''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن سمعون واعظ نے اس حدیث کو الامالی (۱/۱۹۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابوبکر محمد بن جعفر المطیری نے اس نے کہا ہمیں قاسم بن اسماعیل کوفی نے اس حدیث سے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب العکلی نے اس نے شعبہ سے اس نے یعلیٰ بن عطاء الطائفی سے اس نے شہر بن حوشب سے اس نے ابوامامہ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے سبھی راوی ثقہ اور مشہور ہیں البتہ القاسم راوی کے حالات کو میں نے نہیں پایا جب کہ شہر بن حوشب (راوی) ضعیف ہے حجت کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ وہ کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا تھا اور شاید اسی وجہ سے امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس کی روایت کو دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ منذری کی الترغیب کے خاتمہ (۴/۲۸۴) میں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ سچا راوی ہے جب کہ کثرت ارسال اور وہم کے ساتھ مشہور ہے، پھر میں نے ابونعیم کی تالیف الطب (۲۳-۲۴) میں دوسرے طریق شعبہ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اس لحاظ سے علت شہر بن حوشب راوی کے بارے میں بند ہو کر رہ گئی ہے مزید اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۱۵۶) میں پہلے ذکر کردہ حدیث کے شاہد کو ۲۳۴ نمبر میں ابن السنی اور ابونعیم دونوں کی روایت سے الطب کتاب میں شعبہ کے طریق سے اس کو ذکر کیا ہے ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے اس نے اسی طرح نقل کیا ہے جب کہ اس میں ہرگز وہ بات پوشیدہ نہیں ہے جس کا ہم نے شہر راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۱) ((اَحْسِنُوا اِلَى عَمَّتِكُمُ النَّخْلَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ آدَمَ فَفَضَلَ مِنْ طِيْنَتِهَا فَخَلَقَ مِنْهَا النَّخْلَةَ))

ترجمہ: ''تم اپنی پھوپھی کھجور کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو اس لئے کہ اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو اس سے کچھ مٹی باقی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کھجور کو پیدا کیا''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۵۷) میں اور باطرقانی نے اس حدیث کو اپنی جزء (۲/۱۵۷) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں یہ ذکر کیا ہے سبھی رواۃ جعفر بن احمد بن علی غافقی سے روایت کرتے ہیں اس نے بتایا کہ ہمیں ابوصالح اللیث کے کاتب نے بیان کیا اس نے وکیع سے اس نے اعمش سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا جب کہ ابن عدی اور ابن جوزی (رحمہما اللہ) نے بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بلاشبہ جعفر نامی شخص نے اس کو وضع کیا ہے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور جعفر راوی حدیث وضع کرنے والا ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۱۵۶) میں اپنی عادت کے مطابق اس کا تعاقب کیا ہے لیکن کچھ نہ کر سکا جب کہ اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ اس حدیث کا ایک شاہد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا تذکرہ اس کے بعد آ رہا ہے جب کہ اس میں شدید قسم کے طعن موجود ہونے کا آپ ملاحظہ کریں گے مزید برآں اس کے عجائبات سے ہے کہ نہ تو اس نے اس کی اسناد کو بیان کیا ہے اور نہ اس کی حالت کو بیان کیا ہے۔

(۲۶۲) «خُلِقَتِ النَّخْلَةُ وَالرُّمَّانُ وَالْعِنَبُ مِنْ فَضْلِ طِينَةِ آدَمَ عليه السلام»

ترجمہ: "کھجور انار اور انگور آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں"

تحقیق: حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے محاملی نے اس کو الأمالی کی تیسری جلد (۳۸/۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس سے (۲/۳۰۹/۲) میں حاکم بن عبد اللہ بن کلبی سے روایت کیا ہے جو ابو سالم کنیت کے ساتھ متعارف ہے قزوین کا رہائشی ہے وہ یحییٰ بن سعید البحرانی سے جس کا شمار اہل غطیف سے ہے وہ ابو ہارون عبدی سے روایت کرتے ہیں وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اس نے بیان کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کھجور درخت کی تخلیق کس سے ہوئی؟ تو اس نے یہ حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی نہایت ضعیف ہے اور ابو ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جوین ہے جس کو فن رجال میں متروک قرار دیا گیا ہے جب کہ ان میں بعض راوی ایسے ہیں جن کو اس نے کذاب کہا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے جب کہ اس درجہ کی شدت کے ضعف کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا

اللآلی میں اس حدیث کیلئے بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ابن عساکر کی روایت سے ہے جب کہ اس نے اس پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ہے جب کہ اس پر امام مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز اس حقیقت کو اجاگر کر رہا ہے کہ اس نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ ابن عساکر سے زیادہ مشہور ہوا ور نہ زیادہ قدیم ہو حالانکہ دیلمی نے اس کو ابو سعید سے نکالا ہے لیکن اس کی سند میں طعن ہے۔

میں کہتا ہوں: المحاملی شخص دیلمی سے زیادہ شہرت یافتہ اور قدیم ہے تو اس کی جانب نسبت کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ توفیق عطا کرنے والی ذات صرف اللہ کی ذات ہے۔

(۲۶۳) ((اَکْرِمُوا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ فُضْلَةِ طِيْنَةِ اَبِيْكُمْ آدَمَ وَلَيْسَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ اَکْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَجَرَةٍ وُلِدَتْ تَحْتَهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ فَاَطْعِمُوا نِسَاءَ كُمُ الْوَالِدَ الرُّطَبَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ رُطَبًا فَتَمْرٌ))

ترجمہ: ”تم اپنی پھوپھی کھجور کے اکرام میں توجہ کرو اس لئے کہ اس کو تمہارے باپ آدم کی بقیہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جب کہ درختوں میں سے کوئی درخت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ عزت والا نہیں ہے جس کے سائے میں مریم بنت عمران کی پیدائش ہوئی تو تم اپنی بیویوں کو عمدہ تازہ کھجوریں کھلاؤ اگر تازہ کھجوریں دستیاب نہ ہوں تو خشک کھجوریں کفایت کریں گی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۴۳۰) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳۰) میں اور باغندی نے حدیث شیبان (۱/۱۹۰) میں اور اس کے غیر میں اور ابن عساکر نے (۲/۳۰۹/۲، ۱۹/۲۶۷/۱) میں اور ابو نعیم نے الطب (۲/۲۳/۲) میں اور الحلیة (۶/۱۲۳) میں اور اس نے ذکر کیا ہے مسرور بن سعید بن تمیمی کے طریق سے اس نے اوزاعی (رحمہ اللہ) سے اس نے عروہ بن رُدین بن علی سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں شیبان سے اس کو بیان کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) اور ابن مردویہ دونوں نے تفسیر میں اس کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کا اول شاہد ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور اس کے آخر کا بھی ایک شاہد ہے ابو نعیم نے اس کو اوزاعی کی حدیث سے جو عروۃ سے مرفوع روایت کرتا ہے نے کہا ہے یہ حدیث

غریب ہے اس میں مسرور بن سعید (راوی) متفرد ہے عقیلی نے وضاحت کی ہے حدیث محفوظ نہیں ہے صرف مسرور سے ہی اس کو معلوم کیا جاتا ہے نیز ابن عساکر نے کہا ہے کہ عروۃ کی علی سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور حدیث غریب ہے جب کہ تیمی (راوی) مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ متھم ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے ابن حبان نے اس حدیث کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ اوزاعی (رحمہ اللہ) سے کثرت کے ساتھ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو ابو نعیم کے طریق سے الموضوعات میں درج کیا ہے، نیز اس نے اس کو غیر صحیح کہا ہے جب کہ مسرور (راوی) منکر الحدیث ہے وہ اوزاعی سے منکر روایات بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے الآلی (۱۵۶/۱) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو عقیلی نے ذکر کیا ہے اور اس کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

نیز یہ کہ یہ حدیث صرف مسرور کے ساتھ معروف ہے، نیز اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اوزاعی سے منکر ہے اور عروہ کی حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے جب کہ مسرور غیر معروف راوی ہے اس کا ذکر صرف اس حدیث میں ہے، میں کہتا ہوں: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے، یہ شاہد بننے کی بالاتفاق صلاحیت نہیں رکھتی ہے جب کہ میں نے اس کی کیفیت کو اس سے ذرا پہلے واضح کیا ہے جب کہ دوسری وہ وہ حدیث ہے جو (۲۶۱) میں گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں واضح کر دیا تھا کہ اس کی اسناد ضعیف ہے بعد ازاں اس نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو کہ آ رہی ہے۔

(۲۶۴) «مَا لِلنُّفَسَاءِ عِنْدِي شِفَاءٌ مِثْلُ الرُّطَبِ وَلَا لِلْمَرِيْضِ مِثْلُ الْعَسَلِ»

ترجمہ: ”نفاس والی عورتوں کے لئے تازہ کھجور کا استعمال جس قدر شفا عطا کرتا ہے اس قدر دیگر کوئی چیز نہیں جب کہ بیمار شخص کے لئے شہد کے برابر کوئی چیز نہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے الطب میں اس کا ذکر ابو ہریرۃ سے مرفوعاً کیا ہے علامہ سیوطی نے اس سے پہلی حدیث کیلئے بطور شاھد کے ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا تا کہ اس کو دیکھ لیا جاتا اور نہ اس نے اس پر کلام کیا ہے تا کہ اس کی حالت کو وہ شخص معلوم کر سکے جس کو اس کی حالت کا علم نہیں ہے جب کہ اگر اس کو موضوع نہ کہا جائے تو ضعیف کہنا ضروری ہے، مزید اس حدیث کے بارے میں خیال درست ثابت ہوا جب میں نے دیکھا کہ اس نے اس کو الطب (۱/۲۴/۲) میں علی بن عروۃ

سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے ابو ہریرۃ سے مرفوع بیان کیا ہے۔
میں کہتا ہوں: کہ علی بن عروہ (راوی) کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا جبکہ اس کی یہ حدیث ۱۱۹ نمبر حدیث میں گزر چکی ہے نیز اس حدیث کو علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۵)((یَا اَبَا هُرَیْرَةَ، عَلِّمِ النَّاسَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمْهُ فَإِنَّکَ إِنْ مُتَّ وَاَنْتَ کَذٰلِکَ زَارَتِ الْمَلَائِکَةُ قَبْرَکَ کَمَا یُزَارُ الْبَیْتُ الْعَتِیْقُ ،وَعَلِّمِ النَّاسَ سُنَّتِی وَإِنْ کَرِهُوْا ذٰلِکَ وَإِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ لَا تُوْقَفَ عَلَى الصِّرَاطِ طَرْفَةَ عَیْنٍ حَتّٰی تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَا تُحْدِثْ فِی دِیْنِ اللّٰهِ حَدَثاً بِرَأْیِکَ))

ترجمہ: ''اے ابو ہریرۃ آپ لوگوں کو قرآن کی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں اور خود بھی تعلیم حاصل کریں تو حقیقت یہ ہے کہ اگر تو اسی حالت پر فوت ہو جائے تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جیسا کہ اللہ کے گھر کی زیارت کی جاتی ہے جس کا وصف عتیق ہے کہ اس کی زیارت کرنے سے زائرین دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں مزید برآں لوگوں کو میری سنت کی تعلیم سے آگاہ کرو اگر چہ وہ ناپسندیدہ جانیں اور اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے پل صراط پر آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی رکاوٹ نہ ہو کہ تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے تو اللہ کے دین میں ہرگز کسی بدعت کا اپنی رائے سے ایجاد نہ کریں''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کو الخطیب نے (۳۸۰/۴) میں ذکر کیا ہے اور ابو الفرج ابن المسلمة نے الأمالی (۲/۱۲۰) کی ایک مجلس میں عبد اللہ بن صالح یمانی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ مجھے ابو ہمام قرشی نے سلمان بن مغیرۃ سے بیان کیا اس نے قیس بن مسلم سے اس نے طاؤس سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اسی طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں بیان کیا ہے اور اس نے حکم لگایا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابو ہمام محمد بن مجیب (راوی) دراصل محبب ہے مجیب نہیں ہے اس میں تبدیلی ہے جب کہ یحیٰی نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ذاهب الحدیث کا حکم لگایا ہے، مقصود اس کا ضعیف ہونا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۲۲/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے بتایا ہمیں

محمد بن عبدالرحیم بن شبیب نے محمد بن قدامہ مصیصی سے بیان کیا ہے وہ جریر سے وہ اعمش سے وہ ابو صالح سے وہ ابو ہریرۃ ﷺ سے مرفوع لائے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس نے اس کو اس کے مثل بیان کیا البتہ اس نے کہا کہ اگر تجھ پر موت طاری ہو جائے اور تیری یہ کیفیت ہو تو فرشتے تیری قبر کی جانب حج کرنے کے لئے آئیں گے جیسا کہ ایماندار بیت الحرام کا حج کرنے جاتے ہیں البتہ اس پر علامہ سیوطی نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ میرے نزدیک پہلے سے زیادہ غلط ہے جب کہ اس میں قبر کی جانب حج کرنے کا ذکر ہے جب کہ یہ کیفیت بالکل جدید ہے شریعت میں اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور اس پر حج کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

جب کہ حج کا اطلاق تو بیت الحرام کی زیارت کا نام ہے جب کہ قبروں کی زیارت پر حج کا اطلاق بدعتی لوگ کرتے ہیں جو قبروں کی تعظیم میں غلو اختیار کرتے ہیں مثال کے طور پر قبروں کی زیارت کیلئے شد رحال کرتے ہیں بیت اللہ کے پڑوس میں رات گزارتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں بلکہ وہ وہاں پہنچ کر تضرُّع وزاری کیساتھ دعا کرتے ہیں حج کے شعائر ادا کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے **مناسک الحج والمشاهد والقبور** کے نام پر کتابیں مرتب کی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ اپنی کتابوں میں کیا ہے جب کہ اس سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہو سکتی ہے کوئی مسلمان جو توحید کی خوشبو سونگھتا ہے کہ اس کی جانب اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ ہو تو کیسے اس وقت باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ پر اس کلمہ کا اطلاق ہو کہ فرشتے آپ کی قبر کا حج کرتے ہیں جیسا کہ ایماندار لوگ بیت الحرام کا حج کرتے ہیں اے اللہ! دل گواہی دیتا ہے کہ نبی ﷺ کی زبان سے اس قسم کا کوئی لفظ صادر نہیں ہو سکتا تو ان لوگوں کو اللہ تباہ وبرباد کرے جنہوں نے اس قسم کے حج کرنے کو اپنی جانب سے وضع کر لیا ہے۔

جب کہ میں اس کے بارے میں اس ابن شبیب نامی شخص کو متہم کرتا ہوں اس لئے کہ اس کی اسناد کے تمام راوی اس کے علاوہ ثقہ ہیں البتہ عبداللہ بن محمد بن جعفر جو ابو نعیم کا استاذ ہے وہ تو ابو الشیخ ابن حبان (رحمہ اللہ) ہے جو حافظ اور ثقہ ہے **طبقات الاصبهانيين** کتاب کا مصنف ہے جب کہ اس کے کوائف امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی **تذكرة الحفاظ** (۱۴۷/۳-۱۴۹) میں موجود ہیں نیز **شذرات الذهب** (۶۹/۳) اور ان دونوں کے علاوہ کتب میں بھی موجود ہیں جب کہ دیگر سبھی رواۃ اس کے علاوہ ثقہ اور مشہور ہیں **تهذیب** میں ان کا تذکرہ (ص ۲۳۴) میں موجود ہے جب کہ ابن شبیب متہم ہے

مجھے اس کے حالات صرف طبقات الاصبھانیین میں ملے ہیں جب کہ اس نے بیان کیا ہے کہ محمد عبد الرحیم بن شبیب ابوبکر سن ۲۹۶ ہجری میں فوت ہوئے اس کا شمار ائمہ قراء سے ہوتا ہے اس نے عثمان بن ابی شیبہ اور ابن ماسر جس اور اسحاق بن اسرائیل اور مسکدان سے بیان کیا ہے اور ہم نے کچھ نہیں لکھا مگر اسی سے لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی چند احادیث کا ذکر کیا ہے انشاء اللہ ان میں سے بعض کا میں ذکر کروں گا جب کہ اس نے جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا لہٰذا وہ مجہول راوی ہے اور اس پر اس حدیث کا دارومدار ہے اور ابن عراق کو بھی اس کی معرفت نہیں ہے چنانچہ اس نے تنزیہ الشریعة (۶۹/۳) میں بیان کیا ہے کہ مجھے اس کے حالات پر آگاہی حاصل نہیں ہوئی ہے اور ابو نعیم کے شیخ کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ عبداللہ بن محمد بن جعفر قزوینی ہے اور وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ مقدمہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ابوالشیخ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ ابو نعیم اس سے کثرت کے ساتھ الحلیة میں اور اس کے سوا کتابوں میں کثرت کے ساتھ ان چیزوں کا تذکرہ ہے اور اگر وہ یہ کذاب ہے تو اس کی طرف نسبت کرنا تا کہ ان دونوں کے درمیان امتیاز حاصل ہو جائے تو پس آپ اس پر غور کریں۔؟

(۲۶۶) «كَانَ إِذَا اَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَّةِ اَنْ يَّنْسَاهَا جَعَلَ فِيْ يَدِهِ خَيْطًا لِيَذْكُرَهَا»

ترجمہ: ”جب آپ کسی ضروری کام کے بارے میں خطرہ محسوس کرتے کہ آپ اس کو فراموش نہ کر بیٹھیں تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں دھاگہ ڈالتے تا کہ وہ کام یاد آتا رہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو ابن عدی نے (۱/۱۷۲) میں اور حارث بن ابو اسامہ نے اپنی مسند میں زوائد سے اور ابوالحسن اخوی نے الفوائد (۲/۲۹) میں سالم بن عبدالاعلیٰ سے اس نے نافع سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے ذکر کیا ہے علامہ زرکشی فرماتے ہیں اس کی سند میں سالم بن عبدالاعلیٰ وضاع ہے (العلل لابی حاتم ۲/۲۵۲، الجرح والتعدیل لابی حاتم ۲/۱/۱۸۶، التاریخ لابن معین ۲/۸۶) لہٰذا حدیث باطل ہے۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۶۷) «مَنْ حَوَّلَ خَاتَمَهُ اَوْعِمَامَتَهُ اَوْ عَلَّقَ خَيْطًا فِيْ اِصْبَعِهِ لِيُذَكِّرَهُ حَاجَتَهُ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ يُذَكِّرُ الْحَاجَاتِ»

ترجمہ: ''جو شخص اپنی انگوٹھی کو پھیرتا رہتا ہے یا اپنی پگڑی کو پھیرتا رہتا ہے یا اس نے اپنی انگلی میں دھاگہ باندھا ہوا ہے تاکہ دھاگہ اس کو اس کی ضرورت یاد دلائے تو اس نے اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کیا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ضرورتوں کو یاد دلاتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳-۲) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں بشر بن حسین کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں زبیر بن عدی نے آگاہ کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کے اصل کا انکار کیا ہے اس کی سند میں بشر نامی (راوی) اپنے استاذ زبیر سے باطل روایات ذکر کرتا ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے بھی اللآلی (۲/۲۸۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے مزید اس پر اضافہ کیا ہے

میں کہتا ہوں: ابن حبان نے بیان کیا بشر بن حسین اصبہانی نے زبیر سے ایک مجموعہ جو ایک سو پچاس احادیث پر مشتمل تھا کا ذکر کیا، ابن عراق نے تنزیه الشریعة (۲/۳۲۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶۸) «مَنْ رَفَعَ قِرْطَاسًا مِنَ الْاَرْضِ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِجْلَالًا اَنْ يُدَاسَ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَخُفِّفَ عَنْ وَالِدَيْهِ وَاِنْ كَانَا مُشْرِكَيْنِ وَمَنْ كَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَجَوَّدَهُ تَعْظِيْمًا لِلّٰهِ غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ''جو شخص زمین سے اس لئے کاغذ اٹھاتا ہے کہ اس میں بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم تحریر ہے مزید برآں اس کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے وہ پاؤں تلے روندا نہ جائے تو اس شخص کو اللہ کے ہاں صِدِّیْقِیْن سے لکھا جاتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں اور جس شخص نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کو محض اللہ کی تعظیم کے لئے عمدہ انداز میں تحریر کیا تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

تحقیق: موضوع روایت ہے اس روایت کو ابو الشیخ ابن حبان نے طبقات الاصبهانيين (ص ۲۳۴) میں دو الگ مقام میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے (۱/۲۴۶) میں مکمل طور پر ابو سالم رواسی علاء بن مسلمہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابو حفص عبدی نے ابان سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع

روایت کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے اس کو ابن عدی کی روایت سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے واضح کیا ہے ابان (راوی) حد درجہ ضعیف ہے جب کہ ابوحفص (راوی) اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابوسالم علاء بن مسلمہ (راوی) کو محمد بن طاہر ازدی نے کذاب کہا ہے کہ اس سے روایت کرنا درست نہیں، جب کہ علامہ سیوطی نے اللآلی (۲۰۲/۱) میں آگاہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن عدی نے العبدی کے حالات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے یہ راوی اس لائق ہے کہ اس کو چھوڑا جائے نیز اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایسے طریق سے روایت کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

(۲۶۹) «اَلْعَالِمُ لَا یَخْرِفُ» ترجمہ: ''عالم شخص بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۴۰۹/۲) میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور میرے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو علاء بن یزید نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ عالم شخص احمق نہیں ہوتا اس میں العلاء (راوی) ضعیف ہے اس کی حدیث کو چھوڑا گیا ہے اور ہم نے بعض اہل علم کو پایا ہے جیسے مسعودی حریری سعید بن ابی عروبہ اور عطاء بن ابی سائب وغیرہ وہ عمر کے آخری حصے میں بے عقل ہو گئے تھے۔ میں کہتا ہوں: علاء راوی کے بارے میں ذہبی نے آگاہ کیا ہے کہ وہ شخص علم کے لحاظ سے ضائع تھا، ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ یہ شخص حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک من گھڑت نسخہ پیش کیا ہے اور حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے جو اس طرح ہے

(۲۷۰) «لَا یَخْرِفُ قَارِئُ الْقُرْآنِ»

ترجمہ: ''قرآن کی قرأت کرنے والا شخص خرافات سے محفوظ رہتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۲۵) میں ذکر کیا ہے مزید برآں ابن عراق نے اس کی متابعت کرتے ہوئے اس حدیث کو ابونعیم کے طریق سے تنزیه الشریعة (۲/۳۶) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں لاحق بن حسین نے خبر دی اس نے کہا ہمیں خیثمہ بن سلیمان نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبید بن محمد نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن یحیٰی بن جمیل نے بتایا اس نے کہا ہمیں بکر بن السرور نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں یحیٰی بن

مالک نے انس سے بیان کیا اس نے اپنے والد سے اس نے زہری سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، نیز اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۲/۱۱/۱۸) میں بیان کیا ابونعیم اور اس کے سوا کے طریق سے بتایا کہ ہمیں اس حدیث سے لاحق نے آگاہ کیا اس کے بعد علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میزان الاعتدال میں لاحق (راوی) کو کذاب کہا گیا ہے، نیز اس سے ابونعیم نے الحلیۃ اور اس کے سوا میں اس کے بارے میں مصائب کا ذکر کیا ہے جس سے جرح مترشح ہوتی ہے اور اللسان میں بیان کیا ہے، ادریسی کا قول ہے کہ ثقہ راوی کے ناموں پر احادیث وضع کرتا تھا اور شاید ہی جھوٹے لوگوں میں اس جیسا کوئی پیدا ہی نہ ہوا ہو جب کہ ابن السمعانی نے کہا ہے اس کا شمار کذاب لوگوں میں ہوتا ہے اس نے کچھ کتابیں اپنی جانب سے تحریر کی جن کے رواۃ کے ناموں کی معرفت نہیں ہے ابن النجار نے کہا کہ اس کے کاذب ہونے پر اتفاق ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سب باتوں کے باوجود علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ان احادیث کو شامل کیا ہے نیز عبدالرحمٰن بن نصر دمشقی نے الفوائد (۲/۲۲۶/۲) میں شعبی سے اس کے قول کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی سند ضعیف ہے شائد اس حدیث کو بعض کذاب قسم کے لوگوں نے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی اس کی مثل پایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۷۱) ((مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِعَقْلِهِ حَتّٰى يَمُوتَ))

ترجمہ: ''جس شخص نے قرآن کو اکٹھا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی عقل کے باعث فائدہ عطا کرے گا یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہوگا''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو ابوسعید بن اعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۱۱۱) میں بیان کیا ہے اس نے بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ ہمیں ابراہیم بن الہیثم یعنی البلدی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ابوصالح عبداللہ بن صالح نے اس نے کہا ہمیں رشدین بن سعد نے اس نے جریر بن حازم سے اس نے حمید سے اس نے انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اس کو ابن عساکر (۲/۱۱۱/۲) نے دوسرے طریق ابوصالح سے روایت کی ہے جب کہ اس کی سند نہایت ضعیف ہے رشد بن سعد راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ابن لھیعہ کو ترجیح دی ہے اور ابن یونس نے بتایا ہے کہ وہ دین کے لحاظ سے صالح تھا تو صالحین کی غفلت اس پر حدیث کے بارے میں اثرانداز ہوئی۔

میں کہتا ہوں: بظاہر یہ سب کچھ اس کی تخلیط کا نتیجہ ہے نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ خالد نے احادیث کو وضع کیا ہو جو عبد اللہ صالح کا پڑوسی تھا وہ عبد اللہ کی کتب میں موضوع احادیث درج کرتا تھا جب کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، میزان الاعتدال (۴۶/۲۔۴۸) دیکھیں

(۲۷۲) «اِعْتَبِرُوا عَقْلَ الرَّجُلِ فِیْ طُوْلِ لِحْیَتِهٖ وَنَقْشِ خَاتَمِهٖ وَكُنْيَتِهٖ»

ترجمہ: ''کسی شخص کی عقل کا اعتبار اس کی طویل داڑھی میں دیکھو اور اس کی انگوٹھی کے نقش اور اس کی کنیت میں دیکھو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی نے ذیل الاحادیث الموضوعه (ص۱۰) پر اس کا تذکرہ ابن عساکر کی روایت سے اس کی سند کے ساتھ عثمان بن عبد الرحمٰن الطوائفی سے اس نے یزید بن سنان اشعری سے اس نے ابو ودس اشعری سے بیان کیا کہ ہم معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے ایک شخص نمودار ہوا جس کی داڑھی طویل تھی اس پر معاویہ نے کہا تم میں سے کس شخص کو اللہ کے پیغمبر کی حدیث داڑھی کے طویل ہونے کے بارے میں معلوم ہے اس پر لوگ خاموش رہے اس دوران معاویہ نے کہا میں اس بارے میں کچھ محفوظ رکھتا ہوں۔

پس جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو معاویہ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم داڑھی کے بارے میں دریافت نہیں کر رہے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو سنا تھا اس کو بیان کر دیا، اس نے اس سے پوچھا تیری کنیت کیا ہے اس نے جواب میں ابو کوکب دری بتایا اس نے کہا تیری انگوٹھی کا نقش کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا وتفقد الطیر اس نے پھر پوچھا «مَالِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ» ''اور اس نے پرندے کو گم پایا اور کہا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ہدہد پرندہ نظر نہیں آ رہا ہے بلکہ وہ غائب ہے موجود نہیں ہے'' تو اس نے آگاہ کیا کہ ہم اللہ کے پیغمبر کی حدیث کو درست قرار دیتے ہیں امام سیوطی نے بیان کیا یزید راوی ضعیف ہے اور الطوائفی راوی کو ابن نمیر نے جھوٹا کہا ہے۔

(۲۷۳) «لَا حَبْسَ «اَیْ وَقْفَ» بَعْدَ سُوْرَةِ النِّسَاءِ»

ترجمہ: ''سورہ نساء کے بعد وقف نہیں ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو شرح معانی الآثار (۲۵۰/۲) میں اور طبرانی نے (۱/۱۱۴/۲) میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے سنن (۱۶۲/۶) میں عبد اللہ بن لهیعہ کے

طریق سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں عیسیٰ بن لهیعہ نے عکرمہ سے بیان کیا اس نے کہا میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا سورہ نساء کے نازل ہونے کے بعد اور وراثت کے حصے مقرر کرنے کے بعد اس کو ذکر کیا ہے اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ابن لهیعہ کے علاوہ کسی نے سند بیان نہیں کی ہے وہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۷۴) ((اَوصَانِي جِبْرَائِيلُ عليه السلام بِالْجَارِ إِلَى أَرْبَعِينَ دَاراً، عَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا))

ترجمہ: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے پڑوسی کے بارے میں چالیس گھروں تک کی وصیت کی ہے جب کہ دس گھر اس جانب سے اور دس گھر دوسری جانب سے اور دس گھر اس جانب سے اور دس گھر اس جانب سے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ام ھانی بنت ابی صفرۃ سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے چنانچہ نصب الرایہ (۴/۴۱۴) میں بھی اسی طرح ہے اور یہ حدیث کعب بن مالک سے بھی روایت کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۵) ((اَلَا إِنَّ أَرْبَعِينَ دَاراً جِوَارٌ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ خَافَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ، قِيلَ لِلزُّهْرِي: أَرْبَعِينَ دَاراً؟ قَالَ: أَرْبَعِينَ هٰكَذَا، وَأَرْبَعِينَ هٰكَذَا))

ترجمہ: ''خبردار بے شک چالیس گھر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس سے اس کا پڑوسی اس کی تکالیف سے خوفزدہ ہو زہری سے دریافت کیا گیا چالیس گھروں سے کیا مقصود ہے آپ ﷺ نے فرمایا چالیس اس جانب سے اور چالیس اس جانب سے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو یوسف بن السفر سے اس نے اوزاعی سے اس نے یونس بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے عبدالرحمن بن کعب سے اس نے

اپنے والد سے اس نے بیان کیا نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فلاں قبیلہ میں رہائش اختیار کی ہے اور ان میں سے جو شخص مجھے زیادہ اذیتوں سے ہمکنار کرتا ہے وہ سب سے زیادہ میرا قریبی پڑوسی ہے اس پر نبی ﷺ نے ابوبکر عمر اور علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ وہ مسجد کے دروازے پر جائیں وہاں کھڑے ہوں تو وہ چیخ چیخ کر کہیں: خبردار! چالیس گھر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں (مکمل حدیث کو بیان کیا)

جب کہ یوسف بن السفر ابوالفیض (راوی) میں کلام ہے چنانچہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے بھی اس کے بارے میں بہت نرم انداز اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس قسم کا قول کہ اس میں گفتگو ہے تو اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کی ثقاہت اور تجریح میں اختلاف کارفرما ہو جب کہ یہ ابن السفر ایسا راوی ہے جس کے متروک ہونے پر اتفاق ہے بلکہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے، جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں، مزید برآں اس سے بعض موضوع احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس لئے ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۶۲/۶) میں ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس حدیث میں یوسف بن السفر (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: ھقل بن زیاد نے اس کی مخالفت کی اس نے ذکر کیا کہ ہمیں اوزاعی نے یونس سے اس نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گویا کہ اس نے اس کو مرسل ذکر کیا ہے چنانچہ امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس کو المراسیل میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن مروان دمشقی نے بتایا اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس کے بارے میں ھقل بن زیاد نے بتایا اور یہ ایسی سند ہے جس کے رواۃ ثقۃ ہیں اور اگر یہ مرسل حدیث نہ ہوتی تو میں اس کے صحیح ہونے کا حکم لگا دیتا اور ان لوگوں کیلئے تو ضروری ہے جو مرسل کی صحت کے قائل ہیں کہ وہ اس پر عمل کریں جیسا کہ احناف ہیں۔

اور اس لئے میں کہتا ہوں: کہ ھدایۃ کے مؤلف کا کہنا اور امام شافعی (رحمہ اللہ) نے جو کچھ کہا ہے کہ چالیس گھر تک کا پڑوس تو دور کا پڑوس ہے اور اس نے جو بیان کیا ہے اس میں ضعف ہے اس کا احناف کے قول کے ساتھ اتفاق نہیں ہے کہ مرسل حدیث حجت ہوتی ہے آپ اس پر غور وفکر کریں، اور اس حدیث کے بارے میں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج (۱۸۹/۲) میں ذکر کیا ہے

جب کہ اس کو مرسل موصول دونوں طریق سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۱۰/۳۹۷) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا یہ قول کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہ صحیح ہے جب کہ یہ حدیث ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ "جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس کی تباہیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے"

(صحیح بخاری فی الادب المفرد، ص ۲۰، صحیح مسلم ۱/ ۴۹) اور یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۲۷۶) «حَقُّ الْجَوَارِ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ دَاراً وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَ هٰكَذَا يَمِيناً وَ شِمَالاً وَقُدَّامَ وَخَلْفَ»

ترجمہ: "پڑوس کا حق چالیس گھروں تک ہے اور اسی طرح اور اسی طرح اور اسی طرح دائیں جانب اور بائیں جانب اور آگے اور پیچھے"

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابو یعلیٰ (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو مسند ابو یعلی میں عبد السلام بن ابی الجنوب کی وساطت سے وہ ابو سلمہ کی روایت سے وہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نیز ابو یعلیٰ سے اس حدیث کو اس عبد السلام (راوی) کے باعث معلول قرار دیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اسی طرح نصب الرایہ (۴/۴۱۴) میں مذکور ہے اور ابو حاتم نے وضاحت کی ہے کہ یہ راوی متروک الحدیث ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ایک علت موجود ہے چنانچہ علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۸/۱۶۸) میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنے استاذ محمد بن جامع العطار سے روایت کیا ہے جب کہ وہ راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابو زرعۃ (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ محمد بن جامع بن العطار (راوی) ضعیف ہے سچا نہیں ہے، یہی وجہ کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۲/۱۸۹) میں وضاحت کی کہ یہ حدیث ضعیف ہے جب کہ یہ مرسل بھی مروی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۷) «اَلسَّاكِنُ مِنْ اَرْبَعِيْنَ دَاراً جَارٌ»

ترجمہ: "وہ شخص جو چالیس گھروں کی مسافت پر آباد ہے وہ اس کا پڑوسی ہے"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے زہری سے مرسل مرفوع روایت کیا ہے نیز اس میں درج ہے کہ امام زہری (رحمہ اللہ) سے دریافت کیا گیا کہ چالیس گھروں کی

وضاحت کریں؟ تو انہوں نے آ گاہ کیا: کہ چالیس گھر اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب اور اس کے پیچھے اور اس کے آگے ہوں جب کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں تو یہ روایت ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو مرسل حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت اس حدیث کے بیان سے پہلے گزر چکی ہے۔

جب کہ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں کیا حد ہے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ان کا تذکرہ فتح الباری (۳٦٧/١٠) میں کیا ہے اور وہ سب احادیث جن میں چالیس کی تحدید ہے وہ ضعیف ہیں صحیح نہیں ہیں چنانچہ واضح بات یہ ہے کہ صحیح تحدید تو عرف عام کے لحاظ سے ہے واللہ اعلم۔

(٢٧٨) «اَلْعِلْمُ خَزَائِنٌ وَمِفْتَاحُهَا اَلسُّؤَالُ ، فَاسْأَلُوا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ ، فَإِنَّهُ يُؤْجَرُ فِيهِ أَرْبَعَةٌ: اَلسَّائِلُ ، وَالْمُعَلِّمُ ، وَالْمُسْتَمِعُ ، وَالْمُجِيبُ لَهُمْ »

ترجمہ: ''علم کے مختلف خزانے ہیں ان خزانوں کی چابی یہ ہے کہ علم کے بارے میں دریافت کیا جائے اور کوشاں رہا جائے پس تم علم کے بارے میں دریافت کرتے رہو اللہ تم پر رحم فرمائے ظاہر ہے کہ علم کے لئے کوشاں رہنے میں چار اشخاص اجر وثواب سے ہم کنار ہوتے ہیں ایک دریافت کرنے والا دوسرا وہ شخص جو تعلیم دیتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو علم کی باتوں کو سن رہا ہے جب کہ چوتھا شخص وہ ہے جو ان کو قبول کرتا ہے ''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے چنانچہ اس حدیث کو ابونعیم (رحمہ اللہ) نے (١٩٢/٣) میں اور ابو عثمان البحیرمی نے الفوائد (١/٢٣) میں داؤد بن سلیمان القزاز کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں علی بن موسیٰ نے آ گاہ کیا کہ اس نے بتایا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ جعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ محمد بن علی سے اس نے اپنے باپ علی بن حسین سے اس نے اپنے باپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا اور ابونعیم نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم نے اس حدیث کو صرف اسی اسناد کے ساتھ حاصل کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد داؤد بن سلیمان کے باعث موضوع ہے جو جرجانی اور غازی ہے۔

علامہ ذہبی (رحمہ اللہ) وضاحت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ابوحاتم کو اس کے بارے میں کچھ معرفت حاصل نہیں ہے بہرحال یہ شیخ کذاب ہے اس کے

ہاں موضوع احادیث کا ایک نسخہ ہے جس کو وہ علی بن موسیٰ الرضی سے بیان کرتے ہیں بعدازاں اس نے اس کی احادیث کا ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی ان ہی سے ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اسی کا اقرار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے علامہ ذہبی، علامہ عسقلانی (رحمہما اللہ) سے نقل کیا ہے، ہاں! اس کو علامہ شیروی نے العوالی (۱/۲۱۳) میں عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی کے طریق سے اس نے ذکر کیا کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ علی بن موسیٰ الرضی نے بتایا جب کہ اس عبداللہ (راوی) کی کیفیت جرجانی جیسی ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے اس نے علی الرضی سے اس نے اپنے باپ دادوں سے اس من گھڑت باطل مجموعہ کو روایت کیا ہے جب کہ یہ مجموعہ اس کا وضع کردہ ہے یا اس کے باپ کا وضع کردہ ہے۔

(۲۷۹) «نَبِيٌّ ضَيَّعَهُ قَوْمُهُ يَعْنِي سُطَيْحًا»

ترجمہ: ''ایک پیغمبر کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا (اس سے مقصود سطیح نامی شخص ہے)

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس حدیث کا اسلام کی متعارف کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اسی طرح اس کا ذکر البدایہ والنہایہ (۲/۲۷۱) میں کیا ہے کچھ احادیث کے بعد اس حدیث کے مفہوم کی معارض حدیث کا ذکر آ رہا ہے۔

(۲۸۰) «أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى عِيسٰى عليه السلام يَا عِيسٰى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ، وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَسَكَنَ»

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے محمد ﷺ پر ایمان لانا ہوگا اور اپنی امت میں سے جن کو تو پائے ان کو حکم دینا کہ وہ اس پر ایمان لائیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر محمد نہ ہوتا تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو عرش پر اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی تو میں نے اس پر تحریر کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو وہ رک گیا''

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونے کے لحاظ سے ہرگز کچھ اصل نہیں ہے البتہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کو المستدرک (۲/۶۱۴-۶۱۵) میں عمرو بن اوس انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں سعید بن ابی عروبۃ نے بتایا اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن میسب سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ابن عباس نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں اس حدیث کے بارے میں خیال رکھتا ہوں کہ یہ حدیث سعید نامی شخص کے باعث موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ سعید سے مقصود سعید بن ابی عروبہ ہے اور اس حدیث کے بارے میں جو شخص تہمت زدہ ہے وہ عمرو بن اوس انصاری ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ مجهول الحال ہے اور اس نے ایک منکر حدیث کو بیان کیا ہے، بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں اس کو موضوع خیال کرتا ہوں جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اس کی موافقت کی ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۸۱) ((ذَاکَ نَبِیٌّ ضَیَّعَهُ قَوْمُهُ،یَعْنِي خَالِدَ بْنَ سِنَانٍ))

ترجمہ: ”یہ ایسا پیغمبر ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا مقصود خالد بن سنان ہے“

تحقیق: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) (۲/۵۹۸-۵۹۹) نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے المعلی بن مہدی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابو عوانہ نے بتایا اس نے ابو یونس سے سماک بن حرب نے بتایا کہ خالد بن ولید سے دریافت کیا گیا کہ اسناد میں نبی ﷺ کا تذکرہ ہے تو اس نے آپ کا تذکرہ کیا جب کہ اسناد ضعیف ہے اور مرسل ہے اور المعلی بن مہدی (راوی) کو امام ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے مزید آگاہ کیا کہ وہ کبھی کبھی منکر روایات لاتا ہے اور ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۸/۲۱۴) میں آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث بھی منکر احادیث سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے (۳/۱۵۴/۱) میں اور اسی طرح البزار اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۷۱) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصبهان (۲/۱۸۷) میں قیس بن الربیع کے طریق سے اس نے سالم افطس سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے امام بزار (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ ہم صرف اس طریق سے اس کو مرفوع باور کرتے

ہیں اور قیس بن ربیع راوی بذاتہ ثقہ راوی ہے البتہ اس کا حافظہ ردی تھا جب کہ اس کا ایک بیٹا ایسا تھا جو اس کی احادیث ایسی احادیث میں داخل کر دیتا تھا جو اس سے نہ تھیں اس نے کہا ہے اس حدیث کو ثوری نے سالم افطس سے اس نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر البدایة والنهایة (۲/۲۱۱) میں کیا ہے۔

(۲۸۲) «لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ»

ترجمہ: ''اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ امام الصغانی (رحمہ اللہ) نے احادیث موضوعة میں ذکر کیا ہے الشیخ القاری کا قول (۶۷-۶۸) جس کا مفہوم صحیح ہے جب کہ الدیلمی نے ابن عباس سے مرفوع روایت کی ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا، نیز ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس میں کہتا ہوں اس کے معنیٰ کی صحت پر یقین کرنا مناسب نہیں ہے البتہ اس چیز کے ثابت ہونے کے بعد جس کو اس نے دیلمی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے جس نے اس کے بیان کی جانب جھکاؤ کیا ہو اور مجھے اگر چہ اس کی سند پر اطلاع حاصل نہیں ہو سکی ہے تاہم میں اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں متردد نہیں ہوں اور ہمیں اس کی تدلیس میں یہ بات کافی ہے کہ اس کے بیان کرنے میں دیلمی متفرد ہے البتہ حافظ ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت جس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بھی ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے وہ سلمان سے مرفوع بیان کرتا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/ ۲۸۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے بعد ازاں میں نے اس کو انس کی حدیث میں پایا ہے اور مستقبل قریب میں ہم اس پر کلام کریں گے۔

(۲۸۳) «اِرْمُوا، فَاِنَّ أَیْمَانَ الرُّمَاةِ لَغْوٌ، لَا حِنْثَ فِیْهَا وَلَا کَفَّارَةَ»

ترجمہ: ''تیراندازی کرو بلاشبہ تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں نہ قسم ٹوٹتی ہے اور نہ کفارہ ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے المعجم الصغیر (ص ۲۳۷) پر ذکر کیا ہے

اسناد ملاحظہ فرمائیں ہمیں یوسف بن یعقوب بن عبدالعزیز الشقفی نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے باپ نے حدیث سنائی اس نے کہا مجھے سفیان بن عیینہ نے بہز بن حکیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے اور وہ قسمیں اٹھا رہے تھے کہ اللہ کی قسم! تو نے نشانے سے خطا کی ہے تو نے اللہ کی قسم! درست نشانے پر تیر لگایا ہے جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو وہ رک گئے علامہ طبرانی نے بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں یوسف بن یعقوب (راوی) اپنے باپ سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کے سبھی رواۃ یوسف بن یعقوب اور اس کے باپ کے سوا ثقہ ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے یوسف کے حالات کے بارے میں لسان المیزان میں تحریر کیا ہے میں اس کی حالت نہیں جانتا ہوں اس نے باطل حدیث کو ایسی اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے کتاب الرمی میں ذکر کیا ہے ہمیں یوسف بن یعقوب نے مصر میں حدیث بیان کی، میں کہتا ہوں: اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یوسف یا اس کے باپ پر اس کو محمول کرنا چاہئے ابن عیینہ نے ہرگز اس حدیث کو بیان نہیں کیا پس میں یوسف بن یعقوب کے بارے میں خیال نہیں کرتا ہوں کہ اس میں عدل وانصاف تھا اس سے جعفر بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور اس سے صدقہ بن ہبیرہ موصلی نے روایت کیا ہے خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے یوسف کو مجہول راوی قرار دیا ہے۔

(۲۸۴) «يَا مُعَاذُ اِنِّي مُرْسِلُكَ اِلٰى قَوْمٍ اَهْلِ كِتَابٍ فَاِذَا سُئِلْتَ عَنِ الْمَجَرَّةِ الَّتِي فِي السَّمَاءِ فَقُلْ: هِيَ لُعَابُ حَيَّةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ»

ترجمہ: ''اے معاذ! میں تجھے اہل کتاب سے کچھ لوگوں کی جانب بھیجنے والا ہوں تو جب تجھ سے آسمان پر کہکشاں کے بارے میں دریافت کیا جائے تو تو نے بتانا ہوگا کہ یہ تو عرش کے نیچے ایک سانپ کا لعاب ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۸۶/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام عقیلی اور امام ابن عدی (رحمہما اللہ) نے (۱/۲۶۳) میں فضل بن مختار کے طریق سے وہ محمد بن مسلم الطائفی سے وہ ابن نجیح سے وہ مجاہد سے وہ جابر بن عبداللہ ﷛ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اس

حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ حدیث میں فضل (راوی) منکر الحدیث ہے جب کہ علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے البدایہ والنہایہ (۳۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث شدید قسم کی منکر ہے بلکہ موضوع قرار دیئے جانے کے زیادہ مشابہ ہے مزید اس کا راوی فضل بن مختار اصل میں ابو سہل بصری ہے جس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس نے باطل احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابو الفتح ازدی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ یہ راوی تو انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ اس کی ذکر کردہ احادیث کی متابعت متن اور اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ احادیث تو باطل احادیث اور عجائبات کا مجموعہ ہیں مزید برآں اس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے دوسرے طریق سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوع بیان کیا ہے اس حدیث کو امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے عبد الاعلیٰ بن حکیم کے حالات (ص ۲۵۳) میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور عبد الاعلیٰ (راوی) نقل کے لحاظ سے مجہول ہے اور اس کی سند میں ابو بکر بن ابی سبرۃ متروک راوی ہے اور سلیمان بن داؤد الشاذ کونی ایسا راوی ہے جو تہمت زدہ ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو عبد الاعلیٰ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد اندھیرے والی ہے اور متن بھی صحیح نہیں ہے۔

(۲۸۵) «لَيْسَ لِيَوْمٍ فَضْلٌ عَلَى يَوْمٍ فِي الصِّيَامِ إِلَّا شَهْرَ رَمَضَانَ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ»

ترجمہ: ”روزوں میں کسی دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت نہیں ہے البتہ رمضان المبارک کے مہینہ اور عاشوراء کے دن کو فضیلت حاصل ہے“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۲۱۵/۳) میں ذکر کیا ہے مزید برآں امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے معانی الآثار (۳۳۷/۱) میں اور ابو سہل الجوالیقی نے ابن الضریس کی احادیث (۲/۱۸۹) میں اور اس کے طریق سے ابو مطیع مصری نے الامالی (۱/۹۰) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بھی (۱/۲۵۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے الأمالی (۲/۶/۴) میں دمشق کی مسجد میں عبد الجبار بن الورد کے طریق سے اس نے ابن ابی ملیکۃ سے اس نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے الترغیب (۷۸/۲) میں کہا ہے اور ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۸۶/۳) میں البتہ عبدالجبار بن الورد کے حافظہ میں ضعف ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنے قول میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتا ہے اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ خطا کار بھی ہے اور اس میں وہم بھی ہے، جب کہ مجھے ہرگز شک نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دو طرح سے خطا کی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے اس کی اسناد میں اضطراب اختیار کیا ہے کبھی اس نے عن ابن ابی ملیکۃ کہا ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے جب کہ کبھی اس نے عن عمرو بن دینار کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا حافظہ صحیح نہیں ہے۔

جب کہ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے متن میں اختلاف کیا گیا ہے کچھ لوگوں نے اس کو ثقہ راویوں سے انہوں نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا ہے کہ آپ روزہ رکھتے ہیں کسی دن کا کہ اس کو دوسرے دن پر فضیلت عطا کرتے ہوں سوائے عاشوراء کے دن کے اور سوائے رمضان کے مہینہ کے اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے (۲۰۰/۴-۲۰۱) اور امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۵۰/۳-۱۵۱) اور احمد (رحمہ اللہ) نے (۱۹۳۸، ۲۸۵۶، ۳۴۷۵) اور طحاوی طبرانی اور بیہقی (رحمہم اللہ) (۲۸۶/۴) نے چند طرق سے روایت کیا ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کی اسانید میں سے ایک اسناد ثلاثی ہے۔

پس یہ اصل حدیث ہے حالانکہ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں یہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اس کے الفاظ ہیں اس پر بنیاد ہے جس پر نبی ﷺ کے روزے تھے تو یہ عبدالجبار (راوی) آیا تو اس نے اس کو مرفوع حدیث بنا دیا کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جب کہ ان دونوں روایات میں کس قدر اختلاف ہے بلاشبہ یہ حدیث جو ضعیف ہے دوسری احادیث کے معارض ہے جن میں وضاحت ہے کہ بعض دوسرے دنوں کے روزے عاشوراء کے دن کے روزے کے علاوہ کو دیگر دنوں پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ سال گذشتہ اور آئندہ سال کے روزوں کا کفارہ ہوتا ہے اس حدیث کو امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۶۸/۳) میں اور اس کے علاوہ دیگر محدثین نے ابوقتادہ سے روایت کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے کیسے درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہ بات کہیں جس کو آپ سے

عبدالجبار نے روایت کیا ہے جو صحیح روایت ابن عباس سے مروی ہے اس میں تعارض کا اثبات ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عاشوراء کے علاوہ کے دن کی فضیلت کی نفی کرتے ہیں جب کہ ابن عباس کے علاوہ ابوقتادہ جیسے لوگ اثبات کے قائل ہیں۔

جب کہ یہ معاملہ آسان ہے اصول میں اس حقیقت کا اثبات ہے کہ جو شخص کسی حکم کو ثابت کر رہا ہے اس کو اس پر مقدم رکھا جائے گا جو اس کی نفی کر رہا ہے حقیقت میں واضح اشکال یہ ہے کہ فعل کی نفی کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی جائے حالانکہ وضاحت موجود ہے جو آپ سے صحیح ہے کہ اس بات کا اثبات کیا جائے جس کی آپ کی جانب نفی کی نسبت ہے چنانچہ گزشتہ بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ ہرگز اشکال موجود نہیں ہے اور آپ ﷺ کی جانب نفی کی نسبت کرنا بعض راویوں کا وہم ہے، والحمد للہ علیٰ توفیقہ۔

(۲۸۶) «قَدْ أَتٰى آدَمُ عليه السلام هٰذَا الْبَيْتَ أَلْفَ أَتْيَةٍ مِنَ الْهِنْدِ عَلٰى رِجْلَيْهِ لَمْ يَرْكَبْ فِيهِنَّ، مِنْ ذٰلِكَ ثَلَاثُمِائَةِ حَجَّةٍ وَسَبْعُمِائَةِ عُمْرَةٍ، وَأَوَّلُ حَجَّةٍ حَجَّهَا آدَمُ عليه السلام وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عليه السلام فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آدَمُ! بَرَّ اللّٰهُ نُسُكَكَ، أَمَا إِنَّا قَدْ طُفْنَا هٰذَا الْبَيْتَ قَبْلَ أَنْ تَخْلُقَ بِخَمْسَةِ آلَافِ سَنَةٍ»

ترجمہ: ”بلا شبہ آدم علیہ السلام اس بیت اللہ میں ہزار بار ہندوستان سے اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے ہزار بار آئے پیادہ روانہ ہوئے آپ کسی سواری پر سوار نہ ہوئے ان میں تین سو حج کئے اور سات سو عمرے کئے اور پہلا حج جو آدم علیہ السلام نے کیا جب وہ عرفات کے میدان میں وقوف کئے ہوئے تھے تو ان کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اس نے کہا کہ اے آدم! تجھ پر سلام ہو اللہ تیرے حج کو قبول فرمائے خبردار بلاشبہ ہم نے آپ کی تخلیق سے پانچ ہزار سال پہلے اس بیت اللہ کا طواف کیا تھا“

تحقیق: یہ حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے اس حدیث کو ابن بشران نے الأمالی (۱۶۰/۲-۱/۱۶۱) میں عباس بن فضل انصاری سے اس نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابوجعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابوحازم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں یہ اسناد انتہاء درجہ کی ضعیف ہے عباس بن فضل انصاری متروک راوی ہے اور ابوزرعہ (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم

قرار دیا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور قاسم بن عبدالرحمن راوی اسی کو انصاری بھی کہا جاتا ہے ابن معین نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے کہ اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے جب کہ ابوزرعة (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف احادیث والا ہے اس کی احادیث میں اضطراب ہے، چنانچہ ہمیں اس سے انصاری نے بیان کیا یعنی محمد بن عبداللہ نے دو باطل احادیث بیان کی ہیں ان میں ایک آدم کی وفات ہے اور دوسری ابوحازم سے ہے، چنانچہ الجرح والتعدیل (۳/۲/۱۱۳) میں اسی طرح ہے، میں کہتا ہوں: شائد باطل حدیث جو ابوحازم سے ہے وہ یہی حدیث ہے واللہ اعلم۔

(۲۸۷) «مَا تَرَكَ الْقَاتِلُ عَلَى الْمَقْتُولِ مِنْ ذَنْبٍ»

ترجمہ: ”قتل کرنے والا شخص اس آدمی پر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا جس کو اس نے قتل کیا“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث نہ صحیح سند کے ساتھ بلکہ حسن اور ضعیف سند کے ساتھ بھی نہیں ہے البتہ قیامت کے دن بعض لوگوں کے ساتھ ایسا اتفاق ہوگا کہ مقتول شخص قاتل سے مطالبہ کرے گا تو اس مطالبہ کی روشنی میں قاتل شخص کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو پھر مقتول شخص کی برائیوں کو قاتل شخص کے نامہء اعمال میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ سبھی حقوق کے بارے میں صحیح حدیث میں اسی طرح ذکر ہے جب کہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے البدایة والنهاية لابن کثیر (۱/۹۳-۹۴) میں اسی طرح وارد ہے

(۲۸۸) «كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا»

ترجمہ: ”آپ ﷺ اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی کی جانب پکڑتے تھے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے (۳/۱۱) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۲۸۸) میں اور ابن عدی نے (۲/۲۴۳) میں اور ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (۳۰۶) میں عمر بن ہارون بلخی کے طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے مرفوع بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری محمد بن اسماعیل (رحمہ اللہ) سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ عمرو بن ہارون (راوی) مقارب الحدیث ہے یعنی اس کو قبول کیا جائیگا مجھے اس کی کسی

حدیث کا علم نہیں ہے کہ اس کا اصل نہ ہو یا اس نے کہا کہ وہ اس حدیث کے علاوہ میں متفرد ہے۔
میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ وہ معروف نہیں ہے مگر اس حدیث کے ساتھ جب کہ اس نے نبی ﷺ سے مضبوط اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کا استیصال کرو" جب کہ یہ روایت نہایت مناسب ہے اور عمرو بن ہارون کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ وہ زبردست جھوٹا تھا اور خبیث تھا اور صالح جزرہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے بعد ازاں اس کی اس حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی ن (رحمہ اللہ) ے اس کے بعد کہا ہے اور اس روایت کو اسامہ سے عمرو بن ہارون کے علاوہ نے بھی روایت کی ہے اس پر غور کیا جائے بلاشبہ وہ اس کے مخالف ہے جو بات امام بخاری اور امام عقیلی (رحمہما اللہ) نے کہی ہے کہ عمر اس میں متفرد ہے۔

(۲۸۹) ((مَنْ قَرَأَ سُورَةُ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا))

ترجمہ: "جس شخص نے روزانہ رات کے لمحہ میں سورۃ الواقعۃ پڑھی وہ کبھی فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو حارث بن ابی اسامۃ (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند میں (ص ۱۷۸، اپنی زوائد سے) اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (نمبر ۶۷۴) میں اور ابن لال نے اپنی حدیث (۱/۱۱۶) میں اور ابن بشران نے الامالی (ج ۲۰/۱/۳۸) میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں اور ان کے سوانے ابوشجاع کے طریق سے اس نے ابوطیبہ سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس سند میں ضعف ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے ابوشجاع (راوی) نامعلوم ہے وہ ابوطیبہ سے اور ابوطیبہ کون ہے کچھ معلوم نہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں جب کہ اس نے اس کلام میں اشارہ کیا ہے کہ ابوطیبہ (راوی) منکر ہے اور اس کے حالات میں صراحت موجود ہے کہ وہ مجہول ہے۔
مزید برآں حدیث کی سند میں تین وجوہ سے اضطراب ہے جن کو حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں ابوشجاع کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے جو شخص معلوم کرنا چاہتا ہے وہ اس کی جانب مراجعت کرے اور علامہ مناوی (رحمہ اللہ) کی فیض القدیر میں ہے اور امام زیلعی نے جماعت کی

اتباع کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ چند وجوہ سے مجہول ہے۔

اولاً: اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

ثانیاً: اس کا متن منکر ہے جیسا کہ امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے۔

ثالثاً: اس کے راویوں میں ضعف ہے جیسا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے۔

رابعاً: اس میں اضطراب ہے جب کہ امام احمد ابو حاتم اور اس کے بیٹے اور دارقطنی اور بیہقی (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کے ضعف پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲۹۰) ((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَمَنْ قَرَأَ كُلَّ لَيْلَةٍ لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ فِي صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ))

ترجمہ: "جو شخص روزانہ رات کے لحات میں سورت واقعہ کی قرات کرتا ہے وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا اور جو شخص ہر رات کے لحات میں (لا اقسم بیوم القیامۃ) سورت کی قرات کرتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا جب کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے برابر روشن ہوگا"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو دیلمی نے احمد بن عمر یمامی کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن عباس تک مرفوع بیان کیا ہے علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الاحادیث الموضوعۃ (۱۷۷) میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے اس کے راوی یمامی کو کذاب قرار دیا ہے

(۲۹۱) ((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ وَتَعَلَّمَهَا لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَلَمْ يَفْتَقِرْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ))

ترجمہ: "جس شخص نے سورۃ الواقعہ کی قرأت کی اور اس کے معلومات کو معلوم کیا اس کو غافل لوگوں کے زمرہ میں تحریر نہیں کیا جاتا ہے اور وہ اور اس کے خاندان کے لوگ فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہوتے ہیں"

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (۲۷۷) میں ابوالشیخ کی روایت سے ذکر کیا ہے سند کے ساتھ عبدالقدوس بن حبیب سے وہ حسن سے وہ انس سے مرفوع بیان کرتے ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں عبد

القدوس بن حبیب (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: عبدالرزاق نے وضاحت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) کو نہیں معلوم کیا ہے کہ وہ کھلے انداز میں کسی راوی کو کذاب کہتے ہوں جب کہ عبدالقدوس کے بارے میں کھلے الفاظ میں آگاہ کیا ہے مزید برآں ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ وہ خود احادیث کو وضع کرتا تھا۔

(۲۹۲) ((أَمَّا ظُلْمَةُ اللَّيْلِ وَضَوءُ النَّهَارِ فَإِنَّ الشَّمْسَ إِذَا سَقَطَتْ تَحْتَ الْأَرْضِ فَأَظْلَمَ اللَّيْلُ لِذٰلِكَ، وَإِذَا أَضَاءَ الصُّبْحُ إِبْتَدَرَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ وَهِيَ تُقَاعِسُ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَتّٰى تَطْلُعَ فَتُضِيءُ فَيَطُولُ النَّهَارُ بِطُولِ مُكْثِهَا فَيَسْخُنُ الْمَاءُ لِذٰلِكَ وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ مُكْثُهَا فَبَرَدَ الْمَاءُ لِذٰلِكَ وَأَمَّا الْجَرَادُ فَإِنَّهُ نَثْرَةُ حُوتٍ فِي الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُ: اَلْأَبْوَاتُ، وَفِيهِ يَهْلِكُ، وَأَمَّا مَنْشَأُ السَّحَابِ فَإِنَّهُ يَنْشَأُ مِنْ قِبَلِ الْخَافِقَيْنِ، وَمِنْ بَيْنِ الْخَافِقَيْنِ تُلْجِمُهُ الصَّبَا وَالْجَنُوبُ وَيَسْتَدْبِرُهُ الشَّمَالُ وَالدَّبُورُ، وَأَمَّا الرَّعْدُ فَإِنَّهُ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِخْرَاقٌ يُدْنِي الْقَاصِيَةَ وَيُؤَخِّرُ الثَّانِيَةَ (كَذَا) فَإِذَا رَفَعَ بَرَقَتْ، وَإِذَا زَجَرَ رَعَدَتْ، وَإِذَا ضَرَبَ صَعِقَتْ، وَأَمَّا مَا لِلرَّجُلِ مِنَ الْمَرْأَةِ وَمَا لِلْمَرْأَةِ مِنَ الرَّجُلِ، فَإِنَّ لِلرَّجُلِ الْعِظَامَ وَالْعُرُوقَ وَالْعَصَبَ، وَلِلْمَرْأَةِ اَللَّحْمَ وَالدَّمَ وَالشَّعْرَ، وَأَمَّا الْبَلَدُ الْأَمِينُ فَمَكَّةُ))

ترجمہ: ''لیکن رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی تو حقیقت یہ ہے کہ سورج جب زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو اس وجہ سے رات کو اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب صبح روشن ہوتی ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی جانب جلدی کرتے ہیں اور وہ خود کو پیچھے کی جانب لے جاتی ہے اس کو ناپسند ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کی جائے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے اس کے لمبا عرصہ ہونے کے باعث پانی گرم ہو جاتا ہے اور جب موسم گرما ہوتا ہے تو اس کا ٹھہرنا کم ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور مکڑی دراصل سمندر کے اندر مچھلی کے چھینک مارنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے اس کو (ابوات) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور اسی میں ہلاک ہوتی ہے البتہ بادلوں کا ظہور پذیر ہونا تو اس کا ظہور پذیر ہونا مشرق

مغرب کی جانب سے ہوتا ہے جب کہ مشرق مغرب کے درمیان سے اس میں مشرق اور جنوب کی ہوا داخل ہوتی ہے اور پیچھے کی جانب سے شمالی اور جنوبی ہوا داخل ہوتی ہے جب کہ گرج تو دراصل ایک فرشتہ ہے اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہے جس سے وہ دور والی چیزوں کو قریب کرتا ہے اور قریب کو پیچھے کرتا ہے تو جب وہ اونچا ہوتا ہے تو چمکتا ہے اور جب ڈانٹ پلاتا ہے تو گرج کی آواز آتی ہے اور جب وہ مارتا ہے تو گرج کی آواز نمودار ہوتی ہے اور لیکن مرد کے لئے عورت سے کیا ہے اور عورت کے لئے مرد سے کیا ہے تو مرد کی جانب سے ہڈیاں، رگیں پٹھے بنتے ہیں اور عورت کے باعث گوشت، خون اور بال ظہور پذیر ہوتے ہیں اور البتہ امن والا شہر تو وہ مکہ مکرمہ ہے"

تحقیق: حدیث باطل ہے علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس کو الزوائد (۸/۱۳۳) میں ذکر کیا ہے جابر بن عبداللہ بن خزیمۃ بن ثابت کی حدیث سے (اس سے انصاری ثابت مقصود نہیں ہے) اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کے بارے میں خبر دیں نیز موسم سرما میں پانی گرم کیوں ہوتا ہے اور موسم گرما میں ٹھنڈا کیوں ہوتا ہے اور امن والا شہر کون ہے اور بادلوں کا نمودار ہونا کیسے ہے اور مکڑی کا نکلنا کیسے ہے اور گرج اور چمک سے کیا مقصود ہے اور بچے سے مرد کے لئے کیا ہے اور عورت کے لئے کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس نے اس کا ذکر کیا۔

علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں یوسف بن یعقوب ابو عمران ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے احوال میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے ضعف کو کسی سے نقل نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی روایت اس حدیث کی طرح اس کے ضعیف قرار دیئے جانے میں کافی ہے چنانچہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس کا نام محمد عبدالرحمٰن سلمی ہے نیز حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۹۳) ((وُكِّلَ بِالشَّمْسِ تِسْعَةُ أَمْلَاكٍ يَرْمُوْنَهَا بِالثَّلْجِ كُلَّ يَوْمٍ، لَوْلَا ذٰلِكَ مَا أَتَتْ عَلٰى شَيْءٍ إِلَّا أَحْرَقَتْهُ))

ترجمہ: "سورج کے ساتھ نو فرشتے مقرر ہیں وہ اس کی جانب روزانہ برف پھینکتے ہیں اگر یہ

بات نہ ہوتی تو سورج جس چیز پر طلوع ہوتا تو اس کو جلا دیتا"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۴۰) میں اور ابو حفص کنانی نے الأمالی (۲/۹/۱) میں اور حافظ ابو محمد السراج قاری (رحمہ اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۱/۱۲۵/۱) اور ابو عمرو السمرقندی نے الفوائد المنتقاة (۱/۷۱) اور الخطیب (رحمہ اللہ) نے الموضح (۲/۷۹، ۱۶۵، ۱/۱۶۶) میں عفیر بن معدان سے اس نے سلیمان بن عامر الخبائری سے اس نے ابوامامۃ سے مرفوع بیان کیا ہے اور قاری اور ابن عدی (رحمہا اللہ) نے کہا ہے حدیث غریب ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو عفیر بن معدان کے سوا نے ذکر کیا ہو، میں کہتا ہوں: یہ مبالغہ کی حد تک ضعیف ہے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۸/۱۳۱) میں ذکر کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور اسی طرح امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں ذکر کیا ہے اور مناوی نے اس کے بعد کیا ہے کہ ہیثمی (رحمہ اللہ) سے عفیر مذکور راوی کی تضعیف کو نقل کیا ہے اور صرف عفیر (راوی) پر قصور کو مسلط کرنا اس وہم کو اجاگر کرتا ہے کہ اس میں اس کے علاوہ عیب نہیں ہے جب کہ اصل صورت حال اس کے خلاف ہے پس اس سند میں مسلمة بن علی الخشنی (راوی) کے بارے میں المیزان میں ہے کہ وہ ضعیف ہے اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کی حدیث کا انکار کیا ہے بعد ازاں اس سے مروی احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو مسلمۃ (راوی) کے سوا نے ذکر نہیں کیا ہے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ لاشیء ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ اس کے بعض طرق میں مسلمہ نہیں ہے تو تعصب کا اپنا مقام ہے اور یہ حدیث اس کے ضعف کے باوجود کہ اس کی اسناد میں شدید قسم کا ضعف ہے میں یقین کے ساتھ بلا شک وشبہ یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث متن کے لحاظ سے موضوع ہے جب کہ اس پر رسالت اور نبوت کے کلام کے اشارات نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تو اسرائیلی روایات کے ساتھ مشابہ ہے اور اس کے موضوع ہونے کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث ان مسلمہ قواعد کی مخالفت کرتی ہے جن کو علم فلکیات میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ سورج کا ان چیزوں کو نہ جلانا جو زمین کی سطح پر ہیں اور اس کا واحد سبب یہ ہے کہ سورج زمین کی سطح سے بہت ہی طویل مسافت کے ساتھ دور ہے۔

جیسا کہ فلکیات کی کتب میں اس کی وضاحت ہے اس کے مؤلف الاستاذ طالب الصابونی

ہیں جو گیارھویں کلاس کے استاذ ہیں بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث کو عباس اصم نے حدیث (۱/۱۴۵/۴) رقم ۷۷ میں میرے نسخہ سے ابوامامہ سے موقوف روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عتبہ نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں بقیۃ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو عائذ مؤذن نے بیان کیا اس نے کہا مجھے سلیم بن عامر نے ابی امامۃ سے بیان کیا اس تک موقوف ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کا موقوف ہونا زیادہ مناسب ہے۔

(۲۹۴) «اَلْاَرْضُ عَلَى الْمَاءِ وَالْمَاءُ عَلَى صَخْرَةٍ، وَالصَّخْرَةُ عَلَى ظَهْرِ حُوْتٍ يَلْتَقِي حَرفَاهُ بِالْعَرْشِ، وَالْحُوْتُ عَلَى كَاهِلِ مَلَكٍ قَدَمَاهُ فِي الْهَوَاءِ»

ترجمہ: ”زمین پانی پر ہے اور پانی پتھر پر ہے اور پتھر مچھلی کی کمر پر ہے اس کے دونوں کنارے عرش کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور مچھلی فرشتے کے کندھے پر ہے جس کے دونوں قدم فضا میں ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر (۱۳۱/۸) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے پھر اس نے کہا ہے اس کو بزار نے اپنے استاد عبداللہ بن احمد یعنی ابن شبیب سے ذکر کیا ہے اور وہ ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کو المیزان میں نہ لسان المیزان میں اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر رجال کی کتب میں پایا جاتا ہے شائد اس کے نام کی تحریف ہوگئی ہے اس شخص پر جس نے اس کو تحریر کیا ہے جب کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی اس سے پہلی حدیث کی طرح اسرائیلی روایات سے ہے پھر میں نے اس حدیث کا ملاحظہ کیا کہ اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۷۵) میں سعید بن سنان کے طریق سے اس نے ابو الزاھریۃ سے اس نے ابوشجرۃ سے یعنی کثیر بن مُرّۃ سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ سعید بن سنان حمصی (راوی) اکثر اس کی روایات اور بالخصوص وہ روایات جو ابو الزاھریۃ سے روایت کرتا ہے وہ محفوظ نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی انتہا درجہ کا ضعیف ہے بلکہ جوزجانی نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں چند احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے، پھر میں نے ایک دوسری حدیث کا ملاحظہ کیا جس کو ابن مندہ نے التوحید (۲/۲۷) میں عبداللہ بن سلیمان الطویل سے اس نے دراج سے اس نے عیسیٰ بن ہلال الصدفی سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس کی اسناد متصل

مشہور ہے، میں کہتا ہوں: لیکن درّاج ایسا راوی ہے جو منکر روایات بیان کرتا ہے اور پہلے بھی اس کی بعض منکر روایات ذکر ہو چکی ہیں اور عبداللہ بن سلیمان الطویل (راوی) کا حافظہ درست نہ تھا شائد اس سے غلطی ہوئی ہے یا اس کے استاذ سے ہوئی ہے کہ سند میں موقوف روایت کو مرفوع پیش کیا ہے اور اس کے موقوف ہونے پر اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ابن مندہ (۱/۵-۲، ۲/۲۸) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے لیکن اس میں فرشتے کا ذکر نہیں ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۲۹۵) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ مِائَتَي مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ مِائَتَي سَنَةٍ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قل ھو اللّٰہ احد دو سو بار پڑھا اس کے دو سو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن الضریس نے اس روایت کو فضائل القرآن (۱/۱۱۳/۴) میں اور الخطیب نے (۶/۱۸۷) میں اور ابن بشران (ج ۱۲ ق ۶۲ وجہ ۱) نے حسن بن ابی جعفر جعفری کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ثابت البنانی نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا ہے، اور یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے حسن بن جعفر جعفری (راوی) کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بخاری اور الفلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا اور اس کی مصیبتوں میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ یہ راوی اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد نہیں ہے بلکہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۲۴۹) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن الضریس نے فضائل القرآن میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں حسن بن ابی جعفر کے طریق سے اس کا ذکر کیا ہے، نیز اس حدیث کو بزار نے اغلب بن تمیم کی سند سے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، نیز اس نے کہا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو ثابت سے سوائے حسن کے اس کو روایت کیا ہو اور اغلب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں راوی حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہونے میں برابر ہیں اور اس حدیث کو ابن الضریس اور امام بیہقی نے صالح مرّی کے طریق سے اس نے ثابت سے اس نے انس سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: یہ صالح (راوی) دراصل ابن بشیر الزاہد ہے، امام بخاری اور فلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا

ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تینوں طرق شدید قسم کے ضعف کے حامل ہیں ان کے باعث حدیث کا ضعف ختم نہیں ہوتا، علاوہ ازیں اس حدیث کا معنیٰ میرے نزدیک انتہا درجہ کا منکر ہے اس لئے کہ اس میں مبالغہ ہے اگر چہ اللہ کے فضل وکرم کی کوئی انتہا نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۲۹۶) ((إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ صَبِيْحَةَ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا غَفَرَ لَهُ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو رمضان المبارک سے پہلے دن کی صبح کو چھوڑنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۹۱/۵) نے اس حدیث کو سلام طویل کے طریق سے زیاد بن میمون سے روایت کیا اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، اس کی اسناد من گھڑت ہے سلام طویل (راوی) کو ایک سے زائد ائمہ نے جھوٹ اور من گھڑت روایت کے ساتھ متھم کیا ہے جب کہ اس کے استاذ زیاد بن میمون بھی خود اپنے بارے میں وضع کا اعترف کرتے ہیں جب کہ ابن جوزی نے اسی طریق سے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے نیز اس نے وضاحت کی کہ حدیث صحیح نہیں ہے سلام کو محدثین نے چھوڑ رکھا تھا جب کہ زیاد (راوی) کذاب جھوٹا انسان ہے اور علامہ سیوطی نے اللآلی (۱۰۱/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کا ایک طریق اور بھی ہے پھر اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کو پیش کیا ہے جب کہ وہ بھی موضوع ہے تو گویا اس نے کوئی کام نہ کیا۔

(۲۹۷) ((إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کردے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اس کی زوائد (۴۸-۴۹) سے اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (ص ۱۴۷) میں اور ابن بشران نے الأمالی (۲۹۰/۲۴) میں مفضل بن فضالۃ سے اس نے ابوعروۃ البصری سے اس نے زیاد ابی عمار سے جبکہ ابن الاعرابی نے زیاد بن میمون کا ذکر کیا ہے اس نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا اور امام طبرانی نے وضاحت کی یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مروی ہے جب کہ ابوعروۃ (راوی) میرے نزدیک معمر ہے اور ابوعمار: زیاد نمیری ہے اس نے اسی طرح ذکر کیا ہے جب کہ دو مقامات سے یہ محل نظر میں ہے۔

اولاً: زیاد نمیری ہی عبداللہ بصری کا بیٹا ہے میں معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ کس نے اس کی کنیت ابو عمار ذکر کی ہے البتہ زیاد بن میمون کے خلاف کہ محدثین نے اس کی کنیت ابو عمار ذکر کی ہے جبکہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے النمیری کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے، جب کہ دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ زیاد ابو عمار ہے اس نے نفی میں جواب دیا کہ ابو عمار کی حدیث کوئی چیز نہیں اس کے ضعف کی جانب اشارہ ہے۔

چنانچہ زیاد بن عبداللہ نمیری اور ابو عمار کے درمیان اس امام نے فرق کیا ہے کہ پہلے راوی کو معمولی درجہ کا ضعیف اور دوسرے کو شدید ضعیف قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ وہ نمیری نہیں بلکہ ابن میمون ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اس کی صراحت کی کہ وہ وضاع ہے، اس نے خود اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار پہلے گزر چکا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں زیاد بن میمون (راوی) ثقفی الفاکہی انس سے روایت کرتے ہیں جب کہ اس کو زیاد ابو عمار البصری اور زیاد بن ابی حسان بھی کہا جاتا ہے وہ مدلس ہے تاکہ اس کی حالت کو معلوم نہ کیا جائے اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے اور یزید بن ہارون نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے بعد ازاں اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے یہ روایت ان سے ایک تھی۔

جب کہ دوسرا اس کا قول یہ ہے کہ ابو عروۃ بصری وہ معمر یعنی ابن راشد ہے جو ثقہ ہے اور عبدالرزاق کا شیخ ہے تو بلاشبہ یہ شخص اگرچہ اس کی کنیت ابو عروۃ ہے تو میں نے کسی ایسی دلیل کو اس کی تائید کرتے ہوئے نہیں پایا ہے کہ وہ اس سند میں ہو چنانچہ حافظ ذہبی اور عسقلانی (رحمہما اللہ) کا انداز اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو ان دونوں نے اللسان اور المیزان میں ذکر کیا ہے کہ ابو عروۃ (راوی) کا زیاد بن فلاں سے بیان کرنا جو مجہول ہے اسی طرح اس کے شیخ کا حال ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا شیخ زیاد بن میمون کذاب ہے جیسا کہ ابھی اس کا ذکر ہو چکا ہے پس شاید کہ ابو عروہ اس کو مدلس قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں زیاد بن فلاں ہیں جیسا کہ اس حدیث میں کہا ہے کہ زیاد ابی عمار ہے تاکہ اسے پہچانا نہ جائے جب یہ بات صحیح ہے تو ہمارے نزدیک اس ابو عروہ کو مجروح قرار دینے میں کافی ہے پھر میں نے پایا ہے اس چیز کو جو اس کی تائید کر رہی ہے کہ یہ حدیث زیاد بن میمون کی حدیث ہے جس کا تذکرہ علامہ الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۱۴۵/۴) میں عثمان بن مطر سے اس نے سلام بن سلیم سے اس نے زیاد بن میمون سے اس نے انس سے روایت کیا ہے جب کہ یہ سلام نامی (راوی) جو

المدائنی ہے یہ بھی کـذاب ہےاورعثمان بن مطر (راوی) ضـعیف ہےلیکن اس کوابن عسا کر نے (۱۱/ ۲/۵۰) میں عثمان بن سعید الصید اوی کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں سلیم بن صالح نے بتایا اس نے عبدالرحمٰن بن اللیث بن ثوبان سے اس نے ابوعمار سے اس کوروایت کیا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا دارومدارابوعمار پر ہےاوراسی کا نام زیاد بن میمون ہےاوروہ کذاب ہے۔

(۲۹۸)((سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا تَسْتَقْبِلُوْنَ ، وَمَاذَا يَسْتَقْبِلُ بِكُمْ ؟قَالَهَا ثَلاثًا،فَقَالَ عُمَرُ :يَارَسُولَ اللّٰهِ وَحْيٌ نَزَلَ أَوْ عَدُوٌّ حَضَرَ ؟قَالَ :لاَ ،وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍمِنْ رَمَضَانَ لِكُلِّ أَهْلِ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ ،قَالَ:وَفِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ رَجُلٌ يَهُزُّ رَأْسَهُ يَقُولُ :بَخٍ بَخٍ ،فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّكَ ضَاقَ صَدْرُكَ مِمَّا سَمِعْتَ ؟قَالَ :لاَ وَاللّٰهِ يَارَسُولَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ ذَكَرْتَ الْمُنَافِقِيْنَ ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:إِنَّ الْمُنَافِقَ كَافِرٌ،وَلَيْسَ لِكَافِرٍ فِيْ ذَا شَيْءٌ))

ترجمہ:"تعجب ہے تم کس کا استقبال کرر ہے ہواورتمہاراکس طرح استقبال ہورہا ہے آپ نے ان کلمات کوتین بار دہرایااس پرعمر نے عرض کیااے الـلـہ کےرسول ﷺ!وحی نازل ہوئی ہے یادشمن آدھمکا ہے آپ نے نفی میں جواب دیا البتہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی پہلی رات میں ان سب لوگوں کومعاف کردیتے ہیں جو بیت الـلـہ قبلہ کوتسلیم کرتے ہیں راوی نے بیان کیا اورلوگوں کی ایک جانب میں ایک شخص تھا جو اپنے سرکوحرکت دیکر کہہ رہا تھا: بہت اچھا! بہت اچھا!اس پر نبی ﷺ نے اس کومخاطب کر کے آگاہ کیا گویا کہ تیرا سینہ اس سے تنگ ہوا جوتو نے سنا اس نے عرض کیانہیں اللہ کی قسم !اے اللہ کے رسول ﷺ!لیکن آپ نے منافقین کاذکرکیااس پر نبی ﷺ نے منافق کوکافرقراردیا جبکہ کافرکیلئے اس میں کچھ نہیں ہے "

تحقیق:حدیث منکر ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۹۷/۱)میں زوائد سے اورابوطاہرانباری نے اپنی مشیخۃ (۲-۱/۱۴۷) میں اورابـن فنجویہ نے امالی کی ایک مجلس میں جس میں رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان (۳/۲-۱/۴) تھااورالواحدی (رحمہ اللہ) نے الـوسـط میں (۱/۶۴/۱)اوردولابی نے الکنیٰ (۱/۱۰۷) میں عمروبن حمزہ القیسی ابی اسید سے اس نے کہا ہمیں

ابوالربیع خلف نے انس بن مالک سے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب رمضان کا مہینہ آتا اس نے ذکر کیا اور طبرانی نے وضاحت کی یہ روایت انس سے صرف اس اسناد کے ساتھ مروی ہے عمر (راوی) اس میں متفرد ہے اور اسی طرح اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں جیسا کہ اللآلی المصنوعة (۱۰۱/۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے لئے ہے اس نے اس کو اس حدیث کا بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور یہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ اس عمرو بن حمزہ کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بخاری اور عقیلی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے اس کی حدیث کی کوئی متابع نہیں ہے بعدازاں اس کیلئے عقیلی نے دو حدیثیں درج کی ہیں جب کہ یہ ان دونوں میں سے ایک ہے بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ ان دونوں کی متابعت نہیں ہے جب کہ خلف ابوالربیع مجہول راوی ہے اور وہ خلف بن مہران کے علاوہ ہے جب کہ ان دونوں میں امام بخاری (رحمہ اللہ) نے فرق کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے بھی چنانچہ اس نے پہلے ابن مہران کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کی توثیق کی ہے پھر ابوالربیع کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس حدیث کو بیہقی نے ذکر کیا ہے۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کی تضعیف کی جانب اشارہ کیا اور اپنی صحیح میں اس کو ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی کہ اگر حدیث صحیح ہے تو میں خلف ابوالربیع کے بارے میں کوئی اور جرح اور تعدیل نہیں جانتا ہوں اور نہ عمرو بن حمزہ قیسی کو جو اس سے کم درجہ کا ہے، چنانچہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الترغیب (۶۳/۲) میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے اور فرماتے ہیں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں میں جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: تو پھر کیا ہوا اس نے اس کی توثیق کا بھی ذکر نہیں کیا ہے تو اس طرح کا شخص ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کے نزدیک اس کے زیادہ قریب ہے کہ اسے مجہول قرار دیا جائے اس سے کہ اس کو ثقہ قرار دیا جائے وگرنہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس سے خاموشی اختیار کرتا اور یہ بات اس کے اس قول کی مؤید ہے جو اس نے جزء اول کے مقدمہ (ق ا ص ۳۸) میں ذکر کی ہے، علاوہ ازیں ہم نے کثرت کے ساتھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو جرح وتعدیل سے عاری ہیں ہم نے ان کو درج کیا ہے تاکہ کتاب ان سب لوگوں پر مشتمل ہو جن سے علم مروی ہے اس خیال سے کہ ان کے بارے میں جرح وتعدیل موجود ہے تو

ہم ان کو اس کے بعد ان کے ساتھ ملائیں گے، انشاء اللہ۔

پس یہ وضاحت کہ جرح وتعدیل کو اس وقت چھوڑا جا سکتا ہے جب اس کا علم نہ ہو تو ہرگز درست نہیں کہ کسی راوی کے بارے میں خاموشی کو اس کے بارے میں توثیق باور کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض معاصر محدثین ایسا کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ دونوں مجہول راوی اس میں متفرد ہیں

(۲۹۹) «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَظَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهِ، وَإِذَا نَظَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى عَبْدِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا، وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَلْفُ أَلْفِ عَتِيقٍ مِّنَ النَّارِ»

ترجمہ: ”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی جانب دیکھتے ہیں اور جب اللہ کسی بندے کی جانب نظر اٹھاتا ہے تو اللہ اس کو کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب کہ ہر رات میں اللہ عزوجل ہزاروں افراد کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں“

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن فنجویہ نے اس حدیث کو الأمالی کی ایک مجلس میں ذکر کیا جو رمضان کی فضیلت میں مقرر کی گئی تھی اور یہ اس میں آخری حدیث ہے جو حماد بن مدرک الھجستانی سے ہے اس کو عثمان بن عبداللہ نے اس نے کہا ہمیں مالک نے آگاہ کیا اس نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اسی طریق سے ضیاء المقدسی نے اس کو المختارۃ (۱/۱۰۰/۱۰) میں بیان کیا جب کہ اس کیلئے اس کے ہاں اہتمام بھی ہے، بعد ازاں اس نے کہا عثمان بن عبداللہ شامی روایت بیان کرنے میں متہم ہے اور اسی طرح اس کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے، مزید بتایا ہے کہ اس میں مجہول راوی ہیں اور عثمان تہمت زدہ ہے موضوع احادیث بیان کرتا تھا سیوطی نے اس کا اللآلی (۲/۱۰۰-۱۰۱) میں اقرار کیا ہے، اس حدیث کو منذری (۲/۸ ۶۹/۶) نے الترغیب میں اصبہانی کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

ذہن نشین کریں یہ وہ اصبہانی نہیں ہے جو ابن جوزی کے طریق میں ہے اور مجہول کا صیغہ ذکر کرنے سے اس جانب اشارہ ہے کہ روایت موضوع یا ضعیف ہے چنانچہ میں نے اس تحقیق کو درج کیا ہے تا کہ پہلا احتمال ختم ہو جائے اور یہ حقیقت معین ہو جائے کہ حدیث موضوع ہے تا کہ جس شخص

کے ہاں علم نہیں وہ دھوکے میں واقع نہ ہو تو وہ حدیث کو روایت کرتا رہے اس خیال کے پیش نظر کہ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضـــــعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے تو اس طرح نبی ﷺ کی جانب ایسی چیز کی نسبت ہو جائے گی جو بات آپ ﷺ نے نہیں کہی ہے۔

(۳۰۰) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَتَی مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةِ حَسَنَةٍ ، إِلَّا يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قل ھو اللہ احد کو آخر تک دو سو بار پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پندرہ سو نیکیاں تحریر فرماتے ہیں البتہ جب اس پر قرض ہو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۶/۲۰۴) نے اس کو ابوالربیع الزہرانی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ہمیں حاتم بن میمون نے ثابت سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس حاتم (راوی) کے بارے میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور کم روایات بیان کرنے والا ہے وہ ثابت نامی (راوی) سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں کسی صورت میں ان سے استدلال کرنا درست نہیں اور وہ ایسا راوی ہے جو ثابت سے وہ انس سے اس کی مرفوع روایات بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے قل ھو اللہ احد کو پڑھا (حدیث کا ذکر کیا) اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے چنانچہ محدثین اس طرح کے مشائخ سے خود کو تحفظ عطا کرتے تھے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الخطیب کے طریق سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعدازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور حاتم (راوی) کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کسی حالت میں حجت کے قابل نہیں ہے لیکن حافظ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۲۳۸) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام ترمذی اور محمد بن نصر نے اس حدیث کو اس کے طریق سے دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ یہ تعاقب بے فائدہ ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہو رہا ہے اور جن الفاظ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ جس شخص نے روزانہ دو صد بار قل ھو اللــہ احد کی قرأت کی تو اس سے پچاس (۵۰) سال کے گناہ محو کر دیئے جائیں گے البتہ قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) (۴/۵۰) نے اور محمد بن نصر (رحمہ اللہ) نے قیام اللیل (ص ۶۶) میں محمد بن مرزوق کے طریق سے اس نے کہا مجھے حاتم بن میمون نے بتایا اس نے ثابت سے

اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ حاتم راوی کو حجت قرار دینا کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کی اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہیں جب کہ اسناد بھی ایک ہیں نیز دارمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۳۱۱) میں الوفا کے طریق سے اس نے ام کثیر انصاریہ سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ جس نے پچاس بار پڑھا تو اللہ اس کے پچاس سال کے گناہوں کو معاف کردیں گے جب کہ ایک دوسرے طریق سے یہ حدیث ثابت سے روایت کی گئی ہے اس میں وارد ہے کہ اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ حدیث منکر ہے جیسا کہ قبل ازیں ہی اس کا ذکر (رقم ۲۹۵) میں گزر چکا ہے

جب کہ ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصة البدر المنیر (ق ۲/۶۹) میں ان دونوں کو برقرار رکھا ہے، اور المجمع میں ہے کہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں اس کو خباب سے مرفوع روایت کیا ہے البتہ علی سے مرفوع ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی اسناد میں کیسان ابو عمر کو ابن حبان نے ثقة قرار دیا ہے ابن حبان کے سوا نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ المناوی (رحمہ اللہ) نے الفیض میں عراقی سے روایت کیا ہے اس نے ترمذی کی شرح میں اس حدیث کو انتہا درجہ کی ضعیف قرار دیا ہے اور الھدایة کی تخریج سے اس میں کیسان خصاب اس طرح انتہا درجہ کا ضعیف ہے، رابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کی اسناد میں کیسان (راوی) ان کے نزدیک ضعیف ہے البتہ ابن العزیزی کا قول جو الجامع الصغیر کی شرح (۱/۱۲۹) میں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تلافی ہو رہی ہے جب کہ اس کا یہ قول وہم ہے جب کہ اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے اور اس کے سوا نے بھی اس کی تلافی نہیں کی ہے اور اس کے سوا نے اس کا ادعا نہیں کیا ہے بلکہ اس کی مخالف روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

(۳۰۱) «مَن

شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کا مختصر تعارف

از قلم: مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد صادق خلیل جلیل القدر عالم دین ہیں انہوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں نام پیدا کر کے شہرت دوام حاصل کی ہے اللہ تعالی نے ان کو بہت سی علمی صلاحیتوں اور اوصاف وکمالات سے نوازا ہے آپ جید عالم، بلند پایہ مدرس، منجھے ہوئے تجربہ کار مترجم، اونچے درجے کے مفسر قرآن، بلند اخلاق، متواضع، فصیح اللسان، سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم ہیں عذوبت لسان اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال ہیں علم وعمل کا حظ وافران کے حصے میں آیا ہے۔

ان کے گوناگوں اوصاف کے باعث سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بھی سب کے مشفق ومہربان ہیں آپ گزرے ہوئے دور کی یادگار اور اسلاف کی نشانی ہیں گزشتہ ستاون اٹھاون سال سے آپ درس وتدریس، وعظ وتقریر اور قلم وقرطاس سے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اس مرد حق آگاہ کی تدریسی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں لوگوں نے ان سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، صرف ونحو اور منطق ومعانی وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے، بلاشبہ مولانا صاحب کی تصنیفی وتدریسی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ عالی قدر والدین کے نہایت نیک اور خوش بخت فرزند ہیں ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ ہے انہوں نے تن تنہا ایک جماعت جتنا علمی کام کر دکھایا ہے مولانا موصوف سادی وضع کے ایک عظیم المرتبت انسان ہیں، میں اس نیک طینت عالم دین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہوں وہ میرے مشفق ومہربان ہیں۔

مجھے کئی بار اپنے عزیز دوست علی ارشد چوہدری کے ہمراہ ان کے باب علمی پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا جی چاہتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور ان کی حیات جاوداں کی ایک جھلک اپنے قارئین کو بھی دکھائی جائے اس سلسلہ میں مجھے اپنے مرشد ومربی ذھبیءدوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی (مصنف کتب کثیرہ) کے باب عالی پر دستک دینا پڑے گی بھٹی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ''قافلہء حدیث'' میں مولانا موصوف پر تفصیلی مضمون لکھا ہے لہذا ہم چند باتیں بھٹی صاحب کی کتاب ''قافلہء حدیث'' سے مستعار لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد صادق خلیل مارچ ۱۹۲۵ء فیصل آباد ضلع کے مشہور قصبہ ''اوڈانوالہ'' میں پیدا ہوئے

آپ کے والدین نے اپنے طور پر آپ کی تربیت بہتر طریقے سے کی کچھ بڑے ہوئے تو والد مکرم نے ادعیہ ماثورہ وغیرہ زبانی یاد کرانا شروع کیں اور سرکاری سکول میں داخل کرا دیا اس زمانہ میں پرائمری کا لفظ چار جماعتوں پر بولا جاتا تھا انہوں نے سکول سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد مکرم نے ۱۹۳۸ء میں ان کو اپنے گاؤں ''اوڈانوالہ'' کے اس دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا جو صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) نے جاری کیا تھا یہ چھ سال کا نصاب تھا جو انہوں نے اسی دارالعلوم تقویۃ الاسلام ''اوڈانوالہ'' کے اساتذہ سے مکمل کیا۔

ان کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے خود ان کے والد محترم میاں احمد دین (جو صوفی عبد اللہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے صوفی محمد عبداللہ (بانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ و جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) اور صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ والے تھے۔

پھر متوسط اور انتہائی درجوں کی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں وہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی، مولانا نواب الدین، مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری، مولانا عبدالرحمان نومسلم، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینوی اور مولانا داؤد انصاری بھوجیانی (رحمہم اللہ) تھے یہ تمام حضرات عالی قدر کسی زمانہ میں ''اوڈانوالہ'' میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے تھے اور مولانا موصوف نے انہی سے تکمیل تعلیم کی اور اسی دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اس کے علاوہ انہوں نے میٹرک کا امتحان وہیں رہ کر دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی اسی دارالعلوم کی طرف سے دیئے اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

دارالعلوم میں کئی سال یہ سلسلہ چلا کہ جو طالب علم وہاں سے فارغ ہوا وہیں استاذ کی حیثیت سے اس کی تقرری کر دی گئی اور اسے باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی مولانا موصوف کو بھی یہ رعایت دی گئی اور فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں بطور استاذ کے انکی خدمات حاصل کر لی گئیں آپ ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک پندرہ سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ کی مسند تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا سید داؤد غزنوی (رحمہ اللہ) کے حکم سے وہ اپنے گاؤں کے دارالعلوم سے نکلے اور جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں چلے آئے یہاں کم و بیش انہوں نے دس سال پڑھایا، اس کے علاوہ مولانا محمد صادق خلیل جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، دارالحدیث کراچی، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، جامعہ رحمانیہ لاہور اور آخر میں دارالحدیث کوٹ رادھا کشن (ضلع قصور) میں عرصہ

تک خدمت تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے انہوں نے مختلف اوقات میں ماموں کانجن، سے لے کر کراچی تک سات مدارس دینیہ میں خدمت تدریس سرانجام دی جو کم وبیش چالیس برس کی طویل مدت میں پھیلی ہوئی ہے اس عرصہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے استفادہ کیا اور علم وعمل کی رفعتوں پر متمکن ہوئے۔

ان کے چند نامور شاگردوں میں خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد شمس الدین افغانی، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر ظفر اللہ کراچی، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خالد سیف، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی، حافظ فتح محمد فتحی مکہ مکرمہ، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، پروفیسر عبدالحکیم سیف کوٹ رادھا کشن، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی، حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبد العزیز حنیف، شیخ عبداللطیف شجاع آبادی کراچی، مولانا عبدالغفور ناظم آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا صاحب نہایت پیارے خطیب بھی ہیں وہ دھیمے لہجے میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں ان کی تقریر میں متانت سنجیدگی علمی وجاہت اور رسوخ علم کا عنصر پایا جاتا ہے آپ مختلف مقامات پر خطابت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں پیرانہ سالی کے باعث اب وعظ وتقریر سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف وکمالات اور گوناگوں خوبیوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ بہت بڑے مصنف مترجم اور مفسر قرآن ہیں انہوں نے اپنی رہائش محلہ رحمت آباد (متصل حاجی آباد فیصل آباد) میں ضیاء السنۃ کے نام سے ترجمہ تالیف کا ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اس کی طرف سے ابتداء میں جو نہایت اہم کتاب شائع کی وہ ترمذی شریف کی شرح **تحفة الاحوذی** تصنیف مولانا عبد الرحمان محدث مبارکپوری (رحمہ اللہ) کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو انکا عظیم کارنامہ ہے۔

اب آیئے ان کی ترجمہ وتالیف کی مساعی کی طرف کہ انہوں نے اپنی اچھی خاصی لائبریری بنائی اور اسے صادق خلیل اسلامک لائبریری کا نام دیا، ان کی تحریر سادہ سلیس اور شگفتہ ہوتی ہے اس میں مطالعہ کا حسن علم کی پختگی اور زبان وادب کی ثقاہت پائی جاتی ہے عربی سے اردو ترجمہ بہت عمدہ کرتے ہیں اس میں اردو زبان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں ان کی ترجمہ کردہ کتب نے اس خطہ ارض میں بڑی شہرت پائی ہے عربی کتب کے تراجم ان کی گوہر بار قلم کا خوبصورت شاہکار ہیں بلاشبہ آپ ادب وانشاء میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔

مذکورہ کتابوں میں سے بعض کتابیں کافی ضخیم ہیں ان میں اکثر کئی کئی بار چھپ چکی ہیں اب مولانا کی پوری توجہ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف ہے اس تفسیر کا نام انہوں نے اصدق البیان رکھا ہے ۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس مبارک اور عظیم کام کی تکمیل کر چکے ہیں اللہ کے فضل سے اس تفسیر کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی ایک جلد کمپوزنگ اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہے یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوگی، انشاء اللہ۔

مولانا موصوف نے اس تفسیر میں علمی جواہر پارے اس خوبی سے صفحہ قرطاس پر مرتسم کیئے ہیں کہ ان کی تحقیق اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی ہے دور حاضر میں یہ تفسیر اپنے منفرد اسلوب علمی وادبی دلکشی کے باعث انفرادیت کی حامل تفسیر ہے، مولانا موصوف کی یہ وہ علمی و دینی خدمات ہیں جو انہوں نے بڑی ہمت و محنت سے سرانجام دی ہیں اگر چہ انہیں اپنے صاحبزادہ گرامی قدر عبدالحفیظ مدنی کا تعاون بھی حاصل ہے لیکن جو خدمت ان کی نیک اور صالح بیوی نے عمر بھر کی ہے اسے مولانا موصوف بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

مولانا کی زوجہ محترمہ ۷ مئی ۲۰۰۲ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئیں وہ بڑی عابدہ زاہدہ تقویٰ شعار اور شوہر کی خدمت گزار تھیں، تمام عمر شوہر کا دست بازو بن کر رہیں اور ہمیشہ مولانا کی تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں میں ان کی ہمت بندھائی اور بے پناہ خدمت کی اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

یہ ایک اجمالی سی مولانا موصوف کی تدریسی و تصنیفی کام کی جھلک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

مولانا محمد صادق خلیل 6 فروری 2004ء بروز جمعۃ المبارک (عیدالاضحیٰ کے تیسرے دن)فجر کی نماز کے وقت مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) وفات سے قبل ہی انہوں نے تفسیر کی آخری جلد مکمل کر لی تھی جو زیر طباعت ہے مولانا مرحوم نے سعودی عرب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عظیم روحانی لیڈر محمد بن عبدالوھاب کی زندگی اور خدمات پر لکھی گئی عربی کتاب کا ترجمہ بھی کیا پوری دنیا میں اس کتاب کے کیئے گئے تراجم سے مولانا محمد صادق کی کتاب کا انتخاب ہوا جس پر انہیں خصوصی اعزاز سے نوازا گیا مرحوم کے انتقال پر علمی حلقوں میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے مولانا محمد صادق خلیل کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے ان کی خدمات کو سراہا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو جنۃ الفردوس میں جگہ اور لواحقین کو صبر جمیل سے عطا فرمائے۔

ممتاز عالم دین ادیب دانشور و شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل کی رحلت پر عالم اسلام کی متعدد شخصیات نے ان کی علمی خدمات پر موصوف کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، امام کعبہ شیخ عبدالرحمن السدیس نے کہا کہ عالم اسلام ایک عظیم دانشور سے محروم ہو گیا ہے جسے عربی ادب پر مکمل عبور حاصل تھا، سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور صالح بن عبدالعزیز آل شیخ نے کہا کہ محمد صادق خلیل کی وفات سے علمی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہو گیا جو مدتوں پورا نہ ہو سکے گا موصوف نے قرآن مجید کی جو تفسیر لکھی ہے یہ دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

سعودی مجلس شوریٰ کے سپیکر اور مسجد الحرام کے خطیب شیخ صالح بن حمید نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ موصوف کا شمار اونچے درجے کے مفسر قرآن سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم میں ہوتا تھا، مؤتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل راجہ ظفر الحق نے کہا ہے کہ مولانا مرحوم شرکو بدعت کے اندھیروں میں روشنی کی کرن تھے ان کے تحریری ورثے سے امت مسلمہ ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتی رہے گی، پاکستان مسلم لیگ کے قائد میاں محمد نواز شریف اور سیکرٹری اطلاعات صدیق الفاروق نے مولانا کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

مزید براں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ محسن ترکی سعودی وزیر عدل وانصاف عبداللہ ابراہیم مرکزی جمعیت اہلحدیث سعودی عرب کے امیر مولانا عبدالمالک مجاہد، آزاد جموں کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان، معروف دانشور محمد اسحاق بھٹی، وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الہیٰ، مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں کو معاف کر کے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور عالم اسلام کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر علامہ ساجد میر مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالعزیز حنیف، جامعہ سلفیہ کے سربراہ میاں نعیم الرحمن، سابق رکن قومی اسمبلی مولانا معین الدین لکھوی، جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ سعید، جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، پاکستان مسلم لیگ (ن) کے جنرل سیکرٹری خواجہ سعد رفیق، مولانا یوسف انور نے مولانا کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کیا۔

مرحوم کی نماز جنازہ اسی تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم (حفظہ اللہ) نے پڑھائی اور مرحوم کو رحمت آباد کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تبصرہ برائے

نماز نبوی (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

☆ مصنف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

☆ اردو ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)

☆ صفحات: ۲۰۸ ☆ قیمت: ۱۰۰ روپے

☆ ناشر صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد (حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد

علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) کے نام اور کام سے ایک دنیا آگاہ ہے انہوں نے اپنے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق سے خدمت حدیث کا فریضہ ادا کر کے تاریخ اسلام میں انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں علامہ موصوف نے اسلامی احکام وقواعد اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بے شمار عنوانات پر لکھا اور بہت سی کتابیں تالیف کیں ان کے گوہر بار قلم سے کئی تحقیقی اور علمی کتب معرض وجود میں آئیں اور بہت سی کتب احادیث کو البانی مرحوم نے اپنی تحقیق سے آراستہ کیا۔

زیر تبصرہ کتاب نماز کے موضوع پر علامہ البانی صاحب کی نہایت عمدہ کاوش کا خوبصورت اردو ترجمہ ہے اس میں سنت نبوی کے مطابق نماز کا طریقہ اور مسائل احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز کے موضوع پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔

اس کا اردو ترجمہ رواں ،شگفتہ اور سلیس ہے جو مشہور مترجم ،مصنف اور مفسر مولانا محمد صادق خلیل کے قلم کا رہین منت ہے اس ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں جو اس کتاب کے نئے عربی ایڈیشن کے مطابق ہیں اس کے علاوہ اس اردو ایڈیشن میں حوالہ جات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کتاب کے آخر میں مراجع ذکر کئے گئے ہیں اس کے علاوہ آخر میں مصنف اور مترجم کے مختصر احالات زندگی بھی شامل اشاعت ہیں۔

بلاشبہ نماز نبوی کا یہ جدید ایڈیشن بہت ہی اضافی خوبیوں اور ظاہری اور معنوی حسن سے آراستہ کر کے قائین کے خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، کتاب کی طباعت ،کاغذ، جلد بندی، کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کے سلسلے میں اعلیٰ معیار کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے نماز کی درستی اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق نماز کی ادائیگی کیلئے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

(تبصرہ نگار: محمد رمضان یوسف سلفی ،ایڈیٹر: صدائے ہوش)

ضیاء السنة (ادارة الترجمه والتالیف) کی مطبوعات

عربی کتب

1:- تحفة الاحوذی (شرح جامع الترمذی ۵ مجلدات)

2:-الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

3:- اتمام الوفاء فی سیرة الخلفاء

4:- عرش الرحمن (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

5:- الرد علی الاتحادیین ووحدة الوجود (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

6:- الاحکام فی اصول الاحکام (تالیف: علامہ ابی العز الحنفی)

مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کے قلم سے تالیف کردہ مختصر رسائل

1:- حج کیسے کیا جائے 2:- رمضان المبارک کے احکام وفضائل 3:- فاتحہ خلف الامام

4:- اثبات رفع الیدین 5:- رکعات تراویح 6:- اسلام میں شب برأت کا تصور

اردو کتب

☆ آئینہ ابوالکلام (رحمہ اللہ) مرتب عتیق صدیقی

☆ علماء اہل حدیث کی تفسیری خدمات (مرتب ملک عبدالرشید عراقی)

☆ المسح علی الجوربین (تالیف: علامہ جمال الدین قاسمی)

تحقیق: علامہ البانیؒ (ترجمہ: مولانا محمد عبدہؒ)

☆ اسلام میں سنت کا مقام (مرتب ملک عبدالرشید عراقی) زیر طبع

زیر طبع اردو تراجم

☆ الترغیب والترهیب ☆ الرد علی البکری (امام ابن تیمیہؒ)

☆ احوال آخر الایام ☆ قصیدة النونیة والمیمیة (امام ابن قیم رحمہ اللہ)

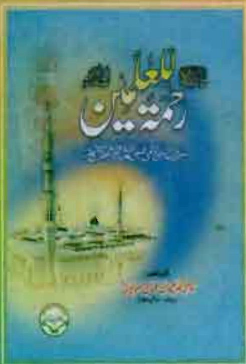
☆ آداب الزفاف (کتاب وسنت کی روشنی میں) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

☆ الاحادیث الضعیفة (حدیث نمبر ۱ تا ۳۰۰ ۷۵۰) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

چند اہم مطبوعات



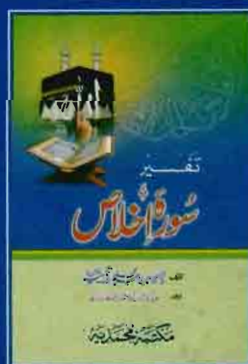


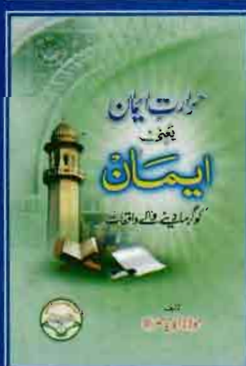


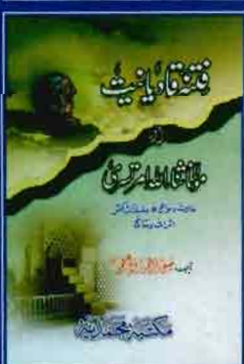










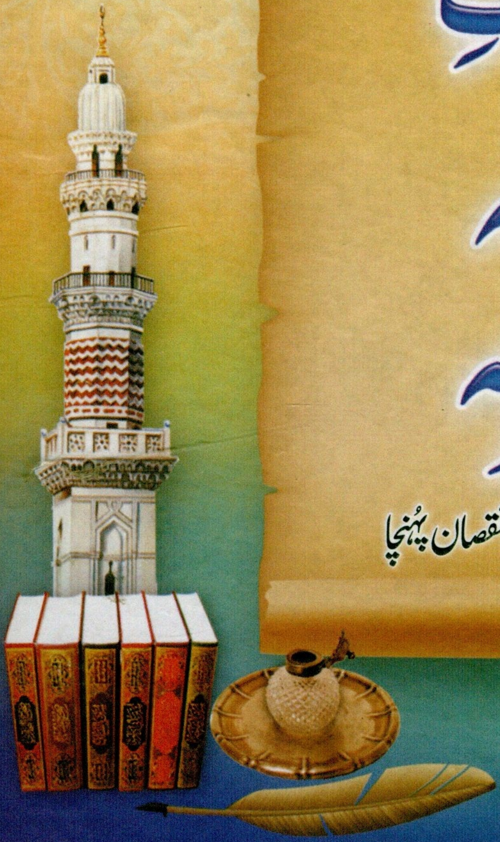


مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
MOb:0300- 4826023,042-37114650
E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ
تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمّتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا



تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جلد سوم

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق و نظرِ ثانی

عبدالحفیظ مدنی

حافظ عبدالخبیر اویسی

حافظ ابوبکر ظفر

ناشر

مکتبہ محمدیہ

قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور

الفضل مارکیٹ

MOb:0300- 4826023,042-37114650

نام کتاب		احادیث ضعیفہ کا مجموعہ
باہتمام	----------------	عبدالرحمان عابد
طبع سوم	----------------	جنوری 2012ء
تعداد	----------------	1100
قیمت	----------------	200/-

اسٹاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,2624007

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال
0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد
Mob.: 0322- 6054145

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com
Ph.:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قارئین کرام: والد المکرم محترم مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) نے پچاس سالہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور ترجمہ میں بہت زیادہ اہل اسلام کی خدمت کی ہے کسی خاص موضوع پر کتاب کو تالیف کرنا آسان ہے، لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے، لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کی بنا پر اس پر خار وادی میں قدم رکھا تو اہل علم کے ساتھ عوام الناس نے بھی ان کے اس شگفتہ اور رواں دواں قلم کے انداز کو سراہا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک نے آپ کی کتابوں کے آرڈر دے کر (اردو داں طبقہ میں) مفت تقسیم کیا تا کہ ان کو پڑھ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سمجھا جا سکے۔

اس سے مولانا کو عربی زبان سے اردو زبان میں تراجم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنی زندگی کو دین اسلام کی ترویج کیلئے وقف کر دیا۔ اس سلسلہ میں مولانا (رحمہ اللہ) نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی اہم کتاب "الاحادیث الضعیفة والموضوعة" کی دو جلدوں (ہر جلد پانچ سو احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کیا اس کے بعد تیسری جلد لکھنے کا کام جاری تھا کہ مولانا چھ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک فجر کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث اور من گھڑت روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان احادیث اور روایات کو دشمنانِ اسلام اور بعض علماء سوء نے عوام الناس میں اس انداز کے ساتھ تشہیر کر دی کہ عام لوگ ان احادیث کو معتبر سمجھنے لگے ہیں اور ایسی احادیث کا زیادہ تر حصہ اسرائیلی روایات سے بھرا پڑا ہے یا پھر واعظین، صوفیاء اور حد سے بڑھے ہوئے شیعہ لوگوں کا بیان کردہ ہے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ اور باقی کتب حدیث میں ان احادیث کو تلاش کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی تحقیق کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور انہیں فن جرح وتعدیل کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے ان پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ کتاب اہل علم، خطباء، واعظین، اساتذہ کرام اور ائمہ عظام کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی بہت مفید اور ضروری ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ احادیث کو اچھی طرح پڑھیں اور ان ضعیف اور فتنہ پھیلانے والی من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں تا کہ ہمیں دین حق کی صحیح رہنمائی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ ونگہبان ہو، آمین۔

اس کتاب کی جلد اوّل ایک سو اور جلد دوم دوسو احادیث پر مشتمل ہے، جو کہ آج سے تقریبا پانچ سال قبل ادارہ ضیاء السنہ سے شائع ہوئی تھی، اس کے کئی ایک ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں اور جو شائع ہونے کے فوراً بعد فروخت ہو جاتے ہیں چنانچہ اس پذیرائی کو دیکھتے ہوئے اب اس کی تیسری جلد جو دوسو احادیث (۳۰۱ تا ۵۰۰) پر مشتمل ہے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن قارئین نے اس کتاب کی جلد اول کو نہیں پڑھا وہ اس کو ضرور پڑھیں، اس لئے کہ اس میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے تین اہم مقدمات اور مترجم (رحمہ اللہ) کا ایک مقدمہ اور اصول حدیث کے قوانین شامل ہیں، اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو جلد دوم اور سوم میں شامل نہیں کیا جا رہا، اس کے بعد جلد چہارم بھی کمپوز ہو چکی ہیں جو جلد شائع کر دی جائے گی، ان شاء اللہ۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ ناشر و جملہ معاونین کی کوششوں کو قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنائے آمین۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

۲۰ ستمبر ۲۰۰۴ء

فہرست

مرض الموت میں سورہ اخلاص

(۳۰۱) مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي يَمُوتُ فِيهِ لَمْ يُفْتَنْ فِي قَبْرِهِ، وَاَمِنَ فِي ضَغْطَةِ الْقَبْرِ وَحَمَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَكُفِّهَا حَتّٰى تُجِيزَهُ مِنَ الصِّرَاطِ اِلَى الْجَنَّةِ۔

''جس شخص نے اپنی اس بیماری میں جس سے وہ موت سے ہم کنار ہوا اس میں قل ھو اللہ احد کی تلاوت کی تو وہ قبر میں فتنے سے اور قبر کے دباؤ سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن فرشتے اس کو اپنی ہتھیلیوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ اس کو پل صراط سے گزار کر جنت میں پہنچائیں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو (۲/ ۲۱۳) میں نصر بن حماد البلخی سے روایت کیا ہے، اس نے کہا ہمیں مالک بن عبداللہ ازدی نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں یزید بن عبداللہ بن الشخیر العنبری نے بیان کیا، اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کی سند موضوع ہے نصر (راوی) اس حدیث کے بارے میں تہمت زدہ ہے اور ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ اس کے استاذ مالک بن عبداللہ ازدی کو میں نہیں پہنچانتا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی میں نبی تھا

(۳۰۲) كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ۔

''میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے اور اس جیسی حدیث آگے آ رہی ہے۔

پانی اور مٹی سے پہلے بھی میں نبی تھا

(۳۰۳) كُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمُ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ۔

''میں اس وقت بھی نبی تھا، جب کہ آدم علیہ السلام تھا نہ پانی تھے اور نہ مٹی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ کی ذیل (ص ۲۰۳) پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور اس کا اقرار کیا ہے

جب کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الرد علی البکری کے (صفحہ ۹) پر اس کو ذکر کیا ہے اور اس کو بے بنیاد قرار دیا ہے، یہ حدیث عقل ونقل کے خلاف ہے اس لیے کہ محدثین رحمہ اللہ میں سے کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا اور معنوی لحاظ سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام کبھی بھی پانی اور مٹی کی حالت میں نہ تھے کیونکہ الطین سے مقصود پانی اور مٹی ہے، اور تو روح اور جسم کے درمیان تھے، مزید برآں اس قسم کے گمراہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ نبی ﷺ اس وقت موجود تھے اور آپ کی ذات کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا تھا اور اس پر ایسی احادیث کے ساتھ استشہاد پیش کرتے ہیں جن کو وضع کیا گیا ہے، مثال کے طور پر یہ حدیث جس میں وارد ہے کہ آپ عرش کے اردگرد نور تھے چنانچہ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جبریل! یہ نور میں تھا۔ اسی گروہ میں سے بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قرآن کے حافظ تھے جب کہ ابھی آپ کے ہاں جبریل علیہ السلام نہیں آئے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ آپ روح اور جسم کے درمیان تھے، اشارہ کرتا ہے کہ اس حدیث میں یہی صحیح ہے جب کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''میں نبی تھا جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے'' اور اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ میں نے اس کی صحت کو ایک مقالہ میں واضح کیا ہے جس کو **مجلة التمدن الاسلامی** نے شائع کیا ہے اور زرقانی نے شرح المواھب (۱/۳۳) میں ان دو احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

''امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدرر میں صراحت کی ہے کہ ان دونوں کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ دوسری روایت میں عوام کی زیادتی ہے اور اس سے پہلے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دونوں الفاظ کے بطلان کا فتویٰ دیا ہے نیز یہ کہ وہ دونوں جھوٹ ہیں اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اپنے فتاوٰی میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے بلکہ موافق ومخالف سبھی نے اس کا اقرار کیا ہے، اور اس نے کہا ہے کہ اس طرح کے مسئلہ میں کیسے اس کے کلام پر اعتماد نہ کیا جائے جب کہ اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ متون کے بارے میں استحضار اور نسبت کے لحاظ سے اس سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، یوں دکھائی دیتا ہے کہ سنت کا ذخیرہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور بیان کرنے کے لحاظ سے اس کی زبان کے کنارے پر ہے وہ اس کو نپے تلے انداز میں بیان کرتا ہے جب کہ اس کی نظر حاوی ہوتی ہے۔

بوڑھے آدمی کی عزت کرنا

(۳۰۴) مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ

''جو بھی نوجوان کسی بوڑھے انسان کی عزت واکرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت میں ایسے شخص کا تعین فرماتے ہیں جو کہ اس کی عزت و اکرام میں انہماک اختیار کرتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۵۲/۳) اور ابو بکر الشافعی نے الرباعیات (۲-۱/۱۰۶/۱) میں اور عقیلی نے (۴۵۵) میں اور ابوالحسن النعالی نے اپنی حدیث کے ایک جز (۱۲۴-۱۲۵) میں اور ابن بشران نے الامالی (۱/۶۰/۲۲،۱/۶/۱۸) میں اور القطیعی نے جزء الالف دینار (۱/۳۵) میں اور ابونعیم نے اخبار اصبہان (۱۸۵/۲) میں اور زاھر الشحامی نے السباعیات (ج ۷/۱۲/۲) میں اور ابوبکر بن النقور نے الفوائد (۱/۱۴۹/۱) میں اور ابن شاذان نے المشیخۃ الصغریٰ (۲/۵۳) میں اور خطیب نے المتفقہ والمتفقہ (۱/۲۷۷) میں اور عبداللہ بن عثمانی الدیباجی نے الأمالی (۱/۵۶/۱) میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۲/۲۴۹/۱۴) میں اور الضیاء المقدسی نے المنتقیٰ من مسموعاتہ بمرو (۱/۳۳) میں، ان سب نے اس حدیث کو یزید بن بیان المعلم سے روایت کیا ہے اس نے ابوالرحال سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے اور مزید وضاحت کی ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی شیخ سے پہچانتے ہیں، مقصود یزید بن بیان ہے جب کہ عقیلی نے ذکر کیا کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے نیز یہ حدیث صرف اسی راوی کے ساتھ ہی معروف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی ضعیف ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن عدی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کا استاذ ابوالرحال بھی اس جیسا ہے جیسا کہ ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے بلکہ منکر الحدیث ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ یہ راوی عجائبات لاتا ہے، مزید برآں ابن النقور نے اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس نے حدیث کے ذکر کے بعد واضح کیا ہے کہ یہ حدیث ابوالرحال کی مفردات سے ہے اس کا نام خالد بن محمد انصاری ہے اور اس سے سوائے یزید بن بیان کے کوئی روایت نہیں کرتا، جب کہ ان دونوں میں تامل ہے، اس کے علاوہ ابوالرحال کی انس سے صرف یہی ایک حدیث معلوم ہے جب کہ یہ راوی بہت قلیل روایات بیان کرنے والا ہے اور اس سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں۔

دُم بننا سر نہ بننا

(۳۰۵) كُنْ ذَنَبًا وَلَا تَكُنْ رَأْسًا

''آپ دُم تو بنیں البتہ سر نہ بنیں۔''

تحقیق: جس قدر مجھے معلوم ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنة (ص۱۵۴) میں بتایا ہے کہ یہ دراصل ابراہیم بن ادہم کا قول ہے جس نے اپنے بعض رفقاء کو اس کی وصیت کی تھی، بعد ازاں میں نے اس حدیث کو مسند احمد باب الزهد (۱/۸۰/۲۰) میں دیکھا کہ یہ شعیب راوی کا قول ہے، جو ابن حرب المدائنی الزاهد ہے وہ ۱۹۷ ہجری میں فوت ہوا، جب کہ یہ ایسا کلام ہے کہ میرا ذوق اسے مکروہ خیال کرتا ہے اور میرا دل اس کو صحیح قرار دینے کی شہادت نہیں دیتا بلکہ اس کا مفہوم تو اس حقیقت شرعی کے مخالف ہے جس کو ہم شریعت سے سمجھتے ہیں اور شریعت تو بلند معاملات کے لئے رغبت دلاتی اور عزیمتوں کے اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔ پس آپ بھی غور فرمائیں:

دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا

(۳۰۶) لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ إِلَى عَوْرَةِ الْمُؤْمِنِ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ

''اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے جو کسی ایماندار کی شرمگاہ کو دیکھتا ہے نیز جس کی شرم گاہ کو دیکھا جا رہا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۲/۱۵) میں اسحاق بن نجیح (راوی) سے، اس نے عباد بن راشد منقری سے، اس نے حسن سے اس نے عمران بن حصین سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور کہا کہ اسحاق بن نجیح ضعیف راویوں میں سے ہے اور اس کا ضعف واضح ہے، اس کے علاوہ یہ ان راویوں میں سے ہے جو حدیث کو وضع کرتے تھے۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے عباد بن راشد سے ہے، وہ حسن سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۱۴۹) پر ذہبی کی میزان میں سے اتباع کرتے ہوئے اسحاق (راوی) کی باطل احادیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کے ذکر سے اللہ کے نبی کا یہ ارشاد مستغنی کر دیتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: «احفظ عورتك الا من زوجتك وما ملكت يمينك» ''آپ اپنی شرمگاہ کو سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھیں کوئی دیکھنے نہ

پائے۔" اس حدیث کی سند حسن ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو آداب الزفاف من السنة المطهرة (ص۳۴/۳۵ دوسرے ایڈیشن) میں بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دینا

(۳۰۷) لَأَنْ أُطْعِمَ أَخاً لِّي فِي اللّٰهِ لُقْمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ، وَلَدِرْهَمَانِ أُعْطِيهِمَا إِيَّاهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِعِشْرِيْنَ، وَلَعِشْرُوْنَ دِرْهَمًا أُعْطِيهِمَا إِيَّاهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَةً۔

"البتہ یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے بھائی کو ایک لقمہ کھلاؤں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں دو درہم کا صدقہ کرواور دو درہم کا صدقہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیس درہم کا صدقہ دوں اور بیس درہم کے صدقہ سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں گردن آزاد کروں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن بشران نے اس حدیث کو (۲۶/۱۰۷) میں حجاج کے طریق سے بیان کیا ہے، اس نے کہا کہ ہم کو بشر نے بتایا، اس نے زبیر سے اور اس نے انس سے مرفوعا بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے کا سبب بشر راوی! جو کہ ابن الحسین ہے وہ کذاب ہے اور اس کا تذکرہ زبیر بن عدی کے نسخہ میں ہے، اور یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے جو آگے آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ایک لقمہ

(۳۰۸) لَأَنْ أُطْعِمَ أَخاً فِي اللّٰهِ مُسْلِمًا لُقْمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ، وَلَأَنْ أُعْطِيَ أَخاً فِي اللّٰهِ مُسْلِمًا دِرْهَماً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِعَشَرَةٍ، وَلَأَنْ أُعْطِيَهُ عَشَرَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَةً۔

"ضرور یہ کیفیت ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی بھائی کو کھلاؤں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک درہم کا صدقہ کروں اور اللہ تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے مسلمان بھائی کو ایک درہم عطا کروں، مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں عام طور پر دس درہم کا صدقہ کروں اور دس درہم کے صدقہ سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک گردن آزاد کروں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ **الجامع الصغیر** میں بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ھناد نے روایت کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے **شعب الایمان** میں بدیل سے مرسل بیان کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حجاج بن فرافصہ راوی کو ابو زرعہ رحمہ اللہ نے کہا قوی نہیں ہے، جب کہ امام ذہبی نے اس کو **الضعفاء والمتروکین** میں بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس طریق سے اس کو ابوالقاسم حلبی السراج نے حدیث ابن السقاء (۲/۷۶/۷) میں، اس نے ابوالعلاء سے، وہ یزید سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں اور اصل میں اسی طرح ہے جب کہ یزید راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں۔ شاید اس سے مقصود یزید بن عبداللہ بن الشخیر ہے تو اس صورت میں وہ ابوالعلاء سے بدل ہے جو کہ یہ یزید کی کنیت ہے تو اس صورت میں کنیت اور اسم کے درمیان تحریف کی گئی ہے اور بعض راویوں کی جانب سے زائد ہے۔ پھر میں نے اس کو **الجامع لابن وھب** (ص ۳۳) میں دیکھا کہ وہ حجاج بن فرافصہ سے وہ ابوالعلاء سے آگے نہیں گزرا ہے جب کہ ذہبی نے حجاج کے ترجمہ میں اس سے حدیث ذکر کی ہے، اس نے یزید الرقاشی سے روایت کیا، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ پس شاید اس حدیث کی اسناد میں یزید رقاشی راوی ہے اور حجاج نے اس سے بواسطہ ابوالعلا کے اس کا ذکر کیا ہے، پس اگر معاملہ اس طرح ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو یہ حدیث کی دوسری علت ہے کیونکہ یہ رقاشی ضعیف راوی ہے، واللہ اعلم۔

دنیا کا غم اور دنیا سے رغبت کا نتیجہ

(۳۰۹) مَنْ أَصْبَحَ وَالدُّنْيَا أَكْبَرُ هَمِّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَتَّقِ اللّٰهَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

"جس شخص نے صبح کی اور دنیا اس کا بڑا غم ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں نہیں اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا ڈر اختیار نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں نہیں اور جس شخص نے عام مسلمانوں کے لئے اہتمام نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بچاؤ میں نہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس کو حاکم نے (۳۱۷/۴) میں اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۳۷۳/۹) میں پہلے ٹکڑے کو اسحاق بن بشر سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہمیں سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بتایا، اس نے اعمش سے، اس نے شقیق بن سلمہ سے، اس نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور ذہبی نے اس کا تعاقب کیا ہے: میں کہتا ہوں کہ اسحاق راوی معدوم ہے یعنی موجود نہیں اور میں اس خبر کو من گھڑت خیال کرتا ہوں، ان الفاظ میں کہ ''میں کہتا ہوں: ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں خطیب رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے اللآلی (۲/ ۳۱۶-۳۱۷) میں دیگر طرق اور شواہد کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے، البتہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مزید دو طرق مروی ہیں، پہلا طریق: ابان ابو العالیہ سے روایت کرتا ہے، اس نے سیدنا حذیفة رضی اللہ عنہ سے میرے خیال کے مطابق مرفوعا روایت کیا ہے جیسا کہ خطیب کی روایت ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ایسی سند ہے جو استشہاد کے لائق نہیں، اس لئے کہ ابان سے مقصود ابن ابی عیاش ہے جس کو شعبہ اور دیگر اہل علم نے جھوٹا قرار دیا ہے البتہ اس کی متابعت موجود ہے جیسا کہ دو احادیث کے بعد اس کا تذکرہ ہوگا۔ دوسرا طریق: عبداللہ بن سلمة بن اسلم سے، اس نے عقبہ سے، اس نے شداد جمحی سے اور اس نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، اس کی سند انتہا درجہ کی ضعیف ہے، اس عبداللہ راوی کو دارقطنی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے اور عقبہ (راوی) معروف نہیں ہے جیسا کہ المیزان میں ہے اور اس میں کچھ اور رواۃ ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ اس کے شواہد سیدنا ابن مسعود، سیدنا انس اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث ہے اور یہ تمام احادیث صحیح نہیں ہیں میں نے ان کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔

دنیا، معاملہ اور نفس کی ذلت

(۳۱۰) مَنْ أَصْبَحَ وَهَمُّهُ الدُّنْيَا فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ، وَمَنْ أَعْطَى الذِّلَّةَ مِنْ نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَلَيْسَ مِنَّا

''جس شخص نے صبح کی اور اس کا مقصود دنیا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں

نہیں ہے اور جس شخص نے مسلمانوں کے معاملہ کا اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے اور جس شخص کو اس کے نفس کی جانب سے بخوشی ذلت عطا ہوئی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث حد درجہ کی ضعیف ہے، اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں یزید بن ربیعہ کے طریق سے، اس نے ابوالاشعث صنعانی سے، اس نے ابوعثمان النہدی سے، اس نے ابوذر سے مرفوعاً روایت کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی المصنوعة (۲/۳۱۷) میں ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۰/۲۴۸) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں یزید بن ربیعہ الرحبی (راوی) متروک ہے اور منذری رحمہ اللہ نے (۳/۹) میں اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس کی احادیث کو ابوالاشعث سے منکر قرار دیا ہے جیسا کہ الجرح والتعدیل (۴/۲/۲۶۱) میں ہے اور یہ حدیث بھی ان ہی میں سے ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور جوزجانی نے کہا ہے مجھے خدشہ لاحق ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا

(۳۱۱) مَنْ أَصْبَحَ وَهَمُّهُ غَيْرَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

"جس شخص نے اس کیفیت میں صبح کی جب کہ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہرگز کچھ نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کا کچھ خیال نہیں کرتا تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالی (۱/۱۰۵/۷) اور (ج ۱/۹۱ ۲/۳) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۳۲۰) میں اسحاق بن بشر کے واسطہ سے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں مقاتل بن سلیمان نے بتایا، وہ حماد سے حماد ابراہیم سے، وہ عبدالرحمن بن یزید سے، وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور اس حدیث کے بارے میں حاکم نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ ابن بشران رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں حکم لگایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس

حدیث کا راوی اسحاق بن بشر متفرد ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرك میں کہا ہے کہ اسحاق اور مقاتل دونوں راوی نہ ثقہ ہیں اور نہ سچے ہیں۔

میں کہتا ہوں اسحاق بن بشیر ابو حذیفہ البخاری ہے، اسے ابن مدینی رحمہ اللہ اور دار قطنی رحمہ اللہ نے جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ یہ بات المیز ان میں موجود ہے۔ اس کی یہ حدیث بیان کی پھر اس کے بعد فرمایا: مقاتل بھی ہلاک ہونے والا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی ابن سلیمان بلخی ہے، وکیع نے بتایا ہے کہ یہ راوی کذاب تھا اس کے علاوہ یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، چنانچہ ابو حامد الحضرمی نے جو حدیث کے بیان کرنے میں ثقہ ہے، (۲/۱۵۶) اس نے بتایا کہ ہمیں سلیمان بن عمر نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں وہب بن راشد نے بتایا، وہ فرقد مسبخی سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کرتا ہے اور اسی طریق سے اس حدیث کو المخلص نے الفوائد المنتقاۃ (۲/۱۹۳/۹) میں بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے (۴۸/۳) میں، نیز بتایا کہ اس حدیث کو انس سے فرقد راوی کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے اور فرقد سے صرف وہب بن راشد نے بیان کیا ہے جبکہ وہب اور فرقد دونوں راوی ایسے ہیں، جو قابل حجت نہیں ہیں اس کے علاوہ وہ دونوں متفرد ہیں۔

میں کہتا ہوں: فرقد راوی ضعیف ہے اس کا حافظہ درست نہ تھا اور وہب بن راشد سے مقصود الرقی ہے اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے الجرح و التعدیل (۲۷/۲/۴) میں ذکر کیا ہے کہ میرے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا کیونکہ اس نے باطل احادیث کو بیان کیا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ہرگز استدلال کے لائق نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: پس اس حدیث میں اس پر محمول کرنا جب کہ اس سے روایت کرنے والا سلیمان بن عمر الرقی ہے جس کے احوال کو ابن ابی حاتم نے (ج ۲ ق ا ص ۱۳۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے جس کو علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ (۳۱۶/۲) میں ذکر کیا ہے، یہ حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شاہد ہے جس کا ذکر پہلے ابن النجار کی روایت میں گزر چکا ہے کہ وہ عبداللہ بن زبید الایامی سے وہ ابان سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے جب کہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ وہ عمدہ نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ عبداللہ بن زبید عدالت کے لحاظ سے معروف نہیں ہے اس کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح و التعدیل (۶۲/۲/۲) میں ذکر کیا اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا۔

اور اس کے شیخ ابان بن ابی عیاش ہیں جس کو شعبہ اور اس کے سوا کئی اور ائمہ رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے

تو اس قسم کارروائی اس لائق نہیں کہ اس کو بطور استشہاد ذکر کیا جائے، جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے جو مختصر ہے اور وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ ہیں کہ جس شخص نے صبح کی اور اس کا سب سے بڑا مقصود دنیا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ حیثیت والا نہیں ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ذم الدنیا (1/6) میں حارث بن مسلم الرازی سے روایت کیا ہے جب کہ عام طور پر لوگ اس کو ابدال سے شمار کرتے تھے وہ زیاد سے روایت کرتا ہے۔ اس کی سند نہایت کمزور ہے اور یہ زیاد وراوی ابن میمون ثقفی ہے جو کہ کذاب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ نمیری ہو اگر وہی ہے تو پھر وہ ضعیف ہے۔ آپ حدیث نمبر ۲۹۷ ملاحظہ کریں اور حارث راوی کے بارے میں سلیمان نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے جب کہ اس کی شاہد علی سے ہے جس کو ابوبکر الشافعی نے مسند موسیٰ بن جعفر الهاشمی (۱/۷۰) روایت کیا ہے میں اور اس میں موسیٰ بن ابراہیم مروزی (راوی) ہے جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے، نیز یہ حدیث سیدنا حذیفہ، سیدنا ابوذر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ان کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۳۱۲) کے یہ الفاظ ہیں۔

صبح وشام کی کیفیت

(۳۱۲) مَنْ لَا يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَا يُصْبِحُ وَيُمْسِي نَاصِحًا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِإِمَامِهِ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

”جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے وہ ان سے نہیں ہے اور جو شخص صبح وشام اس کیفیت کے ساتھ نہیں کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اس کی کتاب اور اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا ہے وہ ان سے نہیں ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر (ص ۱۸۸) میں اور ان سے ابونعیم نے اخبار اصبهان (۲/۲۵۲) میں عبداللہ بن ابی جعفر الرازی کے طریق سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ربیع سے، وہ ابوالعالیہ سے وہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، اس نے بتایا کہ یہ حدیث سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ ہی مروی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کے باپ کی وجہ سے ضعیف ہے اس لیے کہ وہ دونوں ضعیف ہیں، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے

مجمع (۸۷/۱) میں حدیث کی تضعیف کو صرف بیٹے کے لحاظ سے قرار دیا ہے جب کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، کیونکہ باپ تو بیٹے سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

داؤد علیہ السلام کی غلطی

(۳۱۴) كَانَ خَطِيئَةُ دَاوُدَ عليه السلام اَلنَّظَرُ.

''داؤد علیہ السلام کی خطا دیکھنا تھا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، دیلمی رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ مجالد بن سعید سے، وہ شعبی سے شعبی حسن سے اور حسن سیدنا سمرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں عبد القیس قبیلہ کا وفد آیا جب کہ ان میں ایک لڑکا روشن خدوخال والا تھا یعنی خوبصورت تھا تو نبی ﷺ نے اسے اپنی پشت کے پیچھے بٹھایا اور یہ الفاظ ادا فرمائے۔ علامہ ابن الصلاح نے مشکل الوسیط میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا اصل نہیں ہے اور زرکشی نے شرح کی احادیث کی تخریج میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے کہ اس میں ضعیف اور مجہول رواۃ ہیں، نیز انقطاع ہے اس نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بطلان پر نبی ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنی پشت کی جانب سے بھی تم کو دیکھا ہوں۔ اسی طرح یہ احادیث موضوعة کی ذیل میں ہے جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تالیف ہے (ص ۱۲۲-۱۲۳) اور تنزیہ الشریعة تالیف ابن عراق (۳۰۸/۱-۲) میں بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: ذکر کردہ استدلال محل نظر ہے کہ نبی ﷺ کا پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنا یہ تو صرف نماز کی حالت میں ہے جیسا کہ اس پر وہ احادیث دلالت کر رہی ہیں جو اس باب میں وارد ہیں اور اس مقام سے یہ تو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ یہ دیکھنا مطلق ہے نماز غیر نماز دونوں کو شامل ہے۔ فتأمل!

اس حدیث کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس کو ابو نعیم نے احمد بن نبیط کے نسخہ میں روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ آگے اس کا ذکر (حدیث ۵۶۲) میں آ رہا ہے اور شاید اس حدیث کا اصل اسرائیلی روایات ہیں۔ جن کو بعض اہل کتاب نقل کرتے ہیں تو ان سے بعض مسلمانوں نے اس حدیث کو لیا ہو جب کہ بعض رواۃ نے وہم کرتے ہوئے، اس حدیث کو مرفوع بنا دیا ہے، چنانچہ میں نے اس حدیث کو ابن ابی الدنیا کی تالیف کتاب الورع (۲/۴۶۲) میں دیکھا ہے کہ حدیث سیدنا ابن جبیر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن حسان السمتی نے خلف بن خلیفہ سے، اس نے ابو ہاشم سے اور اس نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ داؤد علیہ السلام کا فتنہ نظر میں تھا جب کہ اس کی

اسناد میں ضعف ہے لیکن اس کے باوجود یہ حدیث مرفوع سے بھی بہتر ہے۔

داؤد علیہ السلام کی نظر کا فتنہ یہ تھا کہ انہوں نے اوریا نامی کمانڈر کی بیوی کی جانب دیکھا، یہ واقعہ مشہور ہے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی کتب اور بعض تفسیر کی کتب میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے اور کوئی عقلمند مسلمان شک نہیں کرسکتا ہے کہ یہ واقعہ جھوٹ کا پلندہ ہے جب کہ اس واقعہ میں انبیاء علیہم السلام کے مقام کے لحاظ سے غیر مناسب باتوں کا تذکرہ ہے مثال کے طور پر داؤد علیہ السلام کا ارادہ کہ کسی نہ کسی طرح اس کے خاوند کو موت سے ہمکنار کیا جائے تا کہ اس کے بعد اس سے نکاح کرے جب کہ واقعہ اختصار کے ساتھ نبی ﷺ سے منقول ہے تو اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے اور اس سے ڈرانا بھی ضروری ہے واقعہ کی تفصیل آئندہ حدیث میں دیکھیں۔

داؤد علیہ السلام کا عورت کو دیکھنا

(۳۱۴) إِنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ علیه السلام حِيْنَ نَظَرَ إِلَى الْمَرْأَةِ فَهَمَّ بِهَا قَطَعَ عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بَعْثًا وَأَوْحَى إِلَى صَاحِبِ الْبَعْثِ فَقَالَ: إِذَا حَضَرَ الْعَدُوُّ فَقَرِّبْ فُلَانًا، وَسَمَّاهُ قَالَ: فَقَرَّبَهُ بَيْنَ يَدَيِ التَّابُوْتِ قَالَ: وَكَانَ ذٰلِكَ التَّابُوْتُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ يُسْتَنْصَرُ بِهِ، فَمَنْ قُدِّمَ بَيْنَ يَدَيِ التَّابُوْتِ لَمْ يَرْجِعْ حَتّٰى يُقْتَلَ أَوْ يَنْهَزِمَ عَنْهُ الْجَيْشُ الَّذِيْ يُقَاتِلُهُ فَقُتِلَ زَوْجُ الْمَرْأَةِ وَنَزَلَ الْمَلَكَانِ عَلَى دَاوُدَ علیه السلام فَقَصَّا عَلَيْهِ الْقِصَّةَ

"داؤد علیہ السلام نے جب عورت کی جانب دیکھا تو اس کے بارے میں ارادہ کیا تو اس نے بنی اسرائیل پر لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا اور لشکر کے رئیس کی جانب پیغام بھیجا کہ جب دشمن ہماری سرحد کے قریب آ جائے تو فلاں شخص کو دشمن کے قریب کرنا اور اس کا نام لیا، راوی نے بیان کیا کہ اس شخص کو صندوق کے آگے کریں راوی نے بیان کیا کہ اس زمانہ میں صندوق سے مدد لی جاتی تھی تو جس شخص کو صندوق کے آگے کیا جاتا وہ واپس نہیں آتا تھا یہاں تک کہ قتل ہو جاتا یا اس کے مقابلہ سے لشکر شکست خوردہ ہو جاتا جو اس کے ساتھ لڑائی کر رہا ہوتا تھا، چنانچہ عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور دونوں فرشتے داؤد علیہ السلام پر اترے تو انہوں نے اس کو واقعہ بتایا۔"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں یزید رقاشی کے واسطہ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے جیسا کہ تفسیر قرطبی (۱۵/۱۶۷) میں وارد ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۳۱/۴) میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث یزید رقاشی کی روایت سے ہے، وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور یزید سے روایت کرتا ہے اگرچہ یزید کا شمار صالحین سے ہے لیکن وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے جن کو ان اہل کتاب نے نقل کیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے قائل نہ تھے یزید رقاشی نے اس کو مرفوع روایت کر کے غلطی کی ہے اور قرطبی نے (۱۵/۱۶۷) ابن العربی المالکی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ان کا یہ کہنا کہ جب وہ عورت اس کو اچھی لگی اور تعجب ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے خاوند کو جہاد میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اللہ کے راستہ میں قتل ہو جائے، یہ بات قطعی طور پر باطل ہے اس لئے کہ داؤد علیہ السلام اپنی نفسانی لالچ کے پیش نظر اس کے خون کو ہرگز گرا نہیں سکتے تھے۔

تنبیہ: تفسیر ابن حاتم رحمہ اللہ کی روایت سے ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، جب کہ اس نے تفسیر کے آغاز میں اس کوشش کا ذکر کیا کہ وہ صحیح الاسناد احادیث کو ذکر کرنے کی کوشش کریں گے جو متن کے لحاظ سے بھی درست ہوں گی جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا ذکر جواب اہل ایمان (ص ۲۶) میں کیا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اپنے عموم کے مطابق نہیں ہے یہ بات ہر ایک کے علم میں ہونی چاہیے۔

مغفور لہ کے ساتھ کھانے کا صلہ

(۳۱۵) مَنْ أَكَلَ مَعَ مَغْفُورٍ لَهُ غُفِرَ لَهُ

”جس شخص نے ایسے شخص کے ساتھ کچھ تناول کیا جسے معاف کیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جائے گا“

تحقیق: یہ اس کا کوئی اصل نہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ (التحریم:۱۰)

”اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں، مثال بیان فرمائی کہ نوح اور لوط کی بیوی دونوں ہمارے

بندوں میں سے صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پس ان دونوں نے ان کی خیانت کی تو دونوں انبیاء علیہم السلام ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ذرہ برابر بھی روک نہ سکے اور ان (دونوں عورتوں) سے کہا گیا تم دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔"

اس کی تفسیر میں فرمایا: بعض علماء نے اس آیت کریمہ کے ساتھ حدیث کے ضعیف ہونے پر استدلال کیا ہے جس کو بہت سارے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس انسان کے ساتھ کھانا تناول کرتا ہے جس کو معاف کر دیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے لیکن اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، البتہ صالح قسم کے لوگوں سے مروی ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس انسان کے ساتھ کھانا تناول کرے جس کو معاف کیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا البتہ اب میں یہ کہتا ہوں۔ المقاصد میں وارد ہے کہ ہمارے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے بناوٹی ہے اور ان سے پہلے ابن القیم رحمہ اللہ نے المنار (ص ۵۱) میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے چند احادیث کے بارے میں آگاہ کیا جن کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا تھا (میرے نسخہ سے حدیث نمبر ۳۲) کے مطابق کہ "اس کی اہل علم کے نزدیک ہرگز کچھ سند نہیں ہے اور نہ اس کا وجود مسلمانوں کی کتابوں میں ہے اسے یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں جب کہ اس کا مفہوم بالکل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار اور منافق لوگ بھی کھانا تناول کرتے ہیں۔

آخرت کے بھوکے لوگ

(۳۱۶) إِنَّ أَهْلَ الشِّبَعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْجُوْعِ فِي الْآخِرَةِ غَدًا۔

"بلاشبہ جو لوگ دنیوی زندگی میں سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ کل اخروی زندگی میں بھوکے ہوں گے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے (۱/۱۳۲/۳) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد ملاحظہ کریں: ہمیں جبرون بن عیسیٰ المقری المصری نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن سلیمان الحفری القرشی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے بتایا، اس نے منصور سے، اس نے عکرمہ سے اور اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ سند بھی حفری کے باعث ضعیف ہے اس میں مقال ہے، جیسا کہ ابو نعیم رحمہ اللہ نے

بیان کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا اور اس کے باعث ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے اور اس جبرون کے حالات مجھے نہیں مل سکے، پس منذری کا قول جو اس سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے ہرگز حسن اچھا ہے۔

نبی کو غیر نبی سے دعا کا حکم

(۳۱۷) إِنَّ مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَضْطَرِبُ فَقَامَ يَدْعُوا اللّٰهَ لَهُ أَنْ يُّعَافِيَهُ فَقِيْلَ لَهُ: يَا مُوْسَى إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِيْ يُصِيْبُهُ خَبَطٌ مِنْ إِبْلِيْسَ، وَلٰكِنَّهُ جَوَّعَ نَفْسَهُ لِيْ فَهُوَ الَّذِيْ تَرَى، إِنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّاتٍ أَتَعَجَّبُ مِنْ طَاعَتِهِ لِيْ، فَمُرْهُ فَلْيَدْعُ لَكَ فَإِنَّ لَهُ عِنْدِيْ كُلَّ يَوْمٍ دَعْوَةً.

”بلاشبہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اضطرابی کیفیت میں تھا تو وہ کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا کرے تو ان کے لئے کہا گیا اے موسیٰ! بلاشبہ یہ شخص وہ نہیں ہے جس کو ابلیس کی جانب سے مخبوط الحواسی ہوئی ہے البتہ اس نے خود کو میری وجہ سے بھوکا رکھا تو وہ ایسا شخص ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے بلاشبہ میں اس کی جانب روزانہ کئی بار دیکھتا ہوں میں اس کی اطاعت سے تعجب کرتا ہوں جو میرے لئے کرتا ہے پس تو اس کو حکم دے کہ وہ تیرے لئے دعا کرے پس بلاشبہ اس کے لئے میرے پاس روزانہ دعا کرنا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو (۱/۱۳۲/۳) میں بیان کیا ہے، اس کی اسناد ملاحظہ کریں، وہ کہتے ہیں ہمیں جبرون بن عیسیٰ المقری نے بتایا، اس نے بتایا کہ ہمیں یحییٰ بن سلیمان الحفری نے بتایا، اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے بتایا، اس نے منصور سے، اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا، نیز اس کے طریق سے ابو نعیم نے الحلیہ (۳/۳۴۵-۳۴۶) میں روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اسے فضیل سے سوائے یحییٰ کے کسی نے بیان نہیں کیا اور اس یحییٰ میں کلام (ضعف) ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے روایت کرنے والا جبرون راوی ہے اور میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں جیسا کہ پہلے بھی ابھی اس کا ذکر گزر چکا ہے واللہ اعلم

گھر کی زکوٰۃ

(۳۱۸) لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الدَّارِ بَيْتُ الضِّيَافَةِ

''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے جب کہ گھر کی زکوٰۃ گھر میں مہمان نوازی کرنا ہے''۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں رافعی کی جانب منسوب کیا ہے اور وہ ثابت سے روایت کرتا ہے، مزید برآں اس نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۱۱۴) میں ابی شریح کی روایت سے (جزء مینی) میں ذکر کیا ہے (یہ اسی طرح ہے اور شاید (بیبی) ہو)۔

ہمیں احمد بن عثمان نہروانی نے خبر دی، اس نے کہا مجھے عبداللہ بن عبدالقدوس ابوصالح کرخی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں عاصم بن علی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں شعبہ نے ثابت سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ اور سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابوسعید نقاش رحمہ اللہ نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو احمد یا اس کے شیخ نے وضع کیا ہے، مزید برآں المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور جوزقانی رحمہ اللہ نے اس کو اباطیل میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ عبداللہ بن عبدالقدوس راوی مجہول ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک دوسرا طریق ثابت سے روایت ہے جس کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱۴/ ۱۳/ ۲) میں ابوطالب عیسیٰ بن محمد باقلانی سے روایت کیا ہے اسناد صحیح ہے، اس نے حماد بن سلمہ سے، اس نے اس کو ثابت سے روایت کیا ہے اس کو باقلانی کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا، پس یہ اس کی آفت ہے واللہ اعلم۔

پھر اس کے علاوہ پھر مجھے اس کا ایک دوسرا طریق معلوم ہوا جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو جرجانی رحمہ اللہ نے (۳۶۳) میں ابن عدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، اس نے کہا کہ مجھے محمد بن قاسم بن شریح ابوسعید نے جرجان میں حدیث سنائی اس نے کہا عباس بن محمد دامغانی نے بتایا، اس نے کہا کہ مجھے علی بن حسین کوفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھے عقبہ بن زبیر نے بتایا، اس نے کہا مجھے علی بن عاصم نے بتایا، اس نے حمید الطویل سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے، اس کو بیان کیا، اس نے اس کو اس محمد بن قاسم کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں ہے اور ابن عاصم ضعیف ہے جبکہ علی بن حسین رافضی ہے۔

سات جہنمی آدمی

(۳۱۹) سَبْعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ: اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَالنَّاكِحُ يَدَهٗ وَنَاكِحُ الْبَهِيْمَةِ وَنَاكِحُ الْمَرْأَةِ فِيْ دُبُرِهَا وَنَاكِحُ الْمَرْأَةِ وَابْنَتِهَا وَالزَّانِيْ بِحَلِيْلَةِ جَارِهٖ، وَالْمُؤْذِيْ لِجَارِهٖ حَتّٰى يَلْعَنَهٗ ۔

”سات اشخاص کی جانب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور (ان سے مخاطب ہوکر) کہے گا کہ تم آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ (۱) وہ شخص جو فاعل ہے اور مفعول بہ ہے (۲) اور وہ شخص جو اپنے ہاتھ کے ساتھ نکاح کرنے والا ہے (۳) اور وہ شخص جو چوپائے کے ساتھ وطی کرنے والا ہے (۴) اور وہ شخص جو عورت کے ساتھ دبر میں جماع کرنے والا ہے (۵) اور وہ شخص جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کے ساتھ جماع کرنے والا ہے (۶) اور وہ شخص جو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والا ہے (۷) اور وہ شخص جو اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت کرتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو ابن بشران رحمہ اللہ نے (۸۶/۱-۲) میں عبداللہ بن لھیعۃ کے طریق سے ذکر کیا ہے، اس نے عبدالرحمان بن زیاد بن انعم سے، اس نے ابوعبدالرحمان حبلی سے اور اس نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے ۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ابن لھیعۃ راوی کے باعث ضعیف ہے بلاشبہ وہ دونوں حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور منذری نے الترغیب (۱۹۵/۳) میں اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو ذکر کیا ہے، نیز اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا اور الخرائطی نے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے، مزید برآں اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے۔

جیسے محکوم ویسے حاکم

(۳۲۰) كَمَا تَكُوْنُوْا يُوَلّٰى عَلَيْكُمْ ۔

”جس طرح کے تم ہوگے اسی طرح کے تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو دیلمی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن ھاشم کے طریق سے، اس نے یونس بن ابی اسحاق سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے اور اس نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یحییٰ کے طریق سے، اس نے یونس بن ابی اسحاق سے اور اس نے ابو اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے، جب کہ یحییٰ راوی کا شمار ان رواۃ میں ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے لیکن اس کا ایک دوسرا طریق ابن جمیع کے نزدیک اس کی معجم میں اور القضاعی نے اپنی مسند میں (۱/۴۷) میں احمد بن عثمان کرمانی کے طریق سے اس نے مبارک بن فضالۃ سے، اس نے حسن اور اس نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ابن طاہر نے ذکر کیا کہ مبارک کا اگرچہ کچھ ضعف کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جب کہ تہمت اس راوی پر ہے جو اس سے روایت کرتا ہے بلا شبہ ان میں جہالت کا وصف ہے، چنانچہ المناوی میں اسی طرح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کشاف کی تخریج (۴/۲۵) میں بتایا ہے کہ اس کی اسناد میں مبارک (راوی) تک مجہول رواۃ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اور اسی وجہ سے اس کو السلفی نے الطیوریات (۱/۲۸۲) میں ذکر کیا ہے۔ مزید برآں حدیث مفہوم کے لحاظ سے میرے نزدیک مطلقاً صحیح نہیں ہے جب کہ تاریخ اسلامی ہمیں آگاہ کر رہی ہے کہ ایک صالح شخص غیر صالح شخص کے بعد امیر بنا جب کہ قوم ایک ہی ہے۔

بچے کی پیدائش پر کان میں اذان

(۳۲۱) مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ۔

"جس شخص کے ہاں لڑکا جنم لیتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور اس کے بائیں کان میں اقامت کہی جائے تو اس کو ام الصبیان کی بیماری لاحق نہیں ہوتی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن السنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عمل الیوم واللیلۃ (ص ۲۰۰) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۲/۱۶) میں ابو یعلیٰ رحمہ اللہ کے طریق سے اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالی (۱/۸۸) میں اور ابو طاہر قرشی نے ابن مروان انصاری اور اس کے سوا کی حدیث میں (۱/۲) یحییٰ بن علاء رازی کے طریق سے اس نے مروان بن سالم سے اس نے عبداللہ العقیلی سے اور اس نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی سند موضوع ہے، یحییٰ بن مروان اور علاء بن سالم دونوں احادیث وضع کرتے تھے مزید برآں ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تحفة الودود (ص۹) میں بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اور ساتھ ہی اس نے آگاہ کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس میں تساہل ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس طرح کا قول ہیثمی کا المجمع (۵۹/۴) میں ہے کہ اس کو ابو یعلی رحمہ اللہ نے روایت کیا اس کی سند میں مروان بن سلیمان غفاری متروک (راوی) ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے شرح الجامع الصغیر میں اس کا تعاقب کیا ہے اس کا قول یہ ہے کہ جنابت اکیلے سر کو حاصل ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابت میں یہ نہیں ہے کہ اس پر اس کے سوا کو محمول کیا جائے جب کہ معاملہ اس کے خلاف ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن علاء بجلی رازی ہے، ذہبی نے الضعفاء والمتروکین میں اس کو ذکر کیا اور المیزان میں ہے کہ احمد کذاب من گھڑت راوی ہے احادیث کو وضع کرتا تھا، بعد ازاں اس کی اخبار کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کا موضوع ہونا، ان مؤلفین کی ایک جماعت پر پوشیدہ رہ گیا ہے جنہوں نے اذکار اور اوراد کے بارے میں تصانیف مرتب کی ہیں جیسے امام نووی رحمہ اللہ ہیں جب کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ابن السنی رحمہ اللہ کی روایت کے ساتھ اس کو داخل کر دیا ہے اور اس کے ضعف کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا جب کہ اس پر اس کے شارح ابن علان نے (۹۵/۶) میں اس کی سند پر خاموشی اختیار کی ہے اور بعد ازاں امام نووی رحمہ اللہ کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اس کو الکلم الطیب میں داخل کیا ہے پھر اس کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اس کو الوابل الصیب میں ذکر کیا البتہ ان دونوں نے اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے جب ان دونوں نے اس کو شروع میں ذکر کیا ہے اور یہ کیفیت اگرچہ ان دونوں سے اس کی تضعیف پر خاموشی اختیار کرنے سے اس کو دور کرتی ہے جب کہ اس کے وارد کرنے پر مسئولیت کو بالکل ختم نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ اس میں معلوم کرایا گیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف تو ہے موضوع نہیں ہے، وگرنہ وہ دونوں اس کو مطلقاً وارد نہ کرتے اور یہ ایسی کیفیت ہے جس کو ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو ان دونوں کی دونوں کتابوں پر اطلاع رکھتا ہے اور ہرگز پوشیدہ نہیں ہے جو اس میں ہے تو بلاشبہ ان دونوں کے بعد ایسے لوگ آئے ہیں جو ان دونوں کے انداز سے دھوکے میں گرفتار ہو گئے کہ اور وہ دونوں جلیل القدر ائمہ کرام ہیں اس لیے اس نے کہہ دیا ہے کچھ حرج نہیں ہے۔

اور اس طرح ضعیف حدیث فضائل اعمال کے لحاظ سے عمل کے قابل ہوتی ہے یا پھر اس کو دوسری ضعیف حدیث کا مشاہد سمجھا جاتا ہے جو کہ اس کو قوی بنا رہی ہے، اور وہ درحقیقت اس سے غافل ہے کہ

اس میں یا اُس میں شرط لگائی گئی ہے کہ اس کا ضعف زور آور نہ ہو اور میں نے اس شخص کو دیکھا ہے جو ان میں سے کسی چیز میں واقع ہوا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابو رافع سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اس نے جنم لیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل ہے، جب کہ اس کے شارح علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے اس پر ائمہ کے کلمات کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے جو اس کے راوی عاصم بن عبید اللہ کے بارے میں تھا، اس کی اسناد کے ضعف کو بیان کیا ہے پس اگر آپ کہیں کہ اس حدیث پر عمل کیسے درست ہے جب کہ حدیث ضعیف ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ ہاں! یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کی تقویت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ہو رہی ہے جس کو ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ اور ابن السنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، پس آپ غور کریں کہ کیسے ضعیف حدیث موضوع حدیث کے ساتھ قوی ہو گئی ہے جبکہ حقیقتاً یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے وضع کا علم نہیں اور دھوکہ لاحق ہوا کہ بعض علماء نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے، ہاں! البتہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تقویت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کے کلمات کہے، جب وہ پیدا ہوئے اور بائیں کان میں تکبیر کے کلمات کہے اس حدیث کو بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ان دونوں کے اسناد میں ضعف ہے چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو التحفة (ص ۱۶) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید اس حدیث کی اسناد حسن کی حدیث کی اسناد سے بہتر ہے اس لحاظ سے کہ یہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کا شاہد ہے، تو جب معاملہ اس طرح ہے تو وہ اذان کہنے کا شاہد ہے بلاشبہ اس کا تذکرہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے البتہ رہا اقامت کا مسئلہ، تو وہ غریب اور اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

میرے اہل بیت اور دوزخ

(۳۲۲) سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ لَّا يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي النَّارَ فَأَعْطَانِيهَا۔

''میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا کیا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالي (۱/۵۶) میں بیان کیا ہے، ہمیں ابو سہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن یونس نے بتایا، اس نے کہا کہ ہمیں ابوعلی الحنفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں اسرائیل نے ابوحمزہ ثمالی سے، اس نے ابورجاء سے اور اس نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کی سند من گھڑت ہے، ابوحمزہ الثمالی کا نام ثابت بن ابی صفیہ ہے وہ ثقہ راوی نہیں ہے جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور محمد بن یونس کدیمی (راوی) ہے وہ مشہور ہے کہ حدیثیں گھڑتا ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے اچھا نہیں کیا کہ اس حدیث کو الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے اور اس پر اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے بھی کچھ کلام نہیں کیا۔ البتہ اس قدر کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن سعد رحمہ اللہ نے اور ملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا جب کہ دیلمی رحمہ اللہ اور اس کے لڑکے کے نزدیک یہ حدیث بلا سند ہے۔

ندامت کے بعد معافی

(۳۲۳) مَا عَلِمَ اللّٰهُ مِنْ عَبْدٍ نَدَامَةً عَلٰى ذَنْبٍ اِلَّا غَفَرَ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ۔

''اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں کسی گناہ پر ندامت کو معلوم کرنے کے بعد اس کو معاف کر دیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مغفرت طلب کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم نے اس حدیث کو ہشام بن زیاد کے طریق سے، اس نے ابوالزناد سے اس نے قاسم بن محمد سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی تلخیص میں اس کا رد کیا ہے، ان الفاظ سے کہ میں کہتا ہوں ''بلکہ ہشام متروك راوی ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ ہشام (راوی) ثقہ قسم کے رواۃ سے موضوع روایات لاتا ہے اس لئے اس کے ساتھ استدلال پکڑنا جائز نہیں ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے اس کے الفاظ ہیں ما اذنب عبد...... اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہے

(۳۲۴) مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا اَنْ شَآءَ اَنْ یَّغْفِرَہٗ لَہٗ غَفَرَہٗ لَہٗ وَاِنْ شَآءَ اَنْ یُّعَذِّبَہٗ عَذَّبَہٗ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ۔

''جس شخص نے گناہ کیا اور پھر اس کو یقین ہوا کہ یقیناً اس کا پروردگار موجود ہے اگر وہ چاہے گا اس کو معاف کردے گا اور اگر اس کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے گا تو عذاب میں مبتلا کردے گا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہے کہ اس کو معاف کردے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوالشیخ نے اس حدیث کو اپنی احادیث (۲/۱۸) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں نسائی رحمہ اللہ سے (۱/۳۱۳) میں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات میں (۲/۱۵۰) اور حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (۴/۲۴۲) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ (۸/۲۸۶) میں اور مشرق بن عبداللہ الفقیہ نے اپنی حدیث (۲/۶۰) میں جابر بن مرزوق المکی کے طریق سے اس نے عبداللہ بن عبدالعزیز بن سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب سے اس نے ابوطوالۃ سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے البتہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ میں کہتا ہوں: نہیں اللہ کی قسم! جابر یہاں تک کہ حجت ہو بلکہ وہ منکر ہے اور اس کی حدیث بھی منکر ہے اور اس نے جابر کے احوال میں المیزان سے ذکر کیا ہے کہ وہ متہم راوی ہے اس سے قتیبۃ بن سعید اور علی بن بحر نے بیان کیا ہے کہ اس کی حدیث ثقہ راویوں کی حدیث کے مشابہ نہیں ہے، یہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس حدیث سے وہ حدیث بے پرواہ کرتی ہے، جس کو حاکم نے اس سے ذرا پہلے ابو ہریرہ سے مرفوع بیان کیا ہے کہ بلاشبہ ایک بندے نے گناہ کیا، اس نے دعا کی اے میرے پروردگار میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں تو میرے اس گناہ کو معاف کر تو اس کے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندے کو اس بات کا علم ہے کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور مواخذہ بھی کرتا ہے تو اس کو معاف کردیا گیا۔ اور اس نے آگاہ کیا کہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور یہ حقیقت ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے۔

استغفار کے بغیر معافی

(۳۲۵) مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَیْہِ غُفِرَلَہٗ وَاِنْ لَمْ

يَسْتَغْفِرْ۔

”جس شخص نے کوئی گناہ کیا اس کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے گناہ کا علم ہے تو اس کے گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ مغفرت نہ بھی طلب کرے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے (۲۱۱/۱۰) اس کی سند میں ابراہیم بن ہرام راوی متروک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے نیز اس حدیث پر غور کریں جو اس سے پہلے ذکر ہوئی ہے، اور جو چیز ان چاروں احادیث کو باطل قرار دیتی ہے جو شریعت محمدیہ میں متحقق ہے کہ نجات گناہ کے ہوتے ہوئے نہیں ہوسکتی اور نہ صرف اس حقیقت کے جاننے سے کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ پر اطلاع حاصل ہے بلکہ خالص توبہ کا ہونا ضروری ہے۔

سو شہیدوں کا ثواب

(۳۲۶) مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔

”جس شخص نے میری سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا جب کہ میری امت فساد میں مبتلا ہے تو اس کے لئے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۹۰/۲) میں ذکر کیا ہے اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالي (۹۳/۱ و ۱۴۱/۲) میں حسن بن قتیبہ سے، اس نے بتایا ہمیں عبدالخالق بن منذر نے ابن ابی نجیح سے روایت کیا، اس نے مجاہد سے اور اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ضعف کا سبب حسن بن قتیبہ (راوی) ہے امام ذہبی نے المیزان میں اس کو (هالك) کہا ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا ہے، جب کہ دار قطنی نے اس کو متروك الحديث قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے جب کہ الازدی نے اس کو کمزور حدیث بیان کرنے والا کہا ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ شخص زیادہ اوہام والا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا شیخ ابن المنذر معروف نہیں ہے، جب کہ منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کے طریق سے الترغیب (۴۱/۱) میں بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ جو

اس سے قریب ہیں روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث آگے ذکر ہو رہی ہے۔

ایک شہید کا ثواب

(۳۲۷) اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ۔

''جو شخص میری سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والا ہے جب میری امت فساد میں مبتلا ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب حاصل ہوگا۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ میں اس حدیث کو (۲۰۰/۸) میں طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن احمد بن ابی خیثمہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن صالح العذری نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابی رواد نے عطاء سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا کیا اور فرمایا یہ حدیث عبدالعزیز کا عطا سے روایت کرنے کی وجہ سے غریب ہے۔ میں کہتا ہوں: محمد بن صالح العذری کو میں نہیں پہچانتا۔ ہیثمی مجمع (۱۷۲/۱) میں بیان کرتے ہیں! اسے طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن صالح العدوی ہے (انہوں نے اسی طرح بیان کیا اور میں نے نہیں دیکھا ہے کہ کس نے اس کے احوال زندگی کو بیان کیا ہے جب کہ اس کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں اور اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ منذری کا قول (۴۱/۱) کہ اس کی اسناد میں کچھ حرج نہیں، انہوں نے یہ مناسب بات نہیں کی۔

تلاشِ علم کی برکت

(۳۲۸) مَنْ غَدَا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَبُورِكَ لَهُ فِي مَعَاشِهِ وَلَمْ يَنْتَقِصْ مِنْ رِزْقِهِ وَكَانَ عَلَيْهِ مُبَارَكًا۔

''جو شخص علم کی تلاش میں صبح سویرے نکلا اس پر فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے لئے اس کی زندگی میں برکت میسر آتی ہے اور اس کے رزق میں کمی نہیں آتی اور اس پر برکات نازل ہوتی ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابن بشران رحمہ اللہ نے (۱۵۴/۲) میں اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۴۵/۱) میں معلق بیان کیا، ابوزکریا یحییٰ بن ہاشم کے طریق سے، اس نے کہا ہمیں مسعر بن کدام نے بیان کیا، اس نے عطیہ سے اور اس نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعا

روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند موضوع ہے یحییٰ بن ہاشم کو ابن معین اور دیگر نے کذاب کہا ہے اور عطیہ عوفی (راوی) ضعیف مدلس ہے، پھر مجھے یحییٰ کا ایک نہایت ضعیف متابع میسر آیا جس کو عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص۲۶) میں روایت کیا ہے کہ ہمیں عثمان بن صالح نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں اسماعیل بن اسحاق انصاری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں مسعر بن کدام نے بیان کیا اور عقیلی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے، جب کہ شیخ انصاری کا شمار ان سے نہیں ہے جو حدیث کو قائم کرتے ہیں اور اسی طریق سے اس کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۴۳) میں ذکر کیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے العلل الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

[[اصل میں اسی طرح ہے جب کہ میں اس کو غلط باور کرتا ہوں اور درست العلل المتناهية ہے اس لئے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی دو کتابیں ہیں ایک الاحادیث الموضوعة ہے جس پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآلی المصنوعة کی بنیاد رکھی ہے اور دوسری کتاب العلل المتناهية فی الاحادیث الواهية ہے جب کہ اس مقام میں یہ مقصود ہے۔ واللہ اعلم]]

ایک سال کی تاخیر

(۳۲۹) رَحِمَ اللّٰهُ أَخِي يُوسُفَ لَوْ لَمْ يَقُلْ: (اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ) لَاسْتَعْمَلَهُ مِنْ سَاعَتِهِ وَلٰكِنَّهُ أَخَّرَ لِذٰلِكَ سَنَةً۔

''اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہتا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر نگران بنائیں تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کو اس پر متعین کر دیتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال کے لئے اس کو مؤخر کر دیا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تخریج الکشاف (۹۰/۴) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو بعض نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسحاق بن بشر کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ جویبر سے، وہ ضحاک سے اور ضحاک اس سے، جب کہ یہ اسناد ساقط ہے اور ثعالبی کے طریق سے اس کو واحدی نے اپنی تفسیر (۱/۹۳) میں بیان کیا ہے۔

امت کو ذلت سے بچانے کے لیے

(۳۳۰) سَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَ حِسَابَ أُمَّتِيْ إِلَيَّ لِئَلَّا تَفْتَضِحَ عِنْدَ الْأُمَمِ،

فَاَوْحٰی اللّٰهُ اِلَیَّ: یَا مُحَمَّدُ بَلْ اَنَا اُحَاسِبُهُمْ فَاِنْ كَانَ مِنْهُمْ زَلَّةٌ سَتَرْتُهَا عَنْكَ لِئَلَّا تُفْتَضَحَ عِنْدَكَ۔

''میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کے حساب کو میری جانب کرے تا کہ میری امت دوسری امتوں کے نزدیک ذلیل قرار نہ پائے تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی کی اے محمد! بلکہ میں خود ان کا حساب لوں گا اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی تو میں اس پر آپ کی وجہ سے پردہ ڈال دوں گا تا کہ امت آپ کے ہاں ذلیل نہ ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۱۷۹) میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، دیلمی ابوبکر نقاش سے روایت کرتے ہیں، وہ حسن بن صقر سے، وہ یوسف بن کثیر سے، وہ داؤد بن منذر سے، وہ بشر بن سلیمان الاشعمی سے، وہ اعرج سے وہ ابوصالح سے اور وہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں، بعدازاں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ نقاش راوی تہمت زدہ ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے باوجود اس نے اس کو اپنی کتاب الجامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے ذکر کیا ہے وہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب کہ اس پر اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے اور اس حدیث کو ابن شاذلی اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی روایت کیا ہے، بعدازاں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر ابن النجار کی روایت سے کیا ہے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل بیان کیا ہے جب کہ اس کی سند میں محمد بن ایوب الرقی ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عراق رحمہ اللہ نے بھی تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة (ق۱/۴۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

دو ذبیحوں کا بیٹا

(۳۳۱) اَنَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْنِ۔

''میں دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہوں۔''

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، جب کہ الکشف (۱/۱۹۹) میں علامہ

زیلعی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے تخریج الکشاف میں وضاحت کی ہے کہ ہم نے اس کو اس لفظ کے ساتھ نہیں پایا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث تخریج الکشاف (۱۴۱/۴) میں ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں صراحت کی ہے کہ اس نے اسی طرح کہا ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اصل میں اس کے اس قول کے بعد کہ اس نے اس کو روایت کیا ہے بیاض چھوڑا ہے کہ وہ وہاں پر املا کرانا چاہتا تھا لیکن املا نہ کرا سکا اور گویا کہ اس کا خیال ہے اس کا اصل اس نے اس کو نہیں پایا، واللہ اعلم۔

اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے حاکم رحمہ اللہ کو پایا ہے کہ اس نے اس حدیث کو معلق ذکر کیا ہے اور یقین کے ساتھ اس کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو المستدرك (۵۵۹/۲) میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس نے دو اثر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیے ہیں کہ ذبیح سے مقصود اسحاق علیہ السلام ہیں جب کہ میں نے اپنی جانب کے حدیث کے شیوخ کو دیکھا ہے اور تمام ملکوں میں جہاں سے ہم نے حدیث کا علم سیکھا کہ ان کا اس میں ہرگز اختلاف نہیں کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ان کا انحصار اس کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشاد پر ہے کہ میں دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہوں جب کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ آپ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جب کہ دوسرا ذبیح آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں جب کہ اب میں ان ادلہ کے مصنفین کو پاتا ہوں اور وہ اس شخص کے قول کو پسند کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ اس سے مقصود اسحاق علیہ السلام ہیں۔

میں کہتا ہوں: شاید حاکم رحمہ اللہ نے ذکر کردہ حدیث کے بارے میں اس حدیث کی جانب اشارہ کیا ہے جو چند صفحات پہلے (۵۵۱/۲) میں عبداللہ بن محمد العتبی کے طریق سے ہے، اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن سعید نے الصنابحی سے بیان کیا، اس نے بیان کیا، ہم سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے اور لوگوں نے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ کیا جو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا ذبیح سے مقصود اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بعض نے کہا بلکہ ذبیح تو اسحاق علیہ السلام ہیں، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا واسطہ اس شخص سے پڑا ہوا ہے جو تمہیں اس کے بارے میں آگاہ کرے گا، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے شہروں کو خشک سالی میں مبتلا کر دیا ہے اور پانی بھی خشک ہو چکا ہے جب کہ اہل وعیال بھوک سے دوچار ہیں مال ضائع ہو گیا ہے پس آپ مجھے عطا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیء کا مال عطا کیا ہے اے وہ شخص جو دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے آپ نے اس کی بات کا برا نہ منایا، تو ہم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! دو

ذبیح کون ہیں تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا! کہ عبدالمطلب نے جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں نذر مانی اگر اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو آسان بنائے گا تو وہ اس کے صلہ میں اپنے ایک لڑکے کو ذبح کرے گا اور اس نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ عبداللہ کے نام نکل آیا چنانچہ اس نے اسے ذبح کرنے کا ارداہ کیا لیکن اس کے ننھیال بنو مخزوم نے اس میں رکاوٹ کھڑی کی اور انہوں نے کہا کہ آپ اپنے پروردگار کو خوش کریں اور اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کریں، چنانچہ اس نے اس کا فدیہ سو اونٹ دیئے جب کہ دوسرے ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے البتہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جب کہ اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد کمزور ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۸/۴) میں بیان کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کا ذکر اس انداز سے ابن جویر رحمہ اللہ کی روایت سے کیا ہے کہ یہ حدیث انتہا درجہ کی غریب ہے، البتہ جو **الکشف** میں ہے جو **شرح زرقانی علی المواھب** میں سے نقل کیا ہے کہ حدیث حسن ہے بلکہ حاکم رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ تعدد طرق کے باعث تقویت ہو رہی ہے۔ یہ تو زبردست وہم ہے پس بلاشبہ زرقانی نے کہا کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں اور اس میں اس کے باوجود نظر ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

بعدازاں الکشف کے صاحب نے اس پر تعاقب کیا ہے جو پہلے گزر چکا ہے اس کا قول ملاحظہ کریں۔
''میں کہتا ہوں: اور اس وقت اس کے منافی نہیں ہے جس کو الحلبی رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں سیوطی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں وہ رواۃ ہیں جو غیر معروف ہیں'' میں کہتا ہوں: آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ بلاشبہ وہ طرق جن کی جانب زرقانی رحمہ اللہ کے کلام میں اشارہ ہے وہ اس حدیث کے لئے نہیں ہے تو ذہبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ قول اس کے ضعف پر متفق ہو گیا۔

اسحاق علیہ السلام ذبیح

(۳۳۲) اَلذَّبِیْحُ اِسْحَاقُ۔

''جن کو ذبح کیا گیا وہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دار قطنی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے **الأفراد** میں ذکر کیا

ہے،سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ (راوی) ہیں جبکہ البزار اور مردویہ نے اس حدیث کو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے جب کہ اس میں تدلیس اور انقطاع ہے اور اس کے الفاظ ((أکرم الناس ....)) ہیں عنقریب اس کا مکمل ذکر آگے آئے گا جب کہ اس کو حاکم رحمہ اللہ نے (۵۵۹/۱) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس کے الفاظ الجامع کے ہیں اور اس نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے جبکہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس کی سند میں سعید بن داؤد (راوی) ہے اور وہ ایسا قوی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۷/۴) میں ذکر کیا ہے بعد اس کے کہ اس نے اس کو موقوف قرار دیا ہے جب کہ اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو شاید یہ حدیث سعید کے سواسے ہے۔اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابوالحسن الحربی نے الثانی من الفوائد (۲/۱۷۰) میں مبارک بن فضالۃ سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے جب کہ اس کی یہ اسناد ضعیف ہے حسن راوی کے باعث وہ مدلس ہے جب کہ اس نے لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کیا ہے اور مبارک (راوی) میں ضعف ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار پہلے گزر چکا ہے اور اسی وجہ سے ہیثمی نے اس کو معلول قرار دیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ بزار رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں مبارک بن فضالۃ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے ضعف کے باجود اس کی روایت میں اضطراب ہے کبھی اس کو مرفوع روایت کیا ہے جیسا کہ اس کی روایت میں ہے اور کبھی اس کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا ہے جیسا کہ بغوی رحمہ اللہ نے اس کو علی بن الجعد (۲/۱۴۳/۱۳) سے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۱۷/۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

زرقانی رحمہ اللہ نے (۹۷/۱) میں کہا ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ مبارک (راوی) نے کبھی اس کو مرفوع بیان کیا ہے چنانچہ بزار رحمہ اللہ نے اس کو اس سے مرفوع روایت کیا ہے ،میں کہتا ہوں: یہ تعاقب ضعیف ہے کیوں کہ مبارک ایسا راوی ہے جو حافظ اور ضبط والا نہیں ہے کہ اس کی ذاتی زیادتی کو قبول کیا جائے بلکہ اس کی روایت میں اضطراب کا ہونا اس کے ضعف پر دلیل ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔جب کہ اس کا ذکر ایک دوسرے طریق سے ہے جو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ہے،

عنقریب اس کا ذکر (حدیث نمبر ۳۳۵ میں) آئے گا، اس کے الفاظ ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اپنے آباء کے حق کے ساتھ جب کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے طویل حدیث میں کیا ہے جس کا تذکرہ اس کی علت کے ساتھ ہی عنقریب آئے گا۔

نیز سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت ہے اس کو عقیلی رحمہ اللہ ہی (ص ۲۶۱) میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور ان شاء اللہ اس لفظ کے ساتھ ذکر آئے گا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا...... خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے سبھی طرق ضعیف ہیں ان میں کوئی بھی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ کسی میں دوسرے سے ضعف زیادہ ہے، اغلب بات یہ ہے کہ یہ روایات اسرائیلی ہیں جن کو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطور رخصت کے ذکر کیا ہے اور ان کو مرفوع قرار دینے میں کچھ ضعفاء نے خطا کی ہے اس ضعف کی جانب قسطلانی رحمہ اللہ نے المواھب میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ (اگر یہ صحیح ہے) اور زرقانی رحمہ اللہ نے ان طرق کا تعاقب کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو حاکم رحمہ اللہ نے متعدد طرق کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان دونوں کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس خیال میں بہت اوہام ہیں ان پر متنبہ کیا جائے گا جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث (ح ۳۳۶) جس کے الفاظ دوسرے ہیں پر بات ہوگی، اس کے بعد زرقانی رحمہ اللہ نے (۹۸/۱) میں واضح کیا ہے یہ ایسی احادیث ہیں جو ایک دوسری کو مضبوط کر رہی ہیں جب کہ حدیث کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ حسن ہو تو کس قدر خوش کن بات ہے جب کہ اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار نہیں دیا جب کہ حاکم نے اس کی تصحیح میں وھم کیا ہے عنقریب اس کی وضاحت آئے گی جب کہ حدیث کے طرق میں، ضعف اضطراب اور احتمال ہے کہ متون اسرائیلی ہیں بلکہ اکثر طور پر اسی طرح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے پس یہ سب روکتے ہیں کہ ان کا بعض دیگر بعض کو مضبوط کرتا ہے بالخصوص جب کہ محقق علماء کرام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن قیم رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ اس طرف گئے ہیں کہ ذبیح کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۲۱/۱) میں رقم طراز ہیں کہ یہ بات کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں تو یہ بیس سے زیادہ وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ قول تو اہل کتاب سے اخذ کیا گیا ہے

حالاں کہ یہ باطل ہے ان کی کتاب میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جو نوجوان ہے اس کو ذبح کریں اور اہل کتاب سمیت سبھی مسلمان اس میں شک نہیں کرتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام ان کے اکلوتے بیٹے تھے تو کیسے جائز ہے کہ کہا جائے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسحاق رحمہ اللہ کی ماں کو اسحاق رحمہ اللہ کی اور اس کے بیٹے یعقوب رحمہ اللہ کی خوشخبری دی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا جب وہ اس کے پاس خوش خبری لے کر آئے کہ آپ خوف زدہ نہ ہوں ہم تو لوط علیہ السلام کی قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں جب کہ اس کی بیوی کھڑی تھی تو ہم نے اس کو اسحاق علیہ السلام اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی (ھود:۷۱) تو یہ محال ہے کہ اس کو خوش خبری دیں کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا پھر اس کے ذبح کا حکم دیں......'' پھر مزید وجوہ کا ذکر کیا ہے جن میں اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار نہیں دیا ہے بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ جو چاہے اسے دیکھ سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسحاق علیہ السلام کی دعا

(۳۳۳) إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُغْفَرَ لِنِصْفِ أُمَّتِي، وَبَيْنَ أَنْ تُجَابَ شَفَاعَتِي فَاخْتَرْتُ شَفَاعَتِي وَرَجَوْتُ أَنْ تَكُوْنَ أَعَمَّ لِأُمَّتِي وَلَوْ لَا الَّذِي سَبَقَنِي إِلَيْهِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ لَتَعَجَّلْتُ فِيهَا دَعْوَتِي أَنَّ اللهَ تَعَالٰى لَمَّا فَرَّجَ عَنْ إِسْحَاقَ كَرْبَ الذَّبْحِ قِيلَ لَهُ يَا إِسْحَاقُ سَلْ تُعْطَ فَقَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَعَجَّلَنَّهَا قَبْلَ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ: اَللّٰهُمَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِكَ شَيْئًا فَاغْفِرْ لَهُ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میری آدھی امت کو معاف کیا جائے اور اس کے درمیان کہ میری شفاعت قبول ہو تو میں نے اپنی شفاعت کو ترجیح دی اور مجھے امید ہے کہ میری سفارش میری امت کے لئے عام ہوگی اور اگر نہ ہوتی وہ بات کہ جس کی جانب صالح بندہ مجھ سے سبقت لے گیا تو میں اس میں اپنی دعوت کو جلدی میں پیش کرتا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جب اسحاق سے ذبح کے کرب کو دور کیا تو اس کو کہا گیا اے اسحاق! آپ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا تو اس نے کہا خبر

داراس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں دعا کو شیطان کے چوکوں سے جلدی کر رہا ہوں، اے اللہ! جو شخص فوت ہوا وہ تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا تھا لہٰذا تو اس کو معاف کر دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بتایا کہ مجھے میرے باپ نے حدیث سنائی، اس نے کہا مجھے محمد بن وزیر دمشقی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث سنائی، اس نے کہا ہمیں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے اس نے عطاء بن یسار سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا۔ اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۱۶/۴) میں ہے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب منکر ہے اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم (راوی) ضعیف الحدیث ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ حدیث میں کچھ زائد الفاظ مدرج ہوں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسحاق علیہ السلام کے کرب وغم کو دور کیا آخر تک، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: ابن کثیر رحمہ اللہ کا خوف زدہ ہونا بعید ہے ظاہر ہے کہ ذکر کردہ زیادتی اس کا پورا تعلق اس کے ماقبل کے ساتھ ہے اور یہ قول ولو لا الذی، الخ، اس کو واضح کر رہا ہے، عبدالرحمٰن بن زید غایت درجہ ضعیف ہے حاکم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس نے اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں اس شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جو اس فن میں ماہر ہے کہ ان کے بارے میں غور وفکر کرے کہ ان کو اس پر محمول کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: آدم علیہ السلام کے وسیلہ کی حدیث کا یہی راوی ہے کہ آدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ پیش کریں گے یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اس کا بیان حدیث نمبر (۲۵) میں گزر چکا ہے۔ جب کہ میں نے وہاں اس احتمال کا ذکر کیا تھا کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے، عبدالرحمٰن بن زید نے اسے روایت کرنے میں غلطی کی ہے کہ اسے نبی سے مرفوعا بیان کر دیا۔ یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث میں یہ زیادتی بھی اسرائیلی روایات میں سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کعب احبار نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو احادیث سنائی جیسا کہ حاکم نے اس کا ذکر کیا ہے (۵۵۷/۲) کعب احبار تک اسناد کو پہنچایا ہے بعد ازاں کہا ہے یہ اسناد صحیح ہے اس پر میں کچھ غبار نہیں ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے جب کہ اس سے زیادہ واضح روایت عبدالرزاق کی ہے اس نے کہا ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی اس نے کہا ہمیں قاسم نے خبر دی اس نے کہا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور کعب احبار کسی ایک جگہ میں اکٹھے تھے تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کر رہا تھا اور کعب احبار کتابوں سے بیان کر رہا تھا، سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے جب کہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لئے چھپا رکھا ہے تو کعب نے اس سے دریافت کیا آپ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کیا میں تجھے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نہ بتاؤں کہ اس نے جب اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کا خواب دیکھا......

میں کہتا ہوں: اس نے واقعہ کو ذکر کیا اور اس میں یہ زیادتی نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعض آثار کو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں کہ یہ سبھی اقوال (اللہ کو خوب علم ہے) کعب احبار سے مأخوذ ہیں اس لئے کہ جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مسلمان ہوا تو اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پرانی کتابوں سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں پس بسا اوقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنا تو لوگوں کو رخصت دی کہ ان احادیث کو سنیں جو اس کے ہاں ہیں اور لوگوں نے اس سے نقل کیا جو اس کے پاس تھا، جب کہ اللہ کی قسم! (اللہ جانتا ہے) اس امت کو ایک حرف کی بھی ضرورت نہیں جو اس کے پاس تھا۔

کریمانہ اخلاق کا حامل

(۳۴۴) أَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ ذَبِيحِ اللّٰهِ۔

”سب لوگوں سے زیادہ کریمانہ اخلاق والا شخص یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ علیہم السلام ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، اس حدیث کو اسی لفظ کے ساتھ طبرانی نے ابوعبیدہ کے طریق سے اس نے اپنے باپ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے استفسار کیا گیا لوگوں میں سے کون شخص زیادہ کریمانہ اخلاق والا ہے آپ نے فرمایا یوسف بن یعقوب علیہ السلام...... ہیثمی نے مجمع الزوائد (۲۰۲/۸) میں ذکر کیا ہے کہ اس روایت میں بقیہ (راوی) مدلس ہے اور ابوعبیدہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے، میں کہتا ہوں: لیکن بقیہ کی متابعت کی گئی ہے اس حدیث کو ابن المظفر نے غرائب شعبہ (۱/۱۳۸) میں روایت کیا ہے معاویہ بن حفص اور بقیہ دونوں سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے ابواسحاق سے اس نے ابوعبیدہ سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: نیز اس حدیث کو شعبہ نے ابی اسحاق سے اس نے ابی الاحوص سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود علیہ السلام سے موقوف ذکر کیا ہے، اور یہی بات درست ہے، اسے طبرانی رحمہ اللہ نے کبیر (۳/ ۱/۱۸) میں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۷/۴) میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث سیدنا ابن

مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث صحیح مرفوع ہے لیکن اسحاق علیہ السلام اللہ کے ذبیح ہیں یہ زیادتی ہے جس کا انکار کیا جاتا ہے چنانچہ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۲۳/۶-۲۲۴) اور مسلم رحمہ اللہ نے (۱۰۳/۷) میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا لوگوں میں سے کون زیادہ شرف وکرم والا ہے آپ نے فرمایا کہ جوان میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو انہوں نے عرض کیا ہم اس کے بارے میں دریافت نہیں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا تو پھر سب لوگوں سے زیادہ کریمانہ اخلاق والا شخص یوسف علیہ السلام نبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے تھے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے تھے اور خلیل اللہ کے بیٹے تھے اس حدیث میں ذبیح اللہ کا ذکر نہیں ہے اسلئے حدیث منکر ہے اور کچھ احادیث ایسی ہیں جو بتاتی ہیں کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے وہ سب ضعیف ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

آباؤ اجداد کا واسطہ

(۳۴۵) قَالَ دَاوُدُ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ فَقَالَ: أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ وَأَمَّا إِسْحَاقُ فَبَذَلَ نَفْسَهُ لِيُذْبَحَ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ وَأَمَّا يَعْقُوبُ فَغَابَ عَنْهُ يُوسُفُ وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ۔

”داؤد نے کہا میں تجھ سے اپنے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں تو اللہ نے کہا لیکن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں گرایا گیا اس نے میری وجہ سے صبر کیا اور یہ ایسی آزمائش ہے جو تجھے نہیں پہنچی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنی جان کی قربانی پیش کی کہ اس کو میری وجہ سے ذبح کیا جائے اس نے میری وجہ سے صبر کیا اور یہ ایسی مصیبت ہے جو تجھے نہیں پہنچی اور یعقوب کا بیٹا یوسف علیہ السلام گم ہو گیا اور یہ ایسی مصیبت ہے جو تجھے لاحق نہیں ہوئی۔“

تحقیق: علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۲۰۲/۸) میں اس کو آخری درجہ کی ضعیف حدیث قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس حدیث کو بزار نے عباس سے ابی سعید کی روایت سے انہوں نے علی بن زید سے روایت کیا ہے جب کہ ابو سعید کو میں جانتا نہیں ہوں اور علی بن زید ضعیف

راوی ہے البتہ اس کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس ابوسعید سے مقصود حسن بن دینار ہے اور وہ ضعیف راوی ہے چنانچہ ابن جریر نے اس حدیث کو زید بن حباب کے طریق سے اس نے حسن بن دینار سے اس نے علی بن زید بن جدعان سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۱۷/۴) میں اسی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی اسناد میں دو ضعیف راوی ہیں ان میں سے ایک حسن بن دینار بصری ہے وہ متروک ہے اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں: حسن بن دینار کی کنیت ابوسعید ہے جیسا کہ المیزان میں ہے البتہ وہ متفرد نہیں ہے بلکہ اختصار کے ساتھ اس کی متابعت موجود ہے اس کے بعد ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ کریں۔ اس حدیث کو ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بھی شرح المواہب للزرقانی (۹۸/۱) میں روایت کیا ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے القاعدة الجلیلہ میں یہ وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے اور یہی بات درستگی کے زیادہ مشابہ ہے۔

نفس کی سخاوت

(۳۳۶) قَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ دَاؤُدَ یَا رَبِّ أَسْمِعِ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ رَبِّ إِسْحَاقَ؟ قَالَ: إِنَّ إِسْحَاقَ جَادَ لِیْ بِنَفْسِہٖ۔

"اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار لوگوں کو سنائیں کہ وہ کہیں: اے اسحاق کے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ اسحاق نے میری رضا کے لئے خود اپنے نفس کی سخاوت کی۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مستدرک (۵۵۶/۲) میں زید بن حباب کے طریق سے اس نے حماد بن سلمۃ سے اس نے علی بن زید سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے بتایا کہ یہ حدیث صحیح ہے لوگوں نے اس حدیث کو علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے جب کہ علی بن زید متفرد ہے۔ میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں خاموشی کا اظہار کیا ہے اور اس کے قول سے زیادہ کچھ نہیں کہا "دیگر لوگوں نے اس حدیث کو ابن جدعان سے روایت کیا" جب کہ ابن جدعان ضعیف راوی اور منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ سے پہلے یہ گزر چکا ہے اس حدیث میں جو اس

سے پہلے ہے اور البتہ زرقانی رحمہ اللہ کا قول شرح المواہب (۱/۹۷) میں ہے کہ "حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو چند طرق کے ساتھ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس نے کہا ان دونوں کی شرط پر صحیح ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ابن مردویہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی سند میں حسن بن دینار راوی متروک ہے اور اس کا شیخ منکر ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں کچھ اوہام ہیں پہلا وہم یہ ہے کہ یہ روایت حاکم رحمہ اللہ کے پاس سوائے اس سند کے نہیں۔ دوسرا یہ کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو مطلق طور پر صحیح کہا ہے، بخاری مسلم رحمہما اللہ کی شرط نہیں لگائی، تیسرا وہم یہ ہے کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے معلول قرار دیا ہے اس بنا پر کہ زرقانی رحمہ اللہ نے اس سے نقل کیا ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو اس سے پہلے گزر چکی ہے البتہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی علت تو وہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جیسا کہ تین احادیث قبل گزر چکا ہے۔

شیطان کی ابراہیم علیہ اسلام سے ملاقات

(۳۳۷) إِنَّ جِبْرِيْلَ ذَهَبَ إِلٰى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَسَاخَ فَلَمَّا أَرَادَ إِبْرَاهِيْمُ أَنْ يَّذْبَحَ ابْنَهُ إِسْحَاقَ قَالَ لِأَبِيْهِ: يَا أَبَتِ أَوْثِقْنِيْ لَا أَضْطَرِبُ فَيَنْتَضِحَ عَلَيْكَ مِنْ دَمِيْ إِذَا ذَبَحْتَنِيْ فَشَدَّهُ، فَلَمَّا أَخَذَ الشَّفْرَةَ فَأَرَادَ أَنْ يَّذْبَحَهُ نُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ (أَنْ يَّا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا)۔

"بلاشبہ جبریل ابراہیم علیہ السلام کو لے کر جمرۃ العقبۃ کی طرف گئے تو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا، ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماریں، پس جب ابراہیم نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرے تو اسحاق علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا اے میرے ابا مجھے باندھ لیں پھر میں حرکت نہ کروں گا کہ تجھ پر میرے خون کے چھینٹے پڑیں جب آپ مجھے ذبح کرنا چاہیں چنانچہ اس نے اس کو مضبوط باندھا تو جب اس نے چھری کو پکڑا اس کے ذبح کا ارادہ کیا تو اس کو اس کے پیچھے سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔"

تحقیق: یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۷۹۵) میں حماد بن سلمۃ کے طریق سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا یہ سند ضعیف ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں، اس کی علت یہ ہے کہ عطاء بن السائب کو اختلاط ہو گیا تھا اور حماد نے اس سے اس حالت میں سنا اور قبول کیا پس زرقانی رحمہ اللہ کا قول شرح المواھب (۹۸/۱) میں ہے اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے المسند کی تعلیق میں اسے ذکر کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جب کہ شیخ احمد سے معروف بات یہ ہے کہ وہ اس اسناد کی صحت میں استدلال کرتے ہیں کہ حماد نے عطاء کے اختلاط سے پہلے سنا ہے اس کا ذکر المسند وغیرہ میں بہت زیادہ مقامات میں ہے، اور یہ اس سے غفلت ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تھذیب التھذیب میں بعض ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس سے اختلاط میں بھی سنا تو اس وقت اس کی اس حدیث کو صحیح قرار دینا جائز نہیں البتہ جب واضح ہو جائے کہ اس نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔ اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ (۴۶۶/۱) نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذبح کے قصہ کے علاوہ مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کو مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے نیز اس کو احمد (رقم: ۲۷۰۸) نے تیسرے طریق سے زیادہ مکمل ذکر کیا ہے اور اس میں قصہ ہے اور اس میں ذبیح کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے اور یہی درست ہے اس کا بیان (ح ۳۳۲) پہلے گزر چکا ہے اس حدیث میں کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہے۔

اہل عرب سے محبت اور دشمنی

(۳۳۸) إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ سَبْعًا فَاخْتَارَ الْعُلْيَا مِنْهَا فَسَكَنَهَا وَأَسْكَنَ سَائِرَ سَمٰوَاتِهِ مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضِيْنَ سَبْعًا فَاخْتَارَ الْعُلْيَا مِنْهَا فَأَسْكَنَهَا مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلْقِ بَنِيْ آدَمَ وَاخْتَارَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ، وَاخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا وَاخْتَارَ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمَ وَاخْتَارَنِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ، فَأَنَا مِنْ خِيَارٍ إِلٰى خِيَارٍ فَمَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ۔

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو پیدا کیا ان میں سے سب سے اونچے

آسمان میں خود اقامت اختیار کی اور دیگر آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا آباد کیا پھر ساتوں زمینوں کو پیدا کیا ان میں سے بلند زمین کو سکونت کے لئے پسند کیا تو اس میں جس کو چاہا آباد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مخلوق سے آدم علیہ السلام کی اولاد کو پسندیدہ قرار دیا اور آدم علیہ السلام کی اولاد سے اہل عرب کو پسند کیا اور اہل عرب سے مضر قبیلہ کو پسند کیا اور مضر قبیلہ سے قریش کو پسند کیا اور قریش سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم سے مجھ (محمد ﷺ) کو پسند کیا تو میں بہت لوگوں میں سے بہتر ہوں اور بہتر لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں پس جو شخص اہل عرب سے محبت کرتا ہے تو وہ میری محبت کے سبب ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اہل عرب سے دشمنی کرتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھتے ہوئے ان سے بغض رکھتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے (۳/ ۲۱۰/ ۱) میں اس حدیث کو روایت کیا اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۴۵۸) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۴/ ۷/ ۲/ ۳۰۱/ ۲) اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ (ص ۱۲) پر اور اسی طرح حاکم رحمہ اللہ نے (۴/ ۸۶-۸۷) میں اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ نے العلو (۱۶۵-۱۶۶) میں اور عراقی رحمہ اللہ نے محجة القرب الی محبة العرب (۲/ ۲۰۱) میں محمد بن ذکوان کے طریق سے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے محمد بن ذکوان (راوی) کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ اور دیگر نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی متابعت نہیں ہے۔ البتہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو ایک دوسرے طریق سے عمرو بن دینار سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مختصر بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد میں ایسے راوی ہیں جن کے حالات سے میں آشنا نہیں ہوں۔ نیز ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو العلل (۲/ ۳۶۷-۳۶۸) میں پہلے طریق سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ ذہبی نے اس کا ابن ذکوان کے ترجمہ میں المیزان میں ذکر کیا ہے۔

اور جس چیز کا جاننا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث کا آخری حصہ جو پروردگار کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی فضیلت کو متضمن ہے اس کا احادیث صحیحہ میں اثبات ہے جب کہ ہم نے اس کے کچھ حصے

کو موضوع حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے ذکر کیا تھا کہ ''جب عرب لوگ ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا'' اس مقام میں ہم نے عرب کی عجم پر فضیلت کے مسئلہ پر کلام کیا ہے اور اس کی حقیقت کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے تو آپ حدیث (نمبر ۱۶۳) اور اس کے بعد والی حدیث کی جانب مراجعت کریں۔

ملک الموت کے دوست ادریس علیہ السلام

(۳۳۹) إِنَّ إِدْرِيسَ كَانَ صَدِيقًا لِمَلَكِ الْمَوْتِ فَسَأَلَهُ أَنْ يُرِيَهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَصَعِدَ بِإِدْرِيسَ فَأَرَاهُ النَّارَ فَفَزِعَ مِنْهَا وَكَادَ يُغْشَى عَلَيْهِ فَالْتَفَّ عَلَيْهِ مَلَكُ الْمَوْتِ بِجَنَاحِهِ فَقَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ: أَلَيْسَ قَدْ رَأَيْتَهَا؟ قَالَ: بَلَى، وَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ قَطُّ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِ حَتّٰى أَرَاهُ الْجَنَّةَ فَدَخَلَهَا فَقَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ انْطَلِقْ قَدْ رَأَيْتَهَا قَالَ: إِلَى أَيْنَ؟ قَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ: حَيْثُ كُنْتَ قَالَ إِدْرِيسُ: لَا وَاللهِ لَا أَخْرُجُ مِنْهَا بَعْدَ أَنْ دَخَلْتُهَا فَقِيلَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ: أَلَيْسَ أَنْتَ أَدْخَلْتَهُ إِيَّاهَا؟ وَإِنَّهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ دَخَلَهَا أَنْ يُخْرَجَ مِنْهَا۔

''بلا شبہ ادریس علیہ السلام ملک الموت کے دوست تھے تو انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کو جنت دوزخ کا مشاہدہ کروائے تو ملک الموت ادریس علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر بلند ہوئے تو اس نے اس کو دوزخ کا مشاہدہ کرایا تو وہ اس سے خوف زدہ ہوئے قریب تھا کہ وہ غشی کی زد میں آ جاتے چنانچہ ملک الموت نے اس کو اپنے پیروں کے ساتھ لپیٹ لیا تو ملک الموت نے اس کو مخاطب کر کے دریافت کیا کیا تو نے دوزخ کو پہلے نہیں دیکھا تھا ادریس نے جواب دیا دیکھا ہے لیکن آج کے دن کی طرح کبھی نہیں دیکھا، بعد ازاں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ اس کو جنت کا مشاہدہ کرایا پس وہ اس میں داخل ہوا اس پر ملک الموت نے اس سے کہا اب آپ چلیں آپ نے جنت کو دیکھ لیا ہے، اس نے کہا کدھر؟ ملک الموت نے کہا! جہاں تو پہلے تھا ادریس نے کہا! نہیں اللہ کی قسم! میں ہرگز جنت سے باہر نہیں جاؤں گا جب کہ میں اس میں داخل ہو چکا ہوں تو ملک

الموت سے کہا گیا کیا تو نے خود اس کو جنت میں داخل نہیں کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی شخص کے لئے لائق نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے باہر نکلے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو الاوسط میں ام سیدہ سلمۃ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بیان کیا ہے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۸/۱۹۹-۲۰۰) میں کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ابراہیم بن عبداللہ بن خالد المصیصی (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کہ" میں کہتا ہوں: یہ شخص زبردست جھوٹا ہے حاکم نے بیان کیا اس کی احادیث موضوع ہیں۔

عطیہ دینے میں اولاد کی برابری

(۳۴۰) سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ۔

"اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں برابری کرو اگر میں کسی کو برتری عطا کرتا تو عورتوں کو برتری دیتا۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابوبکر الآجری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الفوائد المنتخبة (۱/۱۰۳/۱) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے (۳/۱۴۲/۲) میں اور حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ نے المسند (ص۱۰۶، زوائد) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۶/۱۷۷) میں سعید بن منصور کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن عیاش نے سعید بن یوسف سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس کی اسناد ضعیف ہے، ابن یوسف جس کا یہاں تذکرہ ہے اس کے ضعف پر اتفاق کیا گیا ہے اور حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث سے بڑھ کر اس کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو التقریب میں ضعیف قرار دیا ہے اور اس سے آپ کو معلوم ہو رہا ہے کہ الفتح میں (۵/۱۶۳) اس کا قول ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے، ہرگز حسن نہیں ہے! جب کہ حدیث کا پہلا حصہ صحیح ہے بخاری رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ اور اس کے علاوہ نے اس کے معنیٰ کو سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بعد ازاں ہم نے حدیث کو پایا ہے کہ اس کو ابو محمد جوہری رحمہ اللہ نے الفوائد المنتقاة (۲/۷) میں اور اس سے ابن عساکر رحمہ اللہ

نے (۲/۱۸۴/۷) میں اوزاعی کے طریق سے اس نے کہا مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے بتایا اس نے کہا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور یہی حدیث بیان کی۔ جب کہ یہ اسناد **معضل** ہے اور یہی حدیث کا اصل ہے بلاشبہ اوزاعی ثقة ثبت راوی ہے تو سعید بن یوسف کی اس سے مخالفت ایسے دلائل سے ہے جو اس کے ضعف کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اندھیرے میں روشنی کی طرح دیکھنا

(۳۴۱) كَانَ يَرٰى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى فِي الضُّوْءِ۔

''آپ کو اندھیرے میں یوں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ روشنی میں دکھائی دیتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو تمام نے الفوائد (۱/۲۰۷-۲ رقم ۲۲۱۰ میرے نسخہ کے مطابق) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۲۱) میں اور ان سے بیہقی رحمہ اللہ نے الدلائل (ج ۲ میں اس چیز کے بیان میں کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتے تھے) اور الخطیب رحمہ اللہ نے التاریخ (۴/۲۷۲) میں اور مکی مؤذن رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۲۳۶) میں اور الضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے المنتقیٰ میں، ابی علی الاوقی کی حدیث سے (۲/۱) میں عبداللہ بن مغیرہ سے اس نے معلیٰ بن ھلال سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ ایسی اسناد ہے جس میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کی آفت یہ ابن المغیرہ ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جن کا اصل نہیں ہے جب کہ ابن یونس رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے جب کہ یہ حدیث ان میں سے ہے اس کے بعد اس نے کہا یہ سب موضوع روایات ہیں بعد ازاں میں نے استدراک کیا تو میں نے محسوس کیا کہ اس حدیث کو ابن المغیرہ کے شیخ پر محمول کرنا جو معلیٰ بن ہلال ہے زیادہ بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ناقدین نے اس کو جھوٹا قرار دینے پر اتفاق کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا ہے، اور اس کی متابعت محمد بن مغیرہ المزنی نے کی ہے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اس کو اپنے باپ سے مرسل روایت کیا ہے، اس حدیث کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۲۸/۱۷) میں مخلص بن موحد بن عثمان التنوخی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں میرے باپ نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن مغیرہ نے بتایا جب کہ اس موحد (راوی) کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس محمد بن

مغیرہ کو میں نہیں پہچانتا ہوں، بعد ازاں بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے مروی ہے جو قوی نہیں ہے ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی اس نے کہا مجھے ابوعبداللہ محمد بن خلیل نیشاپوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں صالح بن عبداللہ نیشاپوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں عبد الرحمن بن عمار الشہید نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں مغیرہ بن مسلم نے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اسناد اندھیرے والی ہے اس لئے کہ جو روایت اس مغیرہ سے نیچے ہیں مجھے ان کے کوائف سے آگاہی حاصل نہیں ہے۔

عبدالحارث کی وجہ تسمیہ

(۳۴۲) لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ وَكَانَ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْدُ الْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدُ الْحَارِثِ فَعَاشَ وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ۔

”جب اماں حواء حاملہ ہوئی تو اس کے اردگرد ابلیس نے چکر لگایا جب کہ مائی حواء کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو اس نے کہا اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو مائی حواء نے اس کا نام عبدالحارث رکھا چنانچہ وہ زندہ رہا جبکہ یہ بات شیطان کی وحی اور اس کے حکم کے باعث تھی۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۱۔ بولاق) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۵۴۵) میں اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الامالی (۲/۱۵۸) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۵/۱۱) میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی عمر بن ابراہیم کے طریق سے بیان کیا ہے کہ وہ قتادہ سے وہ حسن سے وہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کرتے ہیں! امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہم سوائے اس سند کہ عمر بن ابراہیم قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ نہیں پہچانتے۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے کہا، حسن کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کے بارے میں اختلاف مشہور ہے، پھر وہ مدلس بھی ہے اور یہاں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح بھی نہیں ملتی، امام

ذہبی رحمہ اللہ المیزان میں اس کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حسن اکثر تدلیس کیا کرتا، پس جب وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ عن فلان تو اس کو دلیل بنانا کمزور ہے اور جو چیز اس کے ضعف کو واضح کر رہی ہے وہ ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کے ارشاد کی تفسیر کر رہی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا﴾ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صالح لڑکا عطا کیا تو ماں باپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء کو کھڑا کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا۔" ذہن نشین کریں کہ حسن نے خود اس آیت کی تفسیر اس تفسیر کے خلاف کی ہے جو تفسیر اس حدیث میں ہے پس اگر اس کے ہاں حدیث صحیح مرفوع ہوتی تو اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتا، چنانچہ اس نے اس کی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ یہ صورت حال بعض لوگوں میں تھی جب کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۲/ ۲۷۴-۲۷۵) میں اس کو چند طرق سے حسن سے ہی بیان کیا ہے، بعدازاں ابن کثیر رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس کی اسانید حسن سے صحیح ہیں، اس نے آیت کی تفسیر اس نداز سے کی ہے جب کہ یہ سب تفاسیر سے احسن ہے اور زیادہ مناسب ہے جس پر آیت کو محمول کیا گیا ہے آپ مکمل کلام کا ملاحظہ کریں بلاشبہ نہایت نفیس ہے، اور اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے البیان فی اقسام القرآن (ص ۲۶۴) پر واضح کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنے پڑھنے کی تعلیم حاصل کرنا

(۳۴۳) مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی قَرَأَ وَ كَتَبَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک کہ آپ نے پڑھنا لکھنا معلوم نہ کر لیا۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس کو ابوالعباس رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (ج ۳ رقم ۱۵۳ میرے نسخہ کے مطابق) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے ابی عقیل الثقفی کے طریق سے اس نے مجاہد سے بیان کیا کہ مجھے عون بن عبداللہ بن عتبة نے اپنے والد سے بیان کیا۔ پھر یہ حدیث ذکر کی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور ابوعقیل (راوی) ضعیف ہے جب کہ اس کا مفہوم کتاب اللہ کے مخالف ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الموضوعات (ص ۵) میں بیان کیا ہے، جب کہ **صحیح بخاری** (۷/ ۴۰۳-۴۰۹) میں سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے بارے میں ہے تو جب صلح نامہ تحریر کیا گیا اس میں تحریر کیا یہ فیصلہ محمد اللہ کے رسول کا ہے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے اگر ہمیں یقین

ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم تجھے ہرگز نہ روکتے جب کہ تو محمد بن عبداللہ ہے، آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی (ﷺ) ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں، پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مکتوب شدہ کاغذ پکڑا، آپ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپ نے تحریر کیا، یہ فیصلہ ہے محمد بن عبداللہ کا...... چنانچہ اس کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ اس باب سے ہے کہ بنی الامیر المدینة اس کا مفہوم یہ ہے کہ امیر نے شہر کی تعمیر کا حکم دیا ہرگز یہ معنیٰ نہیں ہے کہ امیر نے شہر کو بنایا تعمیر کیا اس کی دلیل بخاری کی ایک روایت (۹/۳۵۱-۳۸۱) میں ہے، اسی واقعہ میں سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے الفاظ یہ ہیں اللہ کی قسم! یقیناً میں اللہ کا نبی ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کر رہے ہو تو آپ نے لکھنے والوں کو حکم دیا آپ محمد بن عبداللہ تحریر کریں اور اسی طرح صحیح مسلم (۵/۱۷۵) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اور اسی لئے سہیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سچی بات تو یہ ہے کہ **المکتوب** کا معنیٰ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۷/۴۰۶) میں نقل کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور واضح کیا ہے کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور یہ جملہ کہ آپ نے کاغذ کو پکڑا اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ آپ کا یہ حکم دینا کہ آپ یہ مجھے دکھائیں ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ آپ کو کلمہ کی جگہ دکھائے جو مجھ پر دشوار گزر رہا ہے کہ اس کو مٹاؤں اس لئے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

دنیاوی زندگی میں بلندی

(۳۴۴) مَامِنْ عَبْدٍ يُحِبُّ اَنْ يَّرْتَفِعَ فِي الدُّنْيَا دَرَجَةً فَارْتَفَعَ اِلَّا وَضَعَهُ اللّٰهُ فِي الْاٰخِرَةِ دَرَجَةً اَكْبَرَ مِنْهَا وَاَطْوَلَ ثُمَّ قَالَ: وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔

”نہیں ہے کوئی بندہ جو محبوب جانتا ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں ایک درجہ بلند ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں ایک درجہ نیچا کرے گا وہ درجہ اس سے بڑا اور لمبا ہوگا بعدازاں آپ نے فرمایا اور ضرورت آخرت کے لحاظ سے بڑی ہے اور زیادہ فضیلت والی ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۰۳/۴-۳۰۴) میں ذکر کیا ہے عبد الغفور بن سعد انصاری کے طریق سے اس نے ابو ہاشم الرمانی سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد من گھڑت ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے عبد الغفور راوی کا شمار ان سے ہے جو موضوع احادیث گھڑتے تھے جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی حدیث کی کچھ حیثیت نہیں ہے اور بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کے ساتھ تعلق توڑ رکھا تھا۔

کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا

(۳۴۵) يَقُوْمُ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ إِلَّا بَنِيْ هَاشِمٍ فَإِنَّهُمْ لَا يَقُوْمُوْنَ لِأَحَدٍ.

”ہر شخص دوسرے شخص کے آنے پر کھڑا ہو، البتہ بنو ہاشم کے لوگ کسی کے آنے پر کھڑے نہ ہوں۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو جعفر الرزاز رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الأمالي کتاب کی چھ مجالس میں ذکر کیا ہے (ق ۲/۲۳۲) جعفر بن زبیر سے اس نے قاسم سے اس نے سیدنا ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے بھی اسی طریق سے اس روایت کو ذکر کیا ہے جیسا کہ المجمع (۴۰/۸ ہیثمی) میں ہے، اور اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں جعفر بن زبیر راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ راوی تو کثرت کے ساتھ جھوٹ کہتا تھا احادیث وضع کرتا تھا اس کی کچھ احادیث کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جن میں اس کو متہم قرار دیا گیا ہے اسی لئے شعبہ نے اس کو کذاب کہا ہے بلکہ اس نے ذکر کیا ہے کہ اس نے چار صد احادیث خود وضع کر کے نبی ﷺ کی جانب منسوب کر دی ہیں۔

بلکہ اس حدیث کے موضوع ہونے پر جو چیز دلالت کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی کیفیت کو ثابت کر رہی ہے۔ جس کے مخالف نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے بلکہ نبی ﷺ بھی تھے جب کہ آپ کو بنی ہاشم قبیلہ کا سردار تسلیم کیا جاتا ہے پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی آمد پر بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ نبی ﷺ اس کیفیت کو ناپسند جانتے تھے جیسا کہ اس کا تذکرہ اس سے بعد والی حدیث میں ہو رہا ہے، مزید برآں بہترین ہدایت کا راستہ محمد ﷺ کی رہنمائی والا ہے، علاوہ ازیں ایسی صورت کا ثبوت بھی ملتا ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے جب کہ اس کی اسناد

ہمارے نزدیک ضعیف ہے وہ استدلال کے لائق نہیں چنانچہ اس کے بعد اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں نے حدیث کے ایک دوسرے طریق کو بھی معلوم کیا ہے چنانچہ امام ابن قتیبۃ نے کتاب العرب او الرد علی الشعوبیۃ (ص۲۹۲، رسائل بلقاء) سے بیان کیا ہے کہ مجھے یزید بن عمرو نے محمد بن یوسف سے اپنے باپ سے اس نے ابراہیم سے اس نے مکحول سے مرفوعا اس کے مثل بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے دلیل کے لائق نہیں ہے اس لئے کہ اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت اس حدیث کا مرسل ہونا ہے اس لئے کہ مکحول تابعی ہے جب کہ دوسری علت یزید بن عمرو ابن قتیبۃ کا شیخ ایسا راوی ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں، بعد ازاں میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو ان الفاظ کے ساتھ پایا ہے کہ کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہو اس کا ذکر آئے گا بلکہ اس حدیث کے معارض ایک دوسری حدیث ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

عجمی لوگوں کا تعظیم کے لیے کھڑا ہونا

(۳۴۶) لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔

"تم اس طرح کھڑے نہ ہو جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، جب کہ اس کی اسناد میں ضعف جہالت اور اضطراب ہے امام ابوداود رحمہ اللہ نے (۳۴۶/۲) میں اس کو ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۲۵۳/۵) میں عبداللہ بن نمیر کے طریق سے اور رامہرمزی رحمہ اللہ نے الفاصل (ص۶۴) میں اور تمام رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۴۱) میں اس نے یحیٰی بن ہاشم سے اور یحیٰی اور عبداللہ دونوں نے مسعر سے اس نے ابوالعنبس سے اس نے ابوالعدبس سے اس نے ابومرزوق سے اس نے ابوغالب سے اس نے سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے آپ نے ایک لاٹھی پر ٹیک لگائی ہوئی تھی ہم آپ کی جانب کھڑے ہوئے تو آپ نے ذکر کردہ الفاظ فرمائے۔ پھر اس حدیث کو احمد نے سفیان سے اس نے مسعر سے اس نے اپنے باپ اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ سے ان میں ابوغالب ہے اس نے سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، نیز عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ نے اس کو الترغیب فی الدعاء (۲/۹۳) میں اس کو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے ابومرزوق سے اس نے ابی العنبس سے اس نے ابی العدبس سے اس نے سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مزید برآں اس کو احمد نے

(۲۵۶/۵) میں اور رویانی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں (۲/۲۲۵/۳۰) میں یحییٰ بن سعید کے طریق سے اس نے مسعر سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہم سے ابو العدبس نے ابو خلف سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو مرزوق نے بتایا اس نے کہا کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب کہ الرویانی رحمہ اللہ نے الاعاجم کی جگہ یہود کا لفظ کہا ہے نیز ابن ماجہ (۴۳۱/۲) میں وکیع کے طریق سے اس نے مسعر سے اس نے ابو مرزوق سے اس نے ابو وائل سے اس نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے جب کہ یہ تو زبردست قسم کا اضطراب ہے یہ تنہا ہی حدیث کو ضعیف قرار دینے میں کافی ہے تو کیسے ضعیف نہ ہوگی جب کہ ابو مرزوق ضعیف راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں بیان کیا ہے کہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس حدیث کی سند میں وہ منفرد ہو اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو پہلے طریق سے ذکر کیا ہے، پھر ابن ماجہ کی سند بیان کی وہاں صرف یہ کہا ابو وائل کی جگہ ابو العدبس بعد ازاں اس نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور حواس باختگی کا نتیجہ قرار دیا ہے جب کہ بعض نسخوں میں ابو السدیس کی جگہ ابو وائل ہے جب کہ ابو العدبس راوی مجہول ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں بیان کیا ہے اسی سبب کے باعث حافظ عراقی رحمہ اللہ نے حدیث کو الاحیاء کی تخریج (۱۸۱/۲) میں معلول قرار دیا ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ اس حدیث کی حقیقی علت سے بے خبر ہے جب کہ اس علت سے مقصود جہالت، ضعف اور اضطراب ہے جس کو میں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۹۳/۸) میں ابو غالب راوی کے باعث اس کو معلول قرار دے رہا ہے اس نے اس میں علماء کے اقوال کا ذکر کیا ہے جو آپس میں مختلف ہیں۔ جب کہ میرے نزدیک ترجیح اس کو ہے کہ وہ حدیث میں حسن ہے جب کہ منذری نے اس مقام میں کسی چیز کو راجح قرار نہیں دیا ہے البتہ الترغیب والترہیب (۲۷۰-۲۶۹/۳) میں اس نے اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا کہ اس کی سند حسن ہے اس میں ابو غالب راوی کے بارے میں طویل کلام ہے میں نے اس کا تذکرہ مختصر السنن وغیرہ کتب میں کیا ہے جب کہ اس کو ثقہ قرار دینا غالب ہے، جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جب کہ حدیث کے ضعیف ہونے کی علت وہ رواۃ ہیں جو ابو غالب کے سوا ہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے البتہ حدیث کا مفہوم صحیح ہے جب کہ

حدیث کھڑے ہونے کی کراہت پر دلالت کر رہی ہے جب کہ کوئی آدمی داخل ہو، مزید برآں اس مفہوم کی حدیث صحیح اور واضح ہے، چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کوئی شخص ان کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کی نسبت اور وہ آپ کے آنے پر کھڑے نہیں ہوتے تھے جب کہ انہیں معلوم تھا کہ نبی ﷺ ان کے کھڑے ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو الادب المفرد (ص ۱۳۶) اور ترمذی رحمہ اللہ نے (۷/۴) میں بیان کیا ہے اور صحیح کہا ہے الضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے اس کو الاحادیث المختارۃ میں صحیح قرار دیا ہے نیز امام احمد رحمہ اللہ نے بھی المسند (۱۳۲/۳) میں بیان کیا ہے جب کہ اس کی اسناد مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔

پس جب نبی ﷺ اپنی ذات کے لئے کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں جب کہ آپ شیطان کے چوکوں سے معصوم ہیں تو اس لحاظ سے زیادہ مناسب ہے کہ آپ اپنے سوا کے لئے بھی اس کو مکروہ سمجھیں جب کہ وہاں فتنہ کا اندیشہ ہے تو اکثر مشائخ کا کیا حال ہے جو اس قیام کو سلفیت قرار دیتے ہیں اور اس سے مانوس ہیں گویا کہ یہ کوئی شرعی حکم ہے، ہرگز نہیں! بلکہ کچھ لوگ اس کو مستحب قرار دیتے ہیں وہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں جب کہ آپ نے حکم دیا کہ تم اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جب کہ یہ لوگ غفلت میں ہیں انہیں فرق کرنا چاہئے کہ کھڑا ہونا تو احترام کے پیش نظر ہے وہ مکروہ ہے جب کہ ضرورت کے پیش نظر کھڑے ہونا کہ آنے والے شخص کو سواری سے اتارنا مطلوب ہو اس لئے استقبال کرنا اس حدیث سے مقصود ہے، مزید برآں اس مفہوم پر مسند احمد کی ایک روایت دلالت کرتی ہے، مسند احمد کے الفاظ ہیں کہ تم اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جاؤ اور اس کو سواری سے اتارو جب کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں، مزید برآں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فتح الباری میں قوی قرار دیا ہے جب کہ راقم الحروف نے اس کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ نمبر ۶۶ میں ذکر کیا ہے جب کہ شیخ قاضی عزالدین عبدالرحیم بن محمد القاہری الحنفی (۸۵۱) نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا اس کا نام تذکرۃ الانام فی النھی عن القیام رکھا میں اس رسالہ کو دیکھ نہیں سکا ہوں جب کہ کاتب جلبی نے اس کا تذکرہ کشف الظنون میں کیا ہے۔

امت محمدیہ اور بدترین لوگ

(۳۴۷) لَا تَزَالُ الْاُمَّةُ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مَالَمْ تَظْهَرْ فِیْهِمْ ثَلَاثٌ: مَالَمْ یُقْبَضْ

مِنْهُمُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيهِمْ وَلَدُ الْخَبَثِ وَيَظْهَرُ السَّقَارُونَ قَالُوا: وَمَا السَّقَّارُونَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: بَشَرٌ يَكُونُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ تَكُونُ تَحِيَّتُهُمْ بَيْنَهُمْ إِذَا تَلَاقَوْا اللَّعْنَ۔

''امت محمد یہ شریعت اسلامیہ پر قائم رہے گی جب تک کہ ان تین چیزوں کا ظہور نہیں ہوگا اولاً: جب تک ان سے علم نہ چھن جائے اور جب تک کہ ان میں ولد الزنا کی کثرت نہ ہو جائے اور بدترین لوگوں کی کثرت نہ ہو جائے، انہوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بدترین لوگ کون ہیں آپ ﷺ نے واضح کیا آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو ان کا سلام یہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں جب ان کی باہم ملاقات ہوگی۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۴۴۴) میں زبان بن فائد سے روایت کیا ہے اس نے سہیل بن معاذ بن انس سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں اس کا رد کیا کہ میں کہتا یہ حدیث منکر قرار دیا ہے اس حدیث کی اسناد میں زبان راوی سے بخاری اور مسلم نے روایت ذکر نہیں کی ، میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ یہ راوی زہد و صلاح اور عبادت گزار شخص تھا۔

کرلا اور لعنتی کا بیٹا

(۳۴۸) هُوَ الْوَزَغُ بْنُ الْوَزَغِ الْمَلْعُونُ بْنُ الْمَلْعُونِ يَعْنِي مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ۔

''وہ تو کرلا ہے کرلے کا بیٹا ہے وہ لعنتی ہے اور لعنتی کا بیٹا ہے اس سے مقصود مروان بن حکم ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۴۷۹) میں میناء کے طریق سے ذکر کیا ہے جو سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ہے اس نے بیان کیا کہ کسی شخص کا کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوتا

تھا مگر وہ اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تو آپ اس کے لئے دعا فرماتے، چنانچہ آپ پر مروان بن حکم کو داخل کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تو کرلا ہے ملعون ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے اور بتایا ہے ہرگز نہیں اللہ کی قسم! میناء راوی کو ابو حاتم رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے، میں کہتا ہوں: ابن معین نے کتاب التاریخ والعلل (۲/۱۳) میں کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہ تھا اور نہ محفوظ تھا جب کہ اس نے بعض اوقات میناء راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے اور یعقوب بن سفیان نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے مزید برآں وہ امانت کے ساتھ موصوف نہ تھا ضروری ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے۔

حمیر قبیلہ امن وامان والا ہے

(۳۴۹) رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا أَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَأَيْدِيهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ أَهْلُ أَمْنٍ وَإِيمَانٍ۔

''اللہ تعالیٰ حمیر قبیلہ پر رحم فرمائے ان کی زبان سلامتی والی ہے اور ان کے ہاتھ کھانا کھلاتے ہیں مزید برآں وہ امن وامان والے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۷۸/۴) میں ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۲۷۸/۲) میں ذکر کیا ہے اور عراقی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے المحجة (۲/۴۶) میں میناء سے ذکر کیا ہے جو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ہے اس نے کہا میں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا میرا گمان یہ ہے کہ اس کا تعلق قبیلہ قیس سے تھا، اس نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول! آپ حمیر پر لعنت کریں تو آپ ﷺ نے اس سے روگردانی کی تو وہ دوسری طرف سے آیا اور آپ نے پھر روگردانی کی تو نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ حمیر قبیلہ پر رحم فرمائے...... مکمل حدیث کے لفاظ کو دہرایا امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں جب کہ میناء ایسا روای ہے جس سے منکر احادیث مروی ہیں۔

یں کہتا ہوں: کہ ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں لزر چکا ہے مزید برآں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو احمد رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ کی روایت سے لر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا ہے۔

اپنے دور کے امام کو نہ پہچاننا

(۳۵۰) مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اپنے دور کے امام کو نہ پہچانا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

تحقیق: اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ کوئی موجود نہیں ہے، جب کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہرگز یہ بات نہیں کہی جب کہ معروف روایت وہ ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہاتھ کو نکال دیتا ہے قیامت کے دن اس کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوگی تو اس کے پاس کچھ دلیل اور عذر نہ ہوگا اور جو شخص فوت ہوا جب کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں ہے تو اس کی وفات جاہیت پر ہے۔

مزید برآں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر منہاج السنۃ (ص ۲۸) میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث دلیل کے لحاظ سے کفایت کرتی ہے، جب کہ میں نے اس حدیث کو شیعہ کی بعض کتب میں دیکھا ہے علاوہ ازیں قادیانیوں کی کتب میں بھی دیکھا ہے وہ اس حدیث کی روشنی میں استدلال کرتے ہیں کہ ان کے دجال مرزا غلام احمد پر ایمان لایا جائے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اس حدیث کے مفہوم میں اس بات کی جانب معمولی اشارہ بھی نہیں ہے جس کا انہوں نے خیال کیا ہے جب کہ اس حدیث میں زیادہ سے زیادہ جس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک امام متعین کریں جس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ یہ بات برحق ہے جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

بعدازاں میں نے اس حدیث کو اصول الکافی میں پایا ہے جس کے مؤلف کلینی ہیں جو شیعہ علماء سے شمار ہوتے ہیں، اس نے اس کو (۳۷۷/۱) میں محمد بن عبدالجبار سے روایت کیا ہے اس نے صفوان سے اس نے فضیل سے اس نے حارث بن مغیرہ سے اس نے ابوعبداللہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ ابوعبداللہ سے مقصود حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں البتہ یہ فضیل بن حارث شخص جو اعور (بھینگا) ہے طوسی شیعہ نے اس کو الفہرست (ص ۱۲۶) میں ذکر کیا ہے، بعدازاں ابوجعفر سردی نے معالم العلماء (ص ۸۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کے کوائف میں اس کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا ہے علاوہ اس کے کہ اس

نے ایک کتاب مرتب کی ہے جب کہ محمد بن عبدالجبار کو انہوں نے اس میں داخل نہیں کیا ہے اور اسی طرح اس کا تذکرہ ہماری کتب میں نہیں ہے تو یہ اس اسناد کا حال ہے جو ان کی کتاب الکافی میں موجود ہے جس کا شمار ان کی بہترین کتب سے ہے جیسا کہ المقدمة (ص ۳۳) میں ہے۔

علی رضی اللہ عنہ دنیا و آخرت کا بھائی ہے

(۳۵۱) یَا عَلِیُّ أَنْتَ أَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ۔

''اے علی تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۲۸/۴) میں، ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۵۹، ۱/۶۹) اور حاکم رحمہ اللہ نے (۱۴/۳) میں حکیم بن جبیر کے طریق سے اس نے جمیع بن عمیر سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تو علی ؓ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا ہے جب کہ مجھے کسی کے ساتھ اس رشتہ میں نہیں ملایا ہے تو اس کو نبی ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا: اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جب کہ ترمذی کے شارح علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حکیم بن جبیر ضعیف ہے اور وہ شیعیت کے ساتھ متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: جرم اس اکیلے حکیم کے ذمہ لگانا انصاف نہیں ہے اس کے دو اسباب ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ اس کا شیخ جمیع بن عمیر متہم ہے ذہبی نے کہا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ رافضی ہے احادیث وضع کرتا تھا اور ابن نمیر نے کہا ہے وہ بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا تھا بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ جب کہ دوسرا سبب یہ ہے کہ ابن جبیر اس روایت کے ساتھ جمیع سے متفرد نہیں ہے تو بلاشبہ سالم بن ابی حفصہ نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ ثقہ ہے لیکن اس کی سند میں اسحاق بن بشر کاہلی ہے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ اور موسیٰ بن ہارون رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کا شمار ان لوگوں سے ہے جو حدیث وضع کیا کرتا تھا اس نے اس کو حاکم رحمہ اللہ کے طریق سے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے جمیع راوی متہم ہے اور کاہلی راوی تباہ و برباد شخص ہے اور مزید اس کی متابعت کثیر النواء نے کی ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے تو اس حدیث

میں اصل آفت یہ جمیع راوی ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس کی اکثر روایات ایسی ہیں جن کی متابعت اس کے علاوہ نے نہیں کی ہے، اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ مواخات قائم کرنا جھوٹی باتوں سے ہے نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو مختصر منہاج السنۃ (ص ۳۱۷) میں برقرار رکھا ہے۔

جنت کا رفیق علی رضی اللہ عنہ

(۳۵۲) يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِي وَصَاحِبِي وَرَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ۔

''اے علی تو میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے اور جنت میں میری رفاقت میں ہوگا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۶۸/۱۲) میں عثمان بن عبدالرحمٰن کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہمیں محمد بن علی بن حسین نے اپنے باپ سے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد من گھڑت ہے، اس کی اسناد میں عثمان بن عبدالرحمٰن قرشی (راوی) کذّاب ہے متعدد بار اس کا تذکرہ ہو چکا ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ بھائی چارے کی سبھی احادیث جھوٹ کا پلندہ ہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنہاج (ص ۴۶۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وحی

(۳۵۳) إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ فِي عَلِيٍّ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میری جانب اس رات کو تین باتوں کی وحی کی ہے جس رات مجھے اسراء کرایا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ ایمان داروں کا سردار ہے اور پرہیز گاروں کا امام ہے اور ان لوگوں کا قائد ہوگا جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص ۲۱۰) پر ذکر کیا ہے اس کی اسناد اس طرح ہے کہ امام طبرانی مجاشع بن عمرو سے، اس نے کہا ہمیں عیسیٰ بن سوادہ النخعی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ہلال بن ابی حمید وزّ نے بیان کیا، اس نے عبداللہ بن حکیم الجہنی سے

مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اس نے کہا ہے کہ اس اسناد میں مجاشع (راوی) متفرد ہے، میں کہتا ہوں: وہ تو کذاب ہے اور اسی طرح اس کا استاذ عیسیٰ بن سوادہ کذاب ہے اور صرف اسی کے باعث ہیثمی رحمہ اللہ نے (۱۲۱/۹) میں اس کو معلول قرار دیا ہے اور اس پر اکتفا کیا ہے، جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس شخص کے ہاں موضوع بھی ہے جس کا معمولی سا تعلق فن حدیث کے ساتھ ہے اس حدیث کی نسبت ہرگز رسول اللہ ﷺ کی جانب کرنا درست نہیں اور ہم کسی کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا سردار ہو اور پرہیزگاروں کا امام ہو اور سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کا لیڈر ہو سوائے ہمارے نبی محمد ﷺ کے آپ ہی کو یہ سب عظمتیں حاصل ہیں جب کہ لفظ بھی مطلق ہے اس لئے کہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے ''کہ میرے بعد ہو''۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنہاج (ص ۴۷۳) میں اس کو باقی رکھا۔

آدم علیہ السلام کس مٹی سے پیدا کیے گئے

(۳۵۴) خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی آدَمَ مِنْ طِينِ الْجَابِيَةِ وَعَجَنَهُ بِمَاءِ الْجَنَّةِ.

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو جابیہ مقام کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی کو جنت کے پانی کے ساتھ گوندھا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۱/۸) میں ذکر کیا ہے اور اس سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۱۱۹/۲) میں اور اسی طرح الضیاء نے المجموع (۲/۶۰) میں ہشام بن عمار سے اس نے کہا ہمیں ولید بن مسلم نے اسماعیل بن رافع سے اس نے المقبری سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسماعیل بن رافع کو متروک الحدیث قرار دیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا اس کی بیان کردہ سب احادیث محل نظر ہیں بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اسماعیل (راوی) کو یحییٰ اور احمد نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ولید (راوی) مدلس ہے جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ: میں کہتا ہوں: اسمٰعیل نے ترمذی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے مقارب الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں جب کہ ایک راوی بنفسہ ثقة ہوتا ہے لیکن حافظہ کے لحاظ سے برا ہوتا ہے جب کہ اس کا حافظہ سخت قسم کا کمزور تھا اسی وجہ سے اس کی احادیث میں کثرت کے ساتھ اغلاط ہیں اسی لئے وہ استدلال کے مقام سے گر گیا ہے جب کہ اسماعیل بھی اسی قبیل سے ہے علامہ ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا ہے وہ صالح شخص تھا البتہ وہ احادیث کو تبدیل کر لیتا تھا اسی وجہ سے اس سے بیان کردہ اکثر احادیث منکر ہیں ذہن کی جانب یہ حقیقت سبقت لے جاتی ہے کہ وہ ارادتاً اس طرح کیا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ محدثین کی جماعت نے اس کو متروک قرار دیا اور دیگر لوگوں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری پر اس کا معاملہ مخفی رہا اور یہ قانون ہے کہ جرح مفسر کو مطلق تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے اس کا سبھی کو علم ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے العلل (۲/۲۹۷) میں اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

صدیقین لوگ

(۳۵۵) اَلصِّدِّيْقُوْنَ ثَلَاثَةٌ حَبِيْبُ النَّجَّارِ مُؤْمِنُ آلِ (يٰسٓ) اَلَّذِيْ قَالَ (يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ) وَحَزْقِيْلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ اَلَّذِيْ قَالَ (اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ) وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَهُوَ اَفْضَلُهُمْ۔

"صدیقین کے وصف کے ساتھ موصوف لوگ تین اشخاص ہیں ایک شخص حبیب نجار ہے جو آل یٰس کا ایماندار شخص تھا جس نے کہا اے میری قوم! تم انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرو، جب کہ دوسرا شخص حزقیل ہے جو آل فرعون میں ایماندار تھا جس نے کہا تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، جب کہ تیسرا شخص علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہے اور وہ ان سب سے افضل ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابونعیم رحمہ اللہ کی روایت سے المعرفة میں ذکر کیا ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کی ہے البتہ اس قدر کہا ہے کہ اس روایت کو ابن مردویہ رحمہ اللہ اور دیلمی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیة رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ

حدیث جھوٹ ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنھاج (ص ۳۰۹) میں اس کو باقی رکھا ہے جب کہ یہی دلیل کافی ہے۔

اور جب ابن المطہر الشیعی نے اس کو احمد رحمہ اللہ کی روایت سے منسوب کیا تو اس پر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے انکار کیا اور واضح کیا ہے: کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند میں اور نہ فضائل میں بلکہ ہرگز اس کو روایت نہیں کیا ہے، البتہ قطیعی نے امام احمد کی کتاب پر جو خلفاء اربعۃ وغیرہ کے فضائل میں ہے اضافہ کیا ہے جو الکدیمی سے ہے کہ ہمیں حسن بن محمد انصاری نے بتایا اس نے کہا ہمیں عمرو بن جمیع نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے بتایا وہ اپنے بھائی سے وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتا ہے تو اس عمرو (راوی) کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ وضع کے ساتھ متہم ہے جب کہ الکدیمی کذب کے ساتھ مشہور ہے اس لحاظ سے حدیث ساقط الاعتبار ہوگی مزید برآں صحیح روایت میں علی کے سوا صدیق کا نام ہے، چنانچہ بخاری، مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے جب کہ آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو پہاڑ متزلزل ہونے لگا اس پر نبی ﷺ نے (اُحد) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کہ تم اپنی جگہ پر جمے رہو! تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہداء کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں، چنانچہ امام ذہبی نے مختصر (۴۵۲۔۴۵۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے، بعدازاں مجھے حدیث کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس حدیث کو ابو نعیم رحمہ اللہ نے بھی کدیمی کی حدیث کے جز (۲/۳۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد اس طرح ہے، ہمیں حسن بن عبدالرحمٰن انصاری نے اس کو عمرو بن جمیع نے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے اپنے بھائی عیسیٰ سے اس نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

عبادت کیا ہے

(۳۵۶) اَلنَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ وَنَظَرُ الْوَلَدِ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عِبَادَةٌ۔

”قرآن پاک کے الفاظ پر نظر رکھنا عبادت ہے اور بیٹے کا والدین کی جانب دیکھنا عبادت ہے اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ابی الفراتی نے اس حدیث کو محمد بن زکریا بن دینار کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عباس بن بکار نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عباد بن کثیر نے بیان کیا اس نے

ابی الزبیر سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۳۴۶/۱) میں بطور شاہد کے ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ روایت موضوع ہے اس لئے کہ محمد بن زکریا جو غلابی ہے وہ احادیث وضع کرنے کے لحاظ سے مشہور ہے جب کہ حدیث کے آخری جملہ کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں ایک جماعت کی روایت سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں ذکر کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے ان سب کو معلول قرار دیا ہے جب کہ وہ اللآلی (۳۴۲/۱-۳۴۶) میں کثرت کے ساتھ متابعات اور شواہد ذکر کر کے تعاقب کیا ہے اور اسی لئے اس کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرک (۱۴۱/۳) میں اس کے ایک شاہد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس کی یہ بات محل نظر ہے میں ان شاء اللہ اس کی وضاحت کے لئے عنقریب فراغت اختیار کروں گا۔

عزت وذلت کا پیمانہ

(۳۵۷) عَلِيٌّ إِمَامُ الْبَرَرَةِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَهُ مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَهُ۔

''علی رضی اللہ عنہ پاک باز لوگوں کا امام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کا قاتل ہے اس شخص کو غلبہ عطا ہوگا جو اس کی مدد کرے گا، اس شخص کو رسوائی سے ہمکنار ہونا ہے جو اس کی مدد سے کنارہ کش رہے گا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۲۹/۳) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۲۱۹/۴) میں احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی اس نے سفیان ثوری کا ذکر کیا اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے اس نے عبدالرحمن بن عثمان سے اس نے بتایا کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اس حدیث کا ذکر کیا نیز اس نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اللہ کی قسم! یہ حدیث من گھڑت ہے اس کی اسناد میں احمد (راوی) کذاب ہے تو آپ باوجود معرفت کی وسعت کے کس قدر جہالت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ المیزان میں ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا وہ احادیث وضع کرتا تھا بعدازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ روایت تو نہایت منکر روایت ہے۔

تمام لوگوں سے سبقت لے جانے والے

(۳۵۸) اَلسَّبَقُ ثَلَاثَةٌ فَالسَّابِقُ إِلٰی مُوْسٰی يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَالسَّابِقُ إِلٰی عِيْسٰی صَاحِبُ يَاسِيْنَ وَالسَّابِقُ إِلٰی مُحَمَّدٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ۔

''دیگر لوگوں سے سبقت لے جانے والی تین شخصیات ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی جانب سبقت لے جانے والے یوشع بن نون علیہ السلام ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سبقت لے جانے والے صاحب یاسین ہیں جب کہ محمد ﷺ کی جانب سبقت لے جانے والے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۱۱/۳) میں حسین بن ابی السری عسقلانی سے لائے ہیں اس نے کہا ہے کہ ہمیں حسین اشقر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان بن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس سے مرفوعاً ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند انتہا درجہ کی ضعیف ہے اگر چہ یہ متن گھڑت نہیں، کیونکہ حسین الاشقر سے مقصود ابن الحسن کوفی ہے جو غالی شیعہ تھے، اس کو بخاری رحمہ اللہ نے غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے اس نے التاریخ الصغیر (۲۳۰) میں بتایا ہے کہ اس شخص کے پاس منکر احادیث ہیں جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۹۰) میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی محل نظر ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی الکامل (۱/۹۷) میں ہے، سعدی نے بیان کیا ہے کہ وہ غالی قسم کا شیعہ تھا اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو بہترین لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں جب کہ ان میں سے بعض نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے بعدازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور جو احادیث بھی اس سے مروی ہیں ان سب میں ان کی جانب سے نکارت نہیں ہے۔ بسا اوقات اس شخص کی جانب سے جس سے حدیث مروی ہوتی ہے، اس لئے کہ ضعیف قسم کے کوئی رواۃ کی ایک جماعت روایات کو حسین الاشقر کے حوالہ کرتے ہیں باوجود اس کے کہ حسین کی بیان کردہ حدیث میں بعض باتیں محل نظر ہیں۔

میں کہتا ہوں: گویا ابن عدی رحمہ اللہ اس کلام سے اس قسم کی احادیث کی جانب اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ روایت حسین بن السری کی روایت سے ہے تو بلاشبہ وہ اس کے برابر ہے بلکہ ضعف میں اس سے

بڑھ کر ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے: کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بھائی محمد نے کہا ہے تم میرے بھائی کی جانب سے تحریر نہ کرو اس لئے کہ وہ کذاب ہے اور ابوعروبہ الحرانی نے بیان کیا ہے وہ میرے والد کا ماموں ہے جب کہ وہ زبردست جھوٹا انسان ہے بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو طبرانی کی روایت کے واسطہ سے ہے، جب کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۵۷۰/۳) میں لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے یہ حدیث تو صرف حسین الشقر کے طریق سے معروف ہے جب کہ یہ راوی شیعہ ہے اس کو چھوڑا گیا ہے جب کہ اس طرح کی وضاحت علامہ مناوی رحمہ اللہ نے عقیلی رحمہ اللہ سے کی ہے جب کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے اس کو تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا ابن عیینہ سے کچھ اصل نہیں اور ہمارے نسخہ میں یہ الضعفاء عقیلی سے نہیں ہے، واللہ اعلم

مال کا زیادہ حقدار

(۳۵۹) كُلُّ أَحَدٍ أَحَقُّ بِمَالِهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

''ہر شخص اپنے مال کے بارے میں اپنے والد اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنن (۳۱۹/۱۰) میں عبدالرحمن بن یحییٰ کے طریق سے اس نے حبان بن ابی جبلہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس حدیث کو یہ کہہ کر معلول قرار دیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے حبان بن ابی جبلہ قریشی کا شمار تابعین سے ہے، میں کہتا ہوں: یہ راوی تو ثقہ ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والے کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع میں سنن بیہقی کی جانب منسوب کیا ہے اور صحیح ہونے کا اشارہ دیا ہے جب کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مصنف نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے جب کہ اس کا انداز غفلت پر مبنی ہے یا کوتاہی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر استدراک کرتے ہوئے المہذب میں واضح کیا ہے اور آگاہ کیا ہے میں کہتا ہوں: یہ حدیث انقطاع کے باوجود صحیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۷۸/۶) میں سعید بن ابی ایوب سے روایت کیا ہے اس نے بشیر بن ابی سعید سے اس نے عمر بن المنکدر سے مرفوعاً مرسل روایت کیا ہے جب کہ من والدہ

سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں، مزید برآں بشیر اور عمر کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی الجرح والتعدیل (۳۷۴/۱/۱) میں ہے کہ بشیر بن سعید المدنی نے محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے جب کہ اس سے سعید بن ایوب نے روایت کی اس نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ یہ بات کہتے تھے جب کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ وہی ہے البتہ اس کے نام اور اس کے شیخ کے نام میں جرح کے نسخہ سے یا السنن کے نسخہ سے تحریف رونما ہوگئی ہے، واللہ اعلم۔

جب کہ عجیب وغریب باتوں سے یہ ہے کہ ان کے بعض نے اس حدیث کے باعث استدلال کیا ہے کہ اولاد کے درمیان عطیات دینے میں برابری ضروری نہیں ہے، جب کہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے کہ نبی ﷺ نے نعمان کے والد بشیر نامی شخص کو مخاطب کر کے استفسار کیا، جب اس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام کا عطیہ دیا تھا کہ کیا تو نے اپنی سبھی اولاد کو اس طرح عطیہ دیا ہے اس نے نفی میں جواب دیا اس پر آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف زدہ رہو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، بخاری مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیحین میں ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کے راوی سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں، مسلم رحمہ اللہ اور دیگر کتب کی روایت میں ہے کہ یہ کام درست نہیں ہے میں تو حق و صداقت پر گواہی دے سکتا ہوں، جب کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں ہرگز ظلم پر گواہی نہیں دے سکتا ہوں، مزید برآں یہ حدیث ضعیف ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا جائز نہیں کہ یہ حدیث سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہے جب کہ ان دونوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہے اس طرح کہا جائے گا کہ یہ حدیث عام ہے اور سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث خاص ہے اس کو اس پر مقدم کیا جائے گا اس طرح حدیث کا مفہوم یوں ہوگا کہ ہر شخص اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے جب کہ شرعاً اس کا مال اس کی ملکیت میں ہے کہ ابن بشیر نے غلام کو شرعاً مالک نہیں بنایا تھا جیسا کہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس طرح تعارض نہ رہا، مزید اس بحث کی وضاحت کے لئے الروضة الندية في شرح الدرر البهية (۱۶۴/۲۔۱۶۶) کا مطالعہ کریں۔

ہبہ کب درست ہوتا ہے

(۳۶۰) لَا تَجُوزُ الْهِبَةُ إِلَّا مَقْبُوضَةٌ۔

"ہبہ کرنا درست نہیں جب تک کہ اس کو قبضہ میں نہ دیا جائے۔"

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اس حدیث کو عبدالرزاق رحمہ اللہ نے امام نخعی کا قول قرار دیا ہے

جیسا کہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس کا نصب الرایۃ (۱۲۱/۴) میں ذکر کیا ہے اور سنت میں ہبہ کے بارے میں قبضہ کی شرط نہیں ہے، (الروضہ الندیۃ ۱۶۸/۲) صحیح بخاری کے ابواب میں سے ایک باب کا عنوان ان الفاظ کے ساتھ ہے (اس شخص کا بیان جو پوشیدہ ہبہ کو جائز قرار دیتا ہے) اس سلسلہ میں فتح الباری (۱۶۰/۵) کا مطالعہ کریں۔

ہبہ میں رجوع نہیں

(۳۶۱) إِذَا كَانَتِ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا۔

"جب ہبہ رشتہ داروں کو دیا جائے تو اس میں رجوع نہ کیا جائے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ص ۳۰۷) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۲/۲) میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۸۱/۶) میں حسن کے طریق سے اس نے سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے جب کہ ان کے شاگرد بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے اور یہی قول درست ہے، حسن بصری کا سمرہ راوی سے سماع کے بارے میں اختلاف ہے، مزید برآں وہ مدلس راوی ہے اور اس نے عن کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے تو کیسے اس کو صحیح قرار دیا جاسکتا ہے، مزید برآں زیلعی نے نصب الرایۃ (۱۱۷/۴) میں صاحب التنقیح علامہ ابن عبد الهادی سے نقل کیا ہے کہ اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں لیکن حدیث منکر ہے اور اس حدیث کا شمار ان منکر احادیث سے ہوتا ہے حسن سے اور حسن کی روایت سمرہ سے ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو عطیہ بھجوائے پھر اس سے رجوع کرے سوائے اس عطیہ کے جو والد اپنے لڑکے کو عطا کرتا ہے وہ رجوع کرسکتا ہے اور اس شخص کی مثال جو عطیہ دیتا ہے پھر اس میں لوٹتا ہے اس کتے کی مثال ہے جو کھاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو قئے کرتا ہے بعد ازاں اسی کو کھانے لگتا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند (رقم ۲۱۱۹) میں ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے، نیز اصحاب السنن نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ ترمذی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

تنبیہ: صدیق خان رحمہ اللہ نے الروضۃ الندیہ (۱۶۸/۲) میں اس حدیث کو دار قطنی رحمہ اللہ کی روایت

سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے نزدیک اس کے علاوہ دوسری ہے اور وہ یہ ہے۔

ہبہ میں رجوع قے کر کے چاٹنا ہے

(۳۶۲) مَنْ وَهَبَ هِبَةً فَارْتَجَعَ بِهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يُثَبْ عَلَيْهَا وَلَٰكِنَّهُ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ ۔

''جس شخص نے ہبہ دیا پھر اس میں رجوع کیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا بدلہ نہ دیا جائے البتہ وہ اس کتے کی مانند ہے جو قئے کرنے کے بعد اپنی قئے کو چاٹنے لگتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنن (۳۰۷) میں ابراہیم بن ابی یحییٰ کے طریق سے روایت کیا ہے وہ محمد بن عبید اللہ سے وہ عطاء سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ (۱۲۵/۴) میں ذکر کیا ہے کہ عبد الحق رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی احکام کی کتاب میں محمد بن عبید اللہ العرزمی کے باعث معلول قرار دیا ہے۔ ابن القطان رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ عرزمی راوی کی جانب نہیں پہنچا ہے مگر ایک جھوٹی زبان سے اور وہ ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی ہے تو شاید نقص اس کے باعث ہے، میں کہتا ہوں: العرزمی راوی متروک ہے جیسا کہ التقریب میں ہے جب کہ یہ روایت اس سے زیادہ بہتر اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے اس نے اس حدیث کو عطاء سے روایت کیا ہے جب کہ ابن ابی لیلیٰ کا حافظہ درست نہ تھا۔

ہبہ کا حقدار کون ہے؟

(۳۶۳) مَنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يُثَبْ مِنْهَا۔

''جس شخص نے کسی چیز کو ہبہ کیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا بدلہ نہ دیا جائے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۳۰۷) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۲/۲) میں اور اسی سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۸۰/۶) میں عبید اللہ بن موسیٰ کے طریق سے اس نے کہا

مجھے حنظلۃ بن ابی سفیان نے خبر دی اس نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بخاری مسلم کی شرط پر صحیح کہا، البتہ اس حدیث میں دارومدار ہمارے شیخ اسحاق بن محمد پر ہے جو خالد ہاشمی رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرك میں اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے اس نسخہ کے مطابق جو مطبوعہ ہے، جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے شرح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے کہ مجھے تلخیص المستدرك کے ایک نسخہ پر اطلاع ہوئی جو امام ذہبی رحمہ اللہ کے قلم کے ساتھ تحریر تھا تو میں نے اس میں دیکھا کہ اس نے حاشیہ پر اپنے خط کے ساتھ تحریر کیا کہ یہ موضوع ہے، البتہ المیزان میں اس نے اس اسحاق کے حالات میں کہا ہے کہ اس سے حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کو متہم قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں حاکم رحمہ اللہ کے قول کا ذکر کیا ہے جو اس کے شیخ کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے اور اس کے بعد یہ بات کہی ہے کہ:

میں کہتا ہوں: اس کو اس پر محمول کرنا بلاشبہ درست ہے جب کہ یہ کلام عمر کے قول سے معروف ہے جو مرفوع نہیں ہے۔ یہ تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی جانب سے عجیب قسم کی غفلت ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو اسحاق کے طریق کے غیر سے ذکر کیا ہے پس اس کی ذمہ داری اس سے دور ہو گئی اور دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہا ہے اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف ہے جب کہ اصل میں مرفوع ہے، یہ طباعت کی غلطی ہے۔ مزید برآں امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس میں غلطی عبیداللہ بن موسیٰ کی جانب سے ہے یہ حقیقت ہے کہ جب اس نے اس کو حاکم رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے تو بتایا ہے کہ اسی طرح اس کو علی بن سہل بن مغیرۃ نے جو امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اس نے عبیداللہ سے روایت کیا ہے جب کہ یہ وہم ہے، جب کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ حنظلۃ نے سالم بن عبداللہ سے اس نے عبداللہ سے اس نے عمر بن خطاب سے موقوفاً روایت کیا ہے پھر اس کی اسناد کو عبداللہ بن وہب تک پہنچایا ہے وہ حنظلۃ سے روایت کرتا ہے اور اسی طرح وکیع نے اس کو حنظلۃ سے روایت کیا ہے جیسا کہ محلی ابن حزم (۱۰/۱۲۸) میں ہے۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۴/۱۲۶) میں ذکر کیا کہ بیہقی رحمہ اللہ نے المعرفہ میں کہا ہے یہ غلط ہے اس میں عبیداللہ بن موسیٰ ہے اور درست روایت عبداللہ بن وہب سے ہے اور علامہ زیلعی نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کے موقوف ہونے کی تائید اس سے ہو رہی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو سعید بن منصور کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سفیان نے بتایا وہ عمرو

بن دینار سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر سے موقوف روایت کرتے ہیں نیز بعض ضعیف رواۃ نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے اس سے مقصود ابراہیم بن اسماعیل بن جاریہ ہیں اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے، اس حدیث کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۲/۷۰) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ یہ متن اس اسناد کے ساتھ زیادہ مناسب ہے اور ابراہیم بن اسماعیل (راوی) محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور عمرو بن دینار سے مرفوعاً روایت میں انقطاع ہے جب کہ عمرو بن دینار سے محفوظ روایت یہ ہے کہ وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر سے موقوف روایت کرتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا یہ زیادہ صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث نبی ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے کہ جو شخص اپنے ہبہ میں واپس لوٹتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قئے کے بعد اس کو چاٹنے لگتا ہے بلا شبہ یہ حدیث عمومیت کے لحاظ سے اس میں لوٹنے سے روکتی ہے جب کہ اس کی تخصیص اس حدیث کے ساتھ جائز نہیں اس لئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں

(۳۶۴) مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِيْ أَرْبَعِيْنَ صَلَاةً لَا يَفُوْتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَنَجَاةٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرِيْءٌ مِّنَ النِّفَاقِ ۔

”جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اس سے ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے تحریر کیا جاتا ہے کہ وہ دوزخ سے بری ہے اور اس کو عذاب سے نجات حاصل ہوگئی اور وہ نفاق سے بری ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے (۳/۱۵۵) میں ذکر کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الوسیط (۲/۱۲۵/۱) زوائد المعجمین میں) عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کے طریق سے اس نے نبیط بن عمرو سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف نبیط نے ذکر کیا ہے، اس کی اسناد میں عبدالرحمٰن متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد بھی ضعیف ہے یہ نبیط راوی غیر معروف ہے صرف اسی حدیث میں پہچانا گیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا ہے اپنے اس قاعدہ کی بنیاد پر کہ ابن حبان رحمہ اللہ مجہول رواۃ کی بھی توثیق کر دیتا ہے اور یہی قول علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا اعتماد کے قابل ہے جو اس

نے المجمع (۸/۴) میں کیا ہے اس حدیث کو احمد رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، البتہ علامہ منذری رحمہ اللہ کا قول جو الترغیب (۱۳۶/۲) میں ہے کہ اس کو احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راویان صحیح کے راوی ہیں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے یہ تو ظاہر وہم ہے، اس لئے کہ یہ (عبیط) راوی صحیح کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ اس کی روایت کو کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے جو ان کے علاوہ چھ محدث ہیں اور وہ چیز جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتی ہے کہ یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے ان میں ایک طریق دوسرے طریق کو تقویت دیتا ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف ہے اس کے الفاظ یہ ہیں جس شخص نے چالیس نمازیں با جماعت ادا کیں تکبیر اولیٰ میں شامل ہوتا رہا اس کے لئے دو قسم کی براءتیں ثابت ہو جاتی ہیں، ایک براءت دوزخ سے ہے اور دوسری براءت نفاق سے ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے (۷/۱، تحقیق احمد شاکر) اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کا شاہد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعا ہے اس کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۲۶۶/۱) میں ضعیف اور منقطع اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ حدیث کے یہ الفاظ مسند احمد رحمہ اللہ کی حدیث کے مکمل طور پر مغائر ہیں اور احمد کی حدیث اس سے قوی ہے پس اس کا ضعف پختہ ہو گیا۔

دوست کو کفن پہنانا

(۳۶۵) جَهِّزُوْا صَاحِبَكُمْ فَإِنَّ الْفَرَقَ فَلَذَ كَبِدَهُ۔

''اپنے رفیق کو کفن پہناؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خوف نے اس کے جگر کو پاش پاش کر دیا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۹۴/۱) میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ مجھے محمد بن اسحاق بن حمزہ بخاری نے حدیث بتائی اس نے بیان کیا مجھے میرے باپ نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حدیث سے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن مطرف نے ابوحازم سے، میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں: کہ اس نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں دوزخ کا خوف گھر کر گیا چنانچہ وہ دوزخ کا تذکرہ کرتے ہوئے رویا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ اس کے باعث گھر میں بند ہو گیا چنانچہ اس کا تذکرہ نبی ﷺ کی خدمت میں کیا گیا تو آپ اس کے گھر تشریف لائے جب آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو نوجوان نے آپ سے معانقہ کیا اور مردہ زمین پر گر پڑا تو نبی ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا

کہ اپنے صاحب کو کفن میں لپیٹ دو امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تلخیص پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بخاری راوی اور اس کے والد کا کچھ معلوم نہیں یہ دونوں کون ہیں اس لحاظ سے حدیث موضوع ہونے کے ساتھ مشابہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسحاق راوی کے تذکرہ میں جو اس نے لسان المیزان سے لیا ہے اس میں اس کو برقرار رکھا ہے، البتہ جو اس نے اسحق کے بارے میں کہا ہے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسحاق راوی کو ابن حبان نے ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے اور خلیل نے اس کا تذکرہ الارشاد میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے رضامندی کا اظہار کیا اور اس کی تعریف کی ہے البتہ اس کو اپنی تصانیف میں ذکر نہیں کیا ہے۔

جنت دوزخ کے پیچھے

(٣٦٦) جَهَنَّمُ تُحِيطُ بِالدُّنْيَا وَالْجَنَّةُ مِنْ وَّرَائِهَا فَلِذٰلِكَ صَارَ الصِّرَاطُ عَلٰى جَهَنَّمَ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ۔

”دوزخ نے دنیا کا احاطہ کیا ہوا ہے جب کہ جنت دوزخ کے پیچھے ہے اسی لئے پل صراط جو جہنم پر ہو گا وہ جنت کی جانب راستہ ہے۔“

تحقیق: سخت منکر حدیث ہے، ابن مخلد عطار رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المنتقٰی من احادیثہ (٢/٨٤/٢) میں درج کیا ہے جب کہ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (٢/٩٣) میں محمد بن حمزہ بن زیاد طوسی سے اس نے کہا ہم کو میرے باپ نے حدیث سنائی اس نے بیان کیا ہمیں قیس بن ربیع نے حدیث سنائی اس نے عبید المکتب سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ عطار کے طریق سے اس حدیث کو الخطیب رحمہ اللہ نے (٢/٢٩١) میں ذکر کیا ہے اور ان سے ذہبی رحمہ اللہ نے محمد بن حمزہ بن زیاد کے حالات میں ذکر کیا پھر فرمایا کہ یہ حدیث زبردست منکر ہے، اس کی سند میں محمد راوی ضعیف ہے حمزہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے اس راوی میں کچھ حرج نہیں اس نے اس مقام میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے حمزہ طوسی کے بارے میں دریافت کیا اس نے بتایا کہ اس خبیث کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے، مزید برآں محمد بن حمزہ کے حالات میں کہا کہ ابن مندہ نے کہا ہے، اس نے منکر حدیث کو بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کا والد قابل اعتماد نہیں ہے، مزید برآں اس حدیث کو سیوطی رحمہ اللہ

نے مسند الفردوس کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس روایت کو ابوالحسن احمد بن محمد بن ابی الصلت نے اپنی حدیث میں ابن عبدالعزیز الھاشمی سے (۱/۷۶) میں اس کو محمد الطوسی سے روایت کیا ہے۔

امت کے بہترین لوگ علماء

(۳۶۷) خِيَارُ أُمَّتِي عُلَمَاؤُهَا وَخِيَارُ عُلَمَائِهَا رُحَمَاؤُهَا أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِلْعَالِمِ أَرْبَعِينَ ذَنْبًا قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لِلْجَاهِلِ ذَنْبًا وَاحِدًا أَلَا وَإِنَّ الْعَالِمَ الرَّحِيمَ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ نُورَهُ قَدْ أَضَاءَ يَمْشِي فِيهِ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَمَا يَضِيءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ ۔

”میری امت کے بہترین لوگ امت کے علماء ہیں جب کہ ان سے بہترین علماء وہ ہیں جن میں رحم وکرم کا وصف کارفرما ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ عالم کے چالیس گناہ معاف کر دیتا ہے اس سے پہلے کہ جاہل شخص کے ایک گناہ کو معاف کرے، خبردار! بلاشبہ وہ عالم جس میں نرمی کارفرما ہے اس کو قیامت کے دن مبارک باد دی جائے گی، مزید برآں اس کی روشنی چمک رہی ہوگی اس روشنی میں مشرق مغرب کے درمیان رواں دواں رہنا ممکن ہوگا جیسا کہ چمکدار ستارہ روشن ہوتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الحلیۃ (۱۸۸/۸) میں جب کہ خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۲۳۷/۱۔۲۳۸) میں جب کہ الموضح (۶۲/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۵۸) میں اس شخص کی مذمت میں ذکر کیا ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور التاریخ (۲/۲۸/۱۶) میں محمد بن اسحاق سلمی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے آگاہ کیا وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہ ابوالزناد سے وہ ابوحازم سے وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ حدیث غریب ہے، ہم نے اس حدیث کو صرف اسی طریق سے نقل کیا ہے جب کہ خطیب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ محمد بن اسحاق اسلمی کا شمار ایک غرابت والے مجہول افراد میں ہوتا ہے اس نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منکر حدیث کو بیان کیا ہے۔

بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں بیان کیا ہے یہ راوی مجہول ہے اور اس نے باطل حدیث کو پیش کیا ہے بعدازاں اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۲۳۵/۱) میں بیان کیا ہے مزید برآں آگاہ کیا ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الـــواهيـــات میں ذکر کیا ہے اور خطیب رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور گویا کہ اس کی سند میں صرف اسلمی (راوی) متہم ہے، بعدازاں اس نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کو القضاعی نے مسنـد الشهـاب (ق/۱/۱۰۴) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن اسماعیل فرغانی نے کہا احمد بن خالد قرشی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں نوح بن حبیب نے خبر دی اس نے کہا ہمیں ابن مسلمہ نے بتایا اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل بیان کیا ہے جب کہ میزان میں ہے کہ احمد بن خالد غیر معروف راوی ہے اور حدیث باطل ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسـان المیزان میں اس کو ثابت رکھا ہے جب کہ اس میں اس نے اس حدیث کو قضاعی سے روایت کیا ہے چنانچہ یہ تینوں حفاظ ذہبی، عسقلانی، سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے باطل ہونے پر دو وجہ سے اتفاق کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ پر تعجب ہے کہ کس طرح اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ذات کے خلاف کہ حدیث کو پہلے طریق سے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

حافظ قرآن کی عزت وتوقیر

(۳۶۸) حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الْإِسْلَامِ مَنْ أَكْرَمَهُ فَقَدْ أَكْرَمَ اللهَ وَمَنْ أَهَانَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ۔

”قرآن پاک کا حافظ جس نے قرآن پاک کو اٹھا رکھا ہے اس نے اسلام کے جھنڈے کو اٹھا رکھا ہے جس شخص نے اس کی عزت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت وتوقیر کی اور جس نے اس کو ذلیل کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة کی ذیل میں (ص ۳۲ رقم ۱۱۶) میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی سند کے ساتھ محمد بن یونس کدیمی تک اس کی اسناد سے ابو امامة باہلی کی جانب پہنچایا ہے اور مـرفـوعاً ذکر کیا ہے بعدازاں سیوطی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اس حدیث کی اسناد میں کدیمی (راوی) متهـم ہے، میں کہتا ہوں: اس کے باوجود علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے

اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

علم کے ساتھ ہی عمل کا فائدہ ہے

(۳۶۹) قَلِيْلُ الْعَمَلِ يَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ وَكَثِيْرُ الْعَمَلِ لَا يَنْفَعُ مَعَ الْجَهْلِ۔

''معمولی عمل بھی علم کے ساتھ فائدہ بخشتا ہے جب کہ جہالت کے ساتھ زیادہ عمل کرنا فائدہ عطا نہیں کرتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جامع بیان العلم وفضلہ (ص ۱/ ۴۵) میں محمد بن روح بن عمران قشیری سے اصل میں القشیری ہے جب کہ قشیری تبدیلی ہے اس نے مؤمل بن عبدالرحمان ثقفی سے اس نے عباد بن عبدالصمد سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بارے میں معلومات اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ کے بارے میں معلومات اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ سے عمل کے بارے میں سوال کرتا ہوں جب کہ آپ علم کے بارے میں خبر دے رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......اس کی اسناد موضوع ہے محمد بن روح قشیری راوی ضعیف ہے اور مؤمل بن عبدالرحمٰن ثقفی کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث کے فن میں ضعیف ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں بعد ازاں اس کی ضعیف احادیث کو بیان کیا ہے اور عباد بن عبد الصمد (راوی) کے بارے میں المیزان میں آگاہ کیا ہے کہ وہ واہ بن حبان ہے اور اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں ابن قتیبہ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں غالب بن وزیر الغزی نے روایت کی اس نے کہا ہمیں مؤمل بن عبدالرحمٰن ثقفی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عباد بن عبدالصمد نے انس سے ایک نسخہ کی خبر دی جو بھی موضوع ہیں جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۴۱) میں زیلعی رحمہ اللہ کی روایت سے سند کے ساتھ بیان کیا ہے بعد ازاں اس کو معلول قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کے قول کے باعث جس کو میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن عبدالصمد منکر الحدیث ہے جب کہ اس نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ مؤمل بن عبدالرحمٰن کو ابو حاتم رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: مزید برآں اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں بھی ذکر کیا ہے تو کیسے اتفاق ہوسکتا ہے اس کے حکم لگانے کے ساتھ

اس پر کہ وہ موضوع ہے اور عراقی رحمہ اللہ کا قول جو تخریج الاحیاء (۱/۷) میں ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے بلاشبہ اس کی اسناد ضعیف ہے اس کی وضاحت پہلے کئی بار گزر چکی ہے کہ حدیث موضوع ہے جو ضعیف احادیث کی اقسام سے ہے۔

جس میں عقل نہیں اس میں دین نہیں

(۳۷۰) قِوَامُ الْمَرْءِ عَقْلُهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ۔

''ہر شخص کا دارومدار اس کی عقل پر ہے اور ہرگز اس شخص کا دین کے ساتھ تعلق نہیں ہے جس میں عقل نہیں ہوتی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ٦) پر بیان کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ حارث نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں داؤد نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں نصر بن طریف نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے' میں کہتا ہوں: ابن النجار نے اس حدیث کو ذیل تاریخ بغداد (ج ۱۰ ق ۲/۱۰۹) میں حارث سے جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی اسناد پر خاموشی اختیار کی ہے اس لئے کہ علت واضح تھی اور اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ یہ داؤد (راوی) ابن المحبر ہے جو کتاب العقل کا مؤلف ہے جس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کاش کہ وہ اس کو تصنیف نہ کرتا جب کہ عبدالغنی بن سعید نے دارقطنی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے اس نے وضاحت کی کہ کتاب العقل کو میسرۃ بن عَبْدِ رَبِّهٖ نے تیار کیا بعد ازاں اس سے داؤد بن محبر نے مسودہ چوری کیا تو اس کو ایسی اسانید کے ساتھ مؤلف کیا جو میسرہ کی اسانید کے علاوہ تھیں، اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حامد بن آدم کے طریق سے اس نے ابی عانم سے اس نے اس کو ابوالزبیر سے روایت کیا اور آگاہ کیا کہ حامد راوی اس میں متفرد ہے اور وہ جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کے باوجود اس نے اس کو الجامع الصغیر میں بیہقی رحمہ اللہ کی روایت کے ساتھ شامل کیا ہے البتہ اس کے معلول قرار دیئے جانے کا ذکر نہیں ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ مصنف کے لئے ضروری تھا کہ اس کو حذف کرتا، اور اے کاش! کہ جب اس نے ذکر کیا ہے تو کلام سے اس کی علت کو حذف نہ کرتے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو دوسرے

مقام میں الجامع میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے انسان کا دین اس کی عقل کا نام ہے اور جس شخص میں عقل نہیں اس میں دین بھی نہیں نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس کو ابوالشیخ نے الثواب میں ذکر کیا ہے اور ابن النجار نے جابر سے روایت کیا ہے، جب کہ شارح نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا ہے البتہ یہ کہا ہے کہ اس کو اس سے دیلمی نے بھی روایت کیا ہے جب کہ بظاہر اسناد ایک ہے واللہ اعلم، اس کی مثل حدیث پہلے گزر چکی ہے اور وہ پہلی حدیث ہے۔

شہر قزوین اور جنت کا ستون

(۳۷۱) سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْآفَاقُ وَسَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مَدِينَةٌ يُقَالُ لَهَا قَزْوِينَ مَنْ رَابَطَ فِيهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً كَانَ لَهُ فِي الْجَنَّةِ عَمُودٌ مِنْ ذَهَبٍ عَلَيْهِ زَبَرْجَدَةٌ خَضْرَاءُ عَلَيْهَا قُبَّةٌ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مِصْرَاعٍ مِنْ ذَهَبٍ عَلَى كُلِّ مِصْرَاعٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ۔

”مستقبل میں تم پر اردگرد کے آفاق مفتوح ہو جائیں گے اور اس سلسلہ میں تم پر ایک شہر فتح ہوگا اس کا نام قزوین ہوگا جو شخص اس شہر میں چالیس دن یا چالیس رات اس کے اوپر خود کو روکے رکھے گا تو اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک ستون میسر آئے گا اس پر سبز رنگ کا زبرجد لگا ہوا ہوگا“ اس کے اوپر سرخ یاقوت کا قبہ ہوگا اس میں ستر ہزار سونے سے تیار شدہ آرام گاہیں ہوں گی ہر آرام گاہ میں حور عین سے ایک بیوی ہوگی۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث (۱۷۹/۲) میں داؤد بن محبر کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان سے اس نے انس سے مرفوعا روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کی اسناد میں داؤد (راوی) احادیث وضع کرنے والا ہے اور وہ وضع کے ساتھ متہم ہے، اس کی اسناد میں ربیع راوی ضعیف اور زید (راوی) متروک ہے چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۴۶۳/۱) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ امام مزنی رحمہ اللہ نے التهذيب میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے یہ روایت صرف داؤد کی روایت سے معروف ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے کوائف کے بیان میں ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ ابن ماجہ نے سنن کو عیب ناک کر دیا ہے کہ اس میں اس موضوع حدیث کو داخل کیا، میں کہتا ہوں: اور اسی سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس قول کی قیمت کیا ہے جس کو رافعی نے اپنی تاریخ میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے، جب کہ داؤد سے اس حدیث کو ایک جماعت نے نقل کیا ہے مزید برآں امام ابن ماجہ نے اس کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے جب کہ حفاظ اس کی کتاب کو صحیحین اور ابوداؤد رحمہ اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں۔

سفر کے لیے دو رکعات کی فضیلت

(۳۷۲) مَا خَلَفَ عَبْدٌ عَلَى أَهْلِهِ أَفْضَلُ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِينَ يُرِيدُ سَفَرًا۔

”کسی بندے نے اپنے اہل وعیال کے لئے اس سے افضل کسی چیز کو نہیں چھوڑا کہ وہ ان کے پاس دو رکعات ادا کرتا ہے جب وہ سفر کا ارادہ کرتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المصنف (۱/۱۰۵/۱) میں روایت کیا اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے بتایا وہ اوزاعی سے وہ مطعم بن مقدام سے مرفوعا روایت کرتے ہیں، نیز خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضح (۲/۲۲۰-۲۲۱) میں موسیٰ بن ابی موسیٰ سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن یونس سے اس حدیث کو روایت کیا ہے نیز اس حدیث کو محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے ابوجعفر کے مسائل کی ایک جز (رقم ۲۸) میں بیان کیا ہے جب کہ ابوجعفر سے مقصود محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے شیوخ ہیں یہ ایک نہایت عمدہ رسالہ ہے جس کو ایک نادر نسخہ سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے خط کے ساتھ اور اس کی روایت کے ساتھ نقل کیا بعد ازاں میں نے اس پر تعلیق کو ثبت کیا ہے اور اس کی نہایت عمدہ فہارس کو ترتیب دیا ہے اور اس میں نہایت عمدہ تراجم ہیں جو قابل قدر ہیں اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد بن عثمان نے کہا میں نے ملیح بن وکیع سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ولید بن مسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں میں نے اوزاعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ ثقہ شخص مطعم بن مقدام نے یہ بیان کیا۔ اس سند سے ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۱۶/۲۹۷/۲) میں ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں یہ سند ضعیف ہے، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں لیکن یہ مرسل ہے کیونکہ یہ مطعم تابعی ہے۔ نیز سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے

جب کہ روایت ابن ابی شیبہ سے ہے وہ مطعم بن مقدام سے روایت کرتے ہیں مناوی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ راوی کو ذہبی رحمہ اللہ نے **الضعفاء** میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ عجیب قسم کا تعاقب ہے جب کہ محمد بن عثمان کا اس روایت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں جس کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ یہ شخص جو **المصنف** کتاب کا مؤلف ہے جو اس نام سے مشہور ہے۔ مزید برآں وہ شخص اپنے بھتیجے سے جس کا نام محمد بن عثمان ہے طبقہ کے لحاظ سے بلند ہے اور ابن ابی شیبہ جب مطلق ہو تو اس سے مقصود یہ ابوبکر ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کا مرتب ہے اور اس کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ہے جو ابراہیم بن عثمان واسطی ہے اور کبھی اس سے مقصود اس کا بھائی ہوتا ہے جس کا نام عثمان بن محمد ہے جب کہ ہرگز اس کا بیٹا محمد بن عثمان مقصود نہیں ہوتا تو اگر مناوی کے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ اس سے مقصود سیوطی کے نزدیک ابن ابی شیبہ ہے تو یہ عجیب بات ہے اور اگر وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ ابن ابی شیبہ کی اسناد میں مصنف ابن ابی شیبہ کا مؤلف ہے تو یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز ہے جب کہ آپ کو بھی علم ہے کہ وہ اس سے متاخر ہے۔

ہاں! بلا شبہ اس کو محمد بن عثمان نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مقصود نہیں ہے اور حدیث کو امام نووی نے **الاذکار** (ص ۲۷۶) میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے جس کو مقطم بن مقدام صحابی نے روایت کیا ہے اس نے اسی طرح ذکر کیا ہے جب کہ اس سے مقصود مطعم ہے اور وہ صحابی نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے تو شاید اس غلطی کے مرتکب بعض نقل کرنے والے ہوں، بعد ازاں مجھے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ غلطی کے مرتکب امام نووی رحمہ اللہ ہیں جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس کو اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ کے خط کے ساتھ تحریر دیکھا ہے اس نے بیان کیا ہے یہ ایسی بھول ہے جو **تصحیف** کے باعث رونما ہوئی ہے حالانکہ وہ مطعم ہے طاء ساکن ہے اور حرف عین کے نیچے کسرہ ہے اور اس کا قول کہ یہ صحابی ہے اس سے مقصود صنعانی ہے، دمشق کے صنعاء شہر کی طرف نسبت ہے اور یہ شخص صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا جب کہ اس کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں جب کہ اس نے بعض صحابہ کرام سے مرسل روایات ذکر کی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس سے مروی روایات اکثر و بیشتر تابعین کرام سے ہیں ان میں مجاہد اور حسن مشہور ہیں جب کہ اس کی اسناد **معضل** یا **مرسل** ہے اگر اس کا کسی صحابی سے سماع ثابت

ہو، میں نے اس بحث کو تلخیص کرتے ہوئے ابن علان کی شرح الاذکار (۱۰۵/۵) سے نقل کیا ہے۔

مزید برآں امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سفر کرنے والا شخص جب اپنے گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت نفل ادا کرے۔ جب کہ اس میں واضح طور پر نظر ہے یہ حقیقت واضح ہے کہ کسی عمل کا مستحب ہونا شرعی حکم ہے اس پر کسی ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ظاہر ہے کہ ضعیف حدیث تو بس ظن مرجوح کا فائدہ ہی دیتی ہے اور اس کے باعث کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا اور یہ حقیقت واضح ہے، جب کہ یہ نفل نماز نبی ﷺ سے مشروع نہیں ہے البتہ سفر سے واپس آتے وقت نوافل کی ادائیگی مسنون ہے۔

جب کہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امام نووی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ہے کہ سفر کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ سورۃ القریش کی تلاوت کرے، چنانچہ امام جلیل القدر ابوالحسن قزوینی فقیہ شافعی المسلک تھے جو کرامات ظاہرہ کے ساتھ موصوف ہیں بلکہ احوال باہرہ اور ایسے معارف سے موصوف ہے جو واضح ہیں فرماتے ہیں کہ اس کے باعث اس کو ہر قسم کی تکلیف و پریشانی سے امن رہتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ تو دین اسلام میں ایسی شریعت کو داخل کرنا ہے جس کی ہرگز کوئی دلیل نہیں صرف دعویٰ ہی ہے تو اس کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے اس کو ہر قسم کی پریشانی سے تحفظ حاصل رہتا ہے بلاشبہ اس قسم کی آراء جن کا کتاب وسنت میں کچھ ثبوت نہیں یہ تو شریعت کو تبدیل کرنے کے ایسے اسباب ہیں جو شعور سے یکسر خالی ہیں اگر یہ حقیقت نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے اور اللہ تعالیٰ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے خوش ہیں جب انہوں نے کہا کہ ہر وہ عبادت جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرانجام نہیں دیا تم اس عبادت پر عمل پیرا نہ رہو جب کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم شریعت کی اتباع کرو اور بدعت سے کنارہ کش رہو اس طرح تم کفایت کئے جاؤ گے تم اس کام کو لازم پکڑ و جو اسلام کے پہلے دور میں تھا۔

دین اسلام پر آنسو بہانا

(۳۷۳) لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهُ اَهْلُهُ وَلٰكِنْ اَبْكُوا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ اَهْلِهِ۔

"تم نے دین اسلام پر آنسو نہیں بہانے جب دین اسلام کی سرپرستی اس کے اہل کریں اور البتہ دین اسلام پر آنسو اس وقت بہاؤ جب دین اسلام کی

سرپرستی کرنے والے نااہل ہوں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۲۲/۵) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۱۵/۴) میں کثیر بن زید کے طریق سے وہ داؤد بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں اس نے آگاہ کیا کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو اس کیفیت میں پایا کہ اس نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا ہوا تھا تو اس نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، بھلا! تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو وہ شخص اس پر متوجہ ہوا تو اچانک وہ ابوایوب تھا اس نے کہا ہاں! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جب کہ میں کسی پتھر کے قریب نہیں آیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، پھر وہی حدیث سنائی جب کہ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ ان دونوں کا قول ان کا وہم ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس داؤد (راوی) کے کوائف کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ شخص حجازی ہے البتہ غیر معروف ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تھذیب التھذیب میں اس کی موافقت کی ہے تو اس کی صحت کیسے ثابت ہو سکتی ہے جب کہ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ اس علت سے غافل ہیں اس نے المجمع (۲۴۵/۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد میں کثیر بن زید کو احمد وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ امام مناوی رحمہ اللہ کا قول کہ داؤد بن صالح راوی کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ موضوع روایات ذکر کرتا ہے نیز اس کے وہم سے یہ بھی ہے کہ وہ کوئی دوسرا شخص ہے جو اس سے متأخر ہے وہ نافع سے روایت کرتا ہے عنقریب اس کی حدیث ان شاءاللہ (۳۷۵) میں آئے گی۔

متاخرین کے نزدیک اس حدیث کی روشنی میں قبر کے مسح کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ ابوایوب نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا جب کہ اس کا یہ فعل صراحتاً دلالت نہیں کر رہا کہ اس کا قبر کو چھونا حصول برکت کے لئے تھا جیسا کہ جاہل لوگ اس کے مرتکب ہوتے ہیں جب کہ اسناد میں بھی ضعف ہے لہٰذا استدلال نہیں ہو سکتا۔ محققین علماء امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ نے قبروں کے مسح کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس عمل کو عیسائیوں کا فعل قرار دیا ہے، میں نے بعض حوالہ جات کو تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد میں ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ہماری کتاب تسدید الاصابة کا پانچواں رسالہ ہے عنقریب وہ اشاعت پذیر ہوگا، ان شاءاللہ۔

بحمد اللہ راقم الحروف نے اس کتاب کو (۱۹۷۰ء) میں اردو کا جامہ پہنا کر (قبروں پر مسجدیں اور اسلام) کے نام پر شائع کیا، اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، والحمد للہ علی ذلک۔

دو اونٹوں کے درمیان چلنا

(۳۷۴) نَهَى أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْبَعِيرَيْنِ يَقُودُهُمَا۔

"آپ ﷺ نے اس سے روک دیا ہے کہ کوئی شخص دو اونٹوں کے درمیان (اس حال میں) چلے کہ وہ ان دونوں کو کھینچ رہا ہو۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۸۰/۴) میں محمد بن ثابت بنانی کے طریق سے اس نے اپنے والد سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے امام ذہبی نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد میں محمد نامی (راوی) کو امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دو عورتوں کے درمیان چلنا

(۳۷۵) نَهَى أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ۔

"نبی ﷺ نے منع کیا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۵۲/۲) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۲۶) میں حاکم رحمہ اللہ نے مستدرك (۲۸۰/۴) میں اور خلال رحمہ اللہ نے امر بالمعروف (۲/۲۲) میں داؤد بن ابی صالح کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اس کی اسناد میں داؤد بن ابی صالح کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ موضوع روایات ذکر کرتا تھا، میں کہتا ہوں: اسی طرح علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس کے بعد اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۱۱۸/۸) میں کہا ہے کہ داؤد کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ ثقة رواة سے موضوعات روایت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ گویا وہ عمداً ایسا کرتا تھا اور اس نے اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ ابو زرعہ رحمہ اللہ کا قول ہے میں تو بس اس کو اس حدیث کے باعث پہچانتا ہوں اور حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: بخاری رحمہ اللہ نے اس کی اس حدیث کو التاریخ الصغیر (ص ۱۸۷) میں ذکر کیا ہے اور

فرمایا کہ اس کی حدیث کی متابعت نہیں ہے اور اسی طرح عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس نے اضافہ کیا ہے وہ اس حدیث کے ساتھ ہی معروف ہے جب کہ عبد الحق رحمہ اللہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے الاحکام الکبریٰ (۱/۲۰۵) میں اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے اس کی اس حدیث میں کچھ اور الفاظ بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو عورتیں آپ کے سامنے ہوں تو آپ ان کے درمیان سے ہرگز نہ گزریں دائیں جانب یا بائیں جانب راستہ اختیار کریں۔ اس کو ابو احمد بن عدی نے روایت کیا ہے۔

احسان کے زیادہ حقدار کون ہیں؟

(۳۷۶) اَلْاَقْرَبُوْنَ اَوْلٰی بِالْمَعْرُوْفِ۔

''قرابت دار لوگ احسان کے زیادہ حق دار ہیں۔''

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۳۴) میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، بعض اہل علم کو وہم لاحق ہوا کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے حالاں کہ قرآن مجید میں تو یہ قول ہے: ارشاد ربانی ہے: ﴿قل ما انفقتم من خير فللوالدين والاقربين﴾ ''آپ آگاہ کریں جو مال تم خرچ کرو تو والدین اور قرابت داروں کو عطا کرو''

جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص

(۳۷۷) آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ يُقَالُ لَهٗ جُهَيْنَةُ فَيَسْأَلُهٗ أَهْلُ الْجَنَّةِ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ يُعَذَّبُ؟ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُوْنَ عِنْدَ جُهَيْنَةَ الْخَبَرُ الْيَقِيْنُ۔

''جنت میں سب سے آخر میں جو شخص داخل ہوگا وہ جہینہ قبیلہ سے ہوگا اس کو جہینہ ہی کہا جائے گا اس سے جنت والے دریافت کریں گے کیا کوئی فرد عذاب میں موجود ہے وہ نفی میں جواب دے گا تو لوگ کہنا شروع کر دیں گے کہ جہینہ کے ہاں یقینی خبر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، محمد بن مظفر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غرائب مالک (۲/۷۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے غرائب میں جامع بن سوادۃ کے طریق سے، اس نے کہا ہمیں زہیر بن عباد نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں احمد بن حسین لھبی نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں عبد

الملک بن حکم نے اس نے کہا ہمیں مالک نے نافع سے بیان کیا اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے اور جامع (راوی) ضعیف ہے اور اسی طرح عبدالملک بھی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اسی طرح اس حدیث کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الموضوعات میں دارقطنی کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابن عراق رحمہ اللہ نے (۲/۳۹۹) میں اس کی متابعت کی ہے مزید برآں اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں بھی روایت کیا ہے، الخطیب رحمہ اللہ سے روایت ہے مالک کے رواۃ سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے جب کہ تخریج کی مغایرت میں کچھ فائدہ نہیں ہے کیوں کہ جو طریق خطیب رحمہ اللہ کا ہے وہی دارقطنی رحمہ اللہ کا طریق ہے جیسا کہ شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کو واضح کیا ہے، مزید برآں یہ حقیقت عجیب وغریب ہے کہ العجلونی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کشف الخفاء (۱/۱۵) میں شامل کیا ہے بعدازاں اس کی کیفیت کو واضح نہیں کیا۔

دنیا کے چراغ اور آخرت کے فانوس

(۳۷۸) اِتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَإِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَمَصَابِيحُ الْآخِرَةِ۔

"تم علماء کی پیروی کرو اس لئے کہ وہ دنیا کے چراغ اور آخرت کے فانوس ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے مسند الفردوس میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کیساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۳۹) میں دیلمی سے روایت کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ اس اسناد میں قاسم بن ابراہیم الملطی کو دارقطنی نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ الخطیب نے ذکر کیا ہے کہ قاسم نے لوین سے اس نے مالک سے تعجب خیز باطل احادیث کو روایت کیا ہے۔

علم میں اضافہ

(۳۷۹) إِذَا أَتَى عَلَيَّ يَوْمٌ لَا أَزْدَادُ فِيهِ عِلْمًا يُقَرِّبُنِي إِلَى اللهِ تَعَالَى فَلَا بُورِكَ لِي فِي طُلُوعِ شَمْسِ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔

"جب مجھ پر ایسا دن گزرتا ہے کہ اس میں میرے علم میں اضافہ نہیں ہوتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے تو اس دن کے سورج کے طلوع میں میرے لئے

برکت نہیں ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ق ۲/۱۶۱) میں اور ابو الحسن بن الصلت رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں جو ابن عبدالعزیز الھاشمی سے ہے (۲/۱) میں، ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیة (۱۸۸/۸) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۰۰/۶) اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے (۶۱/۱) میں اور اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں چند طرق سے حکم بن عبداللہ سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث زہری کی حدیث سے غریب ہے اس کی اسناد میں حکم متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: حکم سے مقصود حکم بن عبداللہ بن خطاف ہے اور ایک قول میں ابن سعد ابوسلمة حمصی ہے اور وہ کذاب ہے جیسا کہ ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے نیز ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے الصوری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ حکم کذاب ہے وہ ثابت شدہ رواۃ سے موضوعات روایت کرتا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو زہری سے حکم کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلي (۲۰۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ:

میں کہتا ہوں: کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا اس نے زہری اور ابن مسیب رحمہ اللہ سے تقریباً پچاس احادیث ذکر کی ہیں جن کا کچھ اصل نہیں۔ مزید برآں سیوطی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو ابوعلی الحسین بن محمد بن حسین المقری نے اپنی جز میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں احمد بن عمیر نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں ابوامیة محمد بن ابراہیم نے اس نے کہا ہمیں النفیلی نے اس نے کہا ہمیں بقیہ بن ولید نے ابوسلمة الحمصی سے اس نے اس کو زہری سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عمیر نے کہا ہے کہ ابوسلمہ راوی سلیمان بن سلیم نہیں ہے یہ دوسرا شخص ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن عمیر کا کہنا درست ہے جب کہ مکمل فائدہ تب تھا کہ وہ یا سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتا کہ وہ کون ہے حالاں کہ ان دونوں نے نہیں بتایا ہے البتہ میرے لئے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ وہ حکم بن عبداللہ ہے اس کی کنیت ابوسلمہ ہے جب کہ بقیہ راوی نے اس کو نام ذکر کرنے کی بجائے کنیت کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے وہ مدلس ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی وضاحت ہے کہ بقیہ راوی اس کے ساتھ مشہور

تھا، ہمیں اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آفت اور مصیبت سے تحفظ عطا کرے، آمین۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے اقرار کے باوجود کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اور وضع میں اس کی تائید کی ہے پھر اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں طبرانی، ابن عدی اور ابو نعیم رحمہم اللہ کی الحلیۃ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے حدیث کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں بھی متہم راوی ہے۔

بھلائی میں اضافہ

(۳۸۰) إِذَا أَتَى عَلَيَّ يَوْمٌ لَمْ أَزْدَدْ فِيهِ خَيْرًا فَلَا بُورِكَ لِي فِيهِ۔

''جب مجھ پر ایسا دن آتا ہے کہ اس دن میں مجھے بھلائی میں اضافہ نہ ہو تو میرے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الضعفاء میں سلیمان بن بشار کے طریق سے اس نے سفیان سے اس نے زہری سے اس نے سعید سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ یہ اسناد ضعیف ہے امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سلیمان بن بشار راوی متہم ہے وہ احادیث وضع کرتا تھا ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے وہ بے شمار احادیث ثابت راویوں کے ذمہ لگایا کرتا تھا جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے بعد ازاں اس کی ایسی احادیث سے چند احادیث کا ذکر کیا ان میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر میں ابن عدی رحمہ اللہ کی کتاب الکامل (۲/۱۶۱) کی جانب لوٹا تو میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے حدیث کو اس ابن بشار کے حالات میں اس سے معلق ذکر کیا ہے وہ ابن عیینہ سے وہ حکم بن عبداللہ الایلی سے اس نے زہری سے اس کو روایت کیا ہے اس طرح کے الفاظ کی طرح جو اس سے پہلے ہیں پس معلوم ہوا کہ سفیان اور زہری کے درمیان حکم راوی ہے جب کہ وہ کذاب ہے اور یہ وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی اسناد میں ہے پس دونوں احادیث کا دارومدار اس کذاب پر ہے علاوہ ازیں اس طریق میں ایک اور کذاب بھی ہے کہا جاتا ہے کہ حکم بن عبداللہ الایلی وہ حکم بن عبداللہ الحمصی کے علاوہ ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو اسانید مختلف ہیں جب کہ نتیجہ ایک ہے بلاشبہ یہ ایلی شخص بھی کذاب ہے لسان المیزان کی جانب مراجعت فرمائیں۔

چاپلوس کون ہے؟

(۳۸۱) لَيْسَ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ الْمَلَقُ إِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ۔

"ایماندار شخص کے اخلاق میں چاپلوسی نہیں ہے البتہ علم کی جستجو میں وہ چاپلوسی کرتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۸۴) میں اور السلفی نے المنتخب میں اصول السراج اللغوی سے (۲/۹۷/۱) میں حسن بن واصل سے اس نے خصیب بن جحدر سے اس نے نعمان بن نعیم سے اس نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس حدیث کا دارو مدار الخصیب بن جحدر راوی پر ہے، میں کہتا ہوں: امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الصغیر (۱۹۷) میں الخصیب کو کذاب قرار دیا ہے فن حدیث میں شعبہ نے اس کو زیادتی کا مرتکب قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۱) میں اس کو غیر ثقة قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے مثل وہ شخص ہے جس سے حسن بن واصل نے روایت کی ہے۔ اس کو حسن بن دینار بھی کہا جاتا ہے اس کو احمد، یحییٰ، ابو حاتم رحمہم اللہ وغیرہ نے کذاب قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات کے بیان میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے جیسا کہ میں نے اس کو ابن عدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے اور ابن جوزی و نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ سے موضوعات میں شامل کیا ہے اس نے نعمان بن نعیم اور معاذ کے درمیان عبدالرحمٰن بن غنم کو داخل کیا ہے جب کہ حدیث السلفی کے نزدیک ابن غنم کے اثبات کے ساتھ ہے اور ابن نعیم راوی کے گرانے کے ساتھ ہے، واللہ اعلم۔

مزید برآں ابن جوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا دارومدار الخطیب راوی پر ہے جس کو شعبہ قطان اور ابن معین نے کذاب قرار دیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ موضوع روایات کو ثقة راویوں سے بیان کرتا تھا جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی المصنوعة (۱/۱۹۷) میں برقرار رکھا ہے، بعد ازاں تناقض اختیار کیا ہے اور اس کو الجامع الصغیر میں داخل کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ کی روایت الشعب میں معاذ سے ہے اور یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ تخریج میں اس طرح کی مغایرت کا کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ یہ حدیث اس کذاب پر گھوم رہی ہے جس کا نام الخصیب رحمہ اللہ ہے چنانچہ امام نووی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے اور مصنف کے انداز کا تقاضا یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کو تسلیم کیا ہے جب کہ معاملہ اس کے خلاف ہے بلکہ

اس کے ذکر کے بعد اس کی علت بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے جب کہ حسن بن دینار راوی مرہ کے باعث ضعیف ہے اور اسی طرح خصیب ہے یہ اس کے الفاظ ہیں پس مصنف کا اس کے کلام سے کچھ حذف کرنا درست نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید علامہ سیوطی رحمہ اللہ کو دھوکہ لگا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **شعب الایمان** میں ذکر کیا ہے اس کے نقل پر بنیاد رکھتے ہوئے جب کہ اس طرح کا معاملہ اس سے ایک بار نہیں ہوا بلکہ کئی بار ہوا ہے کہ وہ **شعب الایمان** میں ایسی حدیث کو درج نہیں کرتے جو موضوع ہو۔ پس آپ سمجھ لیں کہ یہ بات مطلق طور پر صحیح نہیں ہے یا یہ اکیلے بیہقی رحمہ اللہ کی رائے ہے جس کا اس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وگرنہ اس میں بہت زیادہ موضوعات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جب کہ مزید موضوع روایات کا تذکرہ ہوگا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے بعض روایات کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے پس یہ سب حقائق ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ پر کثرت کے ساتھ تقلید غالب تھی اور یہی وہ سبب ہے جس کے باعث اس کتاب **الجامع الصغیر** میں موضوع احادیث پائی جاتی ہیں جس کے مقدمہ میں اس نے صراحت کی ہے کہ اس نے اس کتاب کو ایسی روایات سے تحفظ دیا ہے جس کی اسناد میں **کذاب یا وضاع** راوی اکیلا رہ گیا ہو۔ جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے وہ حدیث سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جس کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۴۰) میں ذکر کیا ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فہر بن بشر سے اس نے کہا ہمیں عمر بن موسیٰ نے قاسم سے اس نے سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ عمر بن موسیٰ الوجیہی ان لوگوں سے شمار ہوتا ہے جو حدیث کے متن اور اس کی اسناد کو وضع کرتا تھا، میں کہتا ہوں فہر بن بشر (راوی) معروف نہیں ہے جیسا کہ ابن القطان نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **لسان المیزان** میں اس کو قرار رکھا ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جو اسی لفظ کے ساتھ ہے جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے **الموضوعات** میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

حسد اور چاپلوسی

(۳۸۲) لَا حَسَدَ وَلَا مَلَقَ إِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ۔

"حسد کرنا اور چاپلوسی اختیار کرنا جائز نہیں البتہ علم کے حصول میں جائز ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۳۶۵) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے

(۲۷۵/۱۳) میں اور الجامع سے العاشر میں (۲/۲۰، المنتقی) میں عمرو بن الحصین الکلابی کے طریق سے اس نے ابن علاثہ سے اس نے اوزاعی سے اس نے زہری سے اس نے ابوسلمۃ سے اس نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ اس حدیث کو اوزاعی سے ابن علاثہ کے علاوہ کسی نے روایت کیا ہو جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو ابن عدی کی روایت سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعدازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ ابن علاثہ راوی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ ابن حبان نے آگاہ کیا ہے کہ یہ شخص موضوع روایات کو ثقہ رواۃ سے ذکر کرتا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے (۱۹۷-۱۹۸) میں ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن علاثہ راوی کو ابن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ حدیث کے بارے میں اصل آفت عمرو بن حصین راوی ہے وہ کذاب ہے جیسا کہ الخطیب نے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ یہ تعاقب تو شکل کے لحاظ سے ہے اس سے حدیث کو تقویت حاصل نہ ہوگی جب تک کہ اس کذاب راوی سے نجات حاصل نہ ہو البتہ امام سیوطی نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے جس کی اسناد میں کچھ کلام نہیں کیا جب کہ اسناد میں غیر معروف رواۃ ہیں، اس کی مشاہد حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کی مجلس اور چاپلوسی

(۳۸۳) مَنْ غَضَّ صَوْتَهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى مِنْ أَصْحَابِيْ وَلَا خَيْرَ فِي التَّمَلُّقِ وَالتَّوَاضُعِ إِلَّا مَا كَانَ فِي اللّٰهِ أَوْفِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ۔

''جو شخص علماء کی مجلس میں اپنی آواز کو پست کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں کیساتھ ہوگا جن کے دلوں کا میرے صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے امتحان لیا اور چاپلوسی اور تواضع میں کچھ فائدہ نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہو یا علم کے طلب کرنے میں۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند الفردوس میں ابن السنی رحمہ اللہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حسین بن عبداللہ قطان نے بتایا اس نے عامر بن سیار سے اس نے ابن الصباح سے اس نے عبدالعزیز بن سعید سے اس نے اپنے والد سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں:

اس کی اسناد اندھیروں سے بھری پڑی ہے بعض اندھیرے دیگر بعض سے زیادہ ہیں، اس حدیث کے رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں ہے البتہ ابن السنی (راوی) کے بعد عامر بن سیار کو میں جانتا ہوں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۳۲۲/۱/۳) میں اپنے باپ سے روایت کی ہے جو مجہول ہے البتہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا اپنے قاعدہ کے مطابق ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ابن الصباح سے مقصود المثنی یمانی ہے اگر یہ وہی ہے جیسا کہ اغلب خیال ہے تو یہ راوی ضعیف ہے عمر کے آخری حصہ میں اس کے دماغ میں اختلاط ہو گیا تھا جیسا کہ التقریب میں ہے مزید برآں ان دونوں احادیث کا ملاحظہ کریں جو اس حدیث سے پہلے ہیں۔

جمعہ کا دن باعث بخشش

(۳۸۴) لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ أَحَدًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غُفِرَ لَهُ۔

''اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کردے گا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوالقاسم شہرزوری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الأمالی (۱/۱۸۰) میں ذکر کیا ہے اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۱۸۰/۵) میں احمد بن نصر بن حماد بن عجلان کے طریق سے اس نے کہا ہمیں شعبہ نے حدیث سنائی اس نے محمد بن زیاد سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ الخطیب نے اس روایت کو اس احمد کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کے حالات کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس شخص نے زبردست منکر حدیث کو پیش کیا ہے بعد ازاں وہاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا گویا کہ اس حدیث کے باعث اس کو متہم کرنا چاہتا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذہبی رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے جب کہ میرے نزدیک یہ معاملہ محل نظر ہے کیوں کہ اس کا باپ نصر بن حماد کے بارے میں ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ کذاب شخص ہے تو اس حدیث کو اس پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ حدیث کا ایک اور طریق ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسی طرح کا ہے وہ بھی موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر (۲۹۷) میں پہلے گزر چکا ہے۔

حلال وحرام

(۳۸۵) لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ۔

''حرام چیز حلال کو حرام نہیں کر سکتی۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۲۶/۱) میں اور دارقطنی رحمہ اللہ نے (۱۴۲) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۶۸/۷) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۱۸۲/۷) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد ضعیف ہے ضعف کا سبب عبداللہ بن عمر العمری ہے یہ مکبر ہے۔ یہ ضعیف ہے جب کہ یہ حدیث ایک دوسری اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے اس کے متن میں زیادتی ہے ایک حدیث کے بعد اس کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

دنیا کی کڑواہٹ

(۳۸۶) يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى لِلدُّنْيَا يَا دُنْيَا مُرِّيْ عَلٰى أَوْلِيَائِيْ وَلَا تَحَلَّوْلِيْ لَهُمْ فَتَفْتِنِيْهِمْ ۔

''اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ اے دنیا تجھ میں میرے دوستوں کے لئے کڑواہٹ ہو ہرگز ان کے لئے مٹھاس نہ ہو کہ تو ان کو فتنہ میں ڈال دے گی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبقات الصوفیة (ص ۸-۹) میں ذکر کیا ہے اس نے اس حدیث کی اسناد کو بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں ہمیں ابوجعفر محمد بن احمد بن سعید رازی نے خبر دی اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں حسین بن داؤد بلخی نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے خبر دی اس نے کہا ہمیں منصور نے خبر دی اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، میں کہتا ہوں: یہ اسناد من گھڑت ہے اس ابوجعفر رازی (راوی) کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں، لیکن وہ ایک باطل حدیث کو لایا ہے جو اس کی جانب سے آفت ہے، میں کہتا ہوں: اس نے علی پر موقوف روایت کی ہے۔ حسین بن داؤد بلخی کے حالات میں خطیب نے تاریخ (۴۴/۸) میں کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہ تھا اس نے یزید بن ہارون سے ایک نسخہ کو روایت کیا ہے، وہ حمید سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اس کی اکثر احادیث من گھڑت ہیں، بعد ازاں اس کی ایک دوسری حدیث کو اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے پھر کہا کہ حدیث کی سند میں حسین راوی فضیل سے روایت کرنے میں

متفرد ہے اور یہ حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کے حسین بن داؤد راوی کے علاوہ دیگر رواۃ ثقہ ہیں اور اسی کے واسطہ سے اس حدیث کو قضاعی رحمہ اللہ نے مسند الشهاب (۲/۱۱۷) میں ذکر کیا ہے۔

حلال وحرام میں غلبہ

(۳۸۷) مَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ إِلَّا غَلَبَ الْحَرَامُ ۔

''جب حلال حرام اکٹھے ہو جاتے ہیں تو حرام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، حافظ عراقی رحمہ اللہ نے تخریج المنہاج میں کہا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کو فیض القدیر میں نقل کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے کہ اس شخص کے لئے زنا سے جو بیٹی پیدا ہوئی ہے وہ شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے، یہ قول احناف کا ہے اور یہ قول اگر چہ غور وفکر کے لحاظ سے راجح ہے، لیکن اس پر اس قسم کی باطل حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں مخالفین ایک دوسری حدیث پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

نکاح کے لیے حرمت کا اثبات

(۳۸۸) لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ إِنَّمَا يُحَرِّمُ مَا كَانَ بِنِكَاحٍ حَلَالٍ ۔

''حرام نکاح کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ حلال نکاح کے ساتھ حرمت ثابت ہوتی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۲/۱۸۳/۱) میں زوائد المعجمین سے ذکر کیا ہے اور ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۲/۲۸۷) میں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الضعفاء میں جیسا کہ شیخ زکریا انصاری کی جو تعلیق بیضاوی (ق/۲۰۴/۲) پر ہے اور دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص۴۰۲) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۲۶۹/۷) میں مغیرۃ بن اسماعیل بن ایوب بن سلمۃ سے اس نے عثمان بن عبدالرحمٰن الزہری سے اس نے ابن شہاب سے اس نے عروہ سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی عورت کا تعاقب حرام انداز سے کرتا ہے تو کیا وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے یا کسی کی بیٹی کے ساتھ حرام کام کرتا ہے کیا اس کی والدہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حرام کسی حرمت کو ثابت نہیں کرتا البتہ

حلال نکاح حرمت کو ثابت کرتا ہے۔

بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد میں عثمان بن عبدالرحمٰن الوقاصی متفرد ہے جب کہ وہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ کذاب ہے ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو اس کی ایک روایت کے بارے میں کذاب کہا ہے جب کہ عبدالحق رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (ق ۲/۱۳۸) میں اور ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۲۶۹/۴) میں متروک قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں اسی طرح کہا ہے بلکہ اس میں اضافہ یہ ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس سے روایت کرنے والا مغیرہ بن اسماعیل مجہول ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو العلل (۴۱۸/۱) میں مغیرۃ بن اسماعیل کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عمر بن محمد زہری سے اس نے ابن شہاب سے اس کو ذکر کیا ہے، پھر فرمایا کہ میرے باپ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جب کہ مغیرہ بن اسماعیل اور یہ عمر (راوی) دونوں مجہول ہیں۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح العلل میں موجود ہے عمر بن محمد زہری عثمان بن عبدالرحمٰن زہری کے بدل میں تو میں نہیں جانتا کہ کیا اسی طرح اس کی روایت میں ہے یا کسی ناسخ یا طابع نے تحریف کی ہے۔ اس حدیث کے مفہوم سے شافعی لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے زنا سے ہونیوالی بیٹی سے نکاح کرے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال درست نہیں۔

اس مسئلہ میں اسلاف کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کسی کے پاس کچھ دلیل نہیں اگرچہ غور وفکر کے بعد اس کی حرمت ہی درست تقاضا ہے چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے، آپ الاختیارات (۱۲۳) کا مطالعہ کریں اور اس پر تعلیق (ص ۳۶-۳۹) ہماری کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد کا مطالعہ کریں۔

جنت میں تجارت

(۳۸۹) لَوْ أَذِنَ اللّٰهُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ فِي التِّجَارَةِ لَا تَّجَرُوْا بِالْبَزِّ وَالْعِطْرِ۔

”اگر اللہ تعالیٰ جنت والوں کو تجارت کی اجازت عطا کرے تو وہ ملبوسات اور عطریات کی تجارت کریں گے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۲۲۹) میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ

نے معجم الصغیر (ص۱۴۵) میں جبکہ طبرانی نے الاوسط (۱/۱۳۵/۱) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ (۳۶۵/۱۰) میں اور ابوعبدالرحمن اسلمی رحمہ اللہ نے طبقات الصوفیۃ (ص۴۱۰) پر اور ابوعثمان البحیر می رحمہ اللہ نے الفوائد (۱/۳/۲) میں جب کہ مکی مؤذن رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۲/۲۳۰) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱/۳۳۷/۱۴) میں عبدالرحمن بن ایوب سکونی الحمصی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عطاف بن خالد نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں ابن ایوب متفرد ہے، میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں وضاحت کی ہے کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے کہ جائز نہیں کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے بعد ازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث نافع سے محفوظ نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تو مجھول اسناد کے ساتھ مروی ہے بعد ازاں اس کو دوسرے طریق سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کپڑے کی خرید وفروخت

(۳۹۰) لَوْ تَبَايَعَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَلَنْ يَتَبَايَعُوْا مَا تَبَايَعُوْا إِلَّا بِالْبَزِّ۔

''اگر جنت والے خرید وفروخت کریں جب کہ وہ ہرگز خرید وفروخت نہیں کریں گے تو وہ صرف کپڑے کی خرید وفروخت کریں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث آخری درجہ کی ضعیف ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۲۹) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے اسماعیل بن نوح کے طریق سے اس نے ایک شخص سے اس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام عقیلی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد مجہول ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلی حدیث سے مقابلتاً زیادہ بہتر ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اسماعیل بن نوح (راوی) متروک ہے جیسا کہ ازدی نے ذکر کیا ہے اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۴۱۶/۱۰) میں اس کی پیروی کی۔

ہاتھ اور آگ

(۳۹۱) هٰذِهٖ يَدٌ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ أَبَدًا۔

''یہ ہاتھ ہے کبھی اس کو آگ نہیں پہنچے گی۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے (۷/۳۴۲) میں محمد بن تمیم فریابی سے اسناد کے ساتھ حسن سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک سے واپس آئے تو سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کیا تو نبی ﷺ نے آپ سے مصافحہ کیا بعدازاں آپ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: یہ کیا کیفیت ہے؟ کیا تیرے دونوں ہاتھ بند ہو چکے ہیں، رکے ہوئے ہیں تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے کسی چلاتا ہوں اس لئے اس میں نقص ہے، راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا اس ہاتھ کو آگ نہیں پہنچے گی، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں آگاہ کیا ہے: کہ یہ حدیث باطل ہے اس لئے کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ تبوک کے وقت زندہ نہیں تھے جب کہ ان کی وفات غزوہ بنی قریظہ کے بعد بوجہ اس تیر کے لگنے سے ہوئی جس کو ان کی جانب پھینکا گیا تھا جب کہ محمد بن تمیم فریابی (راوی) کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا، میں کہتا ہوں: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو انداز اختیار کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سعد نامی شخص سے مقصود سیدنا ابن معاذ رضی اللہ عنہ ہے جو مشہور صحابی اوس قبیلہ کے سردار تھے جب کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مخالفت کی ہے انہوں نے الاصابۃ میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے، بعدازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو المتفق میں ضعیف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابوموسیٰ نے ذیل میں مجہول اسناد کے ساتھ اس حدیث کو حسن سے بیان کیا ہے جب کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اس نے خطیب کے پہلے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی (۲/۱۵۴) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے ساتھ تعاقب کیا ہے جس کا خلاصہ ابھی ابھی میں نے ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

شیخ عبدالحی کتانی نے الترتیب الاداریۃ (۲/۴۲-۴۳) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے میں کہتا ہوں: اس واقعہ میں عجائبات ہیں جب کہ نبی ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ کو اس لئے بوسہ دیا کہ اس نے ہاتھ کے ساتھ زمین پر کلہاڑا مارا تھا، میں کہتا ہوں: البتہ اس مقام میں کہا جائے گا کہ پہلے مکان کی چھت کو تو ثابت کریں بعدازاں اس کے نقش ونگار کا ملاحظہ کریں اس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا جیسا کہ آپ نے معلوم کر ہی لیا ہے۔

چاشت کی نماز کی فضیلت

(۳۹۲) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوا يُدِيْمُوْنَ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى؟ هٰذَا بَابُكُمْ فَادْخُلُوهُ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

''بلا شبہ جنت میں ایک دروازے کا نام الضحیٰ ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز کی ادائیگی پر ہمیشگی کرتے تھے تمہارے داخل ہونے کا یہ دروازہ ہے تم اس دروازہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۵۹/۱) میں زوائد المعجمین سے اور ابو حفص صیرفی نے اپنی حدیث (۱/۲۶۳) میں اور اسی طرح ابن لال رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۱۶) میں اور نصر مقدسی رحمہ اللہ نے المجلس (۱۲۱) میں الأمالی (۲/۲) میں سلیمان بن داؤد یمامی سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ سے صرف سلیمان نے روایت کیا ہے' میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کی علت یہ یمامی شخص ہے اس لئے کہ وہ متروک ہے جب کہ اس کے طریق سے حاکم رحمہ اللہ نے الصلوۃ الضحیٰ کی ایک جز میں اس کا ذکر کیا ہے جیسا کہ زاد المعاد (۱/۱۲۹-۱۳۴) میں ہے، اس حدیث میں ایک دوسری علت بھی ہے اور یہ علت ابن ابی کثیر کا عن کے ساتھ بیان کرنا ہے کیوں کہ وہ راوی مدلس ہے مزید برآں منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۱/۲۳۷) میں ذکر کیا ہے۔

چاشت کی نماز جنت میں استقبال

(۳۹۳) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى فَمَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الضُّحٰى حَنَّتْ إِلَيْهِ صَلَاةُ الضُّحٰى كَمَا يَحِنُّ الْفَصِيْلُ إِلٰى أُمِّهِ حَتّٰى إِنَّهَا لَتَسْتَقْبِلُهُ حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔

''بلاشبہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام الضحی (چاشت) ہے تو جس شخص نے چاشت کی نفل نماز ادا کی تو چاشت کی نماز اس کی جانب محبت کی کیفیت میں جھکاؤ کرے گی جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کی جانب جھکاؤ کرتا ہے یہاں تک کہ چاشت کی نماز اس کا استقبال کرے گی یہاں تک کہ اس کو جنت میں داخل کرے گی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۴/۳۰۶-۳۰۷) میں یحییٰ بن شعیب یمانی سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہمیں حمید طویل نے بتایا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اس کا تذکرہ ابن شبیب شخص کے حالات میں ہے نیز اس نے کہا اس نے باطل احادیث کو ذکر کیا ہے بعد ازاں اس سے تین احادیث کا ذکر ہے یہ حدیث ان میں سے ایک ہے۔

باب الضحیٰ

(۳۹۴) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى لَا يَدْخُلُ مِنْهُ إِلَّا مَنْ حَافَظَ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى۔

''بلاشبہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام الضحی (چاشت) ہے اس دروازہ سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو چاشت کی نماز پر محافظت کرتے رہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس حدیث سے پہلے کی اسناد ہے جب کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان دونوں احادیث کو ایک حدیث میں اکٹھا کر دیا ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے فتاویٰ (۱/۵۸) میں ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ چاشت کی نماز کی فضیلت میں صحیح احادیث موجود ہیں جن کی موجودگی میں ان باطل احادیث کی ضرورت نہیں ہے۔

سفید پگڑیوں والے

(۳۹۵) إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً مُوَكَّلِيْنَ بِأَبْوَابِ الْجَوَامِعِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِأَصْحَابِ الْعَمَائِمِ الْبِيْضِ۔

"بلا شبہ اللہ کی جانب سے جامع مسجدوں کے دروازوں پر فرشتے متعین کیے جاتے ہیں جوان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے سروں پر سفید پگڑیاں باندھ رکھی ہوں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پہلی دو اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ یہ حدیث یحیٰی بن شبیب یمانی کی وضع کردہ ہے اور خطیب کے طریق سے ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور انس نے ذکر کیا ہے کہ یحیٰی نے حمید اور اس کے سوا سے باطل احادیث کو روایت کیا ہے، مزید برآں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۲/۲۷) میں تائید کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس نے میزان میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو یحیٰی نے حمید کا نام لے کر وضع کیا ہے اور ابن عراق نے (۲/۲۳۶) میں اس کو برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں: لیکن میں نے اس کا ایک دوسرا طریق دریافت کیا ہے جس کو ابوعلی قشیری حرانی نے تاریخ الرقۃ (ق/۲/۳۸) میں ابو یوسف سے جس کا نام محمد بن احمد صیدلانی ہے اس نے ذکر کیا کہ ہمیں عباس بن کثیر ابومخلد الرقی نے اس نے کہا ہمیں یزید بن ابی حبیب نے بتایا اس نے میمون بن مہران سے اس نے سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے اپنے والد سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو اس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے احوال میں ذکر کیا ہے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں ہے جب کہ ابو یوسف صیدلانی کے حالات میں معلوم نہیں کر سکا پس وہ یا اس کا شیخ اس اسناد میں آفت ہیں جب کہ ان سے اوپر کے رواۃ ثقہ ہیں اور عمامہ کے بارے میں کوئی صحیح بات ثابت نہیں، البتہ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے عمامہ کے ساتھ اپنے سر کو چھپایا ہے جب کہ کچھ احادیث (۱۲۷-۱۲۹) میں گزر چکی ہیں۔

حاملین قرآن کی فضیلت

(۳۹۶) فَضْلُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِيْ لَمْ يَحْمِلْهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ۔

"قرآن پاک کے حاملین کو ان لوگوں پر جو حاملین نہیں ہیں اس قدر فضیلت ہے کہ جس طرح خالق کی مخلوق پر فضیلت ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث جھوٹی ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو ذیل (ص ۳۲) پر ذکر کیا ہے وہ دیلمی سے وہ محمد

بن تمیم فریابی سے اس کی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زہر الفردوس میں ذکر کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کی آفت محمد بن تمیم راوی ہے خطیب رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ قبل ازیں (۳۹۱) میں گزر چکا ہے کہ یہ شخص کذاب خبیث تھا جب کہ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے کیونکہ من گھڑت احادیث کو بیان کرتا تھا۔

ثریا ستارہ

(۳۹۷) إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ۔

"جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو ہر شہر کے باسیوں سے آفت ختم ہو جاتی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب الآثار (ص ۱۵۹) میں لائے ہیں کہ ہم سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے روایت کیا اس نے کہا ہم سے عطاء بن ابی رباح نے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے طریق سے اس حدیث کو ثقفی نے الفوائد (۱/۱۲/۳) میں اور اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الصغیر (ص ۲۰) میں اور الاوسط (۲/۱۴۰/۱) میں اور اس سے ابو نعیم نے اخبار اصبہان (۱۲۱/۱) میں بیان کیا اور اس نے بتایا کہ النجم سے مقصود ثریا ستارہ ہے، جب کہ اس حدیث کی اسناد کے بھی رواۃ ثقہ ہیں سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے باوجود اس کے کہ اس کی شخصیت فقہ میں مسلم ہے اسے جلیل القدر باور کیا جاتا ہے، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو حافظہ کے لحاظ سے ضعیف قرار دیا ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ امام مسلم، امام نسائی ابن عدی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں صرف اس جملہ پر اکتفا کیا ہے کہ وہ مشہور فقیہ تھے۔ البتہ بن سفیان نے اس کی متابعت کی ہے وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں جب کہ وہ بھی ضعیف ہے البتہ حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے کہ جب ثریا ستارہ صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے تو بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۴۱/۳، ۳۸۸) میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں بھی اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۳۴۷) میں بیان کیا ہے کہ علی بن سفیان کی حدیث میں وہم ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس میں نظر ہے، جب کہ اختلاف کا سبب دونوں الفاظ کے درمیان مخفی نہیں ہے پس اول میں طلوع کو مطلق قرار دیا ہے اور رفع کو ہر شہر سے مقید کر دیا ہے اور یہ اس کے الٹ ہے جب کہ اس نے

طلوعِ صبح کے ساتھ مقید کر دیا ہے اور رفع کو مطلق کر دیا ہے اس کو ذکر کردہ قید کے ساتھ مقید نہیں کیا جب کہ یہ اختلاف دو مختلف قسم کے ضعف کے ساتھ حدیث کی تقویت کے لیے مانع ہے جیسا کہ ہر شخص پر یہ حقیقت مخفی نہیں جو کہ اس شرف والے علم میں مہارت رکھتا ہے۔

قریش کو گالی نہ دو

(۳۹۸) لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ طِبَاقَ الْأَرْضِ عِلْمًا إِنَّكَ أَذَقْتَ أَوَّلَهَا عَذَابًا أَوْ وَبَالًا فَأَذِقْ آخِرَهَا نَوَالًا۔

''تم قریش کو گالی گلوچ نہ دو بلا شبہ ان میں سے ایک عالم روئے زمین کو علم کے ساتھ آباد کر دے گا وہ کہے گا اے اللہ! بلا شبہ تو نے امت کے پہلے لوگوں کو کسی عذاب یا وبال میں مبتلا کیا ہے تو اس امت کے آخری لوگوں کو عطیات سے ہم کنار کریں۔''

تحقیق: یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے، امام طیالسی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند (۱۹۹/۲) میں **منحة المعبود** سے ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے اس نے بتایا کہ ہمیں جعفر بن سلیمان نے آگاہ کیا اس نے نضر بن حمید کندی (اصل میں معبد ہے اور اسی طرح دونوں مقامات میں الحلیہ میں ہے اور التاریخ میں سید ہے جب کہ یہ سب تبدیلی ہے درست نہیں ہے اور اللسان میں درست ہے اس کے حالات میں اس حدیث کو طیالسی رحمہ اللہ اور عقیلی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا گیا ہے) یا عبدی سے اس نے جارود (اس طرح سبھی کے ہاں ہے جب کہ اللسان میں ابو الجارود ہے اور دوسری جگہ میں ابن الجارود ہے واللہ اعلم) سے اس نے ابو الاحوص سے اس نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ طیالسی کے طریق سے اس حدیث کو ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ (۲۹۵/۶، ۶۵/۹) میں اور اس سے خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۶۰/۲، ۶۱) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۴۰۹/۱۴) میں حافظ عراقی رحمہ اللہ نے **محجة القرب الی محبة العرب** (۱۸۴) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے النضر راوی کے بارے میں الجرح والتعدیل (۱/۴۷۷/۴) میں ذکر کیا ہے میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا وہ متروک الحدیث ہے (اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا ہے) اور اس نے مجھے اس کی حدیث سے آگاہ نہیں کیا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور الجارود راوی کو میں نہیں جانتا کشف الخفاء (۵۳/۲) میں اس کو مجہول قرار دیا

گیا ہے جب کہ اس کا یہ کہنا کہ اس سے روایت کرنے والے راوی کے بارے میں اختلاف ہے یہ اس کا وہم ہے بلا کسی اختلاف کے وہ ایسا راوی ہے جس کو چھوڑ دیا گیا تھا نتیجہ یہ ہے کہ اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے البتہ اس کا یہ کہنا: اللهم انك اذقت ...... حسن حدیث ہے ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۷۱/۴) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۲۱۷۰) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے (۱۹۵) میں جب کہ محمد بن عاصم الثقفی نے اپنی حدیث (۲/۲) میں اور الضیاء نے المختارۃ (۱/۲۳۹) میں اور اسی طرح المخلص نے الفوائد المنتقاۃ (۱/۶/۸) میں اعمش کے طریق سے اس نے طارق بن عبدالرحمن سے اس نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس حدیث کے رواۃ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بخاری مسلم کے رواۃ ہیں جب کہ طارق راوی کے بارے میں کلام ہے جو باعث ضرر نہیں بعض ازاں میں نے اس حدیث کو ابوالقاسم السمرقندی کے جزء الفواد المنتقاہ (۱/۱۱) میں دوسرے طریق سے جعفر بن سلیمان سے بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ اس حدیث کے بارے میں نضر بن حمید کندی ابو الجارود رحمہ اللہ نے ابوالاحوص سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایسا مقام ہے جو اس کی تائید کرتا ہے جس کو ہم نے نضر کے والد کے نام کے بارے میں درست قرار دیا ہے کہ نام حمید ہے جب کہ لسان المیزان میں جو ہے وہ ترجیح دے رہا ہے کہ ابوالجارود اس النضر (راوی) کی کنیت ہے وہ اس حدیث میں اس کا شیخ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے اس کو مسند ھیثم بن کلیب (۲/۸۰) میں دیکھا کہ وہ فہد بن عوف رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے، اس نے بتایا کہ ہمیں جعفر بن سلیمان نے خبر دی، اس نے کہا مجھے نضر بن حمید کندی نے بیان کیا، اس نے کہا مجھے جارود نے ابوالاحوص سے اس حدیث کو روایت کیا جب کہ یہ طیالسی کی روایت کے موافق ہے۔ فہد راوی حجت کے لائق نہیں ہے ابن المدینی نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ امام مسلم اور فلاس نے اس کو متروک قرار دیا ہے یہ حدیث عقیلی کے نزدیک (۴۳۵) میں خالد بن ابی زید القرنی کے طریق سے ہے یہ راوی سچا ہے، اس کا نام المزرفی ہے، اس نے کہا ہمیں جعفر بن سلیمان نے اس نے النضر سے اس نے کہا مجھے ابوالجارود نے اس سے آگاہ کیا، میں کہتا ہوں: یہ حدیث میں دوسری علت ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے جب کہ حدیث کا پہلا جز عطاء راوی سے مرسل ہے الفاظ یہ ہیں کہ "تم قریش کی عزت کرو اس لئے ......" عنقریب اس کا تذکرہ آ رہا ہے۔

بعد ازاں میں نے دوسرے حصہ کا ایک اور شاہد پایا جو ابن عمر سے مروی ہے جس کو القضاعی نے

(۲/۱۲۰) میں ابو سعید بن اعرابی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن غالب نے روایت کیا اس نے کہا ہمیں مسلم بن ابراہیم نے اس نے کہا ہمیں شعبہ نے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے عبید بن عمیر سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح ہے اس کے سبھی راوۃ ثقۃ اور معروف ہیں جب کہ محمد بن غالب راوی جو التمتام کے ساتھ معروف ہے وہ حافظ ہے کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرتا ہے دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

قریش کی فضیلت

(۳۹۹) اَللّٰهُمَّ اهْدِ قُرَيْشًا فَإِنَّ عِلْمَ الْعَالِمِ مِنْهُمْ يَسَعُ طِبَاقَ الْأَرْضِ اَللّٰهُمَّ أَذَقْتَ أَوَّلَهَا نَكَالًا فَأَذِقْ آخِرَهَا نَوَالًا۔

”اے اللہ قریش کو ہدایت عطا فرما بلا شبہ ان سے ایک عالم کا علم زمین کے طبقات کو بھر دے گا اے اللہ! تو نے قریش کے اول لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کیا ہے پس تو ان سے آخر لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کر۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو الکامل (۲/۸) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۹/ ۶۵) میں اسماعیل بن مسلم کے طریق سے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۳/ ۶۰۔ ۶۱) میں اور اس سے عراقی نے محجۃ القرب میں ابن عیاش کے طریق سے اس نے عبد العزیز بن عبید اللہ سے اس نے وہب بن کیسان سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ یہ دونوں اسناد غایت درجہ ضعیف ہیں اسماعیل بن مسلم اور عبد العزیز بن عبید اللہ حمصی (راوی) دونوں متروک ہیں جب کہ اس حدیث کو الکشف (۲/ ۵۳) میں ترمذی کی جانب منسوب کیا ہے اور احمد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب کہ یہ وہم ہے اس نے اس کے دوسرے حصے کو اس سے ذکر کیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے پہلی حدیث میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

اعمال میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۰۰) لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

”بلاشبہ علی بن ابی طالب کا جنگ خندق کے موقعہ پر عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنا میری امت کے قیامت کے دن تک اعمال سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث جھوٹ کا پلندہ ہے، امام حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المستدرک (۳/۳۲) میں احمد بن عیسیٰ خشاب قنیس کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمرو بن ابی سلمۃ نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سفیان ثوری نے بیان کیا اس نے بہز بن حکیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے مرفوعاً روایت کیا ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے التلخیص میں ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس رافضی شیعہ کو تباہ و برباد کرے جس نے اس حدیث کو جھوٹ بنایا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت یہ خشاب راوی ہے بلاشبہ یہ شخص کذاب ہے جیسا کہ ابن طاہر وغیرہ نے کہا ہے شاید اس نے اپنے جیسے کذاب شخص سے اس کا سرقہ کیا ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۳/۱۹) میں اسحاق بن بشر قرشی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے اس کو بہز سے نقل کیا ہے جب کہ یہ اسحاق کاہلی (راوی) جو کہ کوفی ہے کذاب بھی ہے اس کی احادیث موضوعہ پہلے بھی گزر چکی ہیں مثال کے طور پر آپ (۳۰۹، ۳۱۱، ۳۲۹، ۳۵۱) کا ملاحظہ کریں۔

مسواک کے استعمال کا وقت

(۴۰۱) إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعَشِيِّ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ صَائِمٍ تَيْبَسُ شَفَتَاهُ بِالْعَشِيِّ إِلَّا كَانَتْ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

”جب تم نے روزہ رکھا ہوا ہے تو تم صبح کے اوقات میں مسواک کرو پچھلے پہر کے اوقات میں مسواک نہ کرو اس لئے کہ کوئی بھی روزہ دار نہیں جس کے ہونٹ دن کے پچھلے پہر میں خشک ہو جاتے ہیں مگر وہ ہونٹ قیامت کے دن اس کے آگے روشنی والے ہوں گے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۸۴/۲) میں اور دارقطنی رحمہ اللہ نے (ص ۲۴۹) میں اور دارقطنی رحمہ اللہ سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۴/۲۷۴) میں کیسان ابو عمر القصار کے طریق سے اس نے یزید بن بلال سے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے بعد ازاں انہوں نے اس حدیث کو اس طریق سے عمرو بن عبد الرحمٰن سے اس نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

کی مثل روایت کیا ہے اور دار قطنی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کی ہے ان دونوں نے آگاہ کیا ہے کہ کیسان ابوعمر راوی قوی نہیں ہے نیز جو راوی اس کے درمیان اور علی کے درمیان ہے وہ معروف نہیں ہے جب کہ ابن الملقن نے خلاصۃ البدر المنیر (ق ۲/۶۹) میں ان دونوں کو برقرار رکھا ہے، اور المجمع (۳/۱۶۴-۱۶۵) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر میں سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے البتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی اسناد میں کیسان ابوعمر کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ دوسروں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ المناوی رحمہ اللہ نے الفیض میں عراقی سے روایت کیا ہے اس نے ترمذی کی شرح میں اس حدیث کو انتہا درجہ کی ضعیف قرار دیا ہے اور الھدایۃ کی تخریج سے بیان کیا کہ اس میں کیسان خصاب اس طرح انتہا درجہ کا ضعیف ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے اس حدیث کی اسناد میں کیسان راوی ان کے نزدیک ضعیف ہے البتہ ابن العزیزی کا قول جو الجامع الصغیر کی شرح (۱/۱۲۹) میں ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تلافی ہو رہی ہے حالاں کہ اس کا یہ قول وہم ہے اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے اور اس کے سوا نے بھی اس کی تلافی نہیں کی ہے اور اس کے سوا نے اس کا ادعا نہیں کیا ہے بلکہ اس کی مخالف روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

مسواک کی اہمیت

(۴۰۲) كَانَ يَسْتَاكُ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آخر میں مسواک کیا کرتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے تھے۔"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اس روایت کو اس نے احمد بن عبداللہ المیسرۃ الحرانی سے اس نے شجاع بن ولید سے اس نے عبیداللہ بن عمر سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابن میسرہ کے باعث معلول قرار دیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ راوی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ اس کا مرفوع ہونا باطل ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اسی طرح نصب الرایہ (۲/۴۶۰) میں ہے جب کہ اس حدیث میں روزے دار شخص کے لئے مسواک استعمال کرنا مشروع ہے جس وقت بھی وہ مسواک استعمال کرنا چاہے خواہ دن کا آغاز ہو یا دن کا آخری حصہ ہو اس کی

دلیل نبی ﷺ کا عام ارشاد ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا (بخاری، مسلم) اور کس قدر عمدہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کی اسناد حسن درجہ کا احتمال رکھتی ہے، عبدالرحمٰن بن غنم سے مروی ہے اس نے کہا میں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟ کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کر سکتا ہوں؟ اس نے ہاں میں جواب دیا! میں نے دریافت کیا دن کے کس حصے میں مسواک کروں اس نے جواب دیا جب آپ چاہیں خواہ صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو، میں نے ذکر کیا کہ لوگ تو دن کے پچھلے پہر میں مسواک کرنے کو ناپسند گردانتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے اس نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سبحان اللہ کا کلمہ کہا کہ آپ نے ان کو مسواک کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ روزے دار کے منہ سے بو نمایاں ہوتی ہے اگر چہ وہ مسواک بھی کرے اور یہ وہ چیز نہیں کہ آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے منہ کو جان بوجھ کر بودار کریں اس میں تو کچھ بھلائی نہیں ہے بلکہ اس میں تو شر ہے البتہ وہ شخص جو جسم میں کسی بیماری کے ساتھ مبتلا کیا گیا ہے جس سے اسے کچھ بچاؤ نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار کا پہنچنا بھی اسی طرح ہے بلاشبہ اس کو اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے جس کو اضطراری کیفیت حاصل ہو اور اس سے بچاؤ نہ کر سکے اس نے اثبات میں جواب دیا البتہ جو شخص خود کو کسی مصیبت میں عمداً مبتلا کرتا ہے تو اس کے لئے کچھ ثواب نہیں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص (ص ۱۹۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد مضبوط ہے اس کے بعد زیلعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں وہ لوگ داخل ہیں جو تکلف کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں اور مساجد کی جانب زیادہ آنا جانا رکھتے ہیں نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ جو لوگ مساجد کی جانب کثرت کے ساتھ رواں دواں رہتے ہیں اور وہ لوگ جو بڑھاپے کے ظہور میں کہ بڑھاپا ان کے بالوں میں نمودار ہو بنسبت نبی ﷺ کے اس رشاد کے کہ جو شخص اسلام کی حالت میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا اس کو اس کے بڑھاپے کے باعث اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔

آدم علیہ السلام ہندوستان میں

(۴۰۳) نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَنَادَى بِالْأَذَانِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ آدَمُ مَنْ مُحَمَّدٌ؟ قَالَ آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ ـ

''آدم علیہ السلام نے آسمان سے ہندوستان میں نزول فرمایا انہوں نے تنہائی کو محسوس کیا تو جبریئل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے اذان کے کلمات اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ دوبار دہرائے اشھد ان محمداً رسول اللہ دوبار دہرائے، تو آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے اس نے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام سے آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۳۲۳/۲) میں محمد بن عبداللہ بن سلیمان سے اس نے بتایا ہمیں علی بن بہرام کوفی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبدالملک بن ابی کریم نے اس نے عمرو بن قیس سے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے علی بن بہرام راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ذکر ان رواۃ سے کیا ہے جو اس حدیث کو ابو کریمہ سے روایت کرتے ہیں اس کا نام علی بن یزید بن بہرام ہے بعدازاں میں نے اس کا تذکرہ تاریخ بغداد میں پایا ہے، اس نے یزید کو اس کا دادا قرار دیا ہے چنانچہ اس نے (۳۵۳/۱۱) میں بتایا ہے کہ علی بن بہرام بن یزید ابو جیۃ المزنی العطار افریقہ کے باشندوں میں سے ہے وہ عراق کی جانب منتقل ہوا وہیں وفات تک سکونت پذیر رہا اور اس نے بغداد میں عبدالملک بن ابی کریمہ انصاری سے بیان کیا اس سے احمد بن یحییٰ اودی نے اور موسیٰ بن اسحاق انصاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور آپ رازی اور حسن بن اطیب شجاعی کو ضرور ملاحظہ کریں بعدازاں اس نے اس سے دو احادیث بیان کی ہیں جب کہ ان میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا اور محمد بن عبداللہ بن سلیمان دو مختلف اشخاص ہیں ان میں ایک کوفی ہے ابن مندہ رحمہ اللہ نے اس کو مجہول قرار دیا ہے جب کہ دوسرا خراسانی ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو موضوع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے بظاہر یہی ہے کہ یہ پہلا ہی ہے۔

یہ حدیث اپنے ضعیف ہونے کے باجو گزشتہ حدیث سے زیادہ قوی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس نے کہا اے میرے پروردگار میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا جس کو میں نے ابھی تک پیدا نہیں کیا ہے، حدیث نمبر (۵۲) کا ملاحظہ کریں جب کہ یہ حدیث صراحتا دلالت کرتی ہے کہ آدم علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے۔ وہ ابھی جنت میں تھے زمین کی جانب اترے نہیں تھے

جب کہ اس میں وضاحت ہے کہ آدم علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پہچانا نہیں تھا یہاں تک کہ زمین پر اترنے کے بعد بھی نہیں پہچانا اسی لئے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ محمد ﷺ کون ہے پس اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس کے موضوع ہونے کو ثابت کیا گیا تھا شاید آپ کو یاد آ جائے یا اگر آپ چاہیں تو مراجعت کر لیں، جب کہ میں اس حدیث کو حجت قرار نہیں دیتا جیسا کہ معاملہ ظاہر ہے البتہ علمی تحقیق اجازت دیتی ہے کہ بہت زیادہ ضعیف حدیث کو اس کے کم ضعیف کے باعث رد کر دیا جائے جب کہ اس کے ضعف میں کمی ہو جیسا کہ اس شخص پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں جو اس عمدہ علم کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھتا ہے۔

عرفہ میں روزہ

(۴۰۴) نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ۔

”نبی ﷺ نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۸۲/۱) میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۵۲۸/۱) میں اور طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار (۱۱۲/۴) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۰۶) میں اور حربی رحمہ اللہ نے غریب الحدیث (۲/۳۸/۵) میں اور حاکم نے (۴۳۴/۱) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۲۸۴/۴) میں حوشب بن عقیل کے طریق سے اس نے مہدی الہجری سے اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تو ان کے فحش قسم کے اوہام سے ہے اس لئے کہ حوشب بن عقیل اور اس کے استاد مہدی ہجری سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نہیں کی جب کہ الھجری راوی مجہول ہے جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی (۱۸/۷) میں ذکر کیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے بھی میزان میں اس کو برقرار رکھا ہے جبکہ ابو حاتم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور التھذیب میں ابن معین سے اس کی مثل ہے تو حدیث کو کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اس کی اسناد میں یہ شخص مجہول ہے اور اسی لئے ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس نے واضح کیا ہے کہ اس قسم کا راوی حجت کے لائق نہیں اور اسی طرح ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو زاد المعاد (۱۶/۱، ۲۳۷) میں ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ کا اس کو ثقہ قرار دینا اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ

اس فن میں سہل انگاری سے کام لیتا ہے اور اسی لئے امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ان دونوں کی توثیق پر اعتماد نہیں کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الھجری کے حالات میں اس کو مقبول قرار دیا ہے یعنی جب متابعت موجود ہو وگرنہ اس کو ضعیف کہا ہے اور چونکہ وہ اس حدیث میں متفرد ہے اس لئے اس کے نزدیک ضعیف ہے اگر کہا جائے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی مثل حدیث ذکر کی ہے تو کیا اس کے ساتھ تقویت ہو جائے گی میں کہتا ہوں ہرگز نہیں اس لئے کہ اس کی اسناد میں ابراہیم بن محمد اسلمی کے بارے میں شدید قسم کا ضعف ہے اس جیسے شخص کے ساتھ تقویت ممکن نہیں چنانچہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط (۱/۱۰۵/۱) میں کہا ہے اس کی زوائد سے کہ ہمیں ابراہیم نے بیان کیا جو کہ بیٹا ہے ..... اس نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحیم بن شروس نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ابرہیم بن محمد اسلمی نے اس نے صفوان بن سلیم سے اس نے عطار بن یسار سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو صفوان سے صرف ابراہیم نے بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں وہ متروک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن شروس کو میں پہچانتا نہیں ہوں مالبتہ مجمع الزوائد (۱۸۹/۳) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن ابی یحییٰ راوی میں کثرت کے ساتھ کلام وارد ہے جب کہ اس کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے، میں کہتا ہوں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ کے قلم سے (ابراہیم بن) کا نام رہ گیا ہے جب کہ وہ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہے اور اس راوی کو مالک قطان ابن معین نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ جمہور نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو اس جیسے شخص کو نہ اجتہاد کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ قابل تکریم ہے اس حدیث کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ ناواقف شخص اس کے باعث دھوکہ میں مبتلا نہ ہو تو اس کے باعث حج کرنے والے پر عرفہ کے دن کے روزہ کو ظاہر نہی کے باعث حرام قرار دے وگرنہ ہمیں زیادہ محبوب ہے کہ حج کرنے والا شخص اس دن روزہ نہ رکھے تا کہ اس کو احکام حج کی ادائیگی پر قوت حاصل رہے مزید برآں اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حجۃ الوداع سے ثابت ہے آپ ہمارے رسالہ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں (حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اہل علم حضرات فائدہ اٹھا رہے ہیں والحمد للہ علی ذلک) اور اس کی جانب امام احمد رحمہ اللہ کی کلام میں اشارہ ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ نے المسائل (ص ۱۶۶) میں آگاہ کیا ہے یہ مخطوطہ ابھی اشاعت پذیر نہیں ہوا اپنے باپ سے

اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو سفر میں نفلی روزہ رکھتا ہے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا اس لئے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے انہوں نے آگاہ کیا اگر سفر میں فرض روزہ رکھتا ہے تو اس کا روزہ فرض سے کفایت کرے گا جب کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ وہ نفل روزہ رکھے اور نہ فرض روزہ رکھے بعد ازاں میں نے حدیث کا ملاحظہ کیا جس کو دولابی نے (۱/۱۳۳) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے جب کہ ابن سعد رحمہ اللہ نے (۷/۱۲۵) میں اور ابو سلمہ یحیی رحمہ اللہ نے جزء الانصاری (۱/۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

(۴۰۵) مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ قَرَأَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) مِائَةَ مَرَّةٍ قَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمَ فَكُلَّمَا قَرَأَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) غُفِرَلَهٗ ذَنْبُ سَنَةٍ۔

”جس شخص نے صبح کی نماز ادا کی بعد ازاں اس نے کلام کرنے سے پہلے (قل هو اللہ احد) سو بار دہرایا تو جب بھی اس نے (قل هو اللہ احد) پڑھا تو اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جب کہ اسی طرح حاکم رحمہ اللہ نے (۳/۵۷۰) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۹۶/۱۹) میں محمد بن عبدالرحمٰن قشیری کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ مجھے اسماء بنت واثلہ بن اسقع نے بتایا اس نے کہا میرا باپ جب صبح کی نماز ادا کر لیتا تو قبلہ رخ ہو کر بیٹھا رہتا سورج کے طلوع ہونے تک کلام نہیں کرتے تھے تو کبھی میں اس سے کسی کام کے باعث گفتگو کرتی تو وہ مجھ سے ہم کلام نہ ہوتے اس پر میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو اس نے یہ حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے بارے میں حاکم رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی اور ذہبی رحمہ اللہ نے اسکے بارے میں کچھ نہ کہا جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۰/۱۰۹) میں حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی اسناد میں محمد بن عبدالرحمٰن قشیری راوی متروک ہے میں کہتا ہوں بلکہ وہ کذاب ہے جیسا کہ ازدی نے کہا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۳/۲/۳۲۵) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا وہ جھوٹ

کہتا تھا اور حدیث کو گھڑتا تھا۔

غروب آفتاب کے وقت اللہ اکبر کہنے کی فضیلت

(۴۰۶) مَنْ كَبَّرَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ كُلِّ قَطْرَةٍ فِي الْبَحْرِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ مَا بَيْنَ دَرَجَتَيْنِ مَسِيرَةَ مِائَةِ عَامٍ بِالْفَرَسِ الْمُسْرِعِ۔

''جس شخص نے سورج غروب ہونے کے وقت سمندر کے کنارے میں اللہ اکبر کے کلمات بلند آواز کے ساتھ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب کے ساتھ نوازے گا سمندر کے ہر قطرہ کے برابر دس نیکیاں عطا کرے گا اور اس سے دس برائیوں کو مٹا دے گا اور اس کے دس درجات کو بلند کر دے گا ہر دو درجات کے درمیان سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا اور مسافت ایسے گھوڑے کی جو تیز رفتار ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۱۲۲) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۱۲۵/۳) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۸۷/۳) میں ابراہیم بن زکریا عبدسی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں فدیک بن سلیمان نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں خلیفہ بن حمید نے ایاس بن معاویہ سے روایت کیا اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایاس کی حدیث سے غریب قرار دیا ہے اور اس سے سوائے خلیفہ کے کسی اور نے ذکر نہیں کیا ہے اس حدیث کے بیان کرنے میں فدیک راوی متفرد ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ، میں کہتا ہوں: یہ حدیث غایت درجہ منکر ہے اور خلیفہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے نیز اس کی اسناد میں اس تک وہ رواۃ ہیں جو متہم ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس عبدسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ابن عدی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ یہ باطل احادیث بیان کرتا تھا اور ابن حبان رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ وہ مالک سے موضوع احادیث روایت کیا کرتا تھا جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس خلیفہ شخص کے احوال میں میزان الاعتدال سے ذکر کیا ہے کہ اس میں جہالت ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہے پھر یہ حدیث عقیلی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر

کیا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذہبی رحمہ اللہ کا کلام ذکر کیا ہے جو تلخیص میں ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ غافل رہا ہے اس راوی سے جو متہم ہے جس کی جانب ذہبی رحمہ اللہ کے کلام میں اشارہ ہے کہ وہ معلول ہے مجمع الزوائد (۲۸۸/۵) میں ذکر کردہ ذہبی رحمہ اللہ کی کلام کے ساتھ جو خلیفہ کے احوال میں ہے جب کہ یہ ایسی کوتاہی ہے جو واضح ہے پوشیدہ نہیں۔ بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ ابن عراق نے اس حدیث کو تنزیه الشريعة المرفوعة عن الاخبار الشنيعة الموضوعة (۲۸۸/۲) میں ذکر کیا ہے۔

بیٹیاں باعث جنت

(۴۰۷) مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ وَسَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ فَقَالَ رَجُلٌ أَوِ اثْنَتَانِ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ أَوِ اثْنَتَانِ فَقَالَ رَجُلٌ أَوْ وَاحِدَةٌ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ أَوْ وَاحِدَةٌ۔

”جس شخص کی تین بیٹیاں ہیں وہ ان کی تکلیف اور مضرت رسانیوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و رحمت کے ساتھ ان کے سبب جنت میں داخل کرے گا ایک شخص نے دریافت کیا' کیا دو بیٹیاں بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھی ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی! کیا ایک بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بھی۔

تحقیق: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۷۷/۴) میں اور امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۳۵/۲) میں ابن جریج کے طریق سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے عمر بن نبہان سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے اور امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۸۵/۳) میں برقرار رکھا ہے اور میں کہتا ہوں ہرگز نہیں! اس لئے کہ ابن جریج اور ابو الزبیر دونوں مدلس راوی ہیں اور ان دونوں نے اس حدیث کو بصیغہ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے اور عمر بن نبہان راوی مجہول ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے تو اسے کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے جب۔

کہ اس سے جابر کی حدیث مستغنی کر رہی ہے جو کہ مرفوع ہے الفاظ یہ ہیں ''جس شخص کے لئے تین بیٹیاں ہوں جن کو وہ ادب سکھلاتا ہے اور انہیں مستغنی کرتا ہے تو اس کے لئے لازمی طور پر جنت ہے لوگوں میں سے ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! دو لڑکیاں بھی، آپ نے فرمایا: دو بھی!'' بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد (ص ۱۴) میں ذکر کیا ہے، اور ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ میں دو طریق سے محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے وہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے پس یہ اسناد صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کو محبوب نام

(۴۰۸) أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ مَا تُعُبِّدُ بِهِ۔

''سب ناموں سے زیادہ محبوب نام اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ تمام نام ہیں، جن کے ساتھ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۵۹/۳) میں معلل بن نفیل الحرانی سے اس نے محمد بن محصن سے اس نے سفیان سے اس نے منصور سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے لڑکے یا غلام کا نام حارث یا مرہ یا ولید یا حکم یا ابا الحکم یا افلح یا نجیح یا یسار رکھے نیز آپ نے فرمایا سبھی ناموں میں سے محبوب نام اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے جب کہ سبھی ناموں میں سے سچائی کا نام ھمام ہے۔ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۵۱/۸) میں اس کے بعد کہ اس نے اس کی نسبت معجم الکبیر یا معجم الاوسط کی جانب کی ہے اور یہ اس کا سیاق ہے۔ اس میں محمد بن محصن عکاشی راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں بلکہ وہ تو کذاب ہے جیسا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شیرازی کی روایت کے ساتھ الالقاب میں ذکر کیا ہے، نیز طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کو ہیثمی کے اس کلام کے ساتھ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے معلول قرار دیا ہے بعد ازاں اس نے کہا کہ فتح الباری میں ذکر ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے جب کہ مؤلف نے اس کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں کیا اور اس شخص کو وہم ہے جو کہتا ہے کہ اس نے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے البتہ اس کے ضعف کو الـــدرر میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کے ضعیف قرار دیئے جانے پر کوتاہی ہے جب کہ یہ تو ایک کذاب شخص کی

روایت ہے البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ضعیف حدیث کی اقسام سے موضوع حدیث ہے جیسا کہ اصطلاح میں ثابت ہے اس لئے اس میں منافات نہیں ہے آپ دو احادیث کے بعد آنے والی حدیث کا ملاحظہ کریں۔

عاشق درجۂ شہادت پر

(۴۰۹) مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

''جس شخص نے عشق کیا اور اس کو چھپایا اور پاکدامنی اختیار کی پھر وہ فوت ہو گیا تو وہ شخص درجۂ شہادت پر فائز ہو گا۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تاریخ (۱۵۶/۵، ۲۶۲، ۵۰/۶-۵۱، ۲۹۸/۱۱، ۱۸۴/۱۳) میں اور الثعالبی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۲۹) میں اور ابو بکر کلاباذی رحمہ اللہ نے مفتاح المعانی (۲/۲۸۱) میں اور السّلفی رحمہ اللہ نے الطیوریات (۲/۲۴) اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۲/۶۶۳/۱۲) میں اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی مشیخۃ (الشیخ الثامن والسبعون) میں سوید بن سعید الحدثانی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں علی بن مسہر نے بتایا اس نے ابو یحیٰی القتات سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت ابو یحیٰی القتات کا ضعیف ہونا ہے اور اس کا نام زاذان ہے جب کہ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام کچھ اور ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو لین الحدیث کہا ہے جب کہ دوسری علت سوید بن سعید (راوی) کا ضعیف ہونا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فی نفسہ صدوق قرار دیا ہے البتہ وہ اندھا ہو گیا تھا وہ ایسی باتوں کو قبول کرتا تھا جو اس کی حدیث میں نہیں ہوتی تھیں جب کہ ابن معین رحمہ اللہ کا قول اس کے بارے میں حد سے زیادہ غلط ہے۔

میں کہتا ہوں: اس راوی کے بارے میں ابن معین کا کلام آگے آئے گا نیز متقدمین ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق کیا ہے چنانچہ ابن الملقن نے الخلاصۃ (۲/۵۴) میں بتایا ہے کہ ائمہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے ابن عدی، حاکم، بیہقی، ابن طاہر اور ان کے علاوہ ائمہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ وہ ایک ہے جس نے سوید بن سعید پر انکار کیا ہے یحیٰی بن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس سے لڑائی کرتا۔ اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بذل الماعون (۲/۴۵) میں واضح کیا ہے کہ اور اس کی اسناد میں کلام ہے جب کہ بعض متاخرین حدیث کی تقویت کی جانب گئے

ہیں کہ حدیث دوسرے طریق سے بھی وارد ہے چنانچہ زرکشی رحمہ اللہ نے اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورۃ (رقم ۱۶۶) میں میرے نسخہ کے مطابق ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے سوید بن سعید کی وجہ سے انکار کیا ہے لیکن وہ اس میں متفرد نہیں جب کہ زبیر بن بکار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عبدالملک بن عبدالعزیز بن الماجشون نے عبد العزیز بن ابی حازم سے اس نے ابن ابی نجیح سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو بیان کیا جب کہ یہ اسناد صحیح ہے حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنۃ طبع الخانجی (۴۲۰) میں اس کے بعد کہ اس نے اس طریق کو بیان کیا ہے اور غور کیا جائے کیا یہ وہی طریق ہے کہ جس کو الخرائطی رحمہ اللہ نے ان میں سے ذکر کیا ہے پس اگر یہ وہی ہیں تو عراقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان کی اسناد میں نظر ہے جب کہ الدیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سند میں زبیر کے طریق سے روایت کیا ہے جب کہ اس کے نزدیک عبداللہ بن عبدالملک بن الماجشون سے ہے اس طرح نہیں ہے جس طرح کہ یہاں ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ خرائطی کے طریق کو سخاوی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے چنانچہ اس نے کتاب الداء والدواء (ص ۳۵۳-۳۵۴) میں آگاہ کیا ہے کہ البتہ ابن ماجشون کی حدیث جو عبدالعزیز بن ابی حازم سے ہے اس نے ابن ابی نجیح سے ذکر کیا ہے اس نے مجاہد سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، اس نے ابن ماجشون پر جھوٹ باندھا ہے کیونکہ اس نے یہ بیان نہیں کیا اور نہ ان سے زبیر بن بکار نے بیان کیا، یہ تو بعض جھوٹے لوگوں نے سند جوڑی ہے، سبحان اللہ! اس سند کا اس جیسے متن سے کیسے احتمال ہوسکتا ہے، اللہ ان گھڑنے والوں کو تباہ کرے۔

ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ نے یہ حدیث محمد بن جعفر بن سہل سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں یعقوب بن عیسیٰ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے لڑکے سے اس نے ابن ابی نجیح سے اس نے مجاہد سے مرفوعاً بیان کیا اور یہ قباحت والی غلطی ہے اس لئے کہ محمد بن جعفر وہ خرائطی ہے جس کی وفات ۸۲۷ ہجری میں ہوئی تھی اس لحاظ سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے شیخ یعقوب بن ابی نجیح سے ملاقات کرتا بالخصوص جب کہ اس نے اس کو اپنی کتاب الاعتدل میں اس یعقوب سے ذکر کیا ہے وہ زبیر سے وہ عبدالملک سے وہ عبدالعزیز سے وہ ابن ابی نجیح سے جبکہ یہ شخص جو الخرائطی ہے یہ روایت کرنے میں ضعف کیساتھ مشہور ہے ابوالفرج نے اس کا تذکرہ کتاب الضعفاء میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ میں الخرائطی کے بارے میں متقدمین میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں کہ کسی نے اس کو ضعف کے ساتھ متہم کیا ہو اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو میزان الاعتدال میں شامل نہیں کیا اور نہ ہی لسان المیزان میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر استدراک کیا ہے یعنی شامل نہیں ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۲/۱۳۹-۱۴۰) میں اس کے حالات کا ذکر کیا ہے بعد ازاں سمعانی رحمہ اللہ نے الانساب میں ان کے بعد ابن اثیر رحمہ اللہ نے اللباب میں تو اس کو ان میں سے کسی ایک نے مجروح قرار نہیں دیا ہے بلکہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۵/۹۳/۱-۲) میں اس کے حالات بیان کیے ہیں اور ابونصر ابن ماکولا نے اس سے روایت کیا ہے اس نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس کا شمار ثقہ رواۃ سے ہے اس لحاظ سے میں زبردست شک میں مبتلا ہوں اس کی صحت کے بارے میں جس کو ابوالفرج نے الخرائطی کے جانب سے ضعف کا ذکر کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تو ثقہ راوی ہے حجت ہے، واللہ اعلم، پس شاید اس اسناد کی علت یعقوب بن عیسیٰ راوی ہے جو خرائطی کا استاذ ہے اس کے کوائف معلوم نہیں ہو سکے جب کہ اس یعقوب کے طبقہ سے یعقوب بن عیسیٰ بن ماہان ہے جس کی کنیت ابو یوسف المؤدب ہے خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کے احوال وکوائف کو (۱۴/۲۷۱-۲۷۲) میں ذکر کیا ہے اور اس نے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ نہیں بتایا ہے کہ وہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، واللہ اعلم۔

ان کا شمار امام احمد رحمہ اللہ کے شیوخ سے ہوتا ہے جس کا تذکرہ المسند میں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التعجیل میں ذکر کیا ہے ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ ہمارے شیخ کے بیٹے کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ رواۃ میں شمار کیا ہے بعد ازاں میں نے امام ابن حجر رحمہ اللہ کو پایا کہ اس نے تلخیص الحبیر (۵/۲۷۳) میں اس پر کلام کی ہے اور اس نے اس کو پہلے طریق سے معلول قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو الخلاصۃ سے نقل کیا ہے جبکہ دوسرے طریق کو یعقوب کی روایت سے معلول قرار دیا ہے وہ ابن ابی نجیح سے روایت کرتا ہے کہ یعقوب کو احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، بعد ازاں اس نے آگاہ کیا کہ اس کو الخطیب رحمہ اللہ نے زبیر بن بکار کے طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ یہ ایسا طریق ہے جس میں بعض راویوں نے غلطی کی ہے اور ایک اسناد کو دوسری اسناد میں داخل کر دیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ طریق بھی ضعیف ہے اس لئے کہ یعقوب راوی ضعیف ہے اور روایت میں اضطراب بھی ہے کبھی وہ ابن ابی نجیح کہتا ہے وہ مجاہد سے مرفوعا روایت کرتا ہے اور مرسل ذکر کرتا

ہے اور اسکے اور ابن ابی نجیح کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کرتا اور کبھی وہ زبیر سے روایت کرتا ہے وہ عبد الملک سے وہ عبدالعزیز سے وہ ابن ابی نجیح سے وہ مجاہد سے وہ ابن عباس سے مسند روایت کرتا ہے اور متصل ذکر کرتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کا قول: اسلام کے حفاظ کا کلام اس انکار کے سلسلہ میں ترازو ہے اس قسم کے بارے میں ان کی جانب رجوع کیا جائے جب کہ اس روایت کو کسی ایسے شخص نے صحیح بلکہ حسن بھی قرار نہیں دیا ہے جس پر فن حدیث میں اعتماد کیا جاسکے اور صحت کے لحاظ سے اس کی جانب رجوع کیا جائے جبکہ اس کی عادت میں تسامح اور تساہل نہیں ہے اس نے خود کو اس وصف سے موصوف نہیں کیا نیز یہ حقیقت کافی ہے کہ ابن طاہر راوی جو تصوف کی احادیث میں سہل انگاری سے کام لیتا ہے اور چشم پوشی کرتا ہے وہ کمزور اور قوی بھی احادیث کو ذکر کرتا ہے اس نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کے باطل ہونے کا دعویٰ کیا ہے [1] ہاں! ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔[2]

ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے میں ذکر ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص عشق کے باعث موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا ہے ابن حزم نے جواب دیا کہ وہ تو شہوت کا قتیل ہے اس میں عقل نہیں ہے اور نہ طاقت وقوت ہے، عرفات جگہ میں اس کی جانب ایک جواں سال شخص کو اٹھا کر لایا گیا جو چوزے کی مانند نڈھال ہو چکا تھا اس نے دریافت کیا اس کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا عشق کے باعث بیمار ہے اس کے بعد وہ دن کے اکثر اوقات میں عشق سے پناہ طلب کیا کرتے تھے پس یہ ہے وہ چیز جو ان سے اس کے بارے میں منقول ہے اور جو چیز اس کو نمایاں کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں شہیدوں کا شمار کرتے ہوئے فرمایا: کہ جو شخص جہاد میں قتل ہو جاتا ہے، آگ میں جل جاتا ہے، پانی میں ڈوب جاتا ہے، اور پیٹ کی بیماری جلاب وغیرہ میں فوت ہو جاتا ہے، نفاس والی عورت کہ اس کے ہاں تولد پذیر ہونے والے بچے کے سبب وہ موت سے ہم کنار ہو جاتی ہے، جو شخص نمونیا کے مرض سے فوت ہو جاتا ہے، لیکن ان میں اس شخص کا کچھ ذکر نہیں جس کو عشق موت سے ہم کنار کر دیتا ہے اور عشق کے باعث مقتول ہونے کے بارے میں یہ اثر صحیح ہے جو ابن عباس سے

---

[1] میں کہتا ہوں: اس نے اس کو اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات (ص ۹۱) میں ذکر کیا ہے۔

[2] اس جانب اشارہ ہے کہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جب کہ وہ سوید راوی کے طریق سے بھی ہے اس لئے زاد المعاد میں وارد ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کے لحاظ سے اس کی صحت میں نظر ہے۔

منقول ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے صبر کرے اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے پاکدامنی اختیار کرے اور اللہ کی رضا کے لئے اپنے عشق کو پردے میں رکھے حقیقت یہ ہے کہ جب عاشق شخص صبر ومصابرت سے کام لیتے ہوئے پاکدامنی اختیار کرے گا اور اپنے معشوق پر قدرت حاصل کرنے کے باجود چھپائے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دے گا اور اللہ کے ڈر اور اس کی رضا جوئی کو اختیار کرے گا تو وہ شخص زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس کا شمار ہو، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (النازعات:)

''وہ شخص جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے خوفزدہ رہا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش نفسانی سے روکے رکھا تو بلاشبہ جنت اس کی رہائش گاہ ہوگی۔''

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝﴾ (الرحمن:)

''اور اس شخص کے لئے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری سے خوف زدہ رہا تو اس کے لئے دو جنتوں کا استحقاق حاصل ہوگا۔''

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **الجامع الصغیر** میں الخطیب کی روایت سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس سے وہم لاحق ہوتا ہے کہ اس حدیث کے دو طریق ہیں ایک ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دوسرا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے حالاں کہ حقیقت میں ایک ہی روایت ہے اس حدیث کی اسناد میں بعض ضعیف رواۃ نے وہم کیا ہے تو اس کو مسند عائشہ سے قرار دیا ہے جب کہ یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسند روایت سے ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے خطیب نے اس حدیث کو **تاریخ** (۴۷۹/۱۲) میں احمد بن محمد بن مسروق طوسی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں سوید بن سعید نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں علی بن مسہر نے بتایا وہ ہشام بن عروۃ سے وہ اپنے باپ سے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا بیان کرتے ہیں اور اس نے کہا کہ اس حدیث کو ایک سے زیادہ رواۃ نے سوید سے اس نے علی بن مسہر سے اس نے ابو یحییٰ قتات سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ روایت محفوظ ہے۔ اسی طرح اس نے

المؤتلف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ اللسان میں ہے اور اس نے اشارہ کیا ہے کہ اس اسناد میں غلطی اس الطوسی سے ہوئی ہے امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے وہ تو معضل روایات لانے والا ہے

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے منکر ہے جب کہ الطوسی راوی ثقہ رواۃ کی روایت کی مخالفت کرتا ہے جنہوں نے اس کو سوید کی سند سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے پس اس اسناد کے باعث کثرت اسناد کا ادعا جائز نہیں اور اس کے باعث قوت حاصل کرنا بھی درست نہیں جب کہ اس کی غلطی ظاہر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس کو پہلی اسناد کی جانب لوٹاتا ہے جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے الداء والدواء (ص ۳۵۳) کے ضمن میں اس نے خطیب رحمہ اللہ کی روایت کو ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ یہ نہایت واضح غلطی ہے جب کہ ہشام راوی اپنے والد سے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس جیسی روایت کو نہیں لا سکتا ہے ان لوگوں کے ہاں جو حدیث کی معمولی سی خوشبو سے موصوف ہیں جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کیا اور نہ عروۃ نے عائشہ سے روایت کی ہے اور نہ اس کو کبھی ھشام نے بیان کیا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے معنویت کے پیش نظر اس کا انکار کیا ہے اور اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے انہوں نے اس کے بارے میں وضاحت اپنی تالیف زاد المعاد (۳۰۶/۳-۳۰۷) میں بہترین انداز سے کی ہے چنانچہ انہوں نے آگاہ کیا ہے کہ آپ موضوع حدیث کے بارے میں ہرگز دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں، بعد ازاں اس کے دو سیاق کا ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ ہرگز جائز نہیں کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام باور کیا جائے جب کہ شہادت کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اونچا ہے اور وہ درجہ صدیقیت کے ساتھ ملا ہوا ہے جب کہ شہادت کے کچھ اعمال اور کچھ کیفیات ہیں دراصل وہ شہادت کے حصول میں شرط ہیں ان کی دو اقسام ہیں کچھ خاص اور کچھ عام ہیں خاص تو اللہ کی راہ میں شہادت ہے اور عام پانچ ہیں جن کا صحیح حدیث میں تذکرہ ہے ان میں ایک بھی عشق نہیں اور عشق کیسے ممکن ہے جو محبت کا شریک ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے فارغ کرتا ہے اور دل اور روح پر اللہ تعالیٰ کے سوا کا غلبہ ہے اور اللہ کے سوا کی محبت موجزن ہے کیا اس کے باعث درجہ شہادت کو حاصل کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو محال ہے بلاشبہ تصاویر کا عشق تو دل کو ہر چیز سے زیادہ خراب کرتا ہے بلکہ تصاویر تو دل کو ہر دوسری چیز سے زیادہ خراب کرتی ہیں بلکہ وہ تو دل کے لئے شراب ہے جو دل کو بے ہوش کر دیتا ہے اور

اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت سے دور کر دیتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرگوشی کرنے کی لذت اور محویت سے دور کر دیتی ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کی بندگی کے لیے واجب کر دیتی ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ عاشق کا دل اپنے معشوق کے لئے اطاعت گزار اور غلام ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے، مزید برآں عشق تو عبودیت کا مغز ہے اس لئے کہ عبودیت میں کمال درجہ کی ذلت، محبت تسلیم ورضا اور تعظیم کارفرما ہوتی ہے تو پھر کیسے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا کو معبود بنا سکتا ہے یہ مقام ومرتبہ تو افاضل موحدین کا ہے اور سادات اور خاص خاص اولیاء کرام کا اونچا مقام ہے پس اگر اس حدیث کی اسناد سورج کی مانند روشن اور چمک دار بھی ہو تو اس کو وہم بلکہ غلط ہی قرار دیا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ سے کسی صحیح حدیث میں عشق کا لفظ صادر نہیں ہوا۔ مزید برآں ایک عشق حلال ہے اور دوسرا حرام ہے تو اس لحاظ سے نبی ﷺ کے بارے میں کیسے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ حکم ہر عاشق کے لئے ہے جو عشق کو چھپاتا ہے اور عفت اختیار کرتا ہے یا امرد (بے ریش لڑکوں) سے عشق لڑاتا ہے اور بازاری عورتوں سے عشق کرتا ہے وہ کیسے شہداء کے درجہ کو حاصل کر پائے گا۔ یہ تو دین اسلام کے منشا کے بالکل مخالف ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عشق تو بیماری ہے جس کا شریعت میں علاج موجود ہے اگر عشق حرام ہے تو اس کا علاج لازم ہے یا علاج مستحب ہے اور جب آپ بیماریوں کے بارے میں غور وفکر کریں گے جن بیماریوں کے بارے میں آپ نے شہادت کا حکم لگایا ہے تو وہ ایسی بیماریاں ہیں جن کا علاج ممکن نہیں ہے جیسے طاعون کی بیماری یا پیچش ہے دیوانگی ہے یا آگ میں جل جانا ہے یا پانی میں ڈوب جانا ہے جب کہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ حاملہ عورت کا حمل اس کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے تو بلا شبہ یہ سب مہلک صورتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں انسان کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ ہی ان کا علاج ہے جب کہ ان بیماریوں کے اسباب محرمات چیزیں نہیں ہیں اور نہ ہی دل کا فاسد ہونا ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا غلام بن جانا ہے اور عشق کا برپا ہو جانا ہے پس اگر یہ بات اس حدیث کی نسبت کے ابطال میں رسول اللہ ﷺ کی جانب کافی نہیں ہے تو ائمہ حدیث جن کو حدیث کا اور اس کی علل کا علم ہے تو ان میں سے کسی ایک امام سے ہرگز محفوظ نہیں ہے کہ اس نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہو بلکہ کسی نے اس کو حسن بھی قرار نہیں دیا ہے۔ کیسے حسن قرار دیتے جب کہ انہوں نے سوید راوی پر اس حدیث کا انکار کیا ہے اور اس حدیث کے باعث اس کو انہوں نے نشانہ بنایا جب کہ بعض نے اس حدیث کے باعث اس کے ساتھ لڑائی برپا کرنے کو حلال قرار دیا ہے۔" خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث کی اسناد ضعیف بلکہ متن موضوع ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کردہ دو مصادر میں یقین کے ساتھ ذکر کیا

ہے اور اسی طرح رسالۃ المنار (ص ٦٣) میں بھی ہے

بچوں کا موسم بہار

(٤١٠) اَلتُّرَابُ رَبِيْعُ الصِّبْيَانِ ۔

''مٹی کے ساتھ کھیلنا بچوں کے لئے موسم بہار ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (١/٣١١) میں محمد بن مخلد الحمصی سے اس نے کہا ہمیں سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس نے ابو حازم سے اس نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بچوں کے قریب سے ہوا جب کہ وہ مٹی کے ساتھ کھیل رہے تھے اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ان کو منع کیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! انہیں چھوڑ دو اس لئے کہ حقیقت یہ ہے کہ مٹی کے ساتھ کھیل کود کرنا بچوں کا موسم بہار ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ منکر قرار دیا ہے جب کہ یہ محمد بن مخلد راوی مالک اور اس کے سواسے باطل احادیث کو روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بھی اس کی باطل احادیث سے شمار کیا ہے اور اس کی ایک دوسری حدیث کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ ظاہر جھوٹ ہے، جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (١٥٩/٨) میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن مخلد الرعینی راوی اس حدیث اور اس کے سوا کے ساتھ متہم قرار دیا گیا ہے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے (ص ٤٧) میں آگاہ کیا ہے کہ قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مالک بن سعید کی احادیث سے اس نے مالک سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے جب کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث کا متن صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: قضاعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی اسناد مسند الشہاب (١/١٨) میں اسی طرح ہے ہمیں ابو القاسم یحییٰ بن احمد بن علی بن حسین نے خبر دی اس نے کہا ہمیں میرے دادا علی بن حسین بن بندار نے اس نے کہا ہمیں علی بن عبد الحمید الغضائری نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن یوسف الفریابی نے مکہ میں بتایا اس نے کہا ہمیں اس حدیث کے بارے میں مالک بن سعید نے خبر دی۔

میں کہتا ہوں: یہ غضائری شخص، سمعانی رحمہ اللہ نے اس کے احوال کو الانساب میں ذکر کیا ہے اور اس نے صحیح کیا ہے کہ وہ صالحین زاہد ثقہ لوگوں سے تھا جب کہ اس کے اوپر بھی ثقہ معروف راوی ہیں جن کا

تذکرہ تھذیب التھذیب کے رواۃ میں ہے البتہ ابوالقاسم اور اس کا دادا علی بن حسین بن بندار کے حالات کو میں معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ کس نے اس کے احوال کو بیان کیا ہے جب کہ میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں علی بن حسن بن بندار استر اباذی ہے وہ خیثمۃ الاطرابلسی سے تھا محمد بن طاہر نے اس کو متہم قرار دیا ہے میں کہتا ہوں احتمال ہے کہ یہ وہی ہو جب کہ اس کا شمار اسی طبقہ سے ہے اور اس کے باپ کا نام تبدیل ہو گیا ہے حسن اور حسین المسند میں ہے، واللہ اعلم۔

بہترین نام

(۴۱۱) أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ مَا عُبِّدَ وَمَا حُمِّدَ۔

''سبھی ناموں سے بہترین نام وہ ہے جو عبادت اور حمد و ستائش کا آئینہ دار ہو۔''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام نے اس کی وضاحت کی ہے ملاحظہ کریں کشف الخفاء (۱/۳۹۰،۵۱) جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے فحش غلطی کی ہے کہ اس حدیث کو الترغیب (۸۵/۳) میں ذکر کیا ہے حدیث کے راوی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان الفاظ کے ساتھ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ میں ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے، حالانکہ ان تمام نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ دوسرے الفاظ بیان کیے ہیں جو الترغیب میں اس طرح ہیں کہ: ((احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن)) سبھی ناموں میں سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام ہیں، دیکھیے! صحیح مسلم (۱۶۹/۶) سنن ابو داؤد (۳۰۷/۲) جامع ترمذی (۲۹/۴) سنن ابن ماجہ (۴۰۴/۲) اور اسی طرح اس کو دارمی رحمہ اللہ (۲۹۴/۲) نے روایت کیا ہے، احمد رحمہ اللہ نے (رقم ۴۷۷۴،۶۱۲۲) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲۷۴/۴) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۲۲۳/۱۰) میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اسی طرح اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی رحمہ اللہ نے (۱۱۹/۲) میں ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۳۴۵/۴) میں سیدنا ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عقیل بن شبیب (راوی) مجهول الحال ہے۔

فائدہ: امام ابن حزم رحمہ اللہ نے ہر ایسے نام رکھنے کی حرمت پر اتفاق کو نقل کیا ہے جس میں غیر اللہ کی عبدیت کی جانب اشارہ ہو جیسے عبد العزیٰ اور عبد الکعبۃ جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کا ذکر تحفۃ الودود (ص ۳۷) پر کیا ہے اس کی بنیاد پر یہ نام رکھنا جائز نہیں جیسے عبد علی عبد

الحسین یہ نام شیعہ کے ہاں مشہور ہیں اسی طرح عبد النبی (عبدالرسول۔ نبی بخش اور عبدالمصطفیٰ وغیرہ) بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل سنت جہلاء کا یہ وطیرہ دیکھنے میں آیا ہے۔

یوم عرفہ اور محرم کا روزہ

(۴۱۲) مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كَانَ لَهُ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ وَمَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُوْنَ يَوْمًا۔

''جس شخص نے عرفہ کے دن کا روزہ رکھا تو یہ روزہ اس کے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جس شخص نے ماہ محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا تو اس کے لئے ہر دن کا ثواب تیس دن کے برابر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص۲۰۰) میں ہیثم بن حبیب کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں سلام طویل نے حدیث بیان کی اس نے حمزہ زیات سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور طبرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ہیثم بن حبیب راوی متفرد ہے ،میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ایک باطل حدیث بیان کرنے کے باعث متہم قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے اور سلام طویل متہم ہے اور ابن ابی سلیم ضعیف ہے۔ ہیثمی نے اس حدیث کو (۱۹۰/۳) میں اس ہیثم راوی کے باعث معلول قرار دیا ہے حالاں کہ یہ کوتاہی ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ تعجب خیز امام منذری رحمہ اللہ کا قول ہے جو الترغیب (۷۸/۱) میں ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الصغیر میں ذکر کیا اور کہا کہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں کچھ سقم نہیں ہے۔ یہ عجیب قسم کی غفلت ہے وگرنہ وہ حدیث کیسے کسی حرج سے سالم قرار دی جاسکتی ہے جس کی اسناد میں اس قسم کا متہم طویل راوی ہے ابن خراش نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ شخص ثقہ قسم کے رواۃ سے موضوع روایات ذکر کرتا ہے گویا کہ وہ اس طرح کا کام قصداً کر رہا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر (۱۰۹/۱) میں بھی ذکر کیا ہے، اسی سند سے صرف پہلا حصہ حدیث کا اتنا حصہ تو صحیح ہے اس لئے کہ اس کے کثرت کے ساتھ شواہد موجود ہیں ان میں سے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً حدیث ہے کہ ''عرفہ کے دن کے روزہ کے بارے میں میں

اللہ تعالیٰ کے بارے میں امید کرتا ہوں کہ اس روزے سے گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو دور کرے گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۶۷/۳-۱۶۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے سوا دوسرے محدثین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، اور آپ الترغیب (۷۶/۲) کی جانب رجوع کریں اگر آپ چاہیں، بعدازاں طبرانی رحمہ اللہ نے حدیث کے دوسرے حصہ کو دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

محرم کے روزے کی فضیلت

(۴۱۳) مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً ۔

”جس شخص نے محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا اس کے لیے ہر دن کے بدلے میں تیس نیکیاں ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الصغیر (۱۰۹/۳/۱) میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن زریق بن جامع نے ہمیں حدیث بیان کی اس نے بتایا ہمیں ہیثم بن حبیب نے اس نے کہا ہمیں سلام طویل نے اس نے حمزہ زیات سے حدیث بیان کی اس نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد موضوع ہے اس حدیث میں تین علتیں ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے، حالانکہ ان دونوں احادیث کی اسناد ایک ہیں اور متن میں اختلاف ہے، پس اس حدیث میں تین نیکیوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تیس دن کا تذکرہ ہے جب کہ یہ ایک اور علت ہے اس کو بھی ماقبل کے ساتھ شامل کیا جائے گا اس حدیث کی علت سے امام ہیثمی رحمہ اللہ غافل رہے جو اس کے موضوع ہونے کی متقاضی ہے جیسا کہ وہ اس حدیث سے پہلی والی حدیث سے بھی غافل رہے اس کی وضاحت گزر چکی ہے اور اس میں امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کی ہے جو الجامع الصغیر کی شرح میں ہے کہ اس کی اسناد میں ہیثم بن حبیب راوی کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علمِ منطق

(۴۱۴) مَا أُوتِيَ قَوْمٌ الْمَنْطِقَ إِلَّا مُنِعُوا الْعَمَلَ ۔

”جس قوم کو علم منطق عطا کیا گیا تو ان کو عمل سے محروم کیا گیا۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ علامہ عراقی رحمہ اللہ نے الاحیاء (۱/۳۷) کی تخریج میں اس کا ذکر کیا ہے امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات الشافعیۃ (۴/۱۴۵) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی دعا

(۴۱۵) مَنْ قَرَأَ السُّوْرَةَ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ حَتّٰى تَحْجِبَ الشَّمْسُ۔

"جس شخص نے جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کی جس میں آل عمران کا تذکرہ ہے تو اس کے لئے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۳/۱۰۵/۲) میں احمد بن ماہان بن ابی حنیفہ کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے طلحہ بن زید سے اس نے زید بن سنان سے اس نے یزید بن خالد دمشقی سے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اسناد موضوع ہے، احمد بن ماہان سے مقصود احمد بن محمد بن ماہان ہے اس کے والد ابوحنیفہ کنیت کے ساتھ معروف ہیں ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کے احوال کا ذکر (۱/۱/۷۳) میں کیا ہے جب کہ اس نے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا اور اس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ اس نے محمد بن ماہان کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول راوی ہے اور طلحہ بن زید احادیث وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ یزید بن سنان سے مقصود ابوفروۃ الرہاوی ضعیف ہے جو چیز پہلے گزر چکی ہے اس سے تجھے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول کشاف کی تخریج (۳/۴۳) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں کوتاہی ہے بلاشبہ اس نے خود طلحہ کے احوال میں اس بات کو التقریب سے ذکر کیا ہے کہ وہ متروک راوی ہے جب کہ احمد علی اور ابوداود رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کیا کرتا تھا اور اسی طرح مجمع الزوائد (۲/۱۶۸) میں ہیثمی کا قول ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں طلحہ بن زید الرقی راوی ضعیف ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس میں کوتاہی موجود ہے، البتہ مناوی رحمہ اللہ کا شرح الجامع الصغیر میں اس سے نقل کرنا کہ وہ شدید قسم کا ضعیف راوی ہے شاید ناسخ یا طابع سے لفظ

جذارہ گیا ہے اس کا وہ ذکر نہیں کر پائے ہیں، بعدازاں مناوی رحمہ اللہ نے ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں بتایا ہے وہ شدت کے ساتھ ضعیف ہے جب کہ احمد اور ابوداود رحمہ اللہ نے اس کو حدیث وضع کرنے کی جانب منسوب کیا ہے، مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں مزید کہا ہے کہ مصنف کیلئے مناسب تھا (مقصود علامہ سیوطی ہیں) کہ وہ اس کو حذف کر دیتے۔

علم کے لیے چین کا سفر

(۴۱۶) أُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ۔

''علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین جانا پڑے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۲۰۷) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۲/۱۰۶) میں اور ابن علیک نیسابوری رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۲۴۱) میں اور ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے الاربعین (۲/۱۵۱) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ (۹/۳۶۴) میں اور کتاب الرحلة (۲/۱) میں اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم (۱/۷-۸) میں اور الضیاء رحمہ اللہ نے المنتقیٰ من مسموعاته بمرو (۱/۲۸) میں سب نے حسن بن عطیہ کے طریق سے اس نے کہا ہم سے ابو عاتکہ نے بیان کیا جو طریف بن سلمان ہے اس نے انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ان سب نے اضافہ کیا ہے «فان طلب العلم فريضة على كل مسلم» بے شک علم کو طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ راوی کا کہنا اگرچہ علم کی تلاش میں چین جانا پڑے اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ کس نے روایت کیا ہے البتہ حسن بن عطیہ نے روایت کیا ہے اور اسی طرح خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے اور اس سے پہلے حاکم رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے جیسا کہ اس کو اس سے ابن المحب نے نقل کیا ہے اور اس کی تحریر سے الفوائد کے حاشیہ سے نقل کیا گیا ہے جب کہ اس میں نظر ہے پس عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۱۹۶) میں حماد بن خالد الخیاط سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں طریف بن سلیمان نے اس کے بارے میں آگاہ کیا اور اس نے وضاحت کی ہے کہ ولو بالصين کا جملہ سوائے ابی عاتکہ کے محفوظ نہیں ہے جب کہ ابو عاتکہ متروك الحديث ہے اور «فريضة على كل مسلم» میں بھی کمزوری ہے جو ضعف کے قریب ہے پس اس حدیث کی اصل آفت یہ ابو عاتکہ راوی ہے جس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے بلکہ عقیلی رحمہ اللہ نے اس کو شدید ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحديث قرار دیا ہے جب کہ

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کو غیر ثقة قرار دیا ہے اور ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو ذاهب الحدیث کہا ہے جو جرح کا صیغہ ہے جیسا کہ اس سے اس کے بیٹے نے (۴۹۴/۱/۲) میں روایت کیا ہے اور سلیمانی نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حدیث کے وضع میں معروف ہیں اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المنتخب (۱/۱۹۹/۱۰) میں الدوری سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے اور میں نے یحیٰی بن معین رحمہ اللہ سے اس ابو عاتکہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کو پہچانا نہیں اور مروزی رحمہ اللہ سے ہے کہ ابو عبداللہ یعنی امام احمد رحمہ اللہ کے سامنے اس حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس حدیث کا سختی کے ساتھ انکار کیا۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اس کا اصل نہیں ہے جب کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۶۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے البتہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلي (۱۹۳/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس حدیث کے دو اور طریق ہیں ایک طریق یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم العسقلانی سے، اس نے زہری سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اس کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اس یعقوب (راوی) کو ذہبی نے کذاب قرار دیا ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا کہ اس نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جو شخص میری امت کے بارے میں چالیس احادیث محفوظ کرے۔'' یہ حدیث باطل ہے، دوسری روایت احمد بن عبداللہ الجویباری کے طریق سے ہے اسناد کے ساتھ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے البتہ اس کا صرف پہلا حصہ ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے جویباری کو احادیث وضع کرنے والا قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اس کا ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کرنا کچھ درست نہیں اور اس نے التعقبات علی الموضوعات (ص ۴) پر ذکر کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ابو عاتکہ کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس نے متن کو مشہور قرار دیا ہے اور اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابو عاتکہ ترمذی کے رواۃ سے ہے اور اس پر کذب بیانی اور متہم ہونے کی جرح نہیں ہے جب کہ میں نے اس کا ایک اور متابع پایا ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے، اس کو ابو یعلی رحمہ اللہ اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے العلم میں کثیر بن شنظیر کے طریق سے اس نے ابن سیرین سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کو عبید بن محمد الفریابی کے طریق سے اس نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اس نے الزہری رحمہ اللہ سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس

کے دوسرے نصف کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے طرق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ ہیں جو اس کو حسن کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں اس کے قائل حافظ المزی رحمہ اللہ ہیں جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو الشعب میں چار طرق سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے، ہم نے اس پر کچھ تعاقب کیے ہیں۔

پہلا تعاقب: یہ ہے کہ اس پر غور وفکر کیا جائے جس کو اس نے بیہقی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کیا وہ حدیث کا پہلا نصف حصہ مراد لیتا ہے میری مراد تم علم حاصل کرو اگر چہ چین جانا پڑے یا دوسرا ہے ظاہر ہے کہ یہی مشہور ہے اور اس کے بارے میں سخاوی رحمہ اللہ نے بیہقی رحمہ اللہ کے قول کا ذکر کیا ہے پہلے نصف میں نہیں۔

دوسرا تعاقب: یہ ہے اس کا کہنا کہ ابو عاتکہ کذب بیانی کے ساتھ مجروح نہیں ہے یہ اس مفہوم کے مخالف ہے جو سلیمانی سے پہلے گزر چکا ہے بلکہ نسائی رحمہ اللہ سے بھی جب کہ اس نے اس کو ثقہ قرار نہیں دیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے الفاظ اس کے مجروح ہونے کو متضمن ہیں یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔

تیسرا تعاقب: میں نے کثیر بن شنظیر کی اس روایت کی جانب جامع ابن عبد البر (ص۹) پر رجوع کیا تو مجھے اس میں حدیث کا پہلا حصہ نہیں ملا اس میں صرف دوسرا حصہ مذکور ہے جو ابن ماجہ کی روایت کے مطابق ہے جب کہ میرا خیال ہے کہ ابو یعلی رحمہ اللہ کی روایت اس کی مثل ہے اس میں پہلا حصہ نہیں ہے اگر پہلا حصہ ہوتا جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے تو علامہ ہیثمی رحمہ اللہ بھی اس کو مجمع الزوائد میں شامل کرتے جب کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔

چوتھا تعاقب: زہری رحمہ اللہ کی روایت جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے ابن عبد البر رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں عبید بن محمد الفریابی ہے میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں، اس کے مجہول ہونے کی جانب امام سیوطی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اُس نے اس کی اسناد کو شروع سے ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس کے ساتھ یہ وہم دلایا ہے کہ اس تک اسناد کا راستہ سالم ہے محفوظ ہے جب کہ حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ اس میں کذاب راوی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پانچواں تعاقب: یہ اس کا کہنا کہ اس کے کثرت کے ساتھ طرق موجود ہیں مقصود حدیث کا دوسرا جملہ ہے جیسا کہ اس کے کلام سے واضح ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے اس سے سمجھا ہے کہ اس نے مکمل حدیث کا ارادہ کیا ہے اس نے اس کی شرح میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ ابن حبان رحمہ اللہ کے ابطال کو نقل کرنے اور ابن جوزی رحمہ اللہ کا اس کے بارے میں وضع کا حکم لگانے کے بعد اور مزی کے قول کے ساتھ منازعت

کی گئی ہے کہ اس کے متعدد طرق ہیں ان کے مجموعہ سے حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جو تلخیص الواھیات میں ہے کہ یہ حدیث کثرت طرق سے مروی ہے جو ضعیف ہیں البتہ ان میں بعض صالح ہیں جب کہ یہ مناوی رحمہ اللہ کا وہم ہے مزی رحمہ اللہ نے دوسرے نصف کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ سیوطی رحمہ اللہ کے اس کلام سے ظاہر ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور وہ وہی ہے جس کا ارادہ ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے جس کو مناوی رحمہ اللہ نے تلخیص سے نقل کیا ہے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے پہلے حصے کے بارے میں درست بات وہی ہے جس کا ابن حبان رحمہ اللہ اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی کوئی ایسی اسناد نہیں ہے جس میں تقویت کی صلاحیت ہو۔

البتہ حدیث کا دوسرا حصہ تو اس کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ درجہ حسن تک پہنچ جائے جیسا کہ امام مزی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے طرق کثرت کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موجود ہیں اب تک میں ان میں سے آٹھ طرق جمع کر سکا ہوں جب کہ یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے البتہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ میں اس کے بقیہ طرق کو جمع کر رہا ہوں میں ان کے بارے میں غور کرنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے اس کے فیصلہ پر قدرت حاصل ہو کہ وہ صحیح یا حسن یا ضعیف ہے۔ آپ جان رکھیں کہ یہ حدیث ان میں سے ہے، جس کو شالی فقہاء میں سے کسی نے مسودہ میں شامل کیا ہے اس نے اس کا نام تعالیم الاسلام رکھا ہے جو بلا جواز کہ اس میں اسلام کی تعلیمات ہیں جب کہ وہ کتاب عجیب وغریب مسائل کے ساتھ بھری ہوئی ہے اور اس میں ایسی باطل آراء کا ذکر ہے جو ہرگز کسی عالم سے صادر نہیں ہوئیں، پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں کثرت کے ساتھ نہایت ضعیف اور موضوع روایات موجود ہیں جب کہ اس میں یہ دلیل کافی ہے کہ اس نے اس باطل حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی ہے اور یہ حدیث ان احادیث میں سے دوسری حدیث ہے جس کو اس نے (علم کی فضیلت) کے باب میں ذکر کیا ہے کتاب کے شروع میں (ص ۳) میں موجود ہے جب کہ اس کی اکثر احادیث ضعیف ہیں اور ان میں اس کے علاوہ بھی موضوع روایات ہیں جیسا کہ یہ حدیث کہ میری امت کے بہترین لوگ امت کے علماء ہیں اور بہترین علماء وہ ہیں جو فقہاء ہیں جب کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی تحقیق (ح ۳۶۷) میں گزر چکی ہے، اس کے بارے میں مؤلف سے خطا ہوگئی ہے یا جس نے اس سے روایت کیا ہے ظاہر ہے کہ رحماء فقہاء کے بدل میں استعمال ہوا ہے، اور احادیث موضوعہ میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو اس نے

(ص ۲۳۶) پر ذکر کیا ہے کہ پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا پچیس درجات ثواب کے لحاظ سے زیادہ ہے نیز بلا شبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو جمعہ کے دن پگڑی باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں جب کہ اس پر کلام (ح ۱۲۷، ۱۵۹) میں گزر چکا ہے۔

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے کہ جو شخص فقہ کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ اس گدھے کی مانند ہے جو خراس پر چکر لگا رہا ہے (ص ۴) اس حدیث کے موضوع ہونے کا بیان عنقریب (ح ۸۶۷) میں آئے گا یا اس کے نزدیک ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب کہ اس مؤلف کی عجیب وغریب باتوں سے یہ بھی ہے کہ وہ جن احادیث کا ذکر کرتا ہے ان کو ان کے مشہور مصادر کی کتب حدیث کی جانب منسوب نہیں کرتا۔ یہ کیفیت علم کی دنیا پر ہرگز صحیح نہیں ہے ظاہر ہے کہ کسی روایت کے روایت کرنے کے ساتھ کم از کم اس کی نسبت کا تو علم ہونا ضروری ہے کہ وہ فلاں حدیث کی کتاب میں ہے اور بلا شبہ میں نے شروع شروع میں اس کے اس عمل کو ناپسندیدہ سمجھا لیکن جب میں نے غور سے دیکھا کہ وہ کبھی ایسا کرتا ہے اور جھوٹ کہتا ہے تو مجھ پر یہ حقیقت آسان ہوگئی جس کا اس سے پہلے میں انکار کیا کرتا تھا۔

چنانچہ بطور مثال اس کے صفحہ (ص ۲۴۷) مشاہدہ کریں وہاں وہ کہتا ہے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے دعا کے ان کلمات کو تحریر کیا اور اس تحریر کو میت کے سینے اور کفن کے درمیان رکھا تو اس کو قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ وہ منکر نکیر دیکھے گا اور وہ یہ دعا ہے، بعد ازاں اس نے دعا کے کلمات کا ذکر کیا حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کو نہ ترمذی رحمہ اللہ نے نہ اس کے علاوہ صحاح ستہ کے مؤلفین رحمہم اللہ نے بلکہ ساٹھ کتب کے مؤلفین نے بھی ذکر نہیں کیا ہے عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ اس قسم کی موضوع جو بظاہر باطل ہے وہ ایسے لوگوں کی جانب سے داخل ہوئی ہے جن کو زندگی میں ایک بار بھی حدیث کی خوشبو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس صفحہ سے پہلے صفحہ پر جس کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے یہ حدیث مذکور ہے کہ صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہوں کو معاف کردے گا، جب کہ یہ حدیث مسلم میں ہرگز نہیں ہے اور نہ دیگر کتب حدیث میں ہے البتہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو چالیس دفعہ کے ساتھ ذکر کیا ہے پس یہ تو بہت کم احادیث ہیں ان سب احادیث سے جو اس کتاب میں موضوع روایات ہیں ان کے حوالہ جات کا کچھ اصل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں نے بلا ارادہ ان پر اطلاع حاصل کی ہے لیکن اگر میں کتاب کو اول سے آخر تک دیکھتا اور ارادہ منکرات احادیث کو معلوم کرنا ہوتا تو یہ کتاب اپنے حجم

سے بہت بڑی کتاب ہوتی، والی اللہ المشتکیٰ۔

مزید برآں اس میں جو فقہی نا قابل تسلیم مسائل ہیں وہ کثرت کے ساتھ ہیں جب کہ اس مقام میں ان کو بیان کرنا ممکن نہیں البتہ بطور مثال کے دو باتیں پیش کرتا ہوں چنانچہ اس نے غسل کے آداب میں ذکر کیا ہے کہ جب کوئی شخص غسل خانے سے نکلے تو سنت یہ ہے کہ وہ دو رکعت ادا کرے جب کہ یہ ایسی سنت ہے جس کا سنت کی کتب میں ہرگز ذکر نہیں جن میں موضوعات کو روایت کیا گیا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی مجتہد امام نے اس کا تذکرہ کیا ہو، اور (ص ۲۵۲، ۲۵۳) میں اس نے کہا ہے کہ لاالہ الااللہ، اللہ اکبر اور سبحان اللہ کے کلمات کہنے اور نبی ﷺ پر اونچی آواز سے درود بھیجنا جنازے کے سامنے کچھ گناہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو میت کا شعار ہے اور اس کے ترک میں اس کو حقیر گردانتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے ورثاء میں کلام کرنا ہے بلکہ اس کو ضروری قرار دینا بھی بعید از فہم نہیں ہے۔

جب کہ یہ بدعت تو ان بدعات سے ہے جن کا سنت میں کچھ اصل نہیں ہے چنانچہ کوئی بھی امام ان کا قائل نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے ان متاخرین سے سخت تعجب ہے جو علم کے طالبین پر اس کو حرام قرار دیتے ہیں جب وہ صحیح حدیث کی اتباع کرتا ہے اس دلیل کے باعث کہ مذہب اس کے خلاف ہے بعد ازاں وہ ایسے مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اس لئے کہ وہ سنت کے خلاف ہے اور اس کے خلاف بھی ہے جو ائمہ رحمہم اللہ کہتے ہیں جن کی وہ تقلید کرتے ہیں اور اللہ کی قسم! بلاشبہ قریب تھا کہ میں اس شخص کے قول کو اپنانے کی جانب جھکاؤ اختیار کروں اس پر عمل کروں اجتہاد کے دروازے کو بند کروں جب میں اس قسم کے اجتہادات کو دیکھتا ہوں جن کے بارے میں شرعی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی امام کی تقلید ہے بلاشبہ یہ مقلدین اگر اجتہاد کریں گے تو ان کا اجتہاد راہ صواب سے زیادہ غلط ہوگا اور ان کا بگاڑ بنسبت ان کی اصلاح کے زیادہ ہوگا، واللہ المستعان۔

اور آپ تیسری مثال کو محسوس کریں گے کہ وہ پہلی دو مثالوں سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ اس میں ایسی چیز کو حلال کرنے کا حیلہ موجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کو امت کے اجماع کے ساتھ کبائر گناہوں سے شمار کیا جاتا ہے اور وہ سود ہے، اس مسکین کی یہ وضاحت (ص ۳۲۱) میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب قرض لینے والا اس شخص کے لئے معین مال کی نذر مانتا ہے جس نے اس کو قرض دیا ہے جب تک کہ اس کا قرض اس کے ہاں موجود ہے تو اس کا نذر ماننا صحیح ہے۔ مثال کے طور پر وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے جب تک کہ اتنا روپیہ جس کا ذکر کیا گیا ہے جو میرے پاس موجود ہے یا

اس سے کچھ مال میرے ذمہ ہے کہ میں تجھے ہر ماہ یا ہر سال اتنا اتنا روپیہ دوں گا۔ جب کہ اس کی مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وہ قرض دینے کے لئے اس کو حلال قرار دیتا ہے کہ وہ ہر ماہ یا ہر سال، متعین فائدہ اپنے قبضہ میں کرے گا یہاں تک کہ اس کے قرض کی ادائیگی مکمل ہو جائے البتہ یہ صورت سودی کاروبار کی نہیں ہے بلکہ اس کا نام نذر ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اور یہ تو اس کے ہاں تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے تو اسے وہ شخص جو اس وضاحت کو ملاحظہ کر رہا ہے کیا تو اس کیفیت کو شریعت کے احکام کے ساتھ کھیل کود کا نام رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی محرمات کے ساتھ حیلہ سازی کرے گا جیسا کہ وہ شخص کرے گا جو خود کو تکلفاً عالم قرار دیتا ہے جب کہ اس صورت میں میری کیفیت یہ ہے کہ اس قسم کی حیلہ سازی کا مرتکب وہی شخص ہوتا ہے جس کا شمار ان یہودیوں سے ہے جو قدیم زمانہ سے اس سے روشناس ہیں بلکہ ان کا مچھلی کے بارے میں شکار کرنے کا حیلہ جو ہفتہ کے دن کے بارے میں روا رکھتے تھے وہ کسی پڑھے لکھے شخص کے ذہن سے دور نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کو وصول کر کے اپنے کام و دہن کی لذت بنایا (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔

بلکہ یہودیوں نے جس مکروفریب کو اپنایا ہے وہ اس سے کم ہے جس کا ارتکاب اس شیخ نے کیا ہے جو جعلی قسم کا شیخ ہے حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے محرمات کو حلال قرار دیا ہے جب کہ یہ شیخ ان کے ساتھ اس میں بھی مشارکت رکھتا ہے مزید برآں کہ وہ تقرب الٰہی کے حصول کے لئے نذر کی صورت میں محرمات کو حلال گردانتا ہے اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیا اس شخص کے کانوں تک رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا ہے یا کہ نہیں، جب کہ آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ تم نے ان کاموں کا ارتکاب نہیں کرنا جن کے یہودی مرتکب ہوئے انہوں نے محرمات الٰہیہ کو نہایت بھونڈے قسم کے حیلوں سے حلال گردانا ہے۔

ابن بطہ نے اس حیلہ کو جزء الخلع و ابطال الحیل میں ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۲/۲۵۷) میں اور ان کے سوا دیگر محققین رحمہم اللہ نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے اور اس جیسے شیخ کے بارے میں میرا اعتقاد ہے اس کیلئے برابر ہے آیا اس تک یہ حدیث پہنچی ہو یا بھی اس لئے کہ جب تک اس نے خود پر قرآن پاک اور سنت کے ساتھ ہدایت حاصل کرنے کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور ان دونوں کے باعث فقاہت حاصل کرنا، ان کے علاوہ دوسری چیزوں سے بے پرواہ کر دیتا ہے، ان بحثوں سے جو متاخرین کی ہیں مثلاً یہ رائے جس حرام کردہ کو حلال کر لیا۔

یہ اس کیلئے نئی معلومات نہیں ہیں اس کیلئے کچھ فائدہ نہیں ہے جس کی اس حدیث اور اس جیسی احادیث سے امید کی جاتی ہے جو آپ سے صحیح ہیں البتہ یہ بات کہی جاتی ہے۔اس میں اخلاص کو متعین کیا جائے اور خواہشات کی پیروی نہ کی جائے ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی امید رکھتے ہیں۔اس کے باوجود یہ مؤلف کے علم کی انتہا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جبکہ وہ بلاشبہ اسکے ساتھ اپنے آپ میں مغرور ہے اپنے علم پر نازاں ہے آپ اس کی جانب کان جھکائیں وہ اس کتاب (ص ۵۸) میں اپنے رسالہ کا بیان کر رہا ہے کہ اس رسالہ میں ایسی معلومات کو جمع کیا گیا ہے جس کا اس دور میں کوئی مَثِیل نہیں ہے اور اب تک زمانہ نے اس کے مَثِیل کا نام نہیں سنا ہوگا وہ رسالہ تو ایک نشان ہے جملوں کی ترتیب کے لحاظ سے مزید براں مسائل کی بہتات ہے اور مسائل کا استنباط بھی ہے۔

چنانچہ اس رسالہ میں اتنے مسائل جمع ہیں جو ضخیم مجلدات میں نہیں ہیں یوں باور کریں کہ اس عالم میں ان مسائل کو نہایت خوبصورت ذہن کے ساتھ تشبیہ دینا مناسب ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسالہ زبردست مساعی کے بعد اور سالہا سال کی محنت کے بعد پیش کیا گیا ہے مزید برآں کثرت کے ساتھ مجلدات اور کتب کے حوالہ جات کے ساتھ اس کو مرتب کیا گیا ہے چنانچہ وہ اپنے انداز میں منفرد حیثیت رکھتا ہے بلکہ وہ تو مکھن ہے جس کو دودھ سے محنت کے ساتھ نکالا جاتا ہے اس کے مطالعہ کرنے والے فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں اور دنیائے بسیط کے لوگوں کے دلوں میں انشراح کو جلوہ گر کرتی ہے۔

یہ سادہ انداز کا کلام اس کے طویل وعریض معلومات انیقہ سے پردہ کشائی نہیں کر سکتے۔البتہ میں نے اپنے آپ سے بار بار سوال کیا اور میں نے یہ جملہ دہرایا کہ رسول اللہ ﷺ تو ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں جو دیگر لوگوں کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں کہ تم مبالغہ کے انداز کے ساتھ مدح وتوصیف بیان کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو! تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے جو خود اپنی تعریف میں قلابے ملاتا ہے اور ان خوبیوں کا دعویٰ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہیں؟ اس لئے دعا ہی کی جائے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی ذات کے بارے میں معرفت عطا کر اور ہمارے اخلاق اپنے پیارے برگزیدہ نبی ﷺ کے اخلاق میں ڈھال دے، چنانچہ نہایت مختصر کلمات ہیں جن کو پیش کیا گیا ہے میری آرزو تھی کہ میں اس کتاب کے بارے میں ان باتوں کو تحریر میں لاتا جن سے اسلام کی تعلیمات کو جلا حاصل ہوتی تاکہ انہیں بصیرت حاصل ہوتی جب وہ ان لوگوں کے مطالعہ سے گزرتیں' واللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔

علم نجوم کی تدریس

(۴۱۷) رُبَّ مُعَلِّمِ حُرُوْفِ أَبِيْ جَادٍ دَارِسٌ فِي النُّجُوْمِ لَيْسَ لَهُ عِنْدَاللهِ خَلَاقٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

''کتنے ہی ایسے معلم جو ستاروں کے بارے میں ابجد کی تعلیم دیتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی حصہ نہیں ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۰۵/۳) میں خالد بن یزید العمری کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں محمد بن مسلم نے بتایا اس نے بتایا ہمیں ابراہیم بن میسرۃ نے خبر دی ہے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ خالد راوی اس کو ابو حاتم اور یحییٰ نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ راوی موضوع روایات کو ثقہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۱۷/۵) میں اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں خالد بن یزید عمری ہے جو کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے ساتھ ساتھ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع میں ذکر کیا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جس کو میں نے ہیثمی رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ اس سے اس حدیث کو حمید بن زنجویہ نے بھی بیان کیا ہے۔

گوشت اور گندم

(۴۱۸) اَللَّحْمُ بِالْبُرِّ مَرَقَةُ الْأَنْبِيَاءِ۔

''گندم کی روٹی کے ساتھ گوشت تناول کرنا انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے سلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبقات الصوفیہ (ص ۴۹۷، ۴۹۸) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد اسی طرح ہے امام سلمی نے ذکر کیا کہ مجھے احمد بن عطاء روذباری نے بتایا اور اس کی اجازت دی اس نے کہا ہمیں علی بن عبداللہ عباسی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں حسن بن سعید نے بتایا اس نے کہا محمد بن ابی عمیر نے کہا کہ ہشام بن سالم نے بیان کیا اس نے عبداللہ بن جعفر بن محمد صادق نے کہا اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے مرفوعاً

روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد زبردست ضعیف ہے احمد بن عطاء راوی کے بارے میں خطیب رحمہ اللہ نے (۳۳۶/۴) میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان میں وہم ہے اور زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے تو میں نے ابوعبداللہ محمد بن علی الصوری سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے روذباری نے بیان کیا اس نے اسماعیل بن محمد الصفار سے اس نے حسن بن عرفہ سے احادیث کو بیان کیا جب کہ الصفار نے اس کو ابن عرفہ سے روایت نہیں کیا ہے چنانچہ امام الصوری کا قول ہے کہ میں اس کو ان لوگوں سے نہیں سمجھتا ہوں جو ارادتاً جھوٹ کہتے ہوں البتہ اس پر شبہ ہوا ہے، حسن بن سعد راوی اور اس کے اوپر کے دو رواۃ کو میں نہیں پہچانتا، اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے راوی ابن النجار ہے وہ حسین سے روایت کرتے ہیں جب کہ شارح نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا، چنانچہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس کی اسناد کا علم ہی نہیں ہو سکا ہے۔

استاد اور شاگرد کی فضیلت

(۴۱۹) إِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ إِذَا مَرَّا بِقَرْيَةٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَرْيَةِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ۔

”بلاشبہ عالم اور متعلم جب ان دونوں کا گزر کسی بستی پر سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے قبرستان والوں سے چالیس دن عذاب کی تخفیف فرماتا ہے۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے شرح عقائد کی تخریج (ورقہ ۶ وجہ ۲) میں ذکر کیا ہے جبکہ علامہ قاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد (۱/۲۵) میں برقرار رکھا ہے۔

جدل وجدال اور عملی زندگی

(۴۲۰) إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ أُلْهِمْتُمْ فِيهِ الْعَمَلَ وَسَيَأْتِي قَوْمٌ يُلْهَمُونَ الْجَدَلَ ۔

”بلاشبہ تم تو ایسے دور میں ہو جس دور میں تمہیں عملی زندگی گزارنے کا الہام کیا جاتا ہے جبکہ مستقبل قریب میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں جدل وجدال کا الہام کیا جائے گا۔“

تحقیق: اس حدیث کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ عراقی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فوائد کو تخریج الاحیاء (۱/۴۷) میں ذکر کیا ہے اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے طبقات الشافعیہ (۴/۱۴۵) میں ذکر کیا ہے۔

شعر کے ساتھ مثال پیش کرنا

(۴۲۱) مَنْ مَثَّلَ بِالشِّعْرِ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَاللهِ خَلَاقٌ -

''جس شخص نے کسی شعر کے ساتھ مثال پیش کی، تو اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حصہ نہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۰۵/۳) میں ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں حجاج بن نصیر نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن مسلم نے بیان کیا اس نے ابراہیم بن میسرۃ سے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے ضعف کا باعث یہ حجاج راوی ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو التقریب میں ضعیف قرار دیا ہے حجاج راوی تلقین کو قبول کرتا تھا، المجمع (۱۲۱/۸) میں اس کے مؤلف نے کہا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس روایت کی اسناد میں حجاج بن نصیر راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس نے حجاج راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس سے خطا ہو جاتی تھی جب کہ اس اسناد کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

علم کے مطابق عمل کی فضیلت

(۴۲۲) مَنْ عَمِلَ بِمَا يَعْلَمُ ،وَرَّثَهُ اللهُ عِلْمَ مَالَمْ يَعْلَمْ -

''جس شخص نے علم کے مطابق عمل کیا (تو) اللہ تعالیٰ اس کو اس علم کا وارث بناتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۰/۱۴-۱۵) میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے یزید بن ہارون سے ذکر کیا ہے اس نے حمید بن الطویل سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کلام کو بعض تابعین سے روایت کیا ہے اس نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ذکر کیا ہے اس پر بعض

رواۃ کو وہم لاحق ہوا کہ اس نے اس کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے تو اس پر اس اسناد کو اس حدیث میں رکھ دیا ہے مقصود آسانی اور قرب ہے جب کہ یہ حدیث اس اسناد کے لحاظ سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے احتمال نہیں رکھتی۔ میں کہتا ہوں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تک اس اسناد میں ایک جماعت رواۃ کی ہے جن کی مجھے معرفت نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے اس کو وضع کیا ہے۔

تیمّم سے ایک ہی نماز

(۴۲۳) مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُصَلِّي الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ إِلَّا صَلَاةً وَّاحِدَةً ثُمَّ يَتَيَمَّمُ لِلصَّلَاةِ الْأُخْرَىٰ۔

''سنت سے ہے کہ کوئی شخص تیمّم کے ساتھ صرف ایک نماز ہی ادا کرسکتا ہے دوسری نماز کی ادائیگی کے لئے دوبارہ پھر تیمّم کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۰۷/۳) میں حسن بن عمارہ کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے حکم بن عیینہ سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس سے اس کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو (ص ۶۸) میں اور بیہقی نے اس کے طریق سے (۳۳۲-۳۳۱/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں حسن بن عمارہ راوی کو ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ اس سے بھی برا ہے، شعبہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا جب کہ ابن المدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، مزید براں شعبہ نے بھی یہی بات کہی ہے اس نے حکم سے چند احادیث کو ذکر کیا ہے تو ہم نے ان احادیث کے بارے میں حکم سے سوال کیا تو اس نے وضاحت کی کہ میں نے ان سے کچھ نہیں سنا ہے۔

جب کہ صحابی کا کہنا کہ ''من السنة كذا'' یہ جملہ علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اسی لئے میں نے اس کو شامل کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۲۲/۱) میں حسن بن عمارہ سے اس کی پہلی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے الفاظ یہ ہیں ((لا يصلى بالتيمم الا صلوة واحدة)) کہ ''تیمّم کے ساتھ صرف ایک نماز کو ادا کیا جائے'' جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حسن بن عمارۃ راوی حجت کے لائق نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حالت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع نہ موقوف حدیث بیان کرنا درست نہیں

بلکہ اس سے اس کے خلاف روایت کی گئی ہے جیسا کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو المحلی (۱۳۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ تیمم کرنے والا شخص اپنے تیمم کے ساتھ جس قدر چاہے فرائض ونوافل ادا کر سکتا ہے جب تک کہ اس کا تیمم ٹوٹ نہ پائے یا پانی مل جائے یہی کیفیت اس مسئلہ میں درست ہے جیسا کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثابت کیا ہے ملاحظہ کریں، الروضة الندیہ (۵۹/۱)

لونڈی خریدنے کا طریقہ

(۴۲۴) لَابَأْسَ اَنْ یُّقَلِّبَ الرَّجُلُ الْجَارِیَةَ إِذَا أَرَادَ أَنْ یَّشْتَرِیَهَا وَیَنْظُرَ إِلَیْهَا مَاخَلَا عَوْرَتَهَا وَعَوْرَتُهَا مَا بَیْنَ رُکْبَتَیْهَا إِلَی مَعْقَدِ إِزَارِهَا۔

”کچھ حرج نہیں کہ جو شخص کسی لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ لونڈی کو مختلف انداز میں الٹائے پلٹائے اس کی شرم گاہ کے علاوہ دیگر سکتا ہے جب کہ اس کی شرم گاہ اس کے دونوں گھٹنوں سے لے کر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ تک ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (ج۳ ق ۲/۹۷) میں حفص بن عمر کندی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں صالح بن حسان نے بتایا اس نے محمد بن کعب القرظی سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے حفص بن عمر راوی جو حلب کے قاضی ہیں، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث کو ذکر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے، جب کہ صالح بن حسان کے ضعیف قرار دیئے جانے پر اتفاق ہے، بلکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صالح بن حسان تو لونڈیوں سے گانا سنتا تھا، مزید برآں وہ موضوع روایات کو پختہ لوگوں سے بیان کرتا ہے البتہ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا المجمع (۵۳/۲) میں یہ کہنا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں صالح بن حسان راوی ضعیف ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں اس کا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس میں دو باتیں مؤاخذہ کے قابل ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ صرف اس ایک کے ساتھ جرم لگانا درست ہے حالانکہ اس سے روایت کرنے

والا ضعف میں اس جیسا ہے یا زیادہ ضعیف ہے، اس میں کوئی انصاف نہیں۔

دوسرا مواخذہ یہ ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے صالح راوی کو ثقہ رواۃ میں ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں صرف (صالح بن ابی حسان) ہی ذکر کیا ہے کہ جب کہ یہ دونوں ایک طبقہ سے ہیں چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ پر ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے باعث شبہ ہو گیا ہے نیز آپ کو علم ہے کہ ابن حسان کو ابن حبان رحمہ اللہ نے احادیث وضع کرنے کے ساتھ متہم کیا ہے، آپ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ سنت میں آزاد اور لونڈی کی شرم گاہ میں فرق نہیں ہے جب کہ میں نے اس کی وضاحت کو اپنی کتاب (حجاب المرأة المسلمة) میں ذکر کیا ہے جو شخص چاہتا ہے اس کی جانب رجوع کرے۔

سفر میں موت

(۴۲۵) مَوْتُ الْغَرِيْبِ شَهَادَةٌ إِذَا احْتَضَرَ فَرَمَىٰ بِبَصَرِهِ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ فَلَمْ يَرَ إِلَّا غَرِيْبًا وَذَكَرَ أَهْلَهُ وَوَلَدَهُ وَتَنَفَّسَ فَلَهُ بِكُلِّ نَفَسٍ يَتَنَفَّسُهُ يَمْحُوا اللهُ عَنْهُ أَلْفَيْ أَلْفَ سَيِّئَةٍ وَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفَيْ أَلْفَ حَسَنَةٍ۔

"غریب الوطنی میں موت سے ہم کنار ہونا شہادت ہے جب موت اس کے سامنے آئے تو وہ اپنی نظر کو دائیں بائیں جانب جھکاتا ہے تو اس کو اجنبی لوگ ہی نظر آتے ہیں تو اس وقت وہ اپنے اہل و عیال کو یاد کرتا ہے اور ٹھنڈا سانس لیتا ہے تو اس کو ہر سانس کے بدلہ میں جو وہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دو ہزار برائیوں کو دور کرتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں دو ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۰۷/۳) میں عمرو بن حصین العقیلی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن عبداللہ بن علاثہ نے روایت کیا ہے اس نے حکم بن ابان سے اس نے وہب بن منبہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ روایت بھی موضوع ہے اس کی اسناد میں عمرو بن الحصین (راوی) کذاب ہے اور اس کی موضوع احادیث کثرت کے ساتھ پہلے گزر چکی ہیں جب کہ ابن علاثہ راوی ضعیف ہے بعض نے اس کو متہم قرار دیا ہے البتہ کہا گیا ہے کہ اصل آفت وہ راوی ہے جس سے یہ ابن الحصین روایت کرتا ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے، کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۳۱۷/۲) میں ذکر کیا ہے اور اس روایت میں عمرو بن الحصین راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں

: کہ اس کے پہلے جملہ کو ابن الجوزی نے موضوعات میں ایک دوسرے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے نیز واضح کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۲/۱۳۲-۱۳۳) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کے اور طرق اور شواھد ہیں، میں کہتا ہوں: کہ وہ بھی معلول ہیں جب کہ بعض دیگر بعض سے زیادہ ضعیف ہیں اس طرح حدیث سے صرف ضعف کا مسئلہ ہی واضح ہوتا ہے جب کہ مکمل حدیث موضوع ہے اس لئے کہ اس کے شواہد نہیں ہیں اور یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے عجائبات سے ہے کہ اس نے ان وضع کردہ طرق کو دیگر طرق اور شواہد میں ذکر کیا ہے۔

حجر اسود باعث شفا

(۴۲۶) لَوْلَا مَاطُبِعَ الرُّكْنُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ وَأَرْجَاسِهَا وَأَيْدِي الظَّلَمَةِ وَالْأَثِمَةِ لَا سْتُشْفِي بِهِ مِنْ كُلِّ عَاهَةٍ وَلَأَلْفِيَ الْيَوْمَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَهُ اللّٰهُ وَإِنَّمَا غَيَّرَهُ اللّٰهُ بِالسَّوَادِ لِأَنْ لَّا يَنْظُرَ أَهْلُ الدُّنْيَا إِلَى زِيْنَةِ الْجَنَّةِ وَلَيَصِيْرَنَّ إِلَيْهَا وَإِنَّهَا لَيَاقُوْتَةٌ بَيْضَاءُ مِّنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ وَضَعَهُ اللّٰهُ حِيْنَ أَنْزَلَ آدَمَ فِي مَوْضِعِ الْكَعْبَةِ قَبْلَ أَنْ تَكُوْنَ الْكَعْبَةُ وَالْأَرْضُ يَوْمَئِذٍ طَاهِرَةٌ لَمْ يُعْمَلْ فِيْهَا شَيْءٌ مِنَ الْمَعَاصِيْ وَلَيْسَ لَهَا أَهْلٌ يُنَجِّسُوْنَهَا فَوُضِعَ لَهُ صَفٌّ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَى أَطْرَافِ الْحَرَمِ يَحْرُسُوْنَهُ مِنْ سُكَّانِ الْأَرْضِ وَسُكَّانُهَا يَوْمَئِذٍ الْجِنُّ لَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ أَنْ يَّنْظُرُوْا إِلَيْهِ لِأَنَّهُ شَيْئٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَنْ نَظَرَ إِلَى الْجَنَّةِ دَخَلَهَا فَلَيْسَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَيْهَا إِلَّا مَنْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَالْمَلَائِكَةُ يَذُوْدُوْنَهُمْ عَنْهُ وَهُمْ وُقُوْفٌ عَلَى أَطْرَافِ الْحَرَمِ يَحْدِقُوْنَ بِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَلِذٰلِكَ سُمِّيَ الْحَرَمَ لِأَنَّهُمْ يَحُوْلُوْنَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی کہ حجر اسود کو دور جاہلیت کی نجاستوں اور پلیدیوں اور ظالم اماموں کے ہاتھوں نے زنگ آلود کر دیا ہے تو اس کے باعث ہر مصیبت سے شفا حاصل ہوتی اور میں آج بھی اس کو اس کی شکل پر پاتا جس شکل پر اللہ تعالیٰ نے

اس کو پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے سیاہی میں تبدیل کر دیا ہے تاکہ دنیا کے لوگ جنت کی زیب و زینت کو نہ دیکھ سکیں اور نہ اس کی جانب جا سکیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سفید یاقوت ہے اس کا شمار جنت کے یواقیت سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس وقت رکھا جب کہ آدم علیہ السلام کو کعبہ کی جگہ میں کعبہ کی تعمیر سے پہلے اتارا حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں زمین پاک تھی زمین ہرگز کسی نافرمانی سے آشنا نہ تھی اور زمین پر رہنے والے باشندے ایسے نہ تھے جو اس کو نجس کرتے تو اس کے احترام کے لئے فرشتوں کی ایک صف کو حرم کے کناروں پر متعین کیا گیا تاکہ وہ اس کی حفاظت ان سے کرے جو زمین پر آباد ہیں جب کہ ان دنوں زمین پر جن آباد تھے ان کے لئے جائز نہیں تھا کہ حجر اسود کی جانب نظر اٹھائیں جب کہ اس کا شمار جنت سے تھا اور جس شخص نے جنت کو دیکھا وہ تو جنت میں داخل ہو گیا پس ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس کی جانب کوئی دیکھے سوائے ان کے لئے جن کے لئے جنت واجب ہے چنانچہ فرشتے ان کو اس سے روکتے ہیں جب کہ فرشتے حرم کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں سبھی جوانب سے اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا نام حرم ہے اس لئے وہ خود کو اس کے اور ان کے درمیان مسائل رکھتے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو **معجم الکبیر** (۱/۱۰۷/۳) میں عوف بن غیلان بن منبہ الصنعانی سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں عبداللہ بن صفوان نے خبر دی وہ ادریس بن بنت وہب بن منبہ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا مجھے وہب بن منبہ نے بتایا اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس لئے کہ وہب بن منبہ کے علاوہ بھی رواۃ مجہول ہیں مجھے معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ کس نے ان کا تذکرہ کیا ہے جب کہ متن بھی بظاہر منکر ہے، واللہ اعلم، جب کہ **المجمع** (۲۴۳/۳) میں ہے کہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو الکبیر میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جن کو میں جانتا نہیں ہوں اور نہ ہی ان کا کہیں تذکرہ ہے۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

(۴۲۷) مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْقَى وَيَفْنَى كُلُّ شَيْءٍ عُوفِيَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ۔

''جس شخص نے کہا کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز سے پہلے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کے بعد تک ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے جو باقی ہے اور (اس کے علاوہ) ہر چیز فنا ہوگی تو اس کو ہر قسم کے فکر اور غم سے بچاؤ حاصل رہتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (ج۳ق۹۳،۱) میں عباس سے مقصود ابن بکار الضبی سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں ابو ہلال نے بتایا اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیّب سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد موضوع ہے عباس راوی کے بارے میں دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کذاب ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی دو احادیث کو ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کو باطل قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو متہم قرار دیا ہے کہ اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کو وضع کیا ہے اور المجمع (۱۰/۱۳۷) میں ذکر ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کی اسناد میں عباس بن بکار (راوی) ضعیف ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم، پس اگر یہ صحیح ہے تو قاعدہ مسلمہ ہے کہ جرح کو تعدیل میں مقدم کیا جائے جیسا کہ یہ مشہور اصطلاح ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۴۲۸) اِبْنَتِي فَاطِمَةُ حُوْرَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمِثْ وَإِنَّمَا سَمَّاهَا فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيهَا مِنَ النَّارِ۔

''میری بیٹی فاطمہ اولاد آدم میں سے حور ہے اور حیض کے خون سے مستثنیٰ ہے اور نہ یہ پلید ہوئی، آپ نے اس کا نام فاطمہ رکھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے رہائی عطا کی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس کو (۱۲/۳۳۱) میں اپنی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں سوائے ایک کے باقی رواۃ مجہول ہیں جب کہ اسناد ثابت نہیں ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۴۰۰/۱) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عباس بن بکار کے احوال میں جس کا تذکرہ کیا اس حدیث میں گزر چکا ہے جو اسناد کے لحاظ سے منقطع ہے ام سلیم سے منقول ہے اس نے بیان کیا کہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حیض ونفاس کا خون نہیں دیکھا گیا بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو عباس راوی نے وضع کیا ہے۔

احرام اور پٹی باندھنا

(۴۲۹) كَانَ لَا يَرَىٰ بِالْهِمْيَانِ لِلْمُحْرِمِ بَأْسًا۔

"احرام باندھنے والے کے لئے پٹی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۹۹/۳) میں یوسف بن خالد السمتی سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں زیاد بن سعد نے بیان کیا اس نے صالح بن التوأمة سے بیان کیا اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا، میں کہتا ہوں: سمتی راوی کذاب ہے جیسا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور صالح راوی ضعیف ہے حدیث میں درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اسی طرح بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی السنن (۶۹/۵) میں سعید بن جبیر کے طریق سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ذکر کیا اس کی اسناد میں شریک قاضی راوی میں ضعف ہے۔

عورتوں کی مخالفت کرو

(۴۳۰) شَاوِرُوهُنَّ يَعْنِي النِّسَاءَ-وَخَالِفُوهُنَّ ۔

"عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی مخالفت کرو۔"

تحقیق: اس حدیث کے مرفوع ہونے کی حقیقت کا کچھ اصل نہیں جیسا کہ اس کا فائدہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ بعد ازاں علامہ مناوی رحمہ اللہ (۲۶۳/۴) نے بیان کر دیا ہے اور شاید اس جملہ کا اصل وہ ہے جس کو عسکری رحمہ اللہ نے الامثال میں ذکر کیا ہے کہ عمر نے بتایا ہے کہ تم عورتوں کی مخالفت کرو بلاشبہ ان کی مخالفت میں برکت ہے اگرچہ مجھے اس کی صحت کا علم نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے

اس کی اسناد کو اللآلی (۲/۱۷۴) میں ذکر نہیں کیا کہ ہم اس کو دیکھ پاتے۔ بعد ازاں مجھے اس کی اسناد پر اطلاع حاصل ہوئی کہ علی بن جعد الجوہری نے اس کو اپنی حدیث (۱۲/۱۷۷/۱) میں ابوعقیل کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے حفص بن عثمان بن عبداللہ سے اس نے سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

میں کہتا ہوں: یہ اسناد بھی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت یہ حفص (راوی) مجہول ہے بلاشبہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو (۱/۲/۱۸۴) میں صرف ابی عقیل کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ دوسری علت ابوعقیل ہے اور اس کا نام یحییٰ بن متوکل عمری ہے، بھیہ کا ساتھی ہے اور ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے روایت کی ہے جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں، مزید برآں حدیث کا مفہوم بھی مطلق طور پر صحیح نہیں ہے جب کہ نبی ﷺ کی اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مخالفت ثابت نہیں جب اس نے آپ کو اشارہ دیا تھا کہ آپ صلح حدیبیہ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قربانی کو نحر کریں تا کہ آپ کے رفقاء آپ کی اس میں متابعت کریں اس سے بعد آنے والی حدیث نمبر (۴۳۵) کو بھی ملاحظہ کریں۔

سفید بکری کے خون کی فضیلت

(۴۳۱) اِسْتَوْصُوْا بِالْمَعْزَى خَيْرًا فَإِنَّهَا مَالٌ رَفِيْقٌ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ وَأَحَبُّ الْمَالِ إِلَى اللهِ الضَّأْنُ وَعَلَيْكُنَّ بِالْبَيَاضِ فَإِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بِالْبَيْضَاءِ فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهِ مَوْتَاكُمْ وَإِنَّ دَمَ الشَّاةِ الْبَيْضَاءِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ دَمِ السَّوْدَاوَيْنِ۔

”بکریوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرو اس لئے کہ بکریاں تو ایسا مال ہے جن میں نرمی کارفرما ہے اور جنت میں بھی بکریاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی جانب زیادہ محبوب مال بھیڑیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جنت روشن سفید تھی تو اس کی پشم کو تم زندگی میں لباس کے کام میں لاؤ اور اس میں تم اپنے فوت شدہ لوگوں کو کفن پہناؤ اور یہ حقیقت ہے کہ ایک سفید بکری کا خون اللہ کے ہاں دو سیاہ بکریوں کے خون سے زیادہ عظمت والا ہے“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳/۱۱۳/۱-۲) میں ابوشہاب کے طریق سے اس نے حمزہ نصیبی سے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کی علت حمزہ نصیبی (راوی) ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ شخص حدیث کو گھڑتا تھا جب کہ اس حدیث کو امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۴/۶۶) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **معجم الکبیر** میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں حمزہ نصیبی (راوی) متروک ہے۔

بیوی کے ساتھ جماع

(۴۳۲) نَهٰى عَنِ الْمُوَاقَعَةِ قَبْلَ الْمُدَاعَبَةِ ۔

''بیوی کے ساتھ کھیل کود سے پہلے مجامعت سے منع کیا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب رحمہ اللہ نے اس روایت کو (۱۳/۲۲۰-۲۲۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس سے ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱۶/۲۹۹/۲) میں اور ابوعثمان البحتری نے **الفوائد المخرجة من اصول مسموعاته** (۱/۲۴) میں خلف بن محمد الخیام کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابی الزبیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس الخیام کے حالات کو میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث ساقط ہے بوجہ اس کے روایت کرنے کے اس حدیث کو کہ نبی ﷺ نے بیوی کے ساتھ کھیل کود سے پہلے مجامعت سے منع کیا ہے، اور خلیلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ راوی اختلاط سے محفوظ نہ تھا جب کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے اس نے ایسے فنون کا ذکر کیا ہے جن کو پہچانا نہیں جاسکتا۔ میں کہتا ہوں: ابوالزبیر مدلس ہے اور اس نے لفظ عن کے ساتھ روایت کی ہے اور غماری نے اس حدیث کو المغیر (ص ۱۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

ماں کی نسبت سے پکارا جانا

(۴۳۳) يُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ سِتْرًا مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ ۔

''قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی جانب نسبت کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا دراصل اللہ عزوجل لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۷) میں اسحاق بن ابراہیم الطبری سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی اس نے حمید طویل سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس اسناد کے ساتھ اس حدیث کا متن منکر ہے، جب کہ اسحاق بن ابراہیم (راوی) منکر الحدیث ہے، اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ ابن عیینہ اور فضل بن عیاض سے روایت کرتا ہے اور سخت منکر الحدیث ہے، وہ ثقہ رواۃ سے موضوعات کو روایت کرتا ہے اس کی حدیث کو تحریر میں لانا جائز نہیں البتہ بطور تعجب کے لایا جاسکتا ہے۔ جبکہ حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اس نے فضیل اور ابن عیینہ سے موضوع احادیث کو روایت کیا ہے''

ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو الموضوعات میں ابن عدی رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہے اسحاق راوی منکر الحدیث ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۲/۴۴۹) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے یعنی وہ حدیث جو اس کے بعد ہے جب کہ وہ حدیث اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے بھی مخالف ہے اس سے شاہد کے لحاظ سے بلاشبہ اس میں صراحت ہے کہ مقصود ان کی مائیں ہیں جب کہ اس میں ان کے ناموں کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں الفاظ میں کتنا فرق ہے جب کہ ابن عراق نے اس کا رد کرتے ہوئے (۲/۳۸۱) میں ذکر کیا ہے کہ:

میں کہتا ہوں: یہ ابو حذیفہ اسحاق بن بشر کے طریق سے ہے لہٰذا اس کا شاہد ہونا صحیح نہیں ہے

(**میں کہتا ہوں:** شاہد میں شرط یہ ہے کہ شاہد کا ضعف مشہور نہ ہو جب کہ یہاں معاملہ اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ اس اسحاق بن بشر کا شمار ان لوگوں سے ہوتا ہے جو احادیث کو وضع کرتے تھے جیسا کہ (۲۲۴) میں پہلے گزر چکا ہے)۔

جب کہ اس کے مخالف ثابت ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں مضبوط اسناد کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ ''تمہیں قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا'' اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً صحیح حدیث میں ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلے اور پچھلے لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو ہر دھوکہ باز کی دبر پر جھنڈا نصب کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا غدر ہے''، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ضعیف ہے مضبوط نہیں اور اس کی اسناد میں انقطاع ہے جب کہ ابوداود رحمہ اللہ نے خود بھی اس حدیث کو اس وجہ سے معلول قرار دیا ہے چنانچہ اس نے (۴۹۴۸) میں اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ ابن زکریا راوی نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

میں کہتا ہوں: اسی سبب کے باعث ایک دوسری جماعت کے افراد نے اس کو معلول قرار دیا ہے مثال کے طور پر امام بیہقی، امام منذری، امام عسقلانی رحمہم اللہ ہیں چنانچہ اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ اور اس کے پیروکاروں کے کہنے پر دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اس سلسلہ میں فیض القدیر کا مطالعہ کریں۔

پل صراط کے پاس ہر ایماندار کے لیے روشنی کا عطیہ

(۴۴۴) إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَدْعُوا النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِهِمْ سِتْرًا مِنْهُ عَلٰی عِبَادِهِ وَأَمَّا عِنْدَ الصِّرَاطِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي كُلَّ مُؤْمِنٍ نُوْرًا وَكُلَّ مُؤْمِنَةٍ نُوْرًا وَكُلَّ مُنَافِقٍ نُوْرًا فَإِذَا اسْتَوَوْا عَلَى الصِّرَاطِ سَلَبَ اللّٰهُ نُوْرَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ: ﴿أَنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ [الحدید:۱۳]﴾ وَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ: ﴿رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا [التحریم:]﴾ فَلَا يَذْكُرُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَحَدٌ أَحَدًا۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارے گا گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پردہ ڈالیں گے البتہ پل صراط کے پاس تو اللہ عزوجل ہر ایماندار شخص اور ہر ایماندار عورت کو روشنی کا عطیہ دیں گے اور ہر منافق کو بھی روشنی عطا کریں گے تو جب پل صراط پر برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں کے نور کو سلب کر لے گا تو منافق کہیں گے: ''تم ہمیں مہلت دو تاکہ ہم تم سے روشنی حاصل کریں'' جب کہ ایماندار کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار ہماری روشنی کو مکمل فرما'' تو اس وقت کوئی شخص کسی شخص کو یاد نہیں کرے گا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۱۵/۳) میں اسماعیل بن عیسیٰ

العطار کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہمیں اسحاق بن بشر ابو حذیفہ نے خبر دی ہے اس نے کہا ہمیں ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی اسحٰق کذاب ہے اس کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۳۵۹/۱۰) میں حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسحاق متروک ہے۔

عورت کی اطاعت کرنا

(۴۳۵) طَاعَةُ الْمَرْأَةِ نَدَامَةٌ۔

"عورت کی اطاعت کرنا پشیمانی کا باعث ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ق ۱/۳۰۸) میں عثان بن عبد الرحمان الطرائفی سے اس نے عنبسہ بن عبدالرحمان سے اس نے محمد بن زاذان سے اس نے ام سعد بنت زید بن ثابت سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو اس عنبسہ شخص کے حالات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس کے لئے اس حدیث کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے، میں کہتا ہوں: ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کرتا تھا جب کہ عثان ن عبد الرحمان الطرائفی کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۹۰) میں کہا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ وہ مجہول قسم کے لوگوں سے عجائبات بیان کرتا ہے جب کہ یہ عجائبات مجہول رواۃ کی جہالت کے باعث ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس خیال پر اس کے بعد کے محققین نے اس پر لکھا اور ان میں سے بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عنبسہ راوی کوئی چیز نہیں ہے اور عثان راوی حجت کے قابل نہیں ہے جب کہ یہ حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس لفظ کے ساتھ وارد ہے کہ "عورتوں کی اطاعت کرنا باعث ندامت ہے" عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۸۱) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (ق ۱/۱۵۶) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے (ق ۲/۱۲) میں اور الباطرقانی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۶۸) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۰/۱۵) میں محمد بن سلیمان بن ابی کریمہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے بتایا

ہے کہ محمد بن سلیمان نے ہشام سے باطل احادیث بیان کی ہیں جن کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے۔

چنانچہ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے اور ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ہشام سے ضعیف راوی نے بیان کیا ہے اور ہشام سے اس حدیث کو خالد بن ولید مخزومی نے بیان کیا ہے جب کہ وہ ابن ابی کریمہ سے زیادہ ضعیف ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق ابن جوزی رحمہ اللہ پر تعاقب کیا ہے اور اللآلی (۲/۱۷۴) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے ہشام (راوی) سے دو اور طریق ہیں اور ایک ابوبکر کی حدیث سے شاہد ہے لیکن دونوں طرق سے ایک طریق میں خلف بن محمد بن اسماعیل ہے جب کہ وہ ساقط الحدیث ہے جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ سے پہلے (ح ۴۲۲) میں گزر چکا ہے جب کہ اس حدیث کو اس طریق سے ابوبکر المقری الاصبہانی نے الفوائد (۱۲/۱۹۲/۲) میں اور ابو احمد بخاری نے اپنی حدیث (۱/۲) کے جز میں روایت کیا ہے جب کہ دوسرے طریق میں ابوالبختری راوی ہے اور اس کا نام وہب بن وہب ہے جو کہ مشہور احادیث وضع کرنے والا تھا البتہ شاہد تو اسناد کے ضعف کے باعث اس لفظ کے مخالف ہے اور اس کا اس کے بعد ذکر ہو رہا ہے۔ جب کہ اس کے بعد دوسرا شاہد اس سے رہ گیا ہے جس کو ابن عساکر نے (۵/۳۲۷/۲) میں ذکر کیا ہے جابر کی حدیث سے جو پہلے لفظ کے ساتھ مرفوع ہے جب کہ اسناد میں رواۃ کی ایک جماعت ہے جو معروف نہیں ہیں اور علی بن احمد بن زہیر تمیمی (راوی) کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے یہ راوی ثقہ نہیں ہے، جب کہ ابوبکرہ سے شاہد یہ ہے۔

عورتوں کی اطاعت کا نقصان

(۴۳۶) هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِينَ أَطَاعَتِ النِّسَاءَ۔

"لوگ تباہ و برباد ہو گئے جب انہوں نے عورتوں کی اطاعت کی۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۳۸) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۲/۳۴) میں اور ابن ماسی رحمہ اللہ نے انصاری کے آخری جز (۱/۱۱) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۲۹۱) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۵/۴۵) میں ابوبکرہ کے طریق سے بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص خوشخبری دینے کے لئے آیا وہ آپ کو ایک لشکر کی کامیابیوں کے بارے میں خوشخبری دے رہا تھا جب کہ آپ کا سر مبارک ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا تو آپ کھڑے ہوئے آپ نے سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی آپ سجدہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے قاصد کے بارے میں،

پوچھ گچھ کی اس نے آپ کو آگاہ کیا تو اس نے آپ کو دشمن کے معاملہ کے بارے میں جو خبر دی اس میں اس بات کا تذکرہ تھا کہ ان کی حکمران عورت ہے جب کہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ان کے معاملہ کی نگران ایک عورت ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا اس وقت لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے جب ان کی حکمران عورت ہوگی۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کی غفلت ہے جو اس نے بکار کے حالات کو میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو لاشئی قرار دیا ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کا شمار ان ضعیف رواۃ میں ہے جن کی احادیث کو تحریر کیا جاتا ہے اور اس نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے اسے ابن عدی رحمہ اللہ نے چلایا ہے۔ میں کہتا ہوں: جب کہ میرا خیال یہ ہے کہ ابو بکرہ سے اس حدیث کا اصل ہے الفاظ اور ہیں اس سے مقصود وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۴۶/۱۳-۴۷) میں اس سے ذکر کیا ہے جب نبی ﷺ کو یہ خبر ملی کہ فارسیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے جنہوں نے اپنے معاملات کو عورت کے سپرد کیا۔ اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے اور امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۸/۵، ۴۳، ۴۷، ۵۰، ۵۱) میں زیادہ طرق کے ساتھ ابو بکرہ سے روایت کیا ہے یہ اصل حدیث ہے جب کہ اس حدیث کو اس سے اس کے نواسے نے پہلے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس کے راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس نے اس میں غلطی کی ہے۔ البتہ اس حدیث کا مفہوم مطلق طور پر صحیح نہیں ہے چنانچہ صلح حدیبیہ کے واقعہ میں صحیح بخاری (۳۶۵/۵) میں وارد ہے کہ ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو مشورہ دیا جب کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانیوں کے ذبح کرنے سے انکار کیا کہ آپ باہر نکلیں اور آپ کسی فرد سے گفتگو نہ کریں یہاں تک کہ قربانیوں کو ذبح کر دیا جائے اور محرم لوگ اپنے سر منڈ والیں چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا تو جب آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا تو وہ کھڑے ہوئے انہوں نے قربانیوں کو نحر کیا چنانچہ اس حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ کو قبول کیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو معلوم ہوا کہ حدیث مطلق نہیں ہے جب کہ اس کے مثل وہ حدیث ہے جس کا اصل نہیں ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو لیکن ان کی مخالفت کرو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

جاہل شخص کی ایک قسم

(۴۳۷) مَنْ وُلِدَ لَهُ ثَلَاثَةٌ فَلَمْ يُسَمِّ أَحَدَهُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ جَهِلَ ۔

''جس شخص کے ہاں تین بچے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے تو وہ شخص جاہل ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الکبیر (۱۰۸-۱۰۹) میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے احمد بن نضر العسکری نے بیان کیا اس نے بتایا ہمیں ابوخیثمہ مصعب بن سعید نے روایت کیا اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن ایمن نے خبر دی ہے اس نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے مزید برآں اس مصعب کے طریق سے اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند (۱۹۹-۲۰۰) میں زوائد مسند سے ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۸۰) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے، مصعب کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا تھا بعدازاں اس نے اس کی تین احادیث کا ذکر کیا ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر ان الفاظ میں تعاقب کیا ہے کہ یہ تو صرف منکر اور آزمائش ہیں۔ پھر ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی روایات میں واضح ضعف موجود ہے جب کہ صالح جزرہ نے کہا ہے کہ وہ تو نابینا شخص تھا اسے کچھ علم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے جب کہ ولید بن عبدالملک بن مسرح حرانی نے اس کی متابعت کی ہے لیکن مجھے اس کے حالات سے آگاہی حاصل نہیں ہو سکی ہے مزید براں اس سے روایت کرنے والا ابو بدر احمد بن خالد بن مسرح حرانی ہے، دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ لاشئی ہے اس کی متابعت کی کچھ وقعت نہیں ہے اور یہ متابعت حافظ ابن بکیر صیرفی (۱/۵۸) کے نزدیک وارد ہے اس شخص کی فضیلت میں جس کا نام احمد اور محمد ہے، جب کہ لیث بن ابی سلیم محدثین کے اتفاق کے مطابق ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱۷۸/۲/۳) میں صحیح اسناد کے ساتھ عیسیٰ بن یونس سے ذکر کیا ہے جب اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس سے کیوں سماع نہیں کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا میں نے اس کو دیکھا ہے کہ اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا جب کہ وہ دن کے نمایاں ہونے کے باوجود مینار پر چڑھتا اور اذان کہتا تھا چنانچہ اس کے باعث ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ مصعب سے روایت کیا ہے۔

بعدازاں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں موسیٰ (راوی) لیث (راوی) سے متفرد ہے اور

لیث کو احمد اور اس کے علاوہ ائمہ نے متروک قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عمر کے آخری حصے میں اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا چنانچہ وہ اسانید کو تبدیل کرتا تھا اور مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱/۱۰۱/۱۰۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ لیث کا معاملہ اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ اس کی بیان کردہ حدیث پر وضع کا حکم لگایا جائے جب کہ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ نے اس کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ابن معین وغیرہ رحمہم اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن معین رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس راوی میں کچھ حرج نہیں ہے جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں ہے جب کہ یہ اس کی روایت میں سے ہے وگرنہ ثقہ رواۃ نے اس سے اس کا ضعف روایت کیا ہے، اس پر اعتماد کرنا مناسب ہے کیوں کہ اس کے ضعیف قرار دینے کا سبب واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو اختلاط لاحق ہو گیا تھا البتہ دونوں باتوں میں مطابقت ممکن ہے کہ اس کا پہلی بات سے ارادہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہ صادق ہے مقصود یہ ہے کہ وہ ارادتاً جھوٹ نہیں کہتا ہے جب کہ یہ بات اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ ضعف تو اختلاط کے باعث ہے جب کہ اختلاط کے ختم کرنے پر دسترس نہیں ہے۔ یہ تو وہ بات ہے جس کی جانب امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ راوی سچا ہے اور وہم کا شکار ہے اس جیسا قول یعقوب بن شیبہ کا ہے کہ وہ صدوق تو ہے البتہ حدیث اور اس کی مثل کے لحاظ سے ضعیف ہے عثمان بن ابی شیبہ اور نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پس یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ ائمہ اس کے ضعیف قرار دینے پر اتفاق رکھتے ہیں البتہ اس کا فی نفسہ ثقہ ہونا اس کے ضعف کو ختم نہیں کر سکتا جب کہ یہ حقیقت تو ایسی واضح ہے اس شخص پر ہرگز مخفی نہیں ہے جس کا جرح و تعدیل کیساتھ معمولی تعلق ہو پس معلوم ہوا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس سے توثیق کا جو فائدہ حاصل کرنا چاہا ہے وہ ہرگز فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

ہاں! امام سیوطی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ لیث راوی کا معاملہ اس حد تک نہیں پہنچ پایا ہے کہ اس کی حدیث کو موضوع کہا جائے، درست ہے، البتہ کبھی ضعیف حدیث کا ایسے وصف نے احاطہ کیا ہوتا ہے جو اس پر موضوع ہونے کا حکم صادر کرتا ہے مثال کے طور پر جس پر سلف صالحین کا مؤقف نہیں۔ یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں کہ ان کے تین اور اس سے زیادہ لڑکے ہیں جب کہ انہوں نے کسی ایک کا نام بھی

(محمد) نہیں رکھا ہے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب وغیرہ ہیں۔

مزید برآں ثابت ہوا کہ بھی ناموں سے افضل نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں اور اسی طرح عبدالرحیم عبداللطیف ہیں اور ہر وہ نام جس میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت آشکارا ہے مثال کے طور پر اگر ایک مسلمان شخص اپنی سبھی اولاد کے نام یوں رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہیں رکھتا تو اس کا ایسا کرنا صحیح ہے تو کیسے اس کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے جہالت کا کام کیا ہے بالخصوص جب کہ اسلاف میں ایسے لوگ تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ نام رکھنے کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے اگر چہ ہم اس کو اپنے لئے بطور مذہب کے پسند نہیں کرتے ہیں۔

نوٹ: بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا کہ میں اپنے سبھی بیٹوں کے نام ایسے رکھوں جن سے عبودیت نمایاں ہو مثال کے طور پر میں نے اپنی پہلی بیوی مرحومہ سے عبدالرحمٰن، عبداللطیف، عبدالرزاق نام رکھے ہیں جب کہ دوسری بیوی سے عبدالمصور اور عبد الاعلیٰ رکھے جب کہ ان میں سے چوتھا نام ایسا ہے کہ میں کسی شخص کے بارے میں خیال نہیں رکھتا ہوں کہ وہ اس نام رکھنے میں مجھ سے سبقت لے گیا ہو باوجود اس کے کہ میں رجال اور رواۃ کی کتب میں کثرت کے ساتھ ناموں پر اطلاع رکھتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے توفیق عطا کرے اور میرے آل میں برکت فرمائے، (ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماما)۔ پھر میرے ہاں ۱۳۸۳ھ میں مدینہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی یاد میں اور آپ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ میرے نام کے مطابق نام رکھو اور کنیت کے مطابق کنیت نہ رکھو۔ متفق علیہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی اسناد کے ضعیف ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ وہ درحقیقت موضوع نہ ہو جیسا کہ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ صحیح نہ ہو پہلی صورت کو تو ہم نے بیان کر دیا ہے جب کہ دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس کے طرق اور شواہد ہوں جو اس کو حسن، صحیح کے درجہ تک پہنچا دیں اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اس میں ذرہ بھر تساہل نہیں کرتا ہے جیسا کہ یہ حقیقت واضح ہے جب اس نے ابن جوزی رحمہ اللہ پر اللآلی المصنوعة میں تعاقب کیا ہے کہ ہم اس کو نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ پہلی صورت کو وہ مقام عطا کرتے ہوں جس کا وہ مستحق ہے پس ہم اس کو پہچان رہے ہیں کہ وہ کثرت کے ساتھ ایسی احادیث ہیں جن پر ابن جوزی رحمہ اللہ نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، ان کو موضوع ہونے سے بچانا چاہتا ہے صرف اس کی اسناد کی طرف دیکھتا ہے جبکہ ابن جوزی رحمہ اللہ حدیث

کے متن کی جانب بھی دیکھتے ہیں اور ان کی یہ کیفیت ان کی دقت نظری کی دلیل ہے جس پر ان کی تعریف کی جانی چاہیے۔

اور ان میں سے وہ حدیث ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ حدیث کو قوی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کہ وہ واثلہ بن اسقع اور جعفر بن محمد کی حدیث سے مروی ہے کہ وہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں اور عبدالملک بن ہارون بن عنترہ کی حدیث سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ ابن بکیر نے اس کو ذکر کردہ جز (اس کی فضیلت جس کا نام احمد اور محمد ہے) میں بیان کیا ہے، اس لئے کہ اس کے تمام طرق ایسے راویوں سے خالی نہیں ہیں جو متہم ہوں جیسا کہ ابن عراق رحمہ اللہ نے اس کو تنزيه الشريعة (۱/۸۲) میں بیان کیا ہے۔

البتہ واثلہ سے مروی حدیث کو اس کی سند میں عمر بن موسیٰ الوجیہی (راوی) ہے، وہ احادیث کثرت کے ساتھ موضوع بناتا تھا جب کہ جعفر بن محمد کی حدیث جو وہ اپنے باپ سے اس کے دادا سے بیان کرتا ہے اس حدیث کی اسناد میں عبداللہ بن داہر ایسا راوی ہے جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے متہم قرار دیا ہے پھر ذہبی رحمہ اللہ نے کہا وہ احادیث وضع کرتا تھا اور حدیث میں تیسری کمزوری یہ ہے کہ اس کے راوی عبدالملک بن ہارون ہے کثرت کے ساتھ جھوٹ بولنے والا اور من گھڑت احادیث پیش کرنے والا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا

(۴۳۸) مَثَلُ أَصْحَابِيْ مَثَلُ النُّجُوْمِ مَنِ اقْتَدَىٰ بِشَيْءٍ مِّنْهَا اهْتَدَىٰ۔

"میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال ستاروں کی مانند ہے جو شخص ان کے کسی عمل کی اقتدا کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۰۹) میں جعفر بن عبدالواحد سے اس نے بیان کیا کہ وہب بن جریر بن حازم نے ہمیں اپنے باپ سے بیان کیا اس نے اعمش سے اس نے ابی صالح سے اس نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: محدثین نے حاشیہ پر تحریر کیا ہے اس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ وہ شخص (ابن المحب) ہے یا ذہبی ہے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کے موضوع ہونے کا سبب یہ جعفر راوی ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ جعفر نامی شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے ایسی احادیث کو روایت کیا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ

نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے باعث اسے متہم قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ بھی ان میں سے ہے، مزید براں اس نے بیان کیا ہے بلاشبہ یہ جعفر کے مصائب سے ہے۔ یہ حدیث پہلے اسی طرح گزر چکی ہے اور اس کے طرق پر کلام بھی بلکہ اس کے اکثر الفاظ پر بھی کلام گزر چکا ہے۔ ان کا نمبر (۵۸-۶۲) ہے آپ وہاں رجوع کریں اگر رجوع کرنا چاہتے ہیں بلاشبہ اس کے ضمن میں بے شمار فوائد سے آگاہی حاصل ہوگی۔

اہل مکہ کے لیے قصر کی مسافت

(۴۳۹) يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ فِي أَدْنٰى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِّنْ مَّكَّةَ إِلٰى عُسْفَانَ۔

''اے مکہ والو! تم نماز کو چار برید کی مسافت سے کم میں مکہ سے عسفان جگہ تک قصر نہ کرو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۱/۱۱۲/۳) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے سنن (ص۱۴۸) میں جب کہ اس کے طریق سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۳۷/۳-۱۳۸) میں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے اس نے عبدالوہاب بن مجاہد سے اس نے اپنے والد سے اور عطاء بن ابی رباح نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے اس کا سبب عبدالوہاب بن مجاہد ہے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو روایت کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے کہا ہے محدثین نے اس سے روایت نہ کرنے پر اجماع کیا ہے جب کہ اسماعیل بن عیاش راوی اپنی روایت کے بیان کرنے میں ضعیف ہے جو شامی رواۃ کے سوا سے کرتا ہے جب کہ یہ روایت بھی ان سے ہے ابن مجاہد حجازی نے بتایا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسماعیل بن عیاش سے دلیل نہیں لی جاسکتی اور عبدالوجاب بن مجاہد ضعیف ہے اور اس میں صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: امام بیہقی نے اس حدیث کو عمرو بن دینار کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عطا سے موقوفاً ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن مجاھد راوی کا طبرانی کی روایت میں نام ذکر نہیں کیا گیا ہے، اسی لئے ھیثمی رحمہ اللہ نے اس کو نہیں پہچانا (۲-۱۵۷) اس حدیث کے موضوع ہونے اور اس کی

غلط نسبت نبی ﷺ کی جانب کرنے کی، وہ دلیل ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ احکام السفر (ج ۲ ص ۶-۷ پر مجموعۃ الرسائل والمسائل) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث دراصل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور اس کے سوا کی روایت میں اس کو مرفوع نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے یہ نسبت بلاشک وشبہ ائمہ حدیث کے ہاں باطل ہے اور نبی ﷺ کیسے مکہ کے باشندوں کو سفر کی تحدید کے بارے میں کہہ سکتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ ہجرت کے بعد کچھ عرصہ مدینہ میں اقامت پذیر رہے اور مدینہ کے باشندوں کے لئے آپ نے حد مقرر نہیں کی۔

مزید برآں میلوں اور فراسخ کے ساتھ تحدید کرنا محتاج ہے کہ زمین کی پیمائش کی مقدار معلوم ہو جب کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کو خاص لوگ ہی جانتے ہیں اور جن لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی خبر دوسروں سے تقلید کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں اور وہ قطعی نہیں ہے جب کہ نبی ﷺ نے ہرگز زمین کی مساحت کا تعین نہیں کیا ہے تو کیسے کوئی شارع اپنی امت کے لئے تعین کرسکتا ہے حالانکہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے اور سفر کی حد عام طور پر معلوم ہوتی ہے، مزید براں صحیح متن کے ساتھ تحدید ثابت ہے جس پر اہل حدیث علماء کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں عرفہ اور مزدلفہ اور منیٰ کے دنوں میں نماز قصر کرتے تھے اور اسی طرح سیدنا ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے بعد کیا کرتے تھے اور ان کی اقتداء میں مکہ کے باشندے نمازیں ادا کرتے تھے اور وہ ان کو نماز کی تکمیل کا حکم نہیں دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ یہ سفر ہے جب کہ مکہ اور عرفہ کے درمیان ایک برید کا فاصلہ ہے اور اس کی مسافت میں اونٹوں اور پیدل چلنے کی صورت میں نصف دن کا وقت صرف ہوتا ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ سفر کی لغت میں کوئی حد مقرر نہیں اور نہ شرع میں مقرر ہے اس کے بارے میں عرف عام کی طرف رجوع کیا جائے چنانچہ جس کو عرف عام میں سفر کہتے ہیں یہ وہی سفر ہے جس پر شارع نے حکم لگایا ہے مزید برآں اس عظیم الشان بحث کی تحقیق اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رسالہ کا مطالعہ کریں جس کی جانب ابھی ابھی اشارہ کیا گیا ہے اس کی جانب مراجعت کریں بلاشبہ اس میں اہم فوائد کا ذکر ہے جو فوائد آپ کو اس کے علاوہ کہیں سے نہ مل سکیں گے۔

اخلاق حسنہ وسیئہ کی حقیقت

(۴۴۰) حُسْنُ الْخُلُقِ يُذِيبُ الْخَطَايَا كَمَا يُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ وَإِنَّ الْخُلُقَ السُّوْءَ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

"اخلاق حسنہ گناہوں کو پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ سورج کورے کو پگھلا دیتا ہے مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ اخلاق فاسدہ اعمال کو خراب کر دیتے ہیں جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو (۲/۳۰۴) میں عیسیٰ بن میمون سے اس نے بتایا کہ میں نے محمد بن کعب سے سنا ہے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس نے اس کا ذکر عیسیٰ بن میمون کے حالات میں تمام احادیث میں کیا ہے، بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ اس کی اکثر مرویات پر کوئی متابعت نہیں کرتا ہے اور ابن معین رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر روایات والا قرار دیا ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے متروک الحدیث کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے وہ بھی موضوع روایات کو ذکر کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے مستحسن نہیں گردانا کہ وہ اس حدیث کو جامع الصغیر میں ابن عدی رحمہ اللہ کی اس روایت سے اس کے پہلے حصے پر اقتصار کرے جب کہ علامہ مناوی نے اس پر تعلیق کی ہے جس سے باوجود گہرائی کے حدیث کی کیفیت کا پتہ نہیں چلتا ہے، چنانچہ اس نے بیان کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور الخرائطی رحمہ اللہ المکارم میں ضعیف قرار دیا ہے عراقی رحمہ اللہ نے اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس کی شاہد روایت طبرانی رحمہ اللہ کی حدیث ہے اور اس کی اسناد بھی ضعیف ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ کی حدیث آگے آنے والی حدیث کی جانب اشارہ کر رہی ہے اور اس پر یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ اس طریق سے بھی ہے البتہ خرائطی کی حدیث تو وہ اس کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس کا تذکرہ ایک حدیث کے بعد ہو رہا ہے۔

اخلاق کی ایک اور حقیقت

(۴۴۱) اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ يُذِيبُ الْخَطَايَا كَمَا يُذِيبُ الْمَاءُ الْجَلِيْدَ وَالْخُلُقُ السُّوْءِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

"اخلاق حسنہ گناہوں کو پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ پانی کورے کو پگھلا دیتا ہے اور برے اخلاق اعمال کو خراب کر دیتے ہیں جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔"

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف حدیث ہے، اور اس کے دو طریق ہیں پہلا طریق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۹۸/۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابو محمد القاری نے اپنی حدیث (۱/۲۰۳/۲) میں عیسیٰ بن میمون سے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے محمد بن قرظی سے سنا وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے اس عیسیٰ راوی سے مقصود مدنی ہے اور وہ واسطی کے ساتھ معروف ہے اور یہ وہی شخص ہے جو اس سے پہلی حدیث کی اسناد میں ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۲۸۷/۱/۳) میں اپنے باپ سے اس نے بیان کیا ہے کہ وہ راوی متروک الحدیث ہے جب کہ یہ حدیث مجمع الزوائد (۲۴/۸) میں ہے اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر اور معجم الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد میں عیسیٰ بن میمون مدنی راوی ہے جو ضعیف ہے جب کہ دوسرا طریق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے اس کو تمام نے الفوائد (۱/۵۳) میں ذکر کیا ہے وہ خیر بن سعید المنبجی سے اس نے کہا ہمیں روح بن عبدالواحد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں خلید بن دعلج نے بتایا اس نے حسن سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی غایت درجہ ضعیف ہے خلید بن دعلج راوی کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو متروک رواۃ کی جماعت میں ذکر کیا ہے مزید روح بن عبدالواحد کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ وہ مضبوط راوی نہیں ہے اس نے متناقض روایات کو بیان کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے خلید کے بارے (۲/۱۲۰) میں اس حدیث کے بعد جس کو اس نے روح کی روایت سے اس نے خلید سے روایت کیا ہے شاید ضعف کی علت اس میں ہے جو اس سے روایت کرتا ہے۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت

(۴۴۲) إِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لَيُذِيبُ الْخَطِيئَةَ كَمَا تُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيدُ۔

”بلا شبہ اخلاق حسنہ گناہوں کو یوں پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ سورج کہر کو پگھلا دیتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، الخرائطی نے اس حدیث کو مکارم الاخلاق (ص ۷) میں بقیہ

بن ولید کے طریق سے اس نے بتایا مجھے ابوسعید نے بتایا اس نے کہا مجھ سے عبدالرحمان بن سلیمان نے بیان کیا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے یہ ابوسعید راوی بقیہ کے مجہول شیوخ سے ہیں جن کی وہ تدلیس کیا کرتے تھے ابن معین رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ جب بقیہ راوی اپنے استاد کا نام ذکر نہ کرے اور کنیت کے ساتھ اس کا ذکر کرے تو آپ سمجھ لیں کہ وہ ہرگز کسی چیز کے برابر نہیں ہے مزید برآں اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع میں الخرائطی کی اس روایت سے ذکر کیا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کے احوال میں جگہ خالی چھوڑی ہے اور اس کے بارے میں کلام نہیں کیا۔

مُردوں پر زندہ لوگوں کے اعمال

(۴۴۳) أَلَا إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مِثْلُ الذُّبَابِ تَمُوْرُ فِيْ جَوِّهَا فَاللّٰهَ فِيْ إِخْوَانِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ فَإِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ۔

”خبردار دنیا سے باقی نہیں ہے مگر مکھی کے برابر ہے جو فضا میں گردش کرتی رہتی ہے پس تم اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائیوں کے بارے میں خوفزدہ رہو جو قبرستان میں ہیں اس لئے کہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۰۷/۴) میں ابو اسماعیل سکونی کے طریق سے اس نے کہا میں نے مالک بن اُدِی سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نعمان بشیر سے سنا وہ مرفوع بیان کرتے تھے اور امام حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذھبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے ان کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں دو مجہول راوی ہیں، میں کہتا ہوں: ان سے مقصود سکونی اور ابن اُدِی ہیں جیسا کہ میزان میں وضاحت ہے یہ دونوں راوی مجہول ہیں۔

نوحہ خواں اور گلوکار ابلیس

(۴۴۴) كَانَ إِبْلِيْسُ أَوَّلَ مَنْ نَاحَ وَأَوَّلَ مَنْ تَغَنّٰى۔

”ابلیس پہلا وہ شخص ہے جو نوحہ گری کا موجد ہے اور پہلا وہ شخص ہے جس نے گانا گایا۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۵۱/۲) میں سیدنا

جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے اصل کو جابر کی حدیث سے نہیں پایا جب کے الفردوس کے مؤلف نے اس کا تذکرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی حدیث سے کیا ہے اور اس کے لڑکے نے اس کو اپنی سند میں ذکر نہیں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی کی فضیلت

(۴۴۵) مَنْ طَلَبَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ كَانَتِ السَّمَاءُ ظِلَالَهُ وَالْأَرْضُ فِرَاشَهُ يَهْتَمُّ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا فَهُوَ لَا يَزْرَعُ وَيَأْكُلُ الْخُبْزَ وَهُوَ لَا يَغْرِسُ الشَّجَرَ وَيَأْكُلُ الثِّمَارَ تَوَكُّلًا عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَطَلَبًا لِمَرْضَاتِهِ فَضَمَّنَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرَضِيْنَ السَّبْعَ رِزْقَهُ فَهُمْ يَتْبَعُوْنَ فِيْهِ وَيَأْتُوْنَ بِهِ حَلَالًا وَيَسْتَوْفِيْ هُوَ رِزْقَهُ بِغَيْرِ حِسَابٍ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالَى حَتّٰى أَتَاهُ الْيَقِيْنُ۔

”جو شخص اس کی ذات سے اس چیز کو طلب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو آسمان اس پر سایہ فگن ہوتا ہے اور زمین اس کا بچھونا ہوتا ہے وہ دنیوی معاملات کا کچھ خیال نہیں کرتا ہے تو وہ ایسی زراعت نہیں کرتا ہے اس کے باوجود اس کے کھانے کے لئے اس کو روٹی میسر آتی ہے اور وہ پھلدار درختوں کو اگاتا نہیں ہے لیکن پھلوں سے اپنے کام و دہن کو محظوظ کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اس کے رزق کا ضامن بناتا ہے تو وہ اس کے بارے میں خود کو تھکاوٹ سے ہم کنار کرتے ہیں اور اس کو حلال روزی عطا کرتے ہیں اور اس شخص کو اس کا رزق مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں بلاحساب عطا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہو۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۱۰/۴) میں ابراہیم بن عمرو سکسکی کے طریق سے روایت کیا اس نے کہا ہمیں میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابی رواد نے بیان کیا اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور اس نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ

حدیث منکر، موضوع ہے اس کی اسناد میں عمرو بن بکر راوی ابن حبان کے نزدیک متہم ہے جب کہ اس کا بیٹا ابراہیم ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: ابراہیم کے احوال جو میزان میں ہیں اس میں ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے موضوع باتوں کی روایت کرتا ہے جب کہ اس کا باپ بھی لاشئی ہے، بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

افضل کون ہے

(۴۴۶) أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ الْمَلَائِكَةِ جِبْرِيْلُ علیه السلام وَأَفْضَلُ النَّبِيِّيْنَ آدَمُ وَأَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَأَفْضَلُ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَفْضَلُ اللَّيَالِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَأَفْضَلُ النِّسَاءِ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ۔

''کیا میں تمہیں سب فرشتوں سے افضل فرشتہ نہ بتاؤں وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ فضیلت والے آدم علیہ السلام ہیں اور دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اور مہینوں سے افضل مہینہ رمضان کا ہے اور تمام راتوں سے افضل لیلۃ القدر کی رات ہے اور تمام عورتوں سے افضل عورت مریم بنت عمران ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو نافع ابی ہرمز کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے، نافع ابو ہرمز راوی کو ابن معین رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے اور سبھی انبیاء علیہم السلام سے افضل نبی ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں اس پر صحیح حدیث دلالت کر رہی ہے: ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا'' مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۲۷) میں ذکر کیا ہے، چنانچہ مسلم شریف کی یہ صحیح حدیث (۴۴۶) نمبر والی حدیث کو موضوع قرار دے رہی ہے۔

عبادت گزار جاہل اور فاسق قراء

(۴۴۷) يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ عُبَّادٌ جُهَّالٌ وَقُرَّاءٌ فَسَقَةٌ۔

''آخر زمانہ میں عبادت گزار لوگ جاہل ہوں گے اور قراء فسق و فجور کے مرتکب ہوں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۱۵/۴) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے (۳۳۱/۲-۳۳۲) میں اور ابوبکر آجری نے اخلاق العلماء (ص ۶۲) میں یوسف بن عطیہ کے طریق سے اس نے ثابت سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم نے حدیث کو یوسف بن عطیہ کے طریق سے ہی تحریر کیا ہے جب کہ اس کی حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان رحمہ اللہ نے یوسف بن عطیہ کو احادیث کے وضع کرنے کی تہمت سے متہم کیا ہے جب کہ امام حاکم اس سے خاموش ہیں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں یوسف راوی تباہ و برباد ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے انتہا درجہ کے ضعیف اور متہم ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ منکر الحدیث راوی ہے۔

امتِ محمدیہ خیر و برکت میں

(۴۴۸) لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ (أَوْقَالَ أُمَّتِيْ) بِخَيْرٍ مَالَمْ يَتَّخِذُوْا فِيْ مَسَاجِدِهِمْ مَذَابِحَ كَمَذَابِحِ النَّصَارٰى۔

''نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت یا یہ امت خیر و برکت کے ساتھ رہے گی جب تک کہ وہ اپنی مسجدوں میں مزابح (محراب) نہ بنائیں گے جیسا کہ عیسائیوں نے بنائے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو المصنف (ج ۱۔۱۰۷۔۱) میں ذکر کیا ہے، اسناد اس طرح ہے، کہ وکیع نے ہمیں بتایا اس نے کہا ہمیں ابواسرائیل نے (موسیٰ جہنی) سے خبر دی ہے اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حدیث کا ذکر کیا (جس کا ترجمہ شروع میں موجود ہے)

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے، جب کہ اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت یہ ہے کہ روایت معضل ہے اس حدیث کے راوی موسیٰ جہنی جو عبداللہ کے بیٹے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین کی وساطت کے ساتھ روایت کرتے ہیں جیسے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، شعبی، مجاہد اور نافع وغیرہ تو ان کا شمار

تبع تابعین سے ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے جو اعلاء الاریب بحدوث بدعة المحاریب کے (ص: ۳۰) پر ہے کہ یہ مرسل ہے جب کہ یہ درست نہیں جب کہ مرسل حدیث کا اطلاق محدثین کی اصطلاح میں صرف تابعی کے قول پر ہوتا ہے کہ تابعی بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ یہ تو اس طرح نہیں ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ ابو اسرائیل ضعیف ہے اور اس کا نام اسماعیل بن خلیفہ عبسی ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی راست گفتار تھا البتہ اس کا حافظہ خراب تھا جب کہ یہ اس لحاظ سے ہے جو المصنف کے ہمارے قلمی نسخہ میں ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس سے جس کو اس نے الاعلام میں نقل کیا ہے اس میں (اسرائیل) ہے یعنی اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی ہے جب کہ یہ راوی ثقہ ہے اس کا شمار ابو اسرائیل کے طبقہ سے ہے اور وہ دونوں وکیع کے اساتذہ سے ہیں جب کہ میں دونوں نسخوں سے حتمی طور پر زیادہ صحیح کا یقین نہیں دلا سکتا اگرچہ غلبہ ظن پہلے نسخہ پر ہے جب کہ ہمارا نسخہ درست ہے اس کا اصل نسخہ سے جو (۷۳۵) سن کا ہے اور جو چیز سیوطی رحمہ اللہ سے واقع ہوئی اس بنیاد اس نے کہا یہ حدیث مرسل ہے اس کی اسناد صحیح ہے حالانکہ آپ پہچان چکے ہیں کہ درست صورت یہ ہے کہ حدیث معضل ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ ابو اسرائیل سے محفوظ ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اس سے محفوظ نہیں ہے، چنانچہ میرے نزدیک یہ حقیقت راجح ہے کہ اس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے جب کہ میں نے دوسرے نسخہ کی جانب رجوع کیا کہ مصنف (۱۔۱۸۸۔۱) میں، تو میں نے اس کو پہلے نسخے کے مطابق پایا اس لحاظ سے اسناد ضعیف ہے معضل ہے۔

فائدہ: المذابح سے مقصود محراب ہیں جیسا کہ لسان العرب وغیرہ میں ہے اور جیسا کہ واضح طور پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ تم ان مذابح سے کنارہ کشی اختیار کرو مقصود محراب ہیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۳۹/۲) میں اور اس کے سوا مؤلفین نے حسن سند کے ساتھ ذکر کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ص ۲۱ میں کہا کہ حدیث ثابت ہے) اور اس سے استدلال کرتے ہوئے روکا گیا ہے کہ مساجد میں محراب نہ بنائے جائیں جب کہ یہ محل نظر ہے میں نے اس کی وضاحت الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب میں کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محرابوں سے مقصود مجلسوں کی وہ جگہ ہے جہاں مجالس کے صدر تشریف رکھتے ہیں جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کو یقین کے ساتھ الفیض میں ذکر کیا ہے۔

ہاں! علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے گزشتہ ذکر کردہ رسالہ میں یقین کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے کہ مسجد میں

محراب کا ہونا بدعت ہے جب کہ شیخ علی قاری رحمہ اللہ نے بھی مرقاۃ المفاتیح (۴۷۴/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے تو اس کا بدعت ہونا معضل حدیث سے بے پرواہ کرتا ہے اگرچہ نہی میں صراحت ہے اس لئے کہ ہم خود اپنے لئے اجازت نہیں سمجھتے کہ ہم اس قول سے دلیل حاصل کریں جو نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور بلاشبہ امام بزار نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے محراب میں نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں کی مانند ہیں لہٰذا تم اہل کتاب کے ساتھ مشابہت نہ کرو یعنی محراب، طاق میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۵۱/۲) میں نے ذکر کیا ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابراہیم سے بیان کیا ہے اس نے کہا عبداللہ نے واضح کیا کہ تم نماز کی ادائیگی کے لئے ان محرابوں سے خود کو دور رکھو جب کہ ابراہیم ان میں قیام نہیں کرتا تھا، میں کہتا ہوں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات صحیح ثابت ہے بلاشبہ ابراہیم بن یزید نخعی نے اگرچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں ہے تو وہ اس سے بظاہر مرسل ہے البتہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس کی مرسل روایات کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرسل روایات کے ساتھ خاص کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور یہ تخصیص ہی صحیح ہے اس لئے کہ اعمش نے روایت کیا ہے کہ میں نے ابراہم سے عرض کیا کہ آپ مجھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند روایات ذکر کریں تو ابراہیم نے کہا کہ جب میں تم کو ایک شخص سے روایت کروں، وہ عبداللہ سے روایت کرتا ہے تو وہ ایسی روایت ہے جس کو میں نے سنا ہے اور جب میں کہوں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تو وہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی ایک نے روایت کی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی طرح التھذیب میں معلق ذکر کیا ہے جب کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے (۱۳۳/۱) میں اس کو موصول ذکر کیا ہے اور ابن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات (۲۷۲/۶) میں اور ابوزرعہ رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۱۲۱/۲) میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ اثر اس کے بارے میں ابراہیم نے آگاہ کیا ہے کہ عبداللہ نے بیان کیا تو اس نے اس کو اس سے ایک جماعت کے طریق سے حاصل کیا ہے اور وہ سبھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہیں تو دل ان کی حدیث سے مطمئن ہے جب کہ وہ جماعت میں اگرچہ مشہور نہیں ہیں ظاہر ہے کہ تابعین کے بارے میں صدق کو غلبہ ہے بالخصوص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ تو صادق ہیں ،بعدازاں ابن ابی شیبہ نے سالم بن ابی الجعد سے ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ تم مساجد میں محراب قائم نہ

کرو۔اس کی اسناد صحیح ہے مزید برآں موسیٰ بن عبیدہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس نے بتایا کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی مسجد کا مشاہدہ کیا تو میں نے اس میں محراب کو نہیں دیکھا اور اس نے اسلاف سے کثرت کے ساتھ ایسے آثار ذکر کیے ہیں جن سے مساجد میں محراب بنانے کی کراہت ہے اور جو کہ ہم نے ذکر کیا ہے وہ کفایت کرتا ہے۔

البتہ شیخ کوثری کا اپنے کلام میں یقین کے ساتھ کہنا جس کے ساتھ اس نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے سابقہ رسالے کا آغاز کیا ہے، اس کے (ص ١٧) پر موجود ہے کہ نبی ﷺ کی مسجد میں محراب موجود تھا تو وہ اثر ان آثار کے مخالف ہے جن میں یقین کے ساتھ محراب کو بدعت قرار دیا گیا ہے پس لازمی طور پر ناقدین کی ایک جماعت نے اس کو یقینی قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس کا دارو مدار ایسی حدیث پر ہے جو صحیح نہیں ہے اور کوثری کی تلبیسات کو ختم کرنے کے لیے کلام ضروری ہے، اس سے مقصود سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور وہ یہ ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

(٤٤٩) حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ نَهَضَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ [يَعْنِيْ مَوْضِعَ الْمِحْرَابِ] ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيْرِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلَى يُسْرَاهُ عَلَى صَدْرِهِ۔

”میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں موجود تھا جب آپ مسجد کی جانب کھڑے تو آپ محراب میں داخل ہوئے بعد ازاں آپ نے اللہ اکبر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (٢/ ٣٠) میں محمد بن جعفر الحضرمی سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سعید بن عبدالجبار بن وائل نے خبر دی اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنی والدہ سے اس نے سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اسی طریق سے امام بزار رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس میں زائد الفاظ ہیں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مجمع الزائد (١/ ٢٣٢/ ٢/ ١٣٤-١٣٥) میں ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں سعید بن عبدالجبار راوی کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے جب کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا ذکر ثقہ رواۃ میں کیا ہے جب کہ محمد بن حجر راوی ضعیف ہے اور دوسرے مقام میں ہے کہ محمد بن حجر راوی کے

بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے کہ اس میں کچھ نظر ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے لئے منکر احادیث ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ اس راوی کو ابن الترکمانی نے الجوھر النقی میں معلول قرار دیا ہے مزید بیان کیا ہے کہ عبدالجبار کی ماں سے مقصود یحییٰ کی ماں ہے مجھے اس کی حالت اور اس کے نام کا علم نہیں ہے تو ان علماء کے کلام سے واضح ہوا کہ اس کی اسناد میں تین علتیں ہیں ایک محمد بن حجر دوسری علت سعید بن عبدالجبار ہے تیسری علت عبدالجبار کی والدہ ہے چنانچہ علامہ کوثری کی تلبیسات سے ہے کہ وہ پہلی دو علتوں سے خاموش ہیں قاری کو وہم لاحق ہوتا ہے کہ اس میں سوائے تیسری علت اور کوئی خطرہ نہیں، اس کے باوجود وہ اس کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جب کہ اس نے کہا ہے عبدالجبار کی والدہ کا تذکرہ نہ کرنا اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے اس لئے کہ ان سبھی روایات سے الگ نہیں ہے جن کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ روایت کرنے والی عورتوں میں سے کسی ایسی عورت کے بارے میں علم نہیں ہے جو متہم ہے اور نہ وہ جس کو روایت کرنے والوں نے چھوڑ رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ کے کلام کا یہ مقصود نہیں ہے البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان عورتوں کی روایات ضعیف ہیں البتہ ان کا ضعف کچھ زیادہ نہیں ہے تو کوثری کا مقصود کمزور ہے خصوصا اس کے بعد کہ ہم نے پہلی دو علتوں سے نقاب کشائی کر دی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ کا پیش لفظ تحریر کرنے والا اور اس پر حواشی مرتب کرنے والا، دوسرا ایک ایسا عالم فاضل شخص ہے جس کا نام عبداللہ بن محمد صدیق غماری ہے۔ وہ اس حدیث پر نقد کرنے میں گہرائی میں چلا گیا اگر چہ وہ علامہ کوثری کے ساتھ محرابوں کو مستحسن قرار دینے میں متفق ہے چنانچہ اس نے حدیث کی صحت سے نقاب کشائی (ص ۲۰) پر تحریر کی ہے جب کہ وہ اس کلام پر یقینی طور پر مطلع ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے ضعف کا سبب عبدالجبار کی والدہ کا مجہول ہونا ہے مزید برآں اس لئے کہ محمد بن حجر بن عبدالجبار راوی کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ منکر احادیث روایت کرتا تھا جیسا کہ امام ذہبی کا قول ہے کہ فرض کیجئے کہ اس کا اثبات ہے تو پھر اس کی تاویل ضروری ہے کہ محراب سے مقصود نماز ادا کرنے کی جگہ ہے اس لئے کہ یہ حقیقت قطعی ہے کہ مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور سید سمہودی رحمہ اللہ نے یقین کے ساتھ محراب کے ہونے کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں: اور جس تاویل کی طرف جایا جارہا ہے وہ حدیث کا قطعی مفہوم ہے اس کی دلیل مسند بزار میں زیادتی ہے یعنی محراب کی جگہ ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ نبی ﷺ کے عہد رسالت

میں محراب کا وجود نہ تھا اس لئے راوی نے اس کی تاویل محراب کی جگہ سے کی ہے۔

مزید براں اس وضاحت سے انصاف پسند قاری کے سامنے یہ حقیقت واضح ہے کہ کوثری کا حدیث کی اسناد اور معنیٰ کے لحاظ سے مضبوطی نہیں ہے تو اس کو وہ شاید فائدہ نہ دے گا جس کا اس نے عبدالمھیمن بن عباس کی روایت سے ذکر کیا ہے جو طبرانی میں ہے جو سہل بن سعد سے مروی ہے اور اس میں یہ جملہ ہے کہ جب آپ کے لئے محراب بنایا گیا تو آپ نے اس کی جانب پیش قدمی کی اس کا سبب یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آپ کے لئے محراب بنایا گیا یہ منکر ہیں، یہ عبدالمھیمن اس اسناد میں متفرد ہے مزید برآں اس کو ایک سے زائد محققین نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ کوثری کا یہی خیال ہے جب کہ حقیقت میں اس کی کفیت اس سے بدتر ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے تو اس میں شدید قسم کا ضعف موجود ہے کہ اس کی حدیث کو بطور استشہاد کے پیش نہیں کیا جاسکتا جب کہ اصول حدیث کی کتب میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے البتہ یہ تو تب ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ کے موافق ہوں تو کیسے استشہاد ممکن ہے جب کہ وہ دونوں مختلف ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ البتہ کوثری اور دیگر محققین کا محرابوں کو مستحسن قرار دینا اس چیز کے پیش نظر ہے کہ اس میں مصلحت موجود ہے کہ اس سے قبلہ کی جانب رہنمائی حاصل ہوتی ہے تو یہ دلیل تو نہایت کمزور ہے اس کے چند اسباب ہیں۔

پہلا سبب: اکثر و بیشتر مساجد میں مینار موجود ہیں ان کا وجود قطعی طور پر اسی مصلحت کے ساتھ پایا جاتا ہے تو ایسی صورتوں میں محرابوں کی ضرورت نہیں ہے اور مناسب یہ ہے کہ یہ کیفیت اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں کے درمیان متفق ہو جو اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اگر وہ انصاف کے قائل ہیں اور وہ عذر تراشنے کا ارادہ نہیں کرتے خود کو اس منہج پر چلانا چاہتے ہیں جو جمہور کا منہج ہے اور انہیں خوش کرنا مقصود ہے۔

دوسرا سبب: یہ حقیقت ہے کہ جس کام کو ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر مشروع قرار دیا گیا ہے تو جب ضرورت اور مصلحت کا تقاضہ ہو تو اس کام کو کیا جائے اور اس سے آگے نہ بڑھا جائے، پس جب مسجد میں محراب تعمیر کرنے سے مقصود قبلہ کی جانب رہنمائی ہو تو یہ رہنمائی تب بھی حاصل ہوسکتی ہے جب چھوٹا سا محراب اس میں تیار کیا جائے جب کہ اس دور میں اکثر مساجد میں فراخ محراب دیکھنے میں آتے ہیں کہ ان میں امام چھپ سکتا ہے مزید براں وہ زیب وزینت کا نشان ہوتے ہیں اور اس میں ایسے نقش ونگار کئے گئے ہوتے ہیں جو نمازیوں کو غافل کرتے ہیں اور نمازیوں کے خشوع میں اثر انداز ہوتے ہیں اور

ذہن کی توجہ میں اجتماعیت دکھائی نہیں دیتی ہے جب کہ ایسی کیفیت سے قطعی طور پر روکا گیا ہے۔

تیسرا سبب: یہ ہے کہ جب یہ حقیقت واضح ہے کہ عیسائی لوگ اپنے گرجوں میں محراب تعمیر کرتے ہیں تو اس وقت ضروری ہے کہ محرابوں سے بالکلیہ صرف نظر کی جائے اور اس کے بدل کوئی ایسی چیز ہو جس پر معاشرہ میں اتفاق ہو مثال کے طور پر امام کے قیام کی جگہ پر ایک ستون قائم کیا جائے جب کہ سنت میں اس کا اصل بھی موجود ہے چنانچہ طبرانی رحمہ اللہ کبیر (۲/۸۹/۱) میں دو طریق سے وہ عبداللہ بن موسیٰ تیمی سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے معاذ بن عبداللہ بن خبیب سے اس نے جابر بن اسامہ جہنی سے روایت کیا ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بازار میں نبی ﷺ سے ملاقات کی جب کہ آپ بازار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جلو میں تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم کے لئے مسجد کی جگہ متعین کر رہے ہیں، پس میں واپس آیا تو لوگ کھڑے تھے، میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی جگہ متعین کی اور آپ نے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کو گاڑا اس کو وہاں کھڑا کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد حسن ہے اس کے سبھی رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں تہذیب التہذیب میں ان کا تذکرہ ہے جب کہ ان میں سے ایک کا نام امام ہیثمی پر محرف ہو گیا چنانچہ مجمع الزوائد (۱۵/۲) میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الاوسط اور معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں معاویہ بن عبد اللہ بن حبیب ایسا راوی ہے جس کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے جب کہ وہ معاذ ہے معاویہ نہیں ہے اور ابن خبیب میں خا پر پیش ہے فتح نہیں ہے اس صحیح کیفیت میں حافظ ابن حجر نے اس کو الاصابہ (۲۲۰/۱) میں بخاری کی تاریخ کی روایت میں سے اور ابن ابی عاصم اور طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ یہ حقیقت اس شخص پر پوشیدہ ہے جس نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اس سے مقصود استاد غماری ہیں اس نے ہیثمی رحمہ اللہ کے کلام کو حدیث کے معلول قرار دیئے جانے کے بارے میں معاویہ بن عبداللہ کے بارے میں کہا کہ اس کے باعث حدیث معلول ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے: کہ مسجد میں محراب بنانا بدعت ہے اور محراب بنانے کو مصالح مرسلہ قرار دینے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا جب کہ اس کے علاوہ ایسے کام ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے مشروع قرار دیا ہے کہ مساجد کو فراخ بنایا جائے تکلف سے دور رہا جائے اور زیب و زینت سے دور رہا جائے۔

پتھروں کے بارے میں عقیدہ

(۴۵۰) لَوِ اعْتَقَدَ أَحَدُكُمْ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ۔

''اگر تم میں سے کوئی شخص پتھر کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ فائدہ دیتا ہے تو وہ ضرور اس کو فائدہ عطا کرتا ہے۔''

تحقیق: یہ موضوع ہے، جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی موضوعات (ص ٦٦) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ تو ان لوگوں کا کلام ہے جو بتوں کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں وہ پتھروں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اور اس کی مثل یہ بھی ہے جس شخص کو کوئی چیز اللہ کی جانب سے پہنچتی ہے کہ اس میں فضیلت ہے، میں کہتا ہوں: اس سے مقصود وہ حدیث جو آگے آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملنے والی چیز کی فضیلت

(۴۵۱) مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ شَيْءٌ فِيْهِ فَضِيْلَةٌ فَأَخَذَ بِهِ إِيْمَانًا بِهِ وَرَجَاءَ ثَوَابِهِ أَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ ۔

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی چیز حاصل ہوئی کہ اس میں فضیلت کارفرما ہو تو اس نے اس پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے پکڑا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عطیہ سے نوازے گا اگر چہ حقیقت اس طرح نہ ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حسن بن عرفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی جز (۱/۱۰۰) میں اور ابو محمد الخلال رحمہ اللہ نے ماہ رجب کی فضیلت میں (۱/۱۵-۲) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے (۲۹٦/۸) میں اور محمد بن طولون رحمہ اللہ نے (۸۸۰-۹۵۳) میں اربعین (۲/۱۵) میں فرات بن سلمان اور عیسیٰ بن کثیر سے ان دونوں نے ابو رجاء سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے صحیح نہیں ہے ابو رجاء راوی کذاب ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۲/۲۱۴) میں اسے برقرار رکھا ہے جب کہ میں ابو رجاء کو پہچانتا نہیں ہوں۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۱۹۱) میں وضاحت کی ہے کہ وہ

راوی معروف نہیں ہے اور اسی طرح اس نے القول البدیع (۱۹۷) میں کہا ہے البتہ مؤرخ ابن طولون کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے اور ابو رجاء راوی کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ محرز بن عبد اللہ جزری ہے جو ہشام کے غلام تھے اور وہ ثقہ ہیں اور اس حدیث کے کچھ طرق اور شواہد ہیں جن کو میں نے التوشیح لبیان صلوٰۃ التسبیح میں ذکر کیا ہے۔ (بعد ازاں میں نے ابن ناصر الدین دمشقی کو دیکھا کہ اس نے اس طرح کے کلام کو اپنی کتاب الترجیح لحدیث صلوٰۃ التسبیح (۷۷۷-۸۴۲) میں ذکر کیا ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ ابن طولون نے اس کو اس سے لیا ہے جب کہ اس کتاب کو میں نے مکتبۃ الحرم مکی سن ۱۳۸۲ھ میں دیکھا تھا)۔

جب کہ وہ اس علم کے قواعد سے بہت دور ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس محرز نامی راوی کو اگر تسلیم کیا جائے کہ وہ ابو رجاء ہے تو وہ مدلس ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے اور اس نے عن کے ساتھ بیان کیا ہے تو پھر کیسے اس اسناد کو عمدگی حاصل ہو سکتی ہے علاوہ ازیں میں اسے زیادہ بعید گردانتا ہوں کہ ابو رجاء سے مقصود وہ محرز ہے، اس کے کچھ اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس کے احوال میں ذکر کیا ہے کہ اس کے اساتذہ میں سے فرات بن سلمان ہیں جب کہ اس اسناد میں جو واقع ہے وہ اس کے مخالف ہے میری مراد یہ ہے کہ فرات بن سلمان وہ حدیث کو اس سے روایت کرنے والا ہے البتہ یوں کہا جائے گا کہ یہ روایت وہ ہے جو اکابر کی اصاغر سے ہوتی ہے جب کہ اس میں ایک طرح کا بعد ہے، واللہ اعلم۔

اس کی تائید ہو رہی ہے کہ یہ وہ نہیں ہے اس طرح کہ میں نے ''جزء ابن عرفہ'' عطاردی کے حاشیہ میں دیکھا اس میں اس جانب اشارہ تھا کہ یہ اس کا نسب ہے جب کہ اس کے کنارے میں صح کا لفظ واضح نہیں ہے یہ اس جانب اشارہ ہے کہ یہ نسبت اصل کتاب سے ناسخ کے قلم سے رہ گئی ہے تو اس کو حاشیہ پر تحریر کر دیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ پس مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ اصل سے ہے تو احتمال ہے کہ اس کو وہاں لگا دیا گیا ہو مقصود وضاحت اور بیان ہو یہ مقصود نہیں کہ یہ اصل میں ہے اور شاید ہم اس جزء کے دوسرے نسخہ پر مطلع ہو سکیں تو پھر اس کلمہ کی حقیقت واضح ہو گی، واللہ اعلم۔

بعد ازاں مجھے حدیث سے آشنائی ہوئی کہ اس کو حافظ قاسم ابن الحافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اربعین سلفی (1/11) میں دو طریق سے ابی رجاء سے ذکر کیا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ ''یہ حدیث محل نظر ہے اور میں نے اپنے باپ سے سنا وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے، بعد ازاں ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس

میں اسماعیل بن یحییٰ راوی کے بارے میں ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے جبکہ ابن حبان رحمہ اللہ کی روایت سے بزیع ابوالخلیل کے طریق سے محمد بن واسع اور ثابت بن ابان سے (اسی طرح اصل میں ہے جبکہ شاید وہ ابن اسلم ہے جب کہ میں راویوں میں ثابت بن ابان راوی کو نہیں پہچانتا) وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بزیع راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی متہم ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے، کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع چیزوں کو پیش کرتا ہے گویا کہ وہ عمداً اس کا قصد کرتا ہے جب کہ الضعفاء میں ہے کہ وہ متروک ہے اور لسان المیزان میں ہے کہ دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے ہر وہ چیز جس کو روایت کرتا ہے باطل ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں اس کی مثل ذکر کیا ہے جیسا کہ مجمع الزوائد (۱۴۹/۱) میں ہے اور عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے۔

بعدازاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کیا ہے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کرتے ہوئے دوسرا طریق ذکر کیا ہے جس میں متہم راوی بھی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اس حدیث میں ذکر ہو رہی ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا جائے گا جب کہ اس نے ایک اور طریق کو ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ولید بن مروان کی روایت سے ہے وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ یہ ولید راوی مجہول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱۸/۲/۴) میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ اور عسقلانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے مزید برآں اس میں انقطاع ہے کہ اس ولید نے غیلان بن جریر سے روایت کی ہے جب کہ غیلان نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے روایت نہیں کیا، چنانچہ اس کا شمار صغار تابعین سے ہے تو ولید اس لحاظ سے ان کے متبعین سے ہے اس نے صحابہ کو نہیں پایا اسی طرح حدیث کا منقطع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب کہ سیوطی رحمہ اللہ کے عجائبات سے یہ بھی ہے کہ اس نے اس کے بعد حمزہ بن عبدالمجید سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے آپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ سب کچھ میں نے کہا ہے اور یہ میری جانب سے ہے جب کہ علماء کے ہاں یہ حقیقت ثابت ہے کہ خواب کے ساتھ کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے تو اس لحاظ سے یہ

زیادہ بہتر ہے کہ خواب سے حدیث نبوی ثابت نہیں ہو سکتی، جب کہ حدیث قرآن کے بعد احکام کے لیے بنیاد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق سے دلیل ثابت نہیں ہوتی ہے جب کہ بعض احادیث دیگر بعض سے شدید قسم کی ضعیف ہوتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن ناصر الدین نے الترجیح میں ابن رجاء کے طریق سے ذکر کیا ہے جب آپ نے اس کے کمزور ہونے کو معلوم کر لیا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے درست کیا ہے جب کہ اس نے اس کو احادیث موضوعہ میں شامل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی اس پر متابعت کی ہے جیسا کہ اس حدیث کے بارے میں گزر چکا ہے جو اس سے پہلے ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے تو لہٰذا اس باب میں یہ دلیل کافی ہے اور شوکانی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے جیسا کہ اس حدیث میں جو اس کے بعد ہے اس میں ذکر ہو رہا ہے۔

اس حدیث کے برے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ حدیث اشارہ دے رہی ہے کہ حدیث جیسی بھی ہو اس پر عمل کر کے ثواب کی امید رکھی جائے خواہ حدیث صحیح، ضعیف یا موضوع ہو، اہل علم کے ہاں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جمہور مسلمان علماء خطباء مدرسین وغیرہ احادیث کو بیان کرنے میں سستی کی ہے اور ان پر عمل کیا جب کہ اس کیفیت سے احادیث صحیحہ کی واضح طور پر مخالفت ہے اور خوف زدہ کیا گیا کہ کسی حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب اس وقت کی جائے جب وہ صحیح ہوں اور ان کی صحت ثابت ہو جیسا کہ ہم نے اس کو مقدمہ میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔

یہ حدیث اور وہ حدیث جو معنویت کے لحاظ سے اس کے مترادف ہے گویا کہ وہ ان لوگوں کا سہارا ہیں جو فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے مطابق عمل کے جواز کے قائل ہیں جب کہ ہمارا موقف اس کے مخالف ہے اور ہم شدت کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا تب ہی درست ہے جب اس کی صحت ثابت ہو جیسا کہ محققین علماء کا قول ہے ان سے مقصود حافظ ابن حزم ابن العربی المالکی وغیرہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں انہوں نے چند شروط کے ساتھ اس کو مقید کیا ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرتے وقت اعتقاد یہ ہو کہ حدیث ضعیف ہے مزید برآں اس کی تشہیر نہ کی جائے کہ وہ ضعیف ہے تاکہ کہیں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا سہارا ہموار نہ ہو جائے اور جو کام مشروع نہیں ہے وہ کہیں مشروع قرار نہ پائے یا اس پر عمل کرنے کو بعض جاہل لوگ یہ خیال کرنے نہ لگ جائیں کہ یہ سنت صحیحہ ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب (ص ۳-۴) میں

وضاحت کی ہے جب کہ اس مفہوم کو استاذ ابن عبدالسلام وغیرہ نے واضح کیا ہے اور ڈرنا چاہیے، کہیں کوئی شخص اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہ ہو جائے کہ جس میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص میری جانب نسبت کرتے ہوئے حدیث بیان کرتا ہے جب کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر اس کا شمار جھوٹے لوگوں میں سے ہوگا۔ تو اس شخص کا کیا حال ہے جو اس پر عمل کر رہا ہے اور اس بات میں کچھ فرق نہیں ہے کہ احکام یا فضائل میں اس کے مطابق عمل کیا جائے جب کہ احکام وفضائل سب شریعت ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ ان شرائط کے ساتھ عمل کرنا اس موضوع حدیث کے منافی ہے گویا کہ جو لوگ ان کے قائل ہیں وہ ان کے موضوع ہونے کے قائل ہیں اور مقصود بھی یہی ہے آپ غور کریں! البتہ دوسرا طریق جس کی جانب اس کی حدیث سے اشارہ گزر چکا ہے تو وہ آگے ذکر ہونے والی حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملنے والی چیز کی ایک اور فضیلت

(۴۵۲) مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ فَضْلٌ فَأَخَذَ بِذٰلِكَ الْفَضْلِ الَّذِيْ بَلَغَهُ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا بَلَغَهُ وَإِنْ كَانَ الَّذِيْ حَدَّثَهُ كَاذِبًا۔

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی فضیلت ملتی ہے اور وہ اس کو تھامے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عطا کرے گا جو اس کو پہنچی ہے اگر چہ بتانے والے نے جھوٹ ہی بتایا ہو۔“

تحقیق: یہ موضوع ہے، بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کامل بن طلحہ کی حدیث (۱/۴) میں اور ابن عبد البر رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم (۱/۲۲) میں اور ابو اسماعیل سمرقندی رحمہ اللہ نے ما قرب سندہ (۱/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے التجرید میں (۱/۲/۴) میں مخطوطہ ظاہریہ سے مجموعہ (۱۲/۱۰) سے عباد بن عبدالصمد کے طریق سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں اور عباد راوی متہم ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے مزید اس نے واضح کیا ہے کہ اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک نسخہ بیان کیا ہے جس کی تمام احادیث ضعیف ہیں بعد ازاں امام ذہبی رحمہ اللہ نے ایک ٹکڑا بیان کیا اور کہا کہ اس نے ایک طویل حدیث کو بیان کیا جیسا کہ واعظ لوگوں کے وضع کردہ قصے کہانیاں ہوتی ہیں، بعد ازاں ایک اور حدیث کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ تو ظاہراً جھوٹ ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کیساتھ ساتھ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب

کہ اسناد کے ساتھ بیان کرنا اس کو ذمہ داری سے بری قرار دیتا ہے چنانچہ اس نے اس کے تذکرہ سے معذرت کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ تمام اہل علم فضائل بیان کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں ان کو ہر قسم کے رواۃ سے بیان کرتے ہیں البتہ احکام کی احادیث میں تشدد کرتے ہیں چنانچہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے نہایت عمدہ بات کہی ہے الفوائد المجموعہ (ص ۱۰۰) میں ان کا قول مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ احکام شرعیہ بالکل برابر ہوتے ہیں ان میں کچھ فرق نہیں ہوتا تو ان میں کسی کی تشہیر کرنا درست نہیں جب تک کہ دلیل موجود نہ ہو ورنہ کہنا ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا جب کہ اس کی سزا تو معروف ہے کہ وہ اپنا مقام دوزخ میں بنائے حالانکہ دل بھی گواہی دیتا ہو کہ فلاں جملہ وضع کردہ اور باطل ہے جب کہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ وارد ہے اور وہ یہ ہے۔

فضیلت کو سچا نہ سمجھنے والا

(۴۵۳) مَنْ بَلَغَهٗ عَنِ اللّٰهِ فَضِيْلَةٌ فَلَمْ يُصَدِّقْ بِهَا لَمْ يَنَلْهَا۔

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضیلت حاصل ہوتی ہو وہ اس کو سچا نہ سمجھے تو اس فضیلت سے اس کو شاد کام نہیں کیا جاتا ہے۔''

تحقیق: یہ موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ق ۲/۴۰) میں بزیع بن ابی الخلیل الخصاف سے اس نے ثابت سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ اس حدیث کو بزیع بن ابی الخلیل کے علاوہ کسی نے ذکر کیا ہو۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ شخص حدیث وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو مجمع الزوائد (۱۴۹/۱) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، اور اس میں بزیع بن ابی الخلیل راوی ضعیف ہے میں کہتا ہوں: بلکہ وہ راوی متہم ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کی عبارتیں اس کے بارے میں اس حدیث سے پہلے گزر چکی ہیں۔

تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کی فضیلت

(۴۵۴) إِذَا صَلَّيْتُمْ فَقُولُوا سُبْحَانَ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَشْرًا فَإِنَّكُمْ تُدْرِكُوْنَ بِذٰلِكَ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ بَعْدَكُمْ۔

''جب تم نماز سے فراغت حاصل کرو تو تم سبحان اللہ کے کلمہ کو تینتیس بار اور الحمد للہ کے کلمات کو تینتیس بار کہو اور اللہ اکبر کے کلمات کو تینتیس بار اور لا الہ الا اللہ کے کلمات کو دس بار کہو تو تم اس عمل کے باعث ان لوگوں کو پاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تم ان سے سبقت لے جاؤ گے جو تمہارے بعد ہیں۔''

تحقیق: اس سیاق وسباق کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو نسائی رحمہ اللہ نے (۱/۱۹۹) میں اور ترمذی رحمہ اللہ نے (۲/۲۶۴-۲۶۵) میں عتاب بن بشیر کے طریق سے اس نے خصیف سے اس نے مجاہد سے اور مجاہد اور عکرمہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اس نے بیان کیا: ''فقراء لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ حقیقت ہے کہ مالدار لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں جیسے ہم ادا کرتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں جب کہ ان کے پاس مال ودولت ہے وہ صدقہ کرتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:...... امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں خصیف راوی جو کہ عبدالرحمٰن جزری کا بیٹا ہے وہ سچا راوی ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے آخر زندگی میں اختلاط ہو گیا تھا جب کہ عتاب راوی سچا ہے خطا کر جاتا تھا اور حدیث کے یہ الفاظ کہ لا الـــه الا الـلـــه کا دس بار ورد کیا جائے گا، منکر ہے اس واقعہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہے جب کہ اس میں لا الـه الا الـلـه وحده لا شريك له کے کلمات ایک بار کہنے کا ذکر ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ میں نے اس کو احادیث صحیحہ (نمبر ۱۰۰) میں بیان کیا ہے۔

اچھا اور برا شخص

(۴۵۵) الرَّجُلُ الصَّالِحُ يَأْتِي بِالْخَبَرِ الصَّالِحِ وَالرَّجُلُ السُّوْءُ يَأْتِي بِالْخَبَرِ السُّوْءِ۔

''صالح شخص اچھی خبر لاتا ہے جب کہ برا شخص بری خبر لاتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء (۵۹/۳) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۵/۱۳) میں محمد بن قاسم الطالقانی سے اس نے کہا عمر (الحلیۃ میں جب کہ عمر وغلط ہے) ابن ہارون نے بیان کیا اس نے داؤد بن ابی ہند سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا حدیث غریب ہے ہم نے اس حدیث کو تحریر نہیں کیا مگر محمد بن قاسم کی حدیث سے، میں کہتا ہوں وہ شخص احادیث وضع کرنے والا ہے اور اس کا استاذ عمر بن ہارون جھوٹا شخص ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ پر یہ بات مخفی رہی ہے تو اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابو نعیم رحمہ اللہ اور ابن عساکر رحمہ اللہ کی روایت سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس کے شارح نے اس حدیث کی اسناد کے بارے میں کچھ نقص نہیں بتایا البتہ اس نے ذکر کیا ہے کہ دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس کا مجھے ایک اور طریق میسر آیا جس کو ابو بکر ازدی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۵) میں یحییٰ بن عبدویہ سے ذکر کیا ہے اس نے کہا مجھے ابو محمد بن سعید بن میتب رحمہ اللہ نے بیان کیا اور میرا خیال ہے کہ اس کا نام عبدالملک ہے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ اسناد زبردست ضعیف ہے اس کی علت عبدویہ (راوی) ہے جس کو ابن معین رحمہ اللہ نے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تعریف کی ہے اور ابو محمد بن سعید بن المسیب رحمہ اللہ کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ سعید کا ایک بیٹا تھا جس کو محمد کہا جاتا تھا شائد کہ یہ وہی ہے جس کا نام عبدویہ پر تبدیل ہو گیا تو اس نے اس کو کنیت بنا دیا اور اس کا خیال ہے کہ اس کا نام عبد الملک ہے مزید برآں اسناد میں عن جدہ کی زیادتی ہے تو اس کو میتب کی اسناد سے کر دیا کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور میتب تابعی ہے لیکن ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کو پہچانتے نہیں ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا، اولاد اور ان کی فضیلت

(۴۵۶) إِنَّ فَاطِمَةَ حَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔

''بلا شبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شرمگاہ کو تحفظ عطا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۲۵۷/۱) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص ۲۸۶) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (ق ۱/۲۴۹) میں اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے فضائل فاطمہ (ورقہ ۳ وجہ ۲) میں اور تمام رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۶۱) میں اور ابن مندہ رحمہ اللہ نے المعرفہ (۲/ ۱/۲۹۳) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۵/ ۱/۲۳)، (۱/۳۸۶/۱۷) میں معاویہ بن ہشام کی طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن غیاث الحضرمی نے اس نے عاصم بن ابی النجود سے اس نے زر بن حبیش سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس کو ابن شاہین نے اور اسی طرح ابوالقاسم المہرانی نے الفوائد المنتخبۃ (۲/۱۱/۲) میں حفص بن عمر ایلی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبدالملک بن ولید بن معدان نے بتایا اور سلام بن سلیم القاری نے عاصم سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

نیز ابن شاہین نے اس حدیث کو محمد بن عبید بن عتبہ کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن اسحاق بلخی نے بتایا اس نے کہا ہمیں تلید نے خبر دی اس نے عاصم سے روایت کی ہے میں کہتا ہوں: پس یہ تین طرق عاصم راوی سے ہیں جب کہ یہ تینوں طرق نہایت ضعیف ہیں جب کہ ان میں سے بعض میں بعض سے زیادہ ضعف ہے۔ چنانچہ پہلے طریق میں عمر بن غیاث راوی کے بارے میں عقیلی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی حدیث میں نظر ہے امام عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور یہ حدیث وہی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الصغیر (ص ۲۱۴) میں ذکر کیا ہے کہ عاصم نے اس کے سماع کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ حدیث معضل ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو متہم کیا ہے اس نے ذکر کیا کہ وہ عاصم سے ایسی حدیث روایت کرتا ہے جو اس سے ثابت نہیں ہے اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۳/۱/۱۲۸) میں اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا معاویہ بن ہشام ہے اس میں ضعف ہے جب کہ اس کو اس کے شیخ عمر پر محمول کیا جائے گا اور ان طرق سے ابن عدی کی روایت کے مطابق ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو الموضوعات میں داخل کیا ہے اور اس نے

ذکر کیا ہے کہ اس کا دارومدار عمرو بن غیاث پر ہے جس کو عمر بھی کہا جاتا ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے عمرو عاصم سے ایسی روایت کرتا ہے جو اس کی حدیث نہیں ہے اور شاید کہ اس نے اس کو عاصم کے اختلاط کے دور میں سنا ہے مزید برآں اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کا اثبات صرف اس کی اولاد کے بارے میں ہوگا جب کہ محمد بن موسیٰ الرضی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ حسن اور حسین کے ساتھ خاص ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس وجہ سے اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ نے (۱۵۲/۳) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے (۱۸۸/۴) میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اس میں معاویہ متفرد ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا ردّ ان الفاظ سے کیا ہے کہ ''میں کہتا ہوں بلکہ ضعیف ہے، اس میں معاویہ منفرد ہے اور وہ ابن غیاث سے ضعیف ہے اور وہ مرہ کے کمزور کمزور ہے، میں کہتا ہوں: عقیلی رحمہ اللہ نے بھی اس کو دوسرے طریق سے معاویہ بن ہشام سے ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے کہا اور موقوف زیادہ بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث نہ موقوف صحیح ہے نہ مرفوع صحیح ہے۔ البتہ دوسرا طریق اس میں حفص بن عمر ایلی ہے اور وہ کذاب ہے جب کہ تیسرے طریق میں راوی تلید ہے ابن معین رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ وہ کذاب ہے عثمان کو گالیاں دیا کرتا تھا جب کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کو رافضی قرار دیا ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا جب کہ ایک لفظ میں خبیث ہے پس معلوم ہوا کہ یہ طرق کمزور ہیں جو حدیث کو صرف کمزوری میں زیادہ کرتا ہے۔ ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۷/۲۰۶-۲۰۷) میں ایسی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں نظر ہے اس نے ابن الرضا سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حسن اور حسین کے ساتھ خاص ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے ابن کریب کے قول سے اس کا ذکر کیا ہے جو اس کے ایک راوی ابن ہشام سے روایت کرتے ہیں اور اسی میں اضافہ ہے کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور یہ تاویل عمدہ ہے اگر حدیث صحیح ہو، جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ایک شاہد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ذکر کیا ہے، یہ میرے نزدیک ایسا شاہد ہے جو کوتاہ ہے اس لئے کہ وہ اس سے خاص ہے، علاوہ ازیں اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد پر عذاب نہیں

(۴۵۷) إِنَّ اللّٰهَ غَيْرُ مُعَذِّبِكِ (يَعْنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) وَلَا وَلَدَهَا۔

"بلاشبہ اللہ عزوجل تجھے یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی (تیسری) اولاد کو عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۳۱/۳) میں ذکر کیا ہے اسناد ملاحظہ فرمائیں ہمیں احمد بن ماہبرام الایذجی نے آگاہ کیا اس نے بتایا کہ ہمیں محمد بن مرزوق نے آگاہ کیا اس نے بتایا کہ ہمیں اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان انصاری نے بتایا اس نے بتایا کہ میں نے صفی بن ربعی سے سنا وہ عبدالرحمٰن غسیل سے وہ عکرمہ سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کرتا ہے، جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اللآلی (۲۰۲/۱) میں قبل ازیں حدیث کی شاہد کے طور پر ذکر کیا اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۲۰۲/۹) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور کہا کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، نیز ابن عراق رحمہ اللہ نے تنزیہ الشریعہ (۴۱۷/۱) میں برقرار رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں چند وجوہ سے اشکال ہے، پہلی وجہ یہ ہے: کہ اس اسماعیل راوی کو ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جب کہ ہم نے متعدد بار آگاہ کیا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی راوی کو ثقہ قرار دینا جب کہ وہ ثقہ قرار دینے میں اکیلا ہو قابل اعتماد نہیں ہے بالخصوص جب کہ اس کے سوا نے اس کی مخالفت کی ہو جیسا کہ اس مقام میں ہے چنانچہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱۹۶/۱/۱) میں اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ اسماعیل راوی مجہول ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے: کہ محمد بن مرزوق راوی اگرچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے: کہ یہ ایذجی راوی علامہ سمعانی رحمہ اللہ نے الانساب میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے محمد بن مرزوق سے روایت کیا ہے اس سے طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس سے بایذج نے سنا ہے مزید برآں اس نے اس میں کسی جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔

کافراور مسلمان کی دیت

(۴۵۸) دِيَةُ ذِمِّيٍّ دِيَةُ مُسْلِمٍ۔

''ذمی کافر کی دیت وہی ہے جو مسلمان کی دیت ہے۔''

تحقیق: یہ منکر ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۲/۱۸۷/۱) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں (ص، ۳۴۳۔۳۴۹) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۰۲/۸) میں ابو کرز القرشی کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے جب کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو نافع سے ابو کرز راوی کے سوا کسی نے مرفوع بیان نہیں کیا ہے اور ابو کرز راوی متروک ہے اور اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک الفہری ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس کے مبالغہ کے ساتھ منکر حدیث ہے، مزید براں دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسامہ بن زید کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کو اس لئے معلول قرار دیا ہے کہ اس حدیث میں عثمان بن عبدالرحمن الوقاصی متروک الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ متہم ہے جب کہ اس حدیث کے علاوہ بھی اس کی احادیث گزر چکی ہیں بعد ازاں بیہقی نے اس حدیث کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کو معلول قرار دیا ہے کہ اس میں حسن بن عمارہ راوی متروک ہے استدلال کے لائق نہیں ہے مزید ایک دوسرے طریق سے اس سے مروی ہے جبکہ اس کی اسناد میں ابو سعد بقال ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی قابل حجت نہیں ہے اور زیلعی رحمہ اللہ نے (۳۳۶/۴) میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس راوی میں ضعف ہے، نیز رافقی نے اپنی حدیث (۲/۱۹) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں برکہ بن محمد الانصاری حلبی راوی ہے جب کہ اس میں کچھ برکت نہیں ہے دار قطنی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا، بعد ازاں بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو زہری کی حدیث سے مرسل ذکر کیا ہے نیز اس نے وضاحت کی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ زہری تو قبیح مرسل روایات کرتا ہے جب کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے (۵۵/۷) میں اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ وہ شخص بہت بڑا حافظ ہے وہ حدیث کو کسی علت کے پیش نظر مرسل روایت کیا کرتا تھا نیز امام محمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الآثار (ص۱۰۴) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ہم کو الہیثم

راوی سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث تو معضل ہے اس لئے کہ الہیثم راوی ابن حبیب صیرفی کوفی ہے اس کا شمار تبع تابعین سے ہے اس نے عکرمہ اور عاصم بن ضمرہ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مزید برآں اس کی وضاحت کرتے ہوئے میں کہتا ہوں: کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث کو ائمہ رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۳۹۷) میں گزر چکی ہے وہاں میں نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو حافظہ کے لحاظ سے امام بخاری، امام مسلم امام نسائی، ابن عدی وغیرہ ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ اس مقام میں ان ائمہ کے نصوص کا ذکر کرتا ہوں جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، ان کے سوا سے بھی جن سے صحیح طور پر ثابت ہے تاکہ مطالعہ کرنے والا شخص واضح دلیل کا معائنہ کرے اور کسی شخص کو ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے بارے میں ہرگز کوئی شخص دعویٰ نہ کرے کہ یہ ہمارا اجتہاد ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اہل علم و عرفان کی پیروی کر رہے ہیں جو علم کے مقام میں خصوصیت کے حامل ہیں جب کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿فسألو اأهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿فسأل به خبيرا﴾ کہ آپ اس کے بارے میں اس شخص سے دریافت کریں جو خبر رکھتا ہے۔

① ...... امام بخاری رحمہ اللہ التاریخ الکبیر (۸۱/۲/۴) میں رقمطراز ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین نے خاموشی اختیار کی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مختصر علوم الحدیث (ص ۱۱۸) میں آگاہ کیا ہے کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ کسی شخص کے بارے میں کہیں کہ محدثین نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے یا یہ جملہ کہیں کہ اس میں نظر ہے تو وہ شخص نہایت ادنیٰ مقام میں ہے اور ان کے نزدیک نہایت ردی حیثیت والا ہے اگرچہ جرح میں یہ عبارت لطافت کی حامل ہے اس کو ذہن نشین کریں۔

جب کہ عراقی رحمہ اللہ نے الفیۃ الحدیث کی شرح میں بتایا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس قسم کی عبارت اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں: جس کی حدیث کو متروک قرار دیا، ملاحظہ کریں الرفع والتکمیل (ص ۱۸۲۔۱۸۳) جب کہ امام مروزی رحمہ اللہ نے مسائل امام احمد (ص ۲۱۷) میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے کہا کسی شخص کی حدیث کو کب چھوڑا جائے انہوں نے آگاہ کیا جب اس میں خطا کا پہلو غالب ہو، چنانچہ آپ غور کریں اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول سے مقصود یہ ہے کہ محدثین نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے یہ کیفیت مفسر قسم کی جرح ہے جب کہ کچھ لوگ اس کے

مخالف ہیں خیال رکھتے ہیں۔

②......امام مسلم رحمہ اللہ الکنی والاسماء (ق ۱/۳۱) میں فرماتے ہیں، آپ مضطرب الحدیث تھے، آپ سے کوئی بڑی صحیح حدیث مروی نہیں کیونکہ وہ فن حدیث میں قوی نہ تھے اور ان سے کثرت سے غلطیاں ہوا کرتی تھیں جب کہ ان کی ذکر کردہ احادیث بھی بہت کم ہیں۔

③......امام نسائی رحمہ اللہ کتاب الضعفاء والمتروکین کے (ص ۵۷) کے آخر میں فرماتے ہیں:

④......ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۲/۴۰۳) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایات کو احادیث صالحہ کہنا چاہیے جب کہ ان میں اکثر مرویات غلط ہیں ان میں تصحیف ہے تبدیلی ہے مزید برآں اسانید اور متون میں زیادتیاں ہیں اور رجال میں تبدیلیاں ہیں اکثر و بیشتر ان سے مروی احادیث اس نوعیت کی ہیں اور ان کی جمیع مرویات میں صرف دس سے کچھ زیادہ احادیث صحیح ہیں جب کہ انہوں نے جن احادیث کو بیان کیا ہے شاید وہ تین صد احادیث سے زیادہ ہوں ان میں مشہور غریب احادیث ہیں جب کہ سبھی کی یہی کیفیت ہے، ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا شمار محدثین سے نہیں ہے اور اس شخص سے احادیث کو نقل نہیں کیا جاتا جس کی حدیث کے بارے میں یہ حیثیت ہو۔

⑤......ابن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات (۶/۲۵۶) میں ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف شمار ہوتے ہیں۔

⑥......عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص ۴۳۲) میں کہا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن احمد نے بتایا اس نے بتایا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ سے مروی حدیث ضعیف ہے جب کہ یہ دونوں اسناد صحیح ہیں اور میں نے ان کی نقل کو ترجیح دی ہے تاکہ کسی کے دل میں یہ خیال رونما نہ ہو کہ شاید یہ دونوں اسانید ان بعض اسانید کے قبیل سے ہیں جن کا ذکر تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ کے حالات میں ہے۔

⑦......امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل (۴/۱/۴۵۰) میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے حجاج بن حمزہ نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن عثمان نے آگاہ کیا اس نے کہا میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فن حدیث میں مسکین سمجھے جاتے تھے۔

⑧...... امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے اور اس نے ابوحنیفہ سے بیان کیا ہے اس نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس نے عبداللہ بن شداد سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ جس شخص کا کوئی امام ہے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے چنانچہ امام دارقطنی نے اس کے بعد

(ص ۱۲۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے ابوحنیفہ کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔
جب کہ ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

⑨......امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو معرفۃ علوم الحدیث میں رواۃ کی ایک جماعت سے ذکر کیا ہے جو تبع تابعین اور ان کے بعد کے رواۃ ہیں جن کی بیان کردہ حدیث قابل حجت تصور نہیں ہوتی ہے اس کے خاتمہ پر (ص ۲۵۶) میں ذکر کیا ہے جن سب رواۃ کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو روایت کے لحاظ سے مشہور تھے البتہ ان کا شمار ان رواۃ میں نہیں ہے جن کو پختہ قسم کے حفاظ کہا جا سکے۔

⑩......حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (ق ۱۷/ ۲) میں خالد بن علقمہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے جس کو وہ عبد خیر سے روایت کرتے ہیں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے سر کا مسح ایک بار کیا، مزید اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ حفاظ ثقہ قسم کے لوگوں نے اس حدیث کا ذکر خالد سے کیا ہے اور خالد سے امام ابوحنیفہ نے ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ آپ نے اپنے سر کا مسح تین بار کیا، جب کہ امام ابوحنیفہ سے مروی حدیث قابل حجت نہیں ہے اس لئے کہ وہ فن حدیث میں ضعیف تھے۔

⑪......امام ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ق ۱/۲۱۵۔۲) میں ذکر کیا ہے امام ابوحنیفہ کا نام نعمان ہے ابن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی اکثر روایات غلط تبدیل شدہ اور زیادات کے ساتھ ہیں جب کہ اس کی مروی احادیث صلاحیتوں والی بھی ہیں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ فن حدیث میں قوی نہ تھے ان سے کم روایات ہونے کے باوجود اغلاط زیادہ ہیں۔ ابن معین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان سے مروی احادیث کو تحریر نہ کیا جائے۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۰۲)

ابن معین رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شمار ضعیف رواۃ سے ہے اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ابن معین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دینا جس کا تذکرہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں کیا ہے اس کا امام ابوحنیفہ کے بارے میں ایک قول نہیں ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں ابن معین کی رائے اضطراب کی کیفیت میں ہے وہ کبھی تو ان کو ثقہ قرار دیتا ہے اور کبھی ان کو ضعیف قرار دیتا ہے جیسا کہ اس فصل میں ہے اور کبھی وہ کہتا ہے جس کو ابن محرز نے معرفۃ الرجال (۱/۶/۱) میں ذکر کیا ہے، امام ابوحنیفہ میں ہرگز کچھ ضعف نہیں ہے ان میں کذب بیانی کا شائبہ تک نہ تھا۔

مزید برآں یوں بھی ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہمارے نزدیک صداقت شعار لوگوں سے تھے انہیں

کذب بیانی کے ساتھ متہم نہ کیا جائے ہمارے نزدیک اس حقیقت میں ہرگز شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ کا شمار راستباز لوگوں سے ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے مروی حدیث کو حجت تسلیم کیا جائے جب تک کہ رواۃ میں حفظ اور ضبط کے اوصاف نہ ہوں، ان کے بارے میں یہ اوصاف ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان میں اس کے برعکس ائمہ کی شہادتیں موجود ہیں جن کا ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کیوں کہ ان کا شمار ایسے لوگوں سے ہے کہ جو شخص ان کی گواہی کے مطابق چل رہا ہے اس کو جادۂ مستقیم سے گمراہ باور نہیں کیا جاسکتا ہے اگرچہ ان کے اقوال کی اتباع کررہا ہے جب کہ اس کیفیت امام ابوحنیفہ کے دین، پرہیز گاری اور فقاہت پر کچھ اثر نہیں پڑتا ہے بلکہ بعض متعصبین کا خیال متاخرین کے خیال سے مختلف ہے (الرفع والتکمیل ص ۱۹)۔

چنانچہ کتنے ہی فقیہ قاضی اور صالح قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے ان کے حافظہ اور ان کے ضبط کے ناقص ہونے کے باعث کلام کیا ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو ان کے دین اور ان کی عدالت میں طعن نہیں لگایا گیا جیسا کہ یہ حقیقت ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جو راویوں کے حالات میں مشغولیت رکھتے ہیں اس کی مثال محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ القاضی اور حماد بن ابی سلیمان فقیہ اور شریک بن عبداللہ قاضی اور عباد بن کثیر وغیرہ ہیں یہاں تک کہ یحییٰ بن مبارک قطان نے کہا ہے ہم نے صالح لوگوں کو کسی چیز میں اتنا جھوٹ بولنے والوں میں نہیں پایا جس قدر انہوں نے حدیث کے بارے میں کذب بیانی سے کام لیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کا اپنی کتاب کے مقدمہ (۱/۱۳) میں تذکرہ کیا ہے، اور اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جھوٹ ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا جب کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں کہتے تھے اسی مفہوم کا قول عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا کہ عباد بن کثیر شخص صلاحیت والا اور تقویٰ شعار ہے لیکن جب وہ حدیث بیان کرتا ہے تو زبردست خوفناک بات کہتا ہے یعنی جھوٹ بولتا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں لوگوں کو برملا کہہ دوں کہ تم اس سے حدیث اخذ نہ کرو سفیان نے جواب میں کہا بالکل درست ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں کسی مجلس میں ہوتا اس میں عباد کا تذکرہ ہوتا تو میں اس کی دینداری کے باعث اس کی تعریف کرتا نیز میں کہتا ہوں: کہ تم اس سے حدیث نہ لو۔

میں کہتا ہوں یہ بات درست ہے اور عادلانہ ہے جس کے ساتھ آسمان زمین قائم ہیں چنانچہ صلاحیت اور فقاہت ایک چیز ہے اور حدیث کو اخذ کرنا اس کو محفوظ کرنا اور ضبط کرنا دوسری چیز ہے جب کہ ہر فن

کے الگ الگ لوگ ہیں اس لحاظ سے امام ابوحنیفہ پر ہرگز کچھ افسوس نہیں ہے اگر ان میں حفظ اور ضبط کا وصف نہ تھا جب کہ وہ فی نفسہ راستباز انسان تھے اس کے ساتھ ان کے فقہ اور فہم میں جو عظمت شان تھی اس کی عظمت سے انکار ممکن نہیں چنانچہ ان کے بارے میں تعصب رکھنے والے اللہ پاک سے خوفزدہ رہیں جو امام دارقطنی رحمہ اللہ کو ملعون قرار دیتے ہیں جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ جملہ کہا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف ہیں اور ان کا خیال ہے کہ انہوں نے یہ جملہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں تعصب کی بنیاد پر کہا ہے جب کہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے ساتھ کبار ائمہ حدیث ہیں جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام احمد ان کے علاوہ جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کیا یہ سب ائمہ رحمہم اللہ امام ابوحنیفہ کے خلاف متعصب تھے اللہ کی قسم! اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کی تہمت کو قبول کرتا ہے وہ ان ائمہ کے برابر کی جانب متوجہ ہوں تو اس کو آسانی ہوگی اور وہ حق کے قریب ہوگا کہ وہ اس کے خلاف کہے چنانچہ مقصود یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ محدث نہ تھے ان کا ضبط کا وصف نہ تھا جب کہ ان کے لئے وہی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم اور علم کی باریکیاں عطا کی تھیں یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے برملا کہا کہ سبھی لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں اور اسی لئے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے احوال سیر اعلام النبلاء (۱/۲۸۸/۵) میں بیان کیے ہیں اور اسی پر ہم بحث کا اختتام کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ فقہ اور فقہی دقائق میں امامت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کیلئے مسلم ہے اس میں ہرگز کچھ شک نہیں۔

ولیس یصح فی الاذھان شیء
اذا احتاج النھار الی دلیل

''ذہن میں ہرگز کوئی چیز درست نہیں جب کوئی دن کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کا محتاج ہو۔''

بعد ازاں وہ حدیث جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں پہلے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور ابو کرز عبداللہ بن کرز متروک راوی ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱۸۹/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے، چنانچہ اس نے ذکر کیا ہے جس کی نقل ذہبی رحمہ اللہ سے پہلے گزر چکی ہے اور اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور یہ ایسی کیفیت ہے جو امام سیوطی رحمہ اللہ سے پہلے معلوم نہیں ہے جب کہ ان کی عادت ہے کہ وہ اس قسم کی حدیث میں ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس نے اس کے ذکر سے قلم کو اس لئے روک رکھا ہے کہ اولاً تو وہ ضعیف ہے اور صحیح

حدیث کے معارض ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے "بلاشبہ اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے آدھی ہے اہل کتاب سے مقصود یہودی عیسائی ہیں" امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو رقم (۶۶۹۲، ۷۱۶، ۵) میں اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف (۲/۲۶/۱۱) میں اور اصحاب السنن دار قطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے عمرو بن شعیب کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۱۲/۱) نے اس کو حسن قرار دیا ہے، اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو بلوغ المرام (۳۴۲/۳) سبل السلام میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد میرے نزدیک حسن ہے باوجود اس کے کہ اس صورت میں امام سیوطی رحمہ اللہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر نہ کرتا اس لئے کہ وہ اس کی ثابت حدیث کے معارض ہے جب کہ ابوداؤد میں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت ۸۰۰ سو دینار تھی مساوی ۸۰۰۰ (آٹھ) ہزار درہم اور ان دنوں اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی" جب کہ اس حدیث کا شاہد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو المعجم الاوسط (۱/۱۸۸/۱) میں ہے۔اور جو شخص اس حدیث کے بارے میں فقہی لحاظ سے تحقیق کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ سبل السلام تالیف علامہ صنعانی رحمہ اللہ اور نیل الاوطار علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا مطالعہ کرے۔

زندگی بھر کے روزے

(۴۵۹) صَامَ نُوحٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الدَّهْرَ إِلَّا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحٰى۔

"نوح علیہ السلام نے زمانہ بھر روزے رکھے سوائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث (۵۴۴/۱) میں ابن لھیعہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے جعفر بن ربیعہ سے اس نے ابی فراس سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سناوہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا...... بوصیری نے الزوائد (ق ۲/۱۰۸) میں اس حدیث کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں راوی ابن لھیعہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اسناد کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں جب کہ ابو فراس راوی کا نام یزید بن رباح السہمی المصری ہے، عجلی رحمہ اللہ نے الثقات (رقم ۱۵۷۲ میرے نسخہ کے مطابق ہے کہ) میں ذکر کیا، مصری ہے (اصل میر

لفظ بصری ہے) ثقہ تابعی ہے اور یہ راوی مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ یہ بات منذری پر الترغیب (۸۲/۲) میں پوشیدہ ہے پھر ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۱۹۵/۳) میں ذکر کیا، ان دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ معروف ہے اور اس کے سبب ان دونوں نے حدیث کو معلول قرار دیا ہے جب کہ ان دونوں نے اس کو طبرانی کی روایت سے اضافہ کے ساتھ طبرانی کبیر میں داخل کیا ہے جب کہ اس کی علت ابن لھیعہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مزید برآں اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو پھر بھی اس پر عمل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ہم سے پہلی شریعت پر ہیں جب کہ وہ ہماری شریعت میں نہیں ہیں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے بالخصوص پورے زمانہ کے روزے کے بارے میں ایک سے زائد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں حکم دیا جو زمانہ بھر روزہ رکھتا تھا میں پسند کرتا ہوں کہ اس نے زندگی بھر نہیں کھایا وہ بھوکا رہا، نسائی رحمہ اللہ نے (۳۲۴/۱) میں روایت کیا، اسناد صحیح ہے۔

وعدہ پورا کرنے والا

(۴۶۰) أَنَا أَوْلَى مَنْ وَفَّى بِذِمَّتِهِ قَالَهُ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَمَرَ بِقَتْلِ مُسْلِمٍ كَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ۔

”میں اس شخص کے زیادہ قریب ہوں جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اس وقت دیا جب آپ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کیا تھا۔“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۲۷/۱۱) میں اور طحاوی رحمہ اللہ نے (۱۱۱/۲) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۳۴۵) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۸/۲۰۔۲۱) میں ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن کے طریق سے اس نے عبد الرحمٰن بن بیلمانی سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی کافر کو قتل کیا تھا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ اس کی گردن کاٹ دی گئی امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل ہونے کے لحاظ سے معلول قرار دیا ہے جب کہ دار قطنی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عمار بن مطر کے طریق سے موصول ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن محمد اسلمی نے بتایا اس نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن سے اس نے ابن البیلمانی سے اس حدیث کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابراہیم بن ابی یحییٰ کے

علاوہ کسی نے مسند روایت نہیں کیا ہے اور ابراہیم راوی متروک الحدیث ہے مزید برآں درست یہی ہے کہ یہ روایت ربیعہ سے ابن البیلمانی سے نبی ﷺ سے مرسل ہے اور ابن البیلمانی راوی ضعیف ہے قابل حجت نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو موصول ذکر کیا ہے تو حدیث کے مرسل ہونے کی صورت میں کیا حال ہوگا؟ مزید برآں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فتح الباری (۲۲۱/۱۲) میں برقرار رکھا ہے جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام صالح بن محمد حافظ سے نقل کیا ہے کہ اس نے بتایا کہ یہ حدیث مرسل منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ روایت مزید دو مرسل طرق سے بھی مروی ہے پہلا طریق یحییٰ بن سلام سے اس نے محمد بن ابی حمید سے اس نے محمد بن منکدر سے اس نے نبی ﷺ سے اس کے مثل روایت کیا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث مرسل ہونے کے باوجود انتہا درجہ کی ضعیف ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سلام راوی کو ضعیف قرار دیا ہے نیز محمد بن ابوحمید راوی زبردست ضعیف ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی نے بتایا ہے کہ ثقہ نہیں ہے۔

دوسری صورت عبداللہ بن یعقوب سے اس نے عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح الحضرمی سے نبی ﷺ سے اس کے مثل روایت کیا ہے امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کو مراسیل میں ذکر کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۳۳۶/۴) میں ہے، امام زیلعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن القطان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ عبداللہ بن یعقوب اور عبداللہ بن عبدالعزیز دونوں راوی مجہول ہیں مجھے ان دونوں کے حالات معلوم نہیں ہوسکے ہیں جب کہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے یہ طریق زبردست ضعف کے حامل ہیں جن کے باعث حدیث کو تقویت حاصل نہیں ہوسکتی ہے جب کہ اس حدیث کے ضعف میں مزید ضعف کا اضافہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف ہے اس سے مقصود نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے یہ حدیث بخاری میں ہے (۲۲۰/۱۲) دیگر کتب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جمہور علماء نے اس کو قابل عمل قرار دیا ہے جب کہ احناف نے پہلی حدیث سے استدلال کیا ہے جو ضعیف ہے اور اس صحیح حدیث کے معارض بھی ہے چنانچہ بعض اہل علم نے انصاف کا خیال کیا ہے انہوں نے صحیح حدیث کی جانب رجوع کیا ہے چنانچہ بیہقی رحمہ اللہ نے عبدالواحد بن زیاد سے روایت کی ہے اس نے بیان کیا میں نے (زفر) سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ تم تو لوگوں میں ہنسی مذاق کی صورت اختیار کر چکے ہو؟ اس نے استفسار کیا بات کیا ہے: اس نے کہا تم سبھی معاملات میں کہتے ہو کہ شبہات لاحق ہونے کے باعث حدود کو ختم کرو جب کہ تم بہت عظیم حد کی جانب لوٹے ہو تو تم نے کہا ہے کہ شبہات کے ساتھ حد کو

قائم کیا جائے اس نے استفسار کیا یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے آگاہ کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی ایمان دار شخص کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اس نے وضاحت کی میں تجھ کو اس وقت گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے، نیز ابو عبید نے اس حدیث کو اس طرح ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے۔

بعدازاں استاد مودودی رحمہ اللہ کی ایک وضاحت سے مجھے آگاہی حاصل ہوئی جو کہ ذمیوں کے عام حقوق کے بارے میں ان کی کتاب نظریة الاسلام (ہدیہ) میں ہے۔ اس میں دو مسائل نے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ذمی شخص کی دیت مسلمان شخص کی دیت جیسی ہے جب کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۴۵۸) میں گزر چکی ہے۔

دوسرا مسئلہ اس کتاب کے (ص ۳۴۱) میں ہے کہ ذمی شخص کی دیت مسلمان شخص کی دیت کے برابر ہے چنانچہ اگر کوئی مسلمان شخص کسی ذمی کو قتل کر دیتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے جیسا کہ اگر وہ کسی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے، بعدازاں انہوں نے دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔
اس سے استدلال کیا ہے چنانچہ اس حدیث کی ہماری تخریج سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جب اس حدیث کو ذکر کیا تو اس کے بیان کے بعد اس کے ضعف کو ذکر کیا ہے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الاستاذ المودودی رحمہ اللہ اس حدیث کے ضعف پر اطلاع نہیں پا سکے بظاہر مولانا مودودی رحمہ اللہ نے بعض فقہاء حنفیہ کو دیکھا جن کو تخریج کے ساتھ لگاؤ نہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو دارقطنی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کر دیا لیکن اس کے ضعف کا ذکر نہیں کیا تو استاذ مودودی رحمہ اللہ کو خیال گزرا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس سے خاموش رہے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو استاذ اس سے خاموش نہ رہتے وہ ضرور حدیث کے ضعف کو نقل کرتے جیسا کہ علمی امانت کا تقاضا ہے۔
مزید برآں استاذ نے ذکر کے بعد تینوں خلفاء سے کچھ آثار بھی نقل کئے ہیں ان سے اس ذکر کردہ قول پر استدلال کیا ہے تو میں نے اس کلام کا جب بغور جائزہ لیا کہ علم حدیث جس کا متقاضی تھا کہ مسلمان شخص واضح دلیل پر قائم رہے۔

البتہ عمر کا اثر تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ اس کو ان کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ ابراہیم نخعی کی روایت سے ہے۔ عبدالرزاق نے

اسی طرح اس کو اپنی کتاب المصنف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی تالیف نصب الرایہ (۳۳۷/۴) میں ہے جب کہ ابراہیم نخعی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو نہیں پایا، علاوہ ازیں یہ روایت موصول طریق سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں زیادتی ہے جس کے باعث استدلال فاسد ہو جاتا ہے جو صحیح ہے وہ یہ ہے: کہ "عمر نے تحریر کیا کہ دیت وصول کی جائے قتل نہ کیا جائے" امام طحاوی رحمہ اللہ (۱۱۲/۲) نے اس کا ذکر نزال بن سبرہ سے کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ایک مسلمان شخص نے کافر شخص کو قتل کر دیا۔

جب کہ عثمان کے اثر میں ایک طویل واقعہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ابولولوء ملعون شخص نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو آپ کا بیٹا سیدنا عبیداللہ رضی اللہ عنہ ابولولوء کی بیٹی کی جانب پہنچا جو ابھی صغرسنی میں تھی اور وہ اسلام کا دعویٰ کرتی تھی اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہرمزان اور جفینہ کو قتل کر دیا جب کہ جفینہ عیسائی تھا اس نے یہ کام اس لئے کیا کہ اس کے خیال میں یہ بات تھی کہ ان لوگوں نے اس کے باپ کے قتل میں اسے اکسایا ہے تو جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو انہوں نے مہاجرین سے مشورہ لیا کہ اس کو قتل کیا جائے تو سبھی نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو قتل کرے، بعدازاں اس کے درمیان یہ بات حائل ہوگئی کہ بھی لوگوں کی جانب سے کثرت کے ساتھ شوروغوغا اور اختلاف ظاہر ہوا وہ جفینہ اور ہرمزان کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو تباہ و برباد کرے شاید تم ارادہ رکھتے ہو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس کے بیٹے کو بھی قتل کرو، بعدازاں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ یہ معاملہ ہو گیا جیسا بھی ہو گیا اور اس سے پہلے کہ آپ کو لوگوں پر غلبہ ہو چنانچہ لوگ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد ادھر ادھر چلے گئے اور خلافت کا مسئلہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا اس نے دو مردوں اور ایک لونڈی کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو شرح معانی الآثار (۱۱۱/۲) میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عبداللہ بن صالح راوی میں ضعف ہے جب کہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو الطبقات (۲۵۸/۱/۳۔۲۵۶) میں ذکر کیا ہے، ایک دوسری صحیح اسناد کے ساتھ سعید سے ذکر کیا ہے جب کہ ظاہراً یہ مرسل روایت ہے۔

اس لئے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ صغرسنی میں تھا اس کی عمر نو سال سے کم تھی اور جو شخص اس عمر میں ہوتا ہے اس سے بعید ہے کہ اس نے واقعہ کو بلا وساطت سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہو بعدازاں اس کو اس سے مسند بیان کرے اگر اس نے اس واقعہ کو اس سے یا اس کے سوا سے سنا ہے جس

نے اس واقعہ کو پایا ہے اور وہ ثقہ رواۃ سے ہے پھر تو اسناد صحیح ہے وگرنہ نہیں ہے اس لئے کہ واسطہ مجہول ہے البتہ ممکن ہے کہ کچھ لوگ سعید کی مرسل روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

بہر حال اس واقعہ میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ مسلمان شخص کو ذمی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے اس لئے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا انہوں نے وضاحت نہیں کی کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے جفینہ نصرانی کو قتل کیا ہے کیسے ممکن ہے جب کہ اس نے اس کے ساتھ دو مسلمانوں کو بھی قتل کیا ہے اور وہ ابولولوء کی بیٹی اور ہرمزان ہے جب کہ ہرمزان مسلمان تھا جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے وہ قتل کا مستحق تھا اس لئے کہ اس نے دو اشخاص کو قتل کیا نہ کہ عیسائی کو قتل کرنے کے باعث، واللہ اعلم۔

جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کے مانند ہے البتہ اس میں وضاحت ہے کہ مقتول کا بھائی آیا اس نے کہا میں نے معاف کر دیا ہے اس سے کہا گیا شاید انہوں نے گھبراہٹ میں مبتلا کیا ہو یا دھمکی دی ہو اس نے نفی میں جواب دیا لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے، امام زیلعی رحمہ اللہ (۴/۳۳۷) اور اس کے سوا نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور معلول قرار دیا ہے، کہ اس میں حسین بن میمون راوی کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ فن حدیث میں قوی نہیں تھا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے مزید اس میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے، اس کی اسناد میں ضعف کے علاوہ یہ حدیث پہلے ذکر کردہ حدیث کے مخالف ہے کہ کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل کیا جائے۔ اسی لئے امام زیلعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

اس میں اس حقیقت پر دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کو بیان نہیں کرتے جو آپ کی حدیث کے مخالف ہو، پس معلوم ہوا کہ ان آثار سے کوئی چیز ثابت نہیں ہو رہی اس لئے استدلال درست نہیں یہ اس وقت جب کہ آثار مرفوع حدیث کے مخالف نہ ہو تو کیسے استدلال جائز قرار پا سکتا ہے تو جب آثار حدیث کے معارض ہیں تو اس لئے آپ کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ احادیث ضعیفہ کے ساتھ مسلمانوں کے خون کو مباح قرار دیا گیا اور ان آثار کو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں پیش کیا گیا جو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

عورت کا انتخاب

(۴۶۱) اَلنِّسَاءُ لُعَبٌ فَتَخَيَّرُوْا۔

''عورتیں تو کھیل کود ہیں تو تم ان کا انتخاب کرو۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں ابن لھیعہ کے طریق سے اس نے احوص بن حکیم سے اس نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۱۸۹/۲) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا شاہد معنوی پیش کیا ہے، ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس شاہد سے حسب عادت خاموشی اختیار کی ہے جب کہ یہ شاہد غایت درجہ ضعیف ہے، اس شاہد میں تین علتیں ہیں: ابن لھیعہ راوی ضعف کے لحاظ سے مشہور ہے جب کہ احوص راوی کے بارے میں ابن معین رحمہ اللہ اور ابن المدینی رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ ''یہ کوئی چیز نہیں ہے'' مزید برآں اس میں انقطاع ہے احوص اور عمر راوی کے درمیان انقطاع ہے اسی لئے ابن عراق رحمہ اللہ نے (۲۲۶/۲) میں ''اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے'' مزید برآں جو دلیل اس حدیث کے منکر ہونے پر دلالت کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس مفہوم کی حدیث ثابت ہے کہ ''عورتیں مردوں کے مشابہہ ہیں'' اس لئے محال ہے نہایت بعید از عقل ہے کہ نبی ﷺ ان کو کھیل کود قرار دیں، مزید برآں حدیث اس سے زیادہ اتم بھی مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے اور وہ یہ ہے۔

عورت کھیل کود کی چیز ہے

(۴۶۲) إِنَّمَا النِّسَاءُ لُعَبٌ فَمَنِ اتَّخَذَ لُعْبَةً فَلْيُحْسِنْهَا أَوْ فَلْيَسْتَحْسِنْهَا۔

''بلاشبہ عورتیں تو کھیل کود ہیں اور جو شخص کھیل کود کے سامان کو اختیار کرے تو وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حارث بن ابی امامہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی مسند (ص ۱۱۶- زوائدہ) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد اس طرح ہے کہ ہم نے احمد بن یزید سے بیان کیا اس نے بتایا ہم سے عیسیٰ بن یوسف نے روایت کیا اس نے زہیر بن محمد سے اس نے ابوبکر بن حزم سے مرفوعاً بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس میں تین علتیں ہیں:

حدیث مرسل ہے اس لئے کہ ابوبکر سے مقصود محمد بن عمرو بن حزم انصاری تابعی کا بیٹا ہے جس کی وفات سن ۱۲۰ ہجری میں ہے۔

اور زہیر بن محمد خراسانی الشامی ضعیف ہے جب کہ احمد بن یزید راوی کو میں پہچانتا نہیں ہوں

مزید برآں یہ ایسی حدیث ہے جو امام سیوطی رحمہ اللہ سے رہ گئی ہے اس نے اس کو الجامع الکبیر اور اللآلی میں شامل نہیں کیا ہے مزید اسی طرح ابن عراق کی نظر سے بھی یہ حدیث رہ گئی ہے اس نے اس حدیث کو تنزیہہ الشریعہ میں شامل نہیں کیا۔

پیداوار میں عشر

(۴۶۳) فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَفِيْمَا سَقِيَ بِنَضْحٍ أَوْ غَرْبٍ نِصْفُ الْعُشْرِ فِيْ قَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ۔

''جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں دسواں حصہ ہے اور جس زمین کو پانی نکال کر ڈول وغیرہ کے ساتھ سیراب کیا جائے اس کی قلیل اور کثیر پیداوار میں بیسواں حصہ ہے۔''

تحقیق: ''قلیل'' اور کثیر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس نے ابان بن ابی عیاش سے اس نے ایک شخص سے اس نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے ابو مطیع بلخی راوی کا نام حکم بن عبد اللہ ہے جو کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ جوزقانی نے اس کو مرجئہ فرقہ کے سرداروں سے شمار کیا ہے جو حدیث وضع کرتے تھے مزید برآں سب ائمہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو متہم کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کے بعد والی حدیث کو وضع کیا ہے جب کہ ابان بن ابی عیاش راوی بھی متہم ہے اس سے مروی احادیث گزر چکی ہیں۔

مزید برآں امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نصب الرایہ (۳۸۵/۲) میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے التحقیق میں کہا ہے کہ احناف نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جب کہ ابو مطیع بلخی نے ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے ابن جوزی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اسناد کسی چیز کے برابر نہیں ہے جب کہ ابو مطیع راوی کے بارے میں ابن معین نے بتایا ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مناسب نہیں ہے کہ اس سے روایت بیان کی جائے اور ابوداود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث کو چھوڑ رکھا ہے جب کہ ابان راوی نہایت ضعیف ہے شعبہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں: بلکہ شعبہ رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اور جو دلیل اس کے کذب پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس میں ''قلیل کثیر'' کا لفظ نہیں ہے اس لحاظ سے یہ زیادتی باطل ہے اس کے باطل ہونے میں یہ دلیل بھی اضافہ کرتی ہے کہ بخاری مسلم میں وارد ارشاد نبوی ہے کہ پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں ہے چنانچہ اس صحیح حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے قابل عمل قرار دیا ہے اس نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ کتاب الآ ثار (ص ۵۲) میں اس کی وضاحت ہے۔

پس یہ بھی احادیث ضعیفہ کے آثار سے ہے کہ اس کے باعث ایسی چیز کو واجب قرار دیا ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر واجب قرار نہیں دیا ہے اس کے برخلاف ہم ہمیشہ ان کے بعض سے سنتے ہیں کہ وہ اس کے وجوب کو کھلے الفاظ میں ذکر کرتا ہے، مصلحت کا تقاضا کہتے ہوئے اپنے گمان کے مطابق......

ایمان میں کمی، زیادتی کفر ہے

(۴۶۴) اَلْإِيْمَانُ مُثْبِتٌ فِي الْقَلْبِ كَالْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ وَزِيَادَتُهُ وَنَقْصُهُ كُفْرٌ.

''ایمان دل میں اس طرح ثابت ہے جیسا کہ پہاڑ ثابت ہوتے ہیں اور ایمان میں کمی زیادتی کفر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عثمان بن عبداللہ بن عمرو اموی کے حالات زندگی میں ذکر کیا ہے کہ وہ حماد بن سلمہ سے وہ ابی المہزم سے وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا جب ثقیف قبیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں ہم آپ سے ایمان کے بارے میں استفسار کر رہے ہیں کیا اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن مطیع نے حماد کے ذمہ لگاتے ہوئے وضع کیا ہے تو اس شیخ نے اس سے چوری کی جب کہ وہ خراساں میں گیا تو اس نے ان کو لیث اور مالک سے روایت کیا اور وہ ان کے نام پر احادیث وضع کیا کرتا تھا اس لئے اس کی احادیث کو تحریر کرنا جائز نہیں البتہ عبرت کے طور پر پیش کرنے کے لئے تحریر کیا جا سکتا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور یہ ابو مطیع راوی بلخی ہے امام ابوحنیفہ کا شاگرد ہے اس کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

مزید برآں ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں حاکم رحمہ اللہ کی روایت سے ابو مطیع کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ہمیں یہ حدیث حماد بن سلمہ نے بتائی جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ابو مطیع راوی کذاب ہے اور یہی حال ابو مہزم کا ہے اور اس حدیث کو اس سے عثمان نے چوری کیا جب کہ وہ کذاب اور وضاع ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں اندھیرے ہیں جب کہ حدیث باطل ہے اور وہ شخص جو اس کا ذمہ دار ہے وہ ابو مطیع راوی ہے جس نے کذب بیانی سے اس حدیث کو وضع کیا اور اس سے عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان نے چوری کی اس کو حماد سے روایت کیا جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۳۸/۱) میں اس کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث تو بہت زیادہ آیات کے مخالف ہے جن میں ایمان کے زیادہ ہونے کی صراحت ہے جیسے ارشاد ربانی ہے: ﴿لیزدادالذین آمنوا ایمانا﴾ ''تا کہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو'' (الفتح:۴) پس یہی دلیل کافی ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اگر چہ ایک جماعت نے اس کی معنویت کے مطابق کہا ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کی زبان

(۴۶۵) اِنَّ لُغَةَ إِسْمَاعِيلَ كَانَتْ قَدْ دَرَسَتْ فَأَتَانِي بِهَا جِبْرِيْلُ فَحَفِظْتُهَا۔

''بلاشبہ اسماعیل علیہ السلام کی زبان مٹ چکی تھی تو جبریل علیہ السلام اس زبان کو میرے پاس لائے تو میں نے اس کو حفظ کیا۔''

تحقیق: ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو معرفۃ علوم الحدیث (ص۱۱۶) میں علی بن خشرم کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں علی بن حسین بن واقد نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح ہیں جب کہ آپ ہم سے نہیں ہیں تو رسول اللہ نے اس کو آگاہ کیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ ہے کہ علی بن حسین اور عمر کے درمیان انقطاع ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو موصول روایت کیا ہے اور اسی طرح الغطریف نے اپنی ایک جز (ورقہ ۴ وجہ ۲ کے مجموعہ سے دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ) میں حامد کے طریق سے اور جزء الغطریف میں حماد بن ابی حمزہ السکری سے اس نے بتایا ہم سے علی بن حسین بن واقد نے روایت کیا اس نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اس

نے عبداللہ بن بریدہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بیان کیا میں کہتا ہوں: یہ حامد راوی یا حماد مجھے اس کے حالات مل نہیں سکے ہیں جب کہ اس کے والد ابو حمزہ السکری مشہور ثقہ راوی ہیں اور اس کا نام محمد بن میمون ہے جب کہ انہوں نے اس سے روایت بیان کرنے والوں میں اس کے اس بیٹے کا تذکرہ نہیں کیا ہے، فاللہ اعلم۔

حاکم رحمہ اللہ نے اس کو پہلی روایت کے باعث معلول قرار دیا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ علی بن خشرم معروف ثقہ راوی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے دلیل لی ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں غطریف اور ابن عساکر کی جانب منسوب کیا ہے، اور شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ بات نہیں کی گویا کہ اس کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند علماء

(۴۶۶) عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔

"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی مانند ہیں۔"

تحقیق: علماء نے اتفاق کے ساتھ کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اور یہ ایسی روایت ہے جس سے قادیانیوں کا گمراہ فرقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے بقا پر استدلال کرتا ہے اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو ان کے خلاف دلیل ہوتی جیسا کہ معمولی غور و فکر کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعات

(۴۶۷) مَنْ صَلَّى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ۔

"جس شخص نے مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعات نوافل ادا کیے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۴۱۴) میں ذکر کیا ہے اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے الترغیب والترہیب (ق ۱/۱۷۲، ۲۷۷۔۲۷۸) میں یعقوب بن ولید مدینی کے طریق سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے بوصیری نے زوائد (ق ۱/۸۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں یعقوب بن ولید راوی

کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ شخص بڑے بڑے کذاب لوگوں سے تھا اور حدیث وضع کیا کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن معین رحمہ اللہ نے اور ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے مزید برآں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے آپ اس حقیقت سے روشناس رہیں کہ جس حدیث میں مغرب اور عشاء کے درمیان معین رکعات نوافل کی ترغیب موجود ہے وہ حدیث صحیح نہیں ہے، بعض روایات بعض سے زیادہ ضعیف ہیں بلکہ اس وقت اس نماز کو صحیح قرار دیا جاسکتا ہے جس پر آپ ﷺ کا عمل ہو گنتی کا تعین نہ ہو، البتہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تسلیم کر کے عمل کرنا درست نہیں اس لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور اسی سے ہے۔

مغرب کے بعد چھ رکعات

(۴۶۸) مَنْ صَلّٰی سِتَّ رَکْعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ غُفِرَ لَهٗ بِهَا ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَةً ۔

”جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے چھ رکعات نوافل ادا کیے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دے گا۔“

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف روایت ہے، ابن نصر نے اس حدیث کو قیام اللیل (ص ۳۳) میں محمد بن غزوان دمشقی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن محمد نے بتایا اس نے سالم بن عبداللہ سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو العلل (۷۸/۱) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے واضح کیا کہ ابوزرعہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ حدیث بیان کرنے پر مارو اس لئے کہ یہ حدیث موضوع کے مشابہہ ہے اس میں محمد بن غزوان دمشقی منکر الحدیث ہے۔

بارہ سال کی عبادت

(۴۶۹) مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکْعَاتٍ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عَدَلْنَ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً ۔

”جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات نوافل ادا کیے ان کے درمیان کوئی غلط بات نہ کی تو یہ اس کے نامۂ اعمال میں بارہ سال کی عبادت

کے برابر ہیں۔"

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۹۹/۲) میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۱/۳۵۵_۴۱۵) میں اور ابن نصر رحمہ اللہ نے (ص ۳۳) میں اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے الترغیب (۲/۲۷۲) میں اور المخلص رحمہ اللہ نے الفوائد المنتقاۃ (۱/۳۴/۸) میں اور عسکری رحمہ اللہ نے مسند ابو ہریرہ (۱/۷۱) میں اور ابن سمعون الواعظ رحمہ اللہ نے الامالی (۲/۶۱/۱) میں عمر بن ابی خثعم کے طریق سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے ہیں مگر عمر بن ابی خثعم سے اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا ہے انہوں نے کہا عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم منکر الحدیث ہے اور اس کو غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس سے مروی دو احادیث منکر ہیں ان دونوں میں سے ایک یہ ہے۔

خون بہنے کے بعد وضو

(۴۷۰) اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ۔

"ہر بہنے والے خون کے بعد وضو کیا جائے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی مسند (ص ۱۵۷) میں بقیہ کے طریق سے اس نے یزید بن خالد سے اس نے یزید بن محمد سے اس نے عمر بن عبدالعزیز سے اس نے کہا سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے اس لئے کہ عمر بن عبدالعزیز نے سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا اور نہ ہی اس کو دیکھا ہے جب کہ اسناد میں دونوں یزید مجہول ہیں چنانچہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۱/ ۳۷) میں اس کا اقرار کیا ہے، میں کہتا ہوں: بقیہ راوی مدلس ہے مزید برآں اس نے عن کے صیغہ کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو یہ دوسری علت ہے اور عبدالحق رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (۲/۱۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے، مزید یہ ضعیف ہے مزید برآں اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے احمد بن الفرج کے احوال میں بقیہ راوی سے بیان کیا ہے، اس نے کہا ہم سے شعبہ نے اپنی اسناد کے ساتھ زید بن ثابت سے مرفوعاً بیان کیا ہے زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو اس احمد کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں جب کہ اس کا شمار ان رواۃ سے ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر تو کیا جا سکتا ہے

لیکن استدلال کے قابل نہیں جب کہ لوگوں نے اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث کو نقل کیا ہے اور ابن ابی حاتم کا قول کتاب العلل میں ہے کہ احمد بن الفرج راوی سے ہم نے تحریر کیا ہے جب کہ اس کا مقام ہمارے نزدیک درست ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ شخص احمد بن الفرج حمصی ہے جب کہ اس کا لقب حماری ہے اور محمد بن عوف نے اس کو غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے، جب کہ یہ بھی حمصی ہے اس لئے اس کو اس کے بارے میں اس کے سوا سے زیادہ معلومات ہیں چنانچہ اس نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، مزید برآں اس کے نزدیک بقیہ کی حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے وہ تو حدیث میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے زیادہ جھوٹا ہے جب کہ وہ تو ایسی احادیث ہیں جو اس کو کاغذ پر تحریر شدہ ملیں ان کے شروع میں تحریر ہے کہ یزید بن عبدربہ نے ہمیں بتایا اس نے کہا ہمیں بقیہ نے بتایا، بعدازاں اس کو شراب پینے کے ساتھ ایسے کلام میں متہم کیا جس کو الخطیب رحمہ اللہ نے (۳۴۱/۴) میں ذکر کیا ہے اس کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ میں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے جب کہ اس کے علاوہ اس کو پہچاننے والوں نے کذاب کہا ہے تو مجمل طور پر اس کی حدیث ساقط الاعتبار ہوگی اور جائز نہیں کہ اس کو بطور استشہاد کے پیش کیا جائے تو اس سے دلیل کیسے لی جاسکتی ہے۔

بعدازاں میں نے کامل ابن عدی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا تو میں دیکھا کہ وہ (ق ۱/۴۴) میں حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہتا ہے: کہ "بقیہ کی شعبہ سے ایک کتاب ہے جس میں عجائب وغرائب ہیں جب کہ اس سے غرائب کے بیان کرنے میں بقیہ متفرد ہے اور اس میں احتمال ہے کہ یہ شعبہ سے باطل ہو" سچی بات تو یہ ہے کہ خون کے جسم سے نکلنے میں وضو کو واجب قرار دینے کی حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ اصل برأت ہے جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے اس کو ثابت کیا ہے اسی لئے حجازیوں کا مذہب یہ ہے کہ خون نکلنے سے وضو ناقض نہیں ہوتا جب کہ مدینۃ الرسول کے فقہاء سبعہ اور ان کے اسلاف کا یہی مذہب ہے اس میں کچھ صحابہ کرام بھی شریک ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف (۹۲/۱) میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پھوڑے کو نچوڑا جو اس کے چہرے میں تھا تو اس سے خون نکلا اس نے خون کو اپنی انگلیوں کے درمیان لتھیڑ دیا اور نماز ادا کی جب کہ وضو نہیں کیا، پھر اسی طرح کی روایت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی اور سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے اس نے نماز ادا کرتے ہوئے خون تھوکا بعدازاں نماز ادا کرتا رہا۔ (مزید اس حدیث کی وضاحت صحیح بخاری ۲۲۲/۱۔۲۲۴ مع فتح الباری میں دیکھیں)

بندۂ مومن پر مہربانی

(۴۷۱) اَبَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ لِلْبَلَاءِ سُلْطَانًا عَلٰی بَدَنِ عَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ۔

''اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے کہ اپنے ایمان دار بندے کے جسم پر مصیبت کو غلبہ عطا کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے ذکر کیا ہے جو اس کی مسند میں ہے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اس کے شارح امام مناوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم ملطی راوی کذاب ہے، لسان المیزان میں ہے کہ اس راوی میں باطل قسم کے عجائبات ہیں، میں کہتا ہوں: امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کیسے الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے دعویٰ کیا ہوا ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب کو ایسی روایات سے محفوظ کیا ہے جس میں کذاب اکیلا ہے یا احادیث من گھڑت بنانے والا اکیلا ہے، بالخصوص جب کہ یہ حدیث تو ظاہراً باطل ہے جب کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: سبھی لوگوں سے زیادہ مصائب میں انبیاء کرام علیہم السلام ہیں بعدازاں جو افضل ہیں جب کہ ایماندار شخص کو اس کے دین کے مطابق مبتلا کیا جاتا ہے ملاحظہ کریں احادیث الصحیحۃ (رقم ۱۴۲)۔

جب کہ عجیب وغریب یہ حقیقت ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے خود اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو ذیل الموضوعات (ص ۱۸۹) میں خود دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے اس نے قاسم بن ابراہیم بن احمد الملطی سے اس نے ابوامیہ مبارک بن عبداللہ سے اس نے مالک سے اس نے ابن شہاب سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ خطیب رحمہ اللہ کا قول ہے الملطی راوی کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا اس نے ابوامیہ سے روایت کیا اس نے مالک سے عجیب وغریب باطل چیزوں کو بیان کیا ہے جب کہ اس کے سوا کا قول ہے کہ ابوامیہ المبارک ایک مجہول راوی ہے میں کہتا ہوں وہ تو مجسمہ فرقہ سے شمار ہوتا ہے جو گمراہ ہے آپ ان کے بعد ذکر ہونے والی حدیث کی شرح کو بغور دیکھیں۔ (حدیث رقم ۴۷۶)

دین اسلام کا عیب

(۴۷۲) اَلدِّیْنُ شَیْنُ الدِّیْنِ۔

''قرض تو دین اسلام کا عیب ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند الشہاب (۱/۴) میں عبداللہ بن شبیب سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سعید بن منصور نے آگاہ کیا اس نے بیان کیا ہمیں اسماعیل بن عیاش نے صفوان بن عمرو سے اس نے عبدالرحمن بن مالک بن یخامر سے اس نے اپنے والد سے اس نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا، میں کہتا ہوں: یہ ابن شبیب راوی ابن خراش نے اس کو متہم قرار دیا ہے کہ وہ کذابین لوگوں سے موضوع احادیث چوری کرتا تھا اور مجھے ہرگز شک وشبہ نہیں کہ یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے کہ نبی ﷺ سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے آپ خود اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہے کہ انہوں نے ایک بار سے زیادہ بار قرض لیا تو کیا قرض نے انہیں معیوب بنا دیا تھا؟

جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابونعیم کی روایت سے المعرفہ میں ذکر کیا ہے اس نے مالک بن یخامر اور قضاعی سے اس نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ پہلی روایت مرسل ہے اور اس کی اسناد میں عبداللہ بن شبیب الربعی ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے کہ یہ راوی اخباری قسم کا تھا علامہ تھا البتہ ضعیف ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو کہا ہے کہ وہ ذاہب الحدیث تھا عیب کی جانب اشارہ ہے جب کہ **فضلك** نے مبالغہ کیا ہے کہ اس کی گردن زدنی کرنا جائز ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ احادیث کو الٹ پلٹ کرتا رہتا تھا۔

اس کے بعد اس حدیث کو پیش کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں القضاعی اسماعیل بن عیاش ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف رواۃ میں شمار کیا ہے نیز آگاہ کیا ہے کہ اس راوی میں اختلاف ہے اور یہ راوی قوی نہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہم ہے کہ ابن شبیب کا تذکرہ مسند القضاعی میں نہیں ہے یہ حقیقت نہیں آپ بیدار رہیں، بعد ازاں میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو الزہد (۱/۱۱/۱۴۳) میں صریح بن یونس کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حدیث ابن عیاش نے بیان کی البتہ اس نے معاذ پر موقوف کیا جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے تو ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا باطل ہے اس لئے کہ عبداللہ بن شبیب راوی نے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے اور وہ تہمت زدہ ہے۔

ہاں! اس کی متابعت قتادہ نے کی ہے اس نے اس حدیث کو صفوان بن عمرو سے روایت کیا ہے جب کہ اسناد میں معاذ کا ذکر نہیں کیا ہے گویا کہ مرسل ذکر کیا ہے جب کہ ابن مندہ نے اس حدیث کو المعرفہ (۲/۱۵۷/۲) میں ذکر کیا ہے اس کی مخالفت کے باعث متابعت اس کو فائدہ نہیں دے رہی ہے

بالخصوص جب کہ متابعت کرنے والا ابوقتادہ ہے اور اس کا نام عبداللہ بن واقد ہے یہ راوی متروک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے چنانچہ تہمت اس راوی اور ابن شبیب میں محصور ہے جب کہ اسماعیل بن عیاش اس سے بری ہے وہ ثقہ راوی ہے جب وہ شامی اہل علم سے روایت کرتا ہے اور اس روایت کا شمار ان سے ہے اور اس سے ابن یونس نے موقوف روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہی درست ہے۔ باطل قرار پانے میں اس حدیث کی طرح ہی وہ حدیث ہے جو آئندہ ذکر ہو رہی ہے۔

قرض باعث ذلت

(۴۷۳) اَلدَّيْنُ رَايَةُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّذِلَّ عَبْدًا وَضَعَهُ فِيْ عُنُقِهِ۔

"قرض تو زمین پر اللہ تعالیٰ کا جھنڈا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کی گردن میں قرض آویزاں کر دیتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوبکر الشافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الفوائد المنتقاۃ (۲/۹۳/۱۳) میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۲۴) میں بشیر بن عبید الدارسی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے آگاہ کیا اس نے ایوب سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ تو واضح غلطی ہے جب کہ یہ بشر راوی مسلم رحمہ اللہ کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ صحاح ستہ کے مؤلفین رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کی روایت کو درج نہیں کیا ہے۔

مزید برآں وہ متہم راوی ہے اور اسی لئے منذری نے الترغیب (۳/۳۲) میں اس کا تعاقب کیا اور ذہبی نے التلخیص میں آگاہ کیا ہے بلکہ اس اسناد میں بشر بن عبید راوی ضعیف ہے امام مناوی کا قول ہے تو پھر صحت کا کیا مطلب جب کہ ابن عدی نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے مزید اس کا ضعیف ہونا واضح ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کی کچھ احادیث کا ذکر کیا ہے اور حکم لگایا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں، واللہ المستعان۔

بعد ازاں اس کی ایک دوسری حدیث کا ذکر کیا ہے اس کو بھی موضوع قرار دیا ہے جب کہ مجھے ہرگز شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے جب کہ

اس جیسی حدیث وہ ہے جس کا تذکرہ آنے والی حدیث میں ہے۔

قرض کا نقصان

(۴۷۴) اَلدَّيْنُ يَنْقُصُ مِنَ الدِّيْنِ وَالْحَسَبِ۔

"قرض دین اسلام اور خاندانی شرف میں کمی کرتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الدیلمی میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں حکم بن عبداللہ ایلی کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ حکیم راوی متروک ہے وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے اور اس سے اس حدیث کو ابوالشیخ نے روایت کیا ہے جب کہ دیلمی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے اور اس سے صراحتاً ذکر کیا ہے اگر وہ اس کی جانب منسوب کرتا تو مناسب تھا۔

حکمران کی خیر خواہی اور بدخواہی

(۴۷۵) اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِيْ أَرْضِهٖ مَنْ نُصْحِهٖ هُدٰى وَمَنْ غَشَّهٗ ضَلَّ۔

"بادشاہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جو اس کی خیر خواہی کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس کو دھوکے میں ڈالے گا وہ گمراہ ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فضیلۃ العادلین کتاب (ورق ۲۲۶ صفحہ ۱) میں دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ کے مجموعہ میں نمبر ۶۰ سے یحییٰ بن میمون کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے سہیل سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابوہریرہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے نیز داؤد بن محبر کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عقبہ بن عبداللہ نے خبر دی اس نے قتادہ سے اس نے انس سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ دونوں اسناد موضوع ہیں، پہلی اسناد میں یحییٰ بن میمون جو ابن عطا بصری ہے امام دارقطنی اور اس کے علاوہ نے کہا کہ یہ راوی ایسا ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہے جب کہ الفلاس اور اس کے سوا نے کہا ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ جھوٹ کہتا تھا جب کہ دوسری اسناد میں داؤد بن المحبر راوی بھی

تہمت زدہ ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے الضعفاء (ص ۳۵۸) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عقبہ راوی نقل کرنے کے لحاظ سے مجہول ہے جب کہ اس کی حدیث منکر ہے محفوظ نہیں ہے وہ اسی کے ساتھ مشہور ہے جب کہ اس کی متابعت ایسا راوی کرتا ہے جو ضعیف ہونے میں اس جیسا ہے اور اس کا تذکرہ الجامع الصغیر میں بیہقی کی روایت سے ہے جو الشعب میں ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب اپنے اس قول کے ساتھ کیا ہے اور اس کی اسناد میں محمد بن یونس قرشی جو الکدیمی حافظ ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو حدیث کے موضوع کرنے کے ساتھ تہمت لگائی ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ثقہ رواۃ کا نام لے کر احادیث وضع کیا کرتا تھا امام ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء میں اس کے بعد کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک اس کی حالت واضح ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابوسعد عبد الرحمٰن بن حمدان نے اس کے لیکچرز کے ایک جز (۲/۱۵۱) میں اس کے لیکچروں سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عقبہ بن عبداللہ الرفاعی نے بتایا اس نے کہا ہمیں قتادہ نے انس سے بیان کیا۔

قرآن کی تلاوت اور نبوت میں سے حصہ

(۴۷۶) مَنْ قَرَأَ رُبُعَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ رُبُعَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثُ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ ثُلُثُ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَي الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ ثُلُثَي النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ أُوْتِيَ النُّبُوَّةَ۔

’’جس شخص نے چوتھائی قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت کا چوتھا حصہ عطا کیا گیا اور جس شخص نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا اور جس شخص نے قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت عطا کیا گیا۔‘‘

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابوبکر آجری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو آداب حملۃ القرآن (ورقہ ۱۳۵ مجموع ۱۶ سے دمشق کے ظاہریہ مکتب سے) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے زید بن واقد سے اس نے مکحول سے اس نے سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: مسلمہ بن علی راوی تہمت زدہ ہے اور اس کا تذکرہ کئی بار گزر چکا ہے جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو

الموضوعات میں دوسرے طریق سے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے بشر بن نمیر راوی متروک ہے جب کہ یحییٰ بن سعید نے اس کو کذاب کہا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱/۳۴۳) میں اس کا حسب عادت تعاقب کیا ہے جو افادیت کا حامل نہیں ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ابن الانباری نے کتاب الوقف والا بتداء میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے، بشر ابن ماجہ کے رواۃ سے ہے، میں کہتا ہوں: تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جب کہ ابن ماجہ رحمہ اللہ کذاب لوگوں کی تخریج میں مشہور ہے قریب ہی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے ایک حدیث ہے جس کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک شخص کے طریق سے ذکر کیا ہے جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ تو بہت بڑے جھوٹ بولنے والوں سے تھا۔

بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ایک شاہد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم الملطی ہے جس کے بارے میں سیوطی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے، میں کہتا ہوں: تو اس حدیث کے ذکر سے کیا فائدہ ہے جب کہ اس راوی کے بارے میں دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ کذاب تھا اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے ایسا زبردست طومار باندھا ہے جس کے اٹھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے بعد ازاں اس کی ایک مرفوع حدیث کا ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات اپنے پروردگار کو دیکھا ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو دیکھا ہے یہاں تک کہ تاج کو بھی دیکھا ہے!

اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے، اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کس قدر دلیری کا ثبوت پیش کیا ہے بعد ازاں امام ذہبی رحمہ اللہ نے بتایا اس سے بھی زیادہ غصہ والی بات کہی ہے وہ یہ حدیث ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور کہا یہ حدیث باطل اور گمراہی ہے، اس سے پہلی حدیث کی مانند ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس سے اور اس جیسی باتوں سے آپ کے سامنے ذہبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ کے درمیان فرق نمایاں ہو جائے گا بعد ازاں سیوطی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے شاہد کا تمام بن نجیح کے طریق سے اس نے حسن سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی کا اظہار کیا ہے حالانکہ یہ تو اس کے عیوب سے ہے، پس بلا شبہ اس حدیث کے مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں تمام راوی ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس نے کثرت کے ساتھ من گھڑت باتوں کو ثقہ رواۃ سے لیا ہے گویا کہ وہ ارادتاً کر رہا ہے۔

حج وعمرہ کی کثرت

(۴۷۷) كَثْرَةُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَمْنَعُ الْعَيْلَةَ ۔

''کثرت کے ساتھ حج عمرہ کرنا فقیری کو روکتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، محاملی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو چھٹے جز میں الآمالی سے (وجہ ا۔ ورقہ ۲۷۸ مجموع سے ۶۳ میں ظاہر یہ دمشق سے) روایت کیا ہے اس نے بیان کیا ہمیں عبداللہ بن شبیب نے بتایا اس نے کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے مجھے بتایا اس نے کہا مجھے فلیح بن سلیمان نے خالد بن ایاس سے اس نے مساور بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبداللہ بن شبیب راوی تہمت والا ہے جیسا کہ قریب ہی اس کا ذکر گزر چکا ہے اور خالد بن ایاس بھی اسی طرح کا ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے یہاں تک کہ دل کی جانب اس حقیقت سے پردہ کشائی ہوتی ہے کہ یہ خود ان کو وضع کرنے والا ہے اس کی حدیث کو محض بطور تعجب کے تحریر کیا جائے اور حاکم رحمہ اللہ نے کہا اس نے ابن المنکدر، اور ہشام بن عروہ اور مقبری سے موضوع احادیث روایت کی ہیں اور اسی طرح ابوسعید نقاش نے کہا ہے سبھی ائمہ رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ آپ نے اس حقیقت کو بھانپ لیا ہے تو پھر یہ حقیقت واضح ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ غلطی کے مرتکب ہوئے جب انہوں نے اس حدیث کو اس طریق سے الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

سمندر کے نیچے آگ اور

(۴۷۸) لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا ۔

''سمندر کے سفر پر صرف حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا یا جہاد کرنے والا روانہ ہو، بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو (۳۸۹/۱) میں بیان کیا اور خطیب رحمہ اللہ نے التلخیص (۱/۷۸) میں اور اس سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۳۳۴/۴) میں بشر ابوعبداللہ کے طریق سے اس

نے بشیر بن مسلم سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا اور خطیب رحمہ اللہ نے کہا کہ امام احمد کا قول ہے کہ حدیث غریب ہے، میں کہتا ہوں: یہ سند ضعیف ہے اس میں جہالت اور اضطراب ہے، جہالت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بشر اور بشیر کے بارے میں التقریب میں کہا ہے کہ وہ دونوں مجہول ہیں اور اسی طرح المیزان میں ہے ہاں اس کی متابعت ابی عثمان البحیری رحمہ اللہ نے الفوائد (۱/۵/۲) میں مطرف بن طریف اور بشیر بن مسلم کے بارے میں کی ہے لیکن اس نے بشیر کی جہالت کو تسلیم نہیں کیا۔

لیکن جو حدیث میں اضطراب ہے اس کو امام منذری رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۳۵۹/۳) میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث میں اضطراب ہے، بشیر سے اسی طرح روایت ہے اور بشیر سے روایت ہے کہ اس حدیث کی سند سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اور ایک آدمی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے وغیرہ اور امام بخاری نے اس کو اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے اضطراب کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ ائمہ نے اس حدیث کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اسی طرح بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں کہا ہے اور ابن الملقن نے الخلاصہ (۱/۷۳) میں بیان کیا کہ ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا صحیح نہیں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ غریب ہے ابوداود رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ دونوں مجہول ہیں اور خطابی رحمہ اللہ نے کہا اس کی اسناد ضعیف ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے اور عبدالحق رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۷) میں کہا، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے، بشر ابوعبداللہ اور بشیر دونوں مجہول ہیں اور قوی نہیں ہیں اس نے ابی بکر کی حدیث کے پہلے حصے کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سمندری سفر کون کرے

(۴۷۹) لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا غَازٍ أَوْ حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ۔

"سمندر کے سفر پر صرف مجاہد، حج کرنے والا اور عمرہ ادا کرنے والا روانہ ہو۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حارث بن ابی امامہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی زوائد کے (ص ۹۰) پر ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی خبر خلیل بن زکریا نے دی اس نے بتایا کہ ہمیں حبیب بن الشہید نے خبر دی اس

نے حسن بن ابی الحسن سے اس نے ابی الحسن سے مرفوعاً ذکر کیا، میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کو تقویت عطا نہیں کرتی ہے جب کہ اس کی اسناد شدید قسم کی ضعف والی ہے اس کا باعث خلیل راوی ہے ابن السکن کا قول ہے کہ اس نے ابن عون اور حبیب بن شہید سے منکر احادیث کو ذکر کیا ہے اس کے سوا نے ان کو روایت نہیں کیا جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ ثقہ رواۃ سے باطل احادیث کو بیان کرتا ہے اور حافظ رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا ہے بلاشبہ یہ راوی ایسا ہے جس کو چھوڑا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں سمندر کے سفر سے علم کی جستجو میں نکلنے والے کو روک دیا گیا ہے اور اسی طرح تجارت اور دیگر فوائد کے حصول کے لئے روکا گیا ہے، جب کہ عقل گوارا نہیں کرتی ہے کہ شارع جو حکمت والا ہے وہ لوگوں کو ان مصالح کے حاصل کرنے سے روکے کسی ایسے سبب کے باعث جو ظنی ہے کہ وہ کہیں سمندر میں نہ ڈوب جائیں کیسے ہوسکتا ہے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے آگاہ کررہے ہیں کہ اس نے ان کے لئے کشتیوں کو بنایا اور ان کے لئے سمندر کے سفر کو آسان کردیا چنانچہ فرمایا:

﴿ وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝ ﴾ (یٰس: ۴۱-۴۲)

”اور ان کے لئے علامت ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو ایسی کشتی میں سوار کرایا اور ہم نے ان کے لئے پیدا کیا اس جیسی سواریوں کو جن پر سوار ہوتے ہیں“

اس آیت میں الفلک سے مقصود کشتیاں ہیں صحیح قول یہی ہے، علامہ قرطبی ابن کثیر اور ابن القیم وغیرہ رحمہم اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے چنانچہ اس آیت میں دلیل ہے کہ ذکر کردہ حدیث کہ سمندر کا سفر نہ کیا جائے ضعیف بلکہ منکر ہے۔

جب کہ اس کی تائید ارشاد نبوی سے بھی ہورہی ہے سمندری سفر میں جس شخص کو قئے آتی ہے اس کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے اور ڈوب جانے والے کے لئے بھی ایک شہید کا ثواب ہے ابوداؤد رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ام حرام سے حسن اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ اس حدیث میں مطلق طور پر رغبت دلائی گئی ہے کہ سمندر کا سفر کیا جائے جہاد وغیرہ کے ساتھ مقید نہیں ہے مزید برآں اس میں دلیل ہے کہ حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی جب کہ سمندر اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان حائل ہو، یہ حنابلہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے جب کہ اس کے دوسرے قول

میں ہے حج ساقط ہو جائے گا ان میں سے بعض نے اس کے لئے اس منکر حدیث سے استدلال کیا ہے جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی التحقیق (۲/۳-۷۴-۷۷) میں ہے جب کہ یہ تو احادیث ضعیفہ کے نتائج ہیں۔

بدھ اور جمعرات کا روزہ

(۴۸۰) مَنْ صَامَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ۔

''جس شخص نے بدھ کا روزہ رکھا اس کے لئے دوزخ سے برأت کو تحریر کردیا جاتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کو الترغیب (۲/۸۶) میں ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۳/۱۹۸) میں اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔

قولنج کی بیماری سے تحفظ

(۴۸۱) اَكْلُ الثَّمَرِ اَمَانٌ مِّنَ الْقُوْلَنْجِ۔

''فروٹ کے تناول سے قولنج بیماری سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الطب میں ابی نصر احمد بن محمد کے طریق سے اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن ابراہیم نے بتایا اس نے ابراہیم بن ابی یحییٰ سے اس نے صالح سے جو توامہ کا غلام ہے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا، میں کہتا ہوں: یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کا سبب ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی ہے اور وہ اسلمی ہے ان کا غلام ابو اسحاق مدنی ہے جب کہ وہ تو کذاب ہے اس کے کذاب ہونے کی وضاحت ائمہ کی ایک جماعت نے کی ہے ان میں یحییٰ بن سعید ابن معین ابن المدینی اور ابن حبان وغیرہ رحمہم اللہ ہیں، مزید برآں اس سے شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور اس کے لئے دلیل پکڑی ہے جب کہ اس پر اس کا اسحاق بن راہویہ نے انکار کیا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو آداب الشافعی رحمہ اللہ (ص ۱۷۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے اس کے ایک دوسرے مقام (۲۲۳) میں آگاہ کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ جھوٹ بولتا تھا، اور بزار نے کہا ہے کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا اور وہ پہلے مسائل گھڑتا پھر وہ ان کی اسانید خود بنالیتا تھا عقیدہ کے لحاظ سے قدریہ فرقہ سے تھا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اساتذہ سے تھا، مزید برآں ہمارے نزدیک

معتزلہ تھا اور اس کے علاوہ جو دو راوی ہیں میں ان کو جانتا نہیں ہوں تو امہ کا غلام صالح ضعیف راوی ہے۔

سر درد سے آرام کے لیے

(۴۸۲) غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ بَعْدَ الْخُرُوْجِ مِنَ الْحَمَّامِ اَمَانٌ مِّنَ الصُّدَاعِ۔

''غسل خانے سے باہر آ کر ٹھنڈے پانی کے ساتھ دونوں پاؤں کو دھونا سر درد سے آرام کا باعث ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الطب میں ابو نصر احمد بن محمد کے طریق سے اس سے پہلے ذکر شدہ حدیث کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ من گھڑت حدیث ہے، جب کہ یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث ایسی ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان کو شامل کرتے ہوئے اپنی کتاب الجامع الصغیر کو معیوب بنا دیا ہے جب کہ اس کے شارح امام مناوی نے اس پر ہرگز کلام نہیں کیا گویا کہ اس کو ان کی اسانید معلوم نہیں ہو سکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب دل

(۴۸۳) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ كُلَّ قَلْبٍ حَزِيْنٍ۔

''بلاشبہ اللہ ہر غمگین دل کو محبوب رکھتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث زبردست ضعیف ہے، ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الھم والحزن (ورقہ ۲ وجہ ا مخطوط ظاہریہ سے ۷۶ مجموع) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۳۷) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے (۲/۸۹) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۵/۱۳) میں ابو بکر بن ابی مریم کے طریق سے اس نے ضمرہ بن حبیب سے اس نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس طریق سے ابو محمد مخلد نے اس کو الفوائد (۲/۳۰۳) میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۳۱۵) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۶/۹۰) میں طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے اس قول کے ساتھ رد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو بکر راوی ضعیف ہے اور اسناد میں انقطاع ہے یعنی ضمرہ اور سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً یک صد سال کا فاصلہ ہے جب کہ

ابو بکر بن ابی مریم غایت درجہ ضعیف ہے اور اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہیثمی رحمہ اللہ کا قول المجمع (۱۰/۳۰۹/۳۱۰) میں ہے کہ اس حدیث کو بزار رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اوران دونوں کی اسناد حسن ہیں۔ حسن نہیں ہیں جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا دارومدار اس ابو بکر راوی پر ہے جیسا کہ آپ نے معلوم کرلیا ہے اور اسی طرح بزار کے نزدیک ظاہر ہے وگرنہ امام ہیثمی ان دونوں کے درمیان فرق کرتے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ ہیثمی نے اس ابو بکر کو بھی ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث میں جس کا تذکرہ (۴۸۰) میں قریب ہی گزر چکا ہے۔

مزید برآں اس کو معافی بن عمران رحمہ اللہ نے الزہد (۲/۲۵۸) میں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے اس نے اسماعیل بن واقع اور اس کے سواسے ذکر کیا ہے کہ تورات میں تحریر ہے، یا نبی ﷺ نے فرمایا ہے اور اس کا ذکر کیا۔ یہ بات اس کے مرفوع قرار دیئے جانے کے بارے میں متردد ہونے کے ساتھ ساتھ یہ حدیث معضل اور غایت درجہ ضعیف ہے۔

پیدل حج کی نیت کرنے والا

(۴۸۴) إِنَّ مِنَ الْمُثْلَةِ أَنْ يَنْذِرَ الرَّجُلُ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَيَرْكَبْ۔

''بلاشبہ مثلہ سے ہے کہ کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ وہ پیدل حج کرے گا تو وہ قربانی کرے اور سوار ہو کر حج کے لئے جائے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو (۴/۳۰۵) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۴/۴۲۹) میں صالح بن رستم کے طریق سے جو ابو عامر خزاز ہے اس نے بتایا مجھے کثیر بن شنظیر نے بتایا اس نے حسن سے اس نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو برقرار رکھا ہے بعد ازاں زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۳/۳۰۵) میں پھر عسقلانی رحمہ اللہ نے الدرایہ (۲۴۲) میں ذکر کیا اور یہ ایسا سبب ہے جس نے مجھے اس کے ذکر کرنے پر مجبور کیا تاکہ جس شخص کو علم نہیں ہے وہ اس وجہ سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو اس لئے کہ حدیث میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت ابو عامر راوی ضعیف ہے چنانچہ حافظ رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے کہ یہ راوی سچا تو ہے جب کہ اس کی غلطیاں زیادہ ہیں۔

اور دوسری علت حسن راوی کا لفظ عن کے ساتھ روایت کرنا ہے یہ راوی بصری ہے مدلس تھا جب کہ احمد اور اس کے سوا نے متعدد طریق کے ساتھ حسن سے اس نے عمران سے مثلہ کی نہی کو ذکر کیا ہے جب کہ اس میں وہ چیز نہیں ہے جس کو ابو عامر نے روایت کیا ہے، تو یہ دلیل اس کے ضعف پر اور اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث اس شخص کے بارے میں موجود ہیں جو پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانتا ہے کہ وہ سواری پر جائے لیکن قربانی کا ہدیہ دے اور کچھ حرج نہیں کہ وہ پیدل حج کرنے کی نذر مانتا ہے تو وہ اپنے محلّہ سے پیدل چل کر جائے، آپ نیل الاوطار (۸/ ۲۰۴۔ ۲۰۷) دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے خوف کی فضیلت

(۴۸۵) مَنْ خَافَ اللّٰهَ خَوَّفَ اللّٰهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْءٍ وَمَنْ لَّمْ يَخِفِ اللّٰهَ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات سے خوف زدہ ہو تو اللہ اس سے ہر چیز کو خوف زدہ رکھے گا اور جو شخص اس کی ذات سے خوف زدہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر چیز سے خوف زدہ رکھے گا۔“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، القضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/ ۳۶) میں عامر بن مبارک علاء کے طریق سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن ابراہیم بن عمرو نے ابراہیم بن ابی علقمہ سے اس نے واثلہ بن الاسقع سے مرفوعا بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس اسناد کے رواۃ سے میں سلیمان بن عمرو کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتا ہوں جبکہ اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ سلیمان بن ابی سلیمان راوی ہے اور اس کا نام فیروز ہے اور کہا جاتا ہے عمرو ابو اسحاق شیبانی ان کا غلام ہے کوفی اور ثقہ ہے۔

جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۴/ ۱۴۱) میں ابوالشیخ کے طریق سے الثواب میں ذکر کیا بعد ازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو مرفوع قرار دینا منکر ہے اور اسی طرح حافظ عراقی رحمہ اللہ نے تخریج الاحیاء (۲/ ۱۲۸) میں ذکر کیا ہے اور اضافہ کیا ہے جب کہ عقیلی رحمہ اللہ کے لئے الضعفاء میں اس کی مثل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جب کہ یہ دونوں منکر ہیں۔

فوت شدہ کے لیے صدقہ

(۴۸۶) مَا مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَمُوْتُ مِنْهُمْ مَيِّتٌ فَيَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهِ اِلَّا

أَهْدَاهَا لَهُ جِبْرِيلُ عَلَى طَبَقٍ نُورٍ ثُمَّ يَقِفُ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ [فَيَقُولُ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ] الْعَمِيقِ هٰذِهِ هَدِيَّةٌ أَهْدَاهَا إِلَيْكَ أَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيرَانُهُ الَّذِينَ لَا يُهْدَى إِلَيْهِمْ شَيْءٌ۔

''کوئی گھر ایسا نہیں کہ ان میں سے کوئی شخص جب فوت ہوتا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء اس کی جانب سے صدقہ کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اس کے لئے اس کا ہدیہ ایک نورانی تھال میں رکھتے ہیں بعد ازاں وہ نورانی تھال لے کر قبر کے کنارے ٹھہرا رہتا ہے تو وہ اس قبر والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے وہ شخص جو اس گہری قبر میں لیٹا ہوا ہے یہ ہدیہ ہے جس کو آپ کی جانب آپ کے گھر والوں نے بھیجا ہے آپ اس ہدیہ کو قبول کریں تو ہدیہ اس کی قبر میں اس پر داخل ہوتا ہے تو وہ شخص ہدیہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور مسرت محسوس کرتا ہے جب کہ اس کے وہ پڑوسی جن کی جانب ہدیہ نہیں بھیجا جاتا ہے وہ غمزدہ ہو جاتے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الاوسط (۲/۹۵/۱ زوائد المعجمین) میں روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہم سے محمد بن داؤد بن اسلم الصدفی نے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں حسن بن داؤد بن محمد المنکدری نے بتایا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے بتایا اس نے بتایا کہ میں نے ابو محمد الشافعی سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ مرفوعا بیان کرتے ہیں نیز اس نے آگاہ کیا کہ اس حدیث کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف اسی اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس کی اسناد میں محمد بن اسماعیل متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ راوی تو سچا ہے بخاری مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ حدیث میں ضرر رساں بات اس کے استاذ ابو محمد الشامی ہے ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے بعض تابعین سے منکر حدیث کو سنا جب کہ ازدی نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور اسی طرح لسان المیزان میں ہے گویا کہ منکر حدیث سے مقصود یہی ہے جبکہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۳۹/۳) میں بتایا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ۲۱ ... یث کو الاوسط

میں ذکر کیا ہے جبکہ اس کی اسناد میں ابو محمد شامی راوی ہے امام ازدی نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ کذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ

(۴۸۷) مَاعَلٰى اَحَدِكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَصَدَّقَ لِلّٰهِ صَدَقَةً تَطَوُّعًا اَنْ يَّجْعَلَهَا عَنْ وَالِدَيْهِ اِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَيَكُوْنُ لِوَالِدَيْهِ اَجْرُهَا وَلَهٗ مِثْلُ اُجُوْرِهِمَا بَعْدَ اَنْ لَّا يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمَا شَيْءٌ۔

''تم میں سے کسی ایک شخص پر نہیں ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفلی صدقہ کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ صدقہ اپنے والدین کی جانب سے کرے جب کہ وہ دونوں مسلمان ہیں تو اس کے والدین کے لئے ان کا ثواب ہوگا جب کہ اس کو ان کے ثواب کے برابر ثواب عطا ہوگا اور ان دونوں کے ثواب سے کچھ کمی نہ ہوگی۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن سمعون واعظ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو لآ مالی میں اور محمد بن سلیمان ربعی نے اپنی حدیث کے ایک جز (۲/۲۱۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابو الفتوح عبد الخلاق (ورقہ ۱/۲۳۶ المجموع الظاہر ۹۲) میں عبد الحمید بن حبیب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے سیدنا عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتا ہے جب کہ یہ اسناد ضعیف ہے عبد الحمید بن حبیب راوی کذاب ہے وہ اوزاعی کا کاتب ہے امام بخاری رحمہ اللہ اور اس کے سوا نے بتایا ہے کہ وہ حدیث میں قوی نہیں ہے اور ابن مخلد نے اس حدیث کو المنتقی من احادیثہ (۲/۸۸/۱۔۲) میں عباد بن کثیر سے اس نے عمرو بن شعیب سے جب کہ عباد راوی تہمت زدہ ہے اس کی متابعت کا کچھ فائدہ نہیں ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے الاحیاء کی تخریج (۲/۱۹۳) میں ذکر کیا ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ضعیف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے البتہ اس میں یہ جملہ نہیں ہے کہ جب وہ دونوں مسلمان ہوں۔ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۳/۱۳۹) میں ذکر کیا ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ کی اسناد میں خارجہ بن مصعب الضبی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حرف باعث برکت

(۴۸۸) هَزُّوْا غَرَابِيْلَكُمْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ۔

''اپنی اپنی دف کو حرکت دو اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے گا۔''

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الفتاویٰ (۱۹۶/۲) میں ذکر کیا ہے کہ جو اہل علم نبی ﷺ سے ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں دفیں لے کر آ گئیں اور وہ کہہ رہی تھیں ۔

طلع البدر علینا ○ من ثنیات الوداع

''ہم پر چودھویں رات کا وداع کی گھاٹی سے چاند نکل آیا ہے۔'' (آخری شعر تک)

نبی ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر یہ بات کہی یہ آپ سے معروف نہیں ہے جب کہ خوشی کے مواقع میں دف بجانا درست ہے، چنانچہ آپ کے زمانہ میں دف موجود تھی۔

تباہی و بربادی کی دعا

(۴۸۹) إِذَا اشْتَدَّ كَلْبُ الْجُوْعِ فَعَلَيْكَ بِرَغِيْفٍ وَجَرٍّ مِّنْ مَاءِ الْقَرَاحِ وَقُلْ عَلَى الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا مِنِّي الدَّمَارُ۔

''شدید قسم کی بھوک نمودار ہو تو ایک روٹی تناول کریں اور خالص سادہ پانی بغیر ملاوٹ شدہ نوش کریں اور زبان سے کہیں دنیا اور میری جانب سے دنیا والے تباہ و برباد ہو جائیں۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع میں اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے شعب الایمان میں اس کا ذکر کیا ہے، راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں حسین بن عبد الغفار راوی متروک ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے متہم قرار دیا ہے اور ابو یحییٰ وقار کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس ابو یحییٰ کا نام زکریا بن یحییٰ ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۱/۱۴۸) میں اس کے حالات میں کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور ہمارے بعض رفقاء نے ہمیں صالح بن جزرہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمیں ابو یحییٰ وقار نے بتایا جب کہ اس کا شمار بہت بڑے جھوٹ کہنے والوں سے ہے۔

بعد ازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کی موضوع احادیث ہیں جب کہ وقار نامی شخص ان

کے وضع کرنے میں متہم قرار دیا جاتا ہے اور صالح لوگوں نے اس کے نام کے ساتھ ان کو موسوم کیا ہے جو فضائل اعمال میں موضوع باطل احادیث کو ذکر کرتے ہیں اور ان سے ایک جماعت وضع کرنے میں متہم ہے اور اس نے حسن بن عبدالغفار کے احوال زندگی (۹۸) میں بیان کیا ہے کہ اس نے منکر احادیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کے ایک اور طریق کو معلوم کیا ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس طریق میں کوئی راوی متہم نہیں ہے جب کہ وہ حدیث اس کے بعد ذکر ہو رہی ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ دنیا اور دنیا داروں پر ہلاکت ہو بلکہ اس میں یہ ہے کہ دنیا اور دنیا والے ہلاک ہو جائیں تو یہ جملہ خبریہ ہے اور پہلا انشائیہ تھا جب کہ ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہے۔

شدت کی بھوک اور

(۴۹۰) يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا اشْتَدَّ الْجُوْعُ فَعَلَيْكَ بِرَغِيْفٍ وَكُوْزٍ مِّنْ مَاءٍ وَعَلَى الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا الدَّمَارُ۔

''اے ابو ہریرہ! جب تجھے شدت کی بھوک ستائے تو ایک روٹی اور پانی کا ایک برتن لے اور دنیا اور دنیا والوں پر تباہی ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن بشران رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الآمالی (ورقہ ۱/۱۴ المجموع الظاہریۃ ۷۲) میں سے اور ابو بکر بن بخاری رحمہ اللہ نے کتاب القناعۃ (ورقہ ۱/۲۳۷) میں کثیر بن واقد کے طریق سے ذکر کیا ہے اور ابو بکر عیسیٰ بن واقد المصری نے محمد بن عمرو سے روایت کیا ہے اس نے ابو سلمہ سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ کثیر بن واقد یا عیسیٰ بن واقد راوی کے بارے میں میں نے نہیں پایا ہے کہ کسی شخص نے اس کا تذکرہ کیا ہو اور قاضی ابن محمد دینوری نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع اسناد اور الفاظ میں کچھ مغایرت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اور وہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے ہے۔

خرید و فروخت میں شرط

(۴۹۱) نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ۔

''خرید و فروخت میں شرط لگانے سے منع کیا۔''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الفتاویٰ (۳/۳۲۶) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابن سلمہ اور شریک سے حکایت مروی ہے جب کہ اس کو فقہ کے مصنفین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے حدیث کے ذخائر میں اس کا کوئی وجود نہیں، احمد وغیرہ علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث معروف نہیں ہے مزید برآں احادیث صحیحہ اس کی معارض ہیں اور بلا اختلاف مشہور علماء کا اجماع ہے جس قدر میں جانتا ہوں کہ فروخت کردہ چیز وغیرہ میں کسی وصف کی شرط وغیرہ لگانا جیسا کہ شرط لگانا کہ غلام فن کتابت سے آشنا ہو یا کاریگر ہو یا کپڑے میں اس کی لمبائی کے بارے میں شرط لگانا یا زمین کی پیمائش میں یا اس کی مثل میں شرط لگانا یہ شرط صحیح ہے۔

افضل عبادت

(۴۹۲) سَلُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔

”اللہ عزوجل سے اس کے فضل کو طلب کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے جب کہ افضل عبادت خوشحالی کا انتظار کرنا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۲۷۹) میں اور ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے قناعت اور تعفف کے بارے میں (ج ا۔ ورقہ ۱۰۶ مجموع الظاہریۃ (۹۰) سے اور عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ نے الترغیب فی الدعاء (۲/۸۹) میں حماد بن واقد کے طریق سے اس نے کہا میں نے اسرائیل بن یونس سے سنا، اس نے ابو اسحاق الھمدانی سے اس نے ابی الاحوص سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسی طرح حماد بن واقد نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ حماد راوی حافظ والا نہیں ہے جب کہ ابونعیم نے اس حدیث کو اسرائیل سے اس نے حکیم بن جبیر سے اس نے ایک شخص سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے جب کہ ابونعیم سے مروی حدیث اس کے قریب ہے کہ اس کو زیادہ درست کہا جائے۔

میں کہتا ہوں: اور حکیم بن جبیر راوی ابن واقد راوی سے زیادہ ضعیف ہے جب کہ جوزجانی نے اس کو جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم کیا ہے اور جب یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ حدیث اس سے مروی حدیث ہے تو ایسی حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، جب کہ حدیث کا آخری حصہ جس کو بزار اور بیہقی رحمہ اللہ نے اور قضاعی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے، اور ہیثمی نے المجمع

(۱۴۷/۱۸) میں بعد اس کے کہ اس نے اس کو اول کی جانب منسوب کیا ہے جبکہ اس میں ایسا راوی ہے جس کو میں پہچانتا نہیں ہوں۔

ایک سواری اور تین سوار

(۴۹۳) نَهَى أَنْ يَرْكَبَ ثَلَاثَةٌ عَلَى دَابَّةٍ

"روکا گیا ہے کہ تین شخص ایک سواری پر سوار ہوں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، جابر سے روایت ہے امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۱۰۹/۸) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں سلیمان بن داؤد شاذکونی راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جھوٹ کہتا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ یہ حدیث اس سے بہتر اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے کتاب الادب (۱/۱۵۳/۱) میں کہا ہے کہ ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے بتایا اس نے اسماعیل سے اس نے حسن سے اس نے مہاجر بن قنفذ سے اس نے کہا ہم اس کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اچانک تین افراد ایک گدھے پر سوار ہو کر گزرے تو ایک نے ان میں سے دوسرے شخص سے کہا اتر و تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس نے بیان کیا تو اس انسان پر لعنت کرتا ہے، اس نے کہا کہ ہمیں روکا گیا ہے کہ ہم چار پائے پر تین افراد سوار ہوں۔ اسماعیل راوی ابن مسلم بصری المکی ہے اور وہ ضعیف ہے، بعد ازاں ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ زاذان سے بیان کیا اس نے اس طرح کہا کہ اس نے ایک خچر پر تین افراد کو دیکھا تو اس نے کہا تم میں سے ایک شخص نیچے اتر جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے شخص کو ملعون قرار دیا ہے۔

فتنہ کے باعث لوگ

(۴۹۴) رُبَّ عَابِدٍ جَاهِلٍ وَرُبَّ عَالِمٍ فَاجِرٍ فَاحْذَرُوا الْجُهَّالَ مِنَ الْعُبَّادِ وَالْفُجَّارَ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَإِنَّ أُولَئِكَ فِتْنَةُ الْفَتَنَاءِ۔

"بہت سے عابد لوگ جاہل ہوتے ہیں اور بہت سے عالم لوگ فاسق فاجر ہوتے ہیں پس جاہل لوگوں سے اور فاسق فاجر قسم کے لوگوں سے خود کو بچاؤ بلاشبہ یہ لوگ فتنہ پرور لوگوں کے لئے بھی باعث فتنہ ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ورقہ ۳۳۔۳۴) میں مخطوطہ ظاہریہ دمشق کے مطابق رقم الحدیث (۳۶۴) میں اور اس کے طریق سے ابن عساکر رحمہ اللہ نے چودھویں مجلس میں ان لوگوں کی مذمت کے بارے میں جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں، (ورقہ ۵۶ وجہ ۱۔۲) مجموع ظاہریہ سے (رقم ۷۷) میں اور تاریخ میں (۲/۱۵۴/۳) میں بشر بن ابراہیم کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ثور بن یزید نے بتایا اس نے خالد بن معدان سے اس نے سیدنا ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ بشر راوی اس حدیث میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ وہ ثقہ لوگوں اور ائمہ سے روایت کرنے میں منکر الحدیث ہے بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا اور حکم لگایا کہ یہ سب باطل ہیں بشر نے اس کو وضع کیا ہے، میں کہتا ہوں یہ حدیث ان میں سے ایک ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا اور وہ میرے نزدیک ان لوگوں سے ہے جو ثقہ لوگوں کے نام پر احادیث وضع کرتے ہیں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا بعد ازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۴۰۰) میں محفوظ بن بحر کے حالات میں اس نے عمر بن موسیٰ سے اس نے خالد بن معدان سے آخری جملہ کے بغیر اور کہا کہ یہ جملہ منکر ہے، خالد بن معدان سے جب کہ اس سے روایت کرنے والا عمر بن موسیٰ ہے اور اس کو ابن وجیہ کہا جاتا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا شمار تو ان لوگوں سے ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار کیا جا چکا ہے جب کہ یہ محفوظ راوی ابو عروبہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ جھوٹ کہتا تھا جب کہ ابن عدی نے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ بات محفوظ کے بارے میں نہیں ہے گویا کہ وہ اشارہ کرتے ہیں کہ جس کو تہمت لگائی گئی وہ یہ ابن وجیہ اور بشر بن ابراہیم ہے۔

جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے عجیب معاملہ سے ہے کہ اس نے اس کو ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے جس کو اس اس وضع کرنے والے شخص کے حالات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ ان سب سے خاموش ہے۔

پیدل حج کی فضیلت

(۴۹۵) مَنْ حَجَّ مِنْ مَكَّةَ مَاشِيًا حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَكَّةَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَمِائَةِ حَسَنَةٍ كُلُّ حَسَنَةٍ مِثْلُ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ وَمَا

حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ لِكُلِّ حَسَنَةٍ مِائَةُ أَلْفِ حَسَنَةٍ۔

''جس شخص نے مکہ سے پیدل چلتے ہوئے حج کیا یہاں تک کہ وہ مکہ کی جانب لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں تحریر فرماتے ہیں ہر نیکی کا ثواب حرم کی نیکیوں کے برابر ہے استفسار کیا گیا حرم کی نیکیاں کیا ہیں، آپ نے کہا ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۱۶۹/۳) میں اور الاوسط (۲/۱۱۲/۱) میں اور دولابی رحمہ اللہ نے الکنیٰ (۱۳/۲) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۴۶۱/۱) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۷۸/۱۰) میں عیسیٰ بن سوادہ کے طریق سے اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس اسماعیل سے اس حدیث کو صرف عیسیٰ نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: وہ راوی تو غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا رد اس قول کے ساتھ کیا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے مجھے خطرہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور ابو حاتم نے عیسیٰ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو حاتم کا پورا کلام الجرح والتعدیل (۲۷۷/۱/۳) میں اس طرح ہے کہ: یہ ضعیف ہے، اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ یہی مقصود ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۱۰۸/۲) میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح میں اور حاکم رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن سوادہ کی روایت سے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اگر حدیث صحیح ہو، جب کہ عیسیٰ بن سوادہ کے بارے میں دل میں کھٹکا ہے حافظ منذری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ وہ متہم ہے اور اس سے روایت کرنا درست نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں کئی بار تنبیہ گزر چکی ہے چنانچہ آپ آئندہ صفحہ ملاحظہ کریں۔

جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو واضح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ تو زبردست جھوٹ کہنے والا

ہے میں نے اس کو دیکھا ہے بعد ازاں مجھے اس کا متابع ملا ہے چنانچہ ابوعلی ہروی نے الفوائد کی پہلی جلد (۲/۹) میں کہا ہے کہ ہم سے سلیمان بن فضل بن جبریل نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن سلیمان نے بتایا اس نے کہا ہمیں سفیان بن عیینہ نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس کو روایت کیا ہے البتہ اس نے آخری ٹکڑے کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی ہے جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے سلیمان بن فضل بن جبریل کے احوال مجھے نہیں ملے ہیں البتہ شاید وہ ہیں جو الکامل ابن عدی (۱/۱۶۱) میں ہیں کہ سلیمان بن فضل ابن مبارک سے روایت کرتا ہے ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اس کو ایک منکر حدیث کے سوا دیکھا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ وہ راوی درست حدیث نہیں والا ہے۔ واللہ اعلم

پیدل اور سواری پر حج

(۴۹۶) إِنَّ لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعِينَ حَسَنَةً وَالْمَاشِي بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا سَبْعِمِائَةِ حَسَنَةٍ۔

''یقیناً سواری پر سوار حج ادا کرنے والے شخص کے لئے اس کی سواری کے ہر قدم کے بدلے جو مسافت طے کرتی ہے ستر نیکیاں ہیں جب کہ پیدل چلنے والے کے لئے ہر قدم کے چلنے پر سات صد نیکیاں ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۶۵/۳) میں اور الضیاء رحمہ اللہ نے المختارہ (۲/۲۰۴) میں یحییٰ بن سلیم کے طریق سے اس نے محمد بن مسلم الطائفی سے اس نے اسماعیل بن امیہ سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے یحییٰ بن سلیم راوی اور محمد بن مسلم الطائفی کو امام احمد رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ان دونوں میں سے ایک نے اسناد میں اضطراب کیا ہے کبھی تو اس طرح روایت کرتا ہے اور کبھی اسماعیل بن امیہ کے بدل میں ابراہیم بن میسرہ کا ذکر کیا ہے اس حدیث کو ازرقی نے اخبار مکہ (ص ۲۵۴) میں اور اسی طرح الضیاء نے طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۳۵۴/۲) میں اور کبھی اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر کیا کہ اس نے کہا بزار رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا جیسا کہ مجمع الزوائد (۲۰۹/۳) میں ہے ادھر کبھی اسماعیل کو گرا دیا

اور محمد بن مسلم الطائفی سے بیان کیا اس نے سعید بن جبیر سے ابن ابی حاتم نے اس کو العلل (۲۸۹/۱) میں ذکر کیا اور بیان کیا کہ میرے باپ نے محمد بن مسلم کا ذکر کیا کہ اس نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے۔

یہ حدیث ابن سیش سے مروی ہے جو مجہول راوی ہے جب کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، نیز ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ق ۱/۲۲۶) میں عبداللہ بن محمد القدامی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن مسلم الطائفی نے بیان کیا اس نے ابراہیم بن میسرہ سے اس نے اس کو سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کے الفاظ ہیں کہ جس شخص نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے میں ستر نیکیاں حرم کی نیکیوں سے حاصل ہوں گی راوی نے بیان کیا میں نے دریافت کیا حرم کی نیکیاں کیا ہیں بتایا کہ ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا اور عبداللہ بن محمد قدامی کی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں اور یہ راوی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اس کا راوی ضعیف ہے اور اسناد اور متن میں اضطراب ہے اور یہ حدیث کیسے ہو سکتی ہے جب کہ نبی ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہے کہ آپ نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اگر پیدل چل کر حج کرنا افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لئے اس کو پسند فرماتے اور اسی لئے جمہور علماء اس جانب گئے ہیں کہ سواری پر حج کرنا افضل ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو مسلم رحمہ اللہ کی شرح میں ذکر کیا ہے مزید برآں میرا تالیف کردہ رسالہ حجۃ النبی ﷺ میں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو آپ سے نقل کیا ہے (ص ۱۶) پہلی اشاعت اور تعلیق کا مطالعہ کریں جس کو مکتب اسلامی نے شائع کیا ہے۔

(بحمد اللہ راقم الحروف نے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ۱۳۹۷ھ میں کیا اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اس کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کے حج کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں (والحمد للہ علی ذلک)۔

جب کہ اس حدیث میں ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور ابی نعیم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے آخر میں زیادتی ہے اس کا ذکر اس سے پہلی ذکر کردہ حدیث میں ہو چکا ہے جب کہ اس حدیث کو ایک دوسری اسناد کے ساتھ مختصر بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

ستر اور تیس حج کا ثواب

(۴۹۷) لِلْمَاشِي أَجْرُ سَبْعِينَ حَجَّةً وَالْمُرَاكِبُ أَجْرُ ثَلَاثِينَ حَجَّةً۔

''پیادہ حج کرنے والے کو ستر حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے جب کہ سواری پر سوار ہو کو تیس حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۱۱/۱۱۲) میں محمد بن محصن العکاشی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن ابی عبلہ نے عبدالواحد بن قیس سے بیان کیا اس نے کہا میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں مزینہ قبیلہ سے ایک جماعت اور ھزیل قبیلہ سے ایک جماعت اور جہینہ سے ایک جماعت آئی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم مکہ مکرمہ کی جانب پیدل چلتے ہوئے نکلے تھے جب کہ کچھ لوگ سواریوں پر سوار تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا...... امام طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابراہیم سے صرف محمد نے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس محمد سے مقصود محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہے اس کو اس کے جد اعلیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جب کہ وہ کذاب ہے اس کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے جب کہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا قول (۳/۲۰۹) میں ہے کہ یہ راوی متروک ہے جبکہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی ہے یعنی اس سے پہلی حدیث۔

سفر میں روزہ رکھنے والا

(۴۹۸) صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ۔

''بحالت سفر رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے والا اس شخص جیسا ہے جو رمضان میں روزہ نہیں رکھتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۵۱۱) میں اور الھیثم بن کلیب نے المسند (۲/۳۲) میں اور الضیاء نے المختارۃ (۱/۳۰۵) میں اسامہ بن زید کے طریق سے اس نے ابن شہاب سے اس نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے اپنے باپ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں دو سبب ہیں:

پہلا سبب: انقطاع ہے اس لئے کہ ابو سلمہ کا اپنے باپ سے سماع نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔
دوسرا سبب: اسامہ بن زید کے حافظہ میں ضعف ہے جب کہ اس کی مخالفت ثقہ راوی ابن ابی ذئب نے کی ہے اس نے زہری ابن شہاب سے موقوفاً ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے (۳۱۶/۱) میں اور الفریابی رحمہ اللہ نے الصیام (۴/۷۰/۱) میں متعدد طرق کے ساتھ اس سے روایت کیا ہے اور اسی لئے بیہقی رحمہ اللہ نے السنن (۲۴۴/۴) میں اس کو موقوف قرار دیا ہے اور اسناد میں انقطاع ہے مزید حدیث مرفوع بھی ہے جبکہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔
ہاں ابوقتادہ عبداللہ بن واقد حرانی نے ابن ابی ذئب سے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ راوی متروک ہے مزید اس کی اسناد میں ایک اور راوی بھی ضعیف ہے خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۸۳/۱۱) نے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابن ابی ذئب کے طریق سے اس نے زہری سے اس نے حمید بن سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس نے بھی اپنے باپ سے موقوفاً ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے چنانچہ یہ بات اس شخص کی غلطی کی تائید کرتی ہے جس نے اس کو عبدالرحمٰن سے مرفوعاً ذکر کیا ہے مزید برآں الضیاء رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس کے عبدالرحمٰن پر موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔

صبر اور یقین

(۴۹۹) اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ وَالْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ۔

''صبر آدھا ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن الاعرابی نے اس حدیث کو اپنی معجم (۲/۵۶) میں اور تمام رازی نے (۱/۱۳۸/۹) میں اور ابو الحسن الازدی نے المجلس الاول میں پانچ مجالس سے (۱۶۔۱۷) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ (۳۴/۵) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۲۲۶/۱۳) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند (۶ ب/۲) میں یعقوب بن حمید بن کاسب کے طریق سے اس نے محمد بن خالد مخزومی سے اس نے سفیان ثوری سے اس نے زبید ایامی سے اس نے ابووائل سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ ابو نعیم رحمہ اللہ اور الخطیب رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ اس میں مخزومی راوی سفیان سے اس اسناد کے لحاظ سے متفرد ہے۔
میں کہتا ہوں: اس مخزومی راوی کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ ابن

جوزی رحمہ اللہ نے اس کو مجروح قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کے لئے ثوری سے مرفوع روایت ہے کہ ''یقین تو مکمل ایمان ہے'' جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس متن کو کتاب الایمان میں بطور تعلیق کے ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس میں یہ نہیں کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذکر کیا ہے ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے زبید کی حدیث سے نہ ثوری کی حدیث سے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ فتح الباری (۴۱/۱) میں ہے یہ حاشیہ ایک اثر کا حصہ ہے جس کو طبرانی رحمہ اللہ نے صحیح اسناد کے ساتھ موصول قرار دیا ہے جب کہ اس کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔

مزید برآں اس کو ابونعیم اور بیہقی رحمہ اللہ نے الزہد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے، جب کہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس میں یعقوب بن حمید راوی اس کے حافظہ کے سبب ضعف ہے اور اسی وجہ سے مناوی نے حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور یہ واضح کوتاہی ہے بعد ازاں اس نے بیہقی سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ ابن مسعود کا قول محفوظ ہے اور یہ مرفوع روایت نہیں ہے۔

تارک الدنیا ہونا

(۵۰۰) لَيْسَ بِخَيْرِكُمْ مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهِ وَلَا آخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ حَتّٰى يُصِيْبَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَإِنَّ الدُّنْيَا بَلَاغٌ إِلَى الْآخِرَةِ

''تم میں وہ شخص بہتر نہیں ہے جو آخرت کے حصول کے لئے تارک الدنیا ہو جائے اور دنیوی زندگی کے لئے آخرت کو چھوڑ دے اس کو تو ان دونوں سے حاصل کرنا چاہئے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیوی زندگی تو اخروی زندگی تک پہنچانے والی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تلخیص المتشابہ فی الرسم (ج ۱۳/ورق ۱/۱۳۶) میں محمد بن ہاشم البعلبکی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا مجھے میرے باپ ہاشم بن سعید نے یزید بن زیاد البصری سے روایت کیا ہے، اس کی سکونت ''صور'' مقام میں تھی اس نے حمید طویل سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ اس طریق سے ابن

عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی تاریخ (۱/۱۴۳/۱۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے آخر میں اضافہ ہے کہ تم لوگوں پر بوجھ نہ بنو اور صرف ابن عساکر رحمہ اللہ کے طریق سے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب الحاوی للفتاوی (۲/۲۰۱) میں واضح کیا ہے کہ دیلمی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی آفت یہ یزید راوی ہے اور وہ دمشقی ہے اور اس کو ابن ابی زیاد بھی کہا جاتا ہے اور یہ تہمت زدہ ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور اسی طرح ابو حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ کبھی اس نے اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے گویا کہ اس کی روایت کردہ حدیث موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی حاتم نے یزید کی ایک دوسری حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس کا تذکرہ دو احادیث کے بعد ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے مشہور ہے کہ اس نے وضاحت کی ہے ہر وہ شخص جس کی حدیث کو میں منکر الحدیث قرار دوں تو اس سے روایت کرنا جائز نہیں امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو میزان الاعتدال (۱/۵) میں نقل کیا ہے پس اس اسناد کے سبب حدیث غایت درجہ ضعیف ہے۔

یقیناً شیخ عبدالحی الکتانی نے التراتیب الاداریۃ میں جب (۱/۱۰) پر ذکر کیا تو انہیں وہم ہوا کہ سیوطی رحمہ اللہ نے حاوی میں ابن عساکر کی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ یہ کھلی غلطی ہے، سیوطی رحمہ اللہ نے اس جگہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا حاوی میں اس کی صحت بیان نہیں کی، اگر اس نے کسی دوسری جگہ میں اسے صحیح کہا ہے حالانکہ یہ ممکن نہیں تو وہ اس کا وہم ہے ان کی ایسی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔

پھر میں نے حدیث دیکھی کہ اسے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے علل (۲/۱۲۴-۱۲۵) میں وحاظی کے طریق سے اس نے یزید بن زیاد الدمشقی سے یہ بیان کیا اور کہا: میرے والد نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

پھر میں نے مزید ایک متابع پایا ابو نعیم اخبار اصبہان (۲/۱۹۷) میں بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں محمد بن احمد بن یزید نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں ابو بکر محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں سعید بن کثیر نے حمید سے یہ بیان کیا۔

یہ متابعت قوی ہے کیونکہ یہ سعید بن کثیر ابن عفیر المصری ثقہ راوی ہے بخاری مسلم کے راویوں میں سے ہے، لیکن اس تک سند میں ایک شخص ہے جو حدیث چوری کیا کرتا تھا وہ ہے محمد بن احمد بن یزید السلمی، ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا، اسی طرح کا اس کا استاذ محمد بن عیسیٰ الطرسوسی

ہے، اس کے متعلق ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں، یہ ان میں سے ایک ہے جو حدیث چوری کیا کرتے تھے اوور اس کی عام روایات کی متابعت کوئی نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں: محمد بن عیسیٰ ہو یا محمد بن احمد ہو یہ اس سند کی آفت ہیں۔ اس متابعت سے کوئی فائدہ نہیں۔

یہ حدیث حیط بن شریط کے نسخہ الموضوعہ (۲۲) میں موجود ہے، یہ روایت موقوفا بھی مروی ہے، اسے ابن شاہین رحمہ اللہ نے الفوائد (ورقہ ۱/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱/۱۵۵/۴) میں شمر بن عطیہ کے طریق سے اس نے کہا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا...... اسے موقوفا ذکر کیا۔ یہ سند شمر اور حذیفہ کے درمیان منقطع ہے کیونکہ شمر تو ابووائل جیسے تابعین سے روایت کرتا ہے، لیکن معافی بن عمران زہد (ق ۲۰۰/۱) میں اور قاسم قسطلی غریب الحدیث (۲/۵۹/۱) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے محمد بن قیس سے اس نے عمرو بن مرہ سے اس نے کہا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا...... اسی طرح بیان کیا۔

علاوہ ازیں یہ حقیقت واضح ہے کہ حدیث منقطع بھی ہے عمرو اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ یہ موقوف روایت ضعیف ہونے کے باوجود مرفوع حدیث سے بہتر ہے جب کہ مرفوع حدیث کی اسناد میں زبردست ضعف ہے مزید برآں امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے نہایت قدیم دور میں کسی شاعر کا قول ہے ملاحظہ کریں۔

إذا قالت حذام فصدقوها

فإن القول ما قالت حذام

"جب حذام نامی عورت کوئی بات کہے تو تم اس کو سچا باور کرو ظاہر ہے بات تو وہی ہے جو حذام نے کہی ہے"

جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے اس کو ان جیسے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، وہ دوسری جلد میں پہلی حدیث ہے۔

والحمد للہ پانچواں جز اختتام پذیر ہوا اور اس کے اختتام پر سلسلة الاحادیث الضعيفة والموضوعة کی پہلی جلد تکمیل پذیر ہوئی اور اس کے بعد دوسری جلد آئے گی، ان شاء اللہ

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات۔

ارشادِ نبوی ﷺ

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم اسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو (الحدیث)

نمازِ نبوی ﷺ

احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں

نادر علمی اضافوں اور تخریج و تحقیق کے ساتھ

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ

چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

Mob.: 0300-[illegible]

تقسیم کار

دار الفرقان

فضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Ph:042-7231602

نصرۃ الباری

فی بیان

صحۃ البخاری

تالیف:

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

مقدمہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

تسہیل وتزئین

حافظ عبدالخبیر اویسی حفظہ اللہ

اس میں جامع صحیح بخاری کا تمام کتب صحاح وسنن پر سنداً ومتناً افضل و اکمل ہونا ثابت کیا گیا ہے کہ "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری" کا ضرب المثل مقولہ مبنی برحقیقت ہے کیونکہ صحیح بخاری بہ اعتبار غایت صحت تمام کتب حدیث پر مقدم ہے، اور درایت وفقاہت کے تمام اوصاف جمیلہ کا مظہر اتم ہے۔

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

MOb:0300- 4826023,042-37114650